

قرائت، شعر
سماع اور موسیقی کا حکم
مؤلف
مفتی محمد رضوان
قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کی
روشنی میں تفریح اور اس کی حدود، قرآن مجید
کی تلاوت، قرائت اور سماعت شعر سازی اور
شعرگوئی، محفل حمد ونعت اور حسنِ قرائت اور سماع
وقوالی کا حکم اور موسیقی (Music) اور گانے
(Song) کا شرعی حکم شعر وشاعری اور گانے
بجانے اور موسیقی سے متعلق مختلف شرعی احکام اس
سلسلہ میں پیش کیے جانے والے مختلف شبہات کا
منصفانہ جائزہ۔
مستند مراجع وحوالوں کے ساتھ
ادارۂ غفران راولپنڈی پاکستان
قرائت، شعر، سماع اور موسیقی کا حکم
مؤلف مفتی محمد رضوان
ادارۂ غفران
بسم اللہ الرحمن الرحیم
قرائت، شعر
سماع اور موسیقی کا حکم
مؤلف
مفتی محمد رضوان
ادارۂ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرائت، شعر، سِماع

اور موسیقی کا حکم

قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کی روشنی میں

تفریح اور اس کی حدود، قرآن مجید کی تلاوت، قرائت اور سماعت

شعر سازی اور شعر گوئی، محفلِ حمد ونعت اور حسنِ قرائت اور سماع وقوالی کا حکم

اور موسیقی (Music) اور گانے (Song) کا شرعی حکم

شعر وشاعری اور گانے بجانے اور موسیقی سے متعلق مختلف شرعی احکام

اس سلسلہ میں پیش کئے جانے والے مختلف شبہات کا منصفانہ جائزہ۔

مستند مراجع وحوالوں کے ساتھ

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

نام کتاب: قرائت،شعر،سماع اور موسیقی کا حکم

مصنف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: جمادی الاولیٰ 1437ھ،فروری 2016ء

صفحات: 596

ملنے کے پتے

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (از مؤلف)	13
(مقدمہ) تفریح اور اس کی حدود	15
انسان کی پیدائش کا مقصد اور دنیا کی حقیقت اور زینت	//
دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہنے کا حکم	26
لغویات سے اعراض کرنے کا حکم	28
قیل وقال، کثرتِ سوال اور مال کی اضاعت سے بچنے کا حکم	32
ہنسی، مزاح اور اس کی شرائط	34
چند چیزوں کے علاوہ لہو باطل ہے	48
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ کے ساتھ دوڑ لگانا	52
حبشیوں کا کھیل تماشہ اور کرتب	53
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بچوں کا کھیل کود کرنا	63
عید کے دن بچیوں کا اشعار گانا	64

(باب نمبر1)

قرآن مجید کی قرائت وسماعت کا حکم 68

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور جنات کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، اور دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا ہے، انسان دنیا میں جیسی اچھی یا بری کاشت کرے گا، وہ آخرت میں ویسا ہی اچھا یا برا ثمرہ اور نتیجہ پائے گا۔

مگر شیطان جو کہ انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ شروع سے ہی انسان کو اس مقصد سے ہٹانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے، دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو پوری طرح باخبر کردیا گیا ہے کہ وہ شیطان سے ہوشیار رہیں، اور اس کے بہکاوے اور پھسلاوے میں آکر اپنی پیدائش کے مقصد کو ضائع اور آخرت کو خراب نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر اپنی آخرت کو قیمتی بنانے کے لئے جو اعمال مقرر کئے گئے ہیں، ان کو ایسا خشک نہیں رکھا گیا کہ جن کو انجام دیتے ہوئے بندے اُکتاہٹ کا شکار ہوجائیں، اور اسی کے ساتھ بعض ایسی چیزوں کی بھی گنجائش دے دی گئی ہے کہ جن کے ذریعہ انسان کی طبیعت میں فرحت و بشاشت قائم ہے، مگر چونکہ یہ چیزیں اصل مقصد کے بجائے اس کے ذریعہ اور وسیلہ کے طور پر ہیں، اس لئے ان کو اپنے درجہ پر قائم رکھنے کے لئے کچھ حدود و شرائط مقرر کردی گئیں، تاکہ وہ چیزیں نہ تو مقصد کا درجہ حاصل کریں، اور نہ مقصد کے لئے مانع بنیں، بلکہ مقصد میں معاون رہیں، اور جو چیزیں نہ تو مقصد میں داخل تھیں، اور نہ مقصد میں معاون تھیں، بلکہ مقصد میں مانع تھیں، ان سے روک دیا گیا، اور اس طرح سے شریعت کی تعلیمات ہر طرح کے افراط وتفریط سے پاک ہو کر اعتدال پر مبنی رہیں۔

مگر شیطان، جو کہ انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ ایسے موقع پر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کیسے چپ بیٹھ سکتا تھا، اس لئے اس نے اپنی تلبیسات اور تخدیعات کا جال پھیلا کر انسانوں کو افراط وتفریط میں

مبتلا کرنے اور اعتدال سے ہٹانے کی کوششیں شروع کردیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید وفرقانِ حمید کی شکل میں بندوں کو ایک ایسی عظیم نعمت وعبادت عطاء فرمائی کہ اس کو زبان سے پڑھ کر، کانوں سے سُن کر، دل سے تدبر کر کے مختلف طریقوں پر اپنے ایمان کو تازہ کیا جاسکتا ہے، اور ساتھ ہی فرحت وبشاشت کا سامان بھی کیا جاسکتا ہے، مگر شیطان نے اولاً تو قرآن مجید کی تلاوت وسماعت کے بجائے ہر طرح کی شعروشاعری اور غناء وموسیقی کے راستہ پر ڈالنے کی کوشش کی، اور تفریح اور دوسری طرح طرح کی تاویلات ذہنوں میں بٹھا کر ان چیزوں کے مفاسد ومنکرات سے بھی صرفِ نظر کرایا، دوسرے قرآن مجید کی تلاوت وسماعت کی جو حدود وقیود مقرر کی گئی تھیں، ان کو بھی پامال کرانے میں کسر نہیں چھوڑی، اور قرآن مجید کی تلاوت وسماعت اور حمد ونعت وغیرہ کو موسیقی کے ساتھ خلط ملط کر کے اور ان میں مختلف منکرات شامل کر کے اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کی روشنی میں قرآن مجید کی تلاوت وسماعت، شعروشاعری، سماع اور موسیقی کے موضوع پر تفصیل سے کلام کیا جائے، اور ان شعبوں میں پائی جانے والی افراط وتفریط اور اور بے اعتدالیوں کو واضح کیا جائے۔

بندہ نے اس غرض کے لئے ’’قرائت، شعر، سماع اور موسیقی کا حکم‘‘ کے نام سے زیرِ نظر کتاب تالیف کی ہے، جس میں موجودہ زمانہ سے متعلق بعض پہلوؤں پر بھی کچھ تفصیل سے کلام کیا گیا ہے، اور شریعت کی معتبر نصوص سے استنباط کیا گیا ہے، اور حتی الامکان کمزور وغیر معتبر مواد سے اجتناب کیا گیا ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ اور اس کو امت کے لئے نافع بنائے۔ آمین۔ فقط۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان۔ ۱۰/ ذی قعدہ/ ۱۴۳۶ھ 26/ اگست/ 2015ء، بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

(مقدمہ)

تفریح اور اس کی حدود

اسلام میں ایک حد تک تفریح کی اجازت ہے، بشرطیکہ اس کو زندگی کا اہم مشغلہ نہ بنایا جائے، اور اپنی پیدائش کے مقصد کو نظر انداز نہ کیا جائے، اور اس کے نتیجہ میں شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی کا ارتکاب نہ کیا جائے اور کسی گناہ میں مبتلا نہ ہوا جائے۔

انسان کی پیدائش کا مقصد اور دنیا کی حقیقت وزینت

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورة الذاريات، رقم الآية ٥٦)

ترجمہ: اور نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انس کو، مگر اس لئے تاکہ عبادت کریں وہ میری (سورہ ذاریات)

اس لئے اپنی پیدائش کے مقصود کو ہمہ وقت سامنے رکھنا چاہئے، اور ایسے طرزِ عمل اور ہر ایسے مشغلے سے پرہیز کرنا چاہئے کہ جو اس مقصود میں خلل پیدا کرے۔

اور اسی کے ساتھ دنیا کی زیب وزینت اور ساز وسامان اور کھیل تماشے میں لگ کر اپنے آپ کو مقصد سے محروم نہیں کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا اس کی حقیقت کو واضح فرمایا ہے۔

چنانچہ سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ. قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ

(سورة آل عمران، رقم الآيات ۱۴، ۱۵)

ترجمہ: مزین کردی گئی لوگوں کے لئے خواہشات کی محبت یعنی عورتوں کی، اور بیٹوں کی، اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانوں کی، اور نشان زدہ (یعنی خوبصورت) گھوڑوں اور مویشیوں کی، اور کھیتی کی، یہ سامان ہے دنیا کی زندگی کا، اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے، کہہ دیجئے کیا میں تم کو خبر دوں ان چیزوں سے بہتر کی، ان لوگوں کے لئے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں، جاری ہیں، ان کے نیچے سے نہریں، ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ اس میں، اور بیویاں ہیں پاکیزہ، اور رضامندی ہے اللہ کی، اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے بندوں کو (سورہ آلِ عمران)

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی مذکورہ چیزیں مزین اور خوبصورت ضرور ہیں، لیکن یہ چیزیں صرف دنیا کا عارضی سامان ہیں اور اصل کامیابی کی دلیل نہیں ہیں، بلکہ اصل کامیابی آخرت اور جنت کی ہے، جو اللہ سے ڈرنے اور اس کے احکام پر چلنے سے حاصل ہوتی ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ کسی کھیل وتفریح کو کامیابی کا ذریعہ نہیں سمجھنا چاہئے۔

اور سورہ آلِ عمران میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ. لَتُبْلَوُنَّ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا

الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا أَذًى كَثِيْرًا وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ (سورة آل عمران، رقم الآيات ۱۸۵، ۱۸۶)

ترجمہ: ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، اور پورا پورا دیا جائے گا تمہارا بدلہ قیامت کے دن، پس جو کوئی بچالیا گیا جہنم سے، اور داخل کر دیا گیا جنت میں، تو وہ بلاشبہ کامیاب ہوگیا، اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکہ کا سامان، یقیناً تمہاری آزمائش کی جائے گی تمہارے مالوں میں، اور تمہاری جانوں میں اور ضرور بالضرور سنو گے تم ان لوگوں سے، جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے، اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا، بہت تکلیف دہ باتیں، اور اگر تم صبر کرو گے، اور تقویٰ اختیار کرو گے، تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے (سورہ آلِ عمران)

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی اصل زندگی نہیں ہے، بلکہ اس کا اختتام موت پر ہونے والا ہے، اور اصل کامیابی آخرت کی ہے، جو جہنم سے بچنے اور جنت کی نعمت ملنے کی شکل میں حاصل ہوتی ہے، اور دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے، اور مومنوں کی جان اور مال میں اللہ کی طرف سے، ان کا دنیا میں امتحان لیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ کون اپنے مال اور جان کو اللہ کے لئے خرچ کرتا ہے، اور کون نہیں، اور اسی کے ساتھ اہلِ کتاب اور مشرکوں کی طرف سے مومنوں کو تکلیف دہ باتیں، مثلاً طعن و تشنیع، تنقید و اعتراضات، ہجو و تمسخر، الزام تراشی، پروپیگنڈہ وغیرہ سننے کی شکل میں بھی امتحان لیا جائے گا، کہ کون ان کی باتیں سن کر تقویٰ اور صبر کا دامن تھامے رکھتا ہے، اور کون اس کا دامن چھوڑ دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مَوْضِعَ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا، اِقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ: فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک کوڑا (یا لاٹھی) رکھنے کی جگہ دنیا اوراس کی چیزوں سے بہتر ہے، اگر چاہو تو (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت پڑھ لو کہ:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ .

''پس جو شخص آگ سے بچا لیا گیا، اور جنت میں داخل کر دیا گیا، تو بلاشبہ وہ کامیاب ہو گیا، اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکہ کا سامان (ترمذی)

معلوم ہوا کہ دنیا سے دھوکہ کھا کر اوراس کے کھیل تماشے میں مگن ہو کر اپنے آپ کو جنت سے محروم نہیں کرنا چاہئے۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُوْنَ (سورة الأعراف، رقم الآية ۵۱)

ترجمہ: جنہوں نے بنا لیا تھا، اپنے دین کو کھیل اور تماشہ، اور دھوکہ میں ڈال دیا تھا، ان کو دنیا کی زندگی نے، پس آج کے دن ہم ان کو بھلا دیں گے، جس طرح بھلا دیا تھا انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو، اور جس طرح کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے (سورہ اعراف)

---

[1] رقم الحدیث ۳۰۱۳، ابواب تفسیر القرآن، باب :ومن سورة آل عمران.
قال الترمذی:
هذا حديث حسن صحيح.

مطلب یہ ہے کہ جولوگ اپنے دین کو کھیل، تماشہ بنائیں گے، اور دنیا کی زندگی سے دھوکہ کھائیں گے، ان کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بُھلا دے گا، یعنی ان کی تکلیف وعذاب کو دور نہیں کرے گا، جس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی زندگی کو کھیل کود کا مشغلہ نہیں بنانا چاہئے، ورنہ آخرت میں سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ . أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة هود، رقم الآيات ١٥ و ١٦)

ترجمہ: جو ارادہ کرتا ہے، دنیوی زندگی کا، اور اس کی زینت کا، پورا دیتے ہیں ہم ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دنیا میں، اور ان کو دنیا میں کمی نہیں کی جاتی۔

یہی ہیں وہ لوگ کہ نہیں ہے ان کے لئے آخرت میں مگر آگ، اور ضائع ہوگئے ان کے وہ عمل جو انہوں نے دنیا میں کئے، اور باطل ہوگئے وہ اعمال جو وہ کرتے تھے (سورہ ہود)

مطلب یہ ہے کہ دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کو چاہنے والوں کی اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں چاہت کو پوری فرمادیتا ہے، جس میں کوئی کمی نہیں کی جاتی، لیکن ان لوگوں کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ کے علاوہ اور کچھ نہیں، اور ان کے مذکورہ طرزِ عمل کے باعث ان کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال آخرت میں ثواب کے قابل نہیں، اس لئے ان کے دنیا میں کئے ہوئے اچھے اعمال ضائع اور باطل ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو مقصد نہیں بنانا چاہئے، اور اگر کوئی مقصد بنائے گا، تو اسے اگرچہ یہ مقصد حاصل ہوجائے گا، لیکن وہ آخرت کے اعتبار سے سخت نقصان اور خسارہ اٹھانے والوں میں شامل ہوگا۔

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ أَفَلَا تَعْقِلُونَ . أَفَمَن وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَن مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ (سورة القصص، رقم الآية ٦٠)

ترجمہ: اور جو کوئی چیز بھی تم لوگوں کو دی گئی ہے، تو وہ سامان ہے دنیا کی زندگی کا اوراس کی زینت ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

کیا پھر وہ شخص کہ وعدہ کیا ہم نے اس سے اچھا وعدہ، جس کو وہ پانے والا ہے، اس شخص کی طرح ہے، کہ جس کو سامان دیا ہم نے دنیا کی زندگی کا، پھر وہ قیامت کے دن حاضر کیے ہوئے لوگوں میں سے ہوگا (سورہ قصص)

مطلب یہ ہے کہ دنیا اوراس کی چیزیں، دنیا کا سامان اور زیب وزینت کی چیزیں ہیں، لیکن سمجھنے والوں کے لئے اللہ کے پاس ملنے والا اجر وانعام ان سب دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے، اور جو شخص آخرت کے ثواب اور اجر وانعام کو پالے، وہ اس سے لاکھ درجہ بہتر ہے، جس کو دنیا کا ساز وسامان تو مل جائے، مگر وہ آخرت میں مجرم بن کر حاضر ہو، جس سے معلوم ہوا کہ دنیا کا سامان اور زیب وزینت صرف دنیا کا عارضی سامان ہے اور آخرت میں ملنے والا اجرو ثواب اس سے کہیں بہتر ہے، لہٰذا دنیا اوراس کی زیب وزینت کے بجائے آخرت کو مقصد بنانا چاہئے۔

سورہ روم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ . أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِم مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُوْنَ

(سورة الروم، رقم الآية ٧،٨)

ترجمہ: جانتے ہیں وہ ظاہر کو دنیا کی زندگی کے، اور وہ آخرت سے غفلت ہی اختیار کرنے والے ہیں، کیا وہ فکر نہیں کرتے اپنے بارے میں کہ نہیں پیدا کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، مگر حق کے ساتھ اور ایک وقتِ مقرر تک، اور بے شک لوگوں میں سے اکثر اپنے رب کی ملاقات کے یقیناً منکر ہیں (سورہ روم)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کا علم دنیا کے ظاہر تک محدود ہے، اور وہ آخرت سے غافل ہیں، حالانکہ اللہ نے انسانوں اور زمین و آسمان اور ان کے مابین مخلوق کو فضول و بے کار پیدا نہیں فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی ظاہری زیب و زینت پر فریفتہ ہو کر آخرت اور اپنے اصلی مقصد سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ .إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوْ حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيْرِ .اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ كَبِيْرٌ. أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْءُ عَمَلِهٖ فَرَآهُ حَسَنًا فَإِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ .فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (سورة فاطر، رقم الآيات ٥ الىٰ ٨)

ترجمہ: اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے، پس ہرگز نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو دنیا کی زندگی، اور ہرگز نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو دھوکہ میں ڈالنے والا، بے شک

شیطان تمہارا دشمن ہے، تو تم اس کو بنا کر رکھو دشمن ہی، بس دعوت دیتا ہے شیطان کا لشکر، تا کہ ہو جاؤ تم جہنم والوں میں سے، جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لئے شدید عذاب ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے نیک، ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے، کیا پس وہ شخص کہ مزین کر دیا گیا اس کے لئے اس کا برا عمل، پھر وہ خیال کرتا ہے، اس کو اچھا، پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے، اور ہدایت دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے، پس آپ کی جان نہ چلی جائے ان پر افسوس کر کے، بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے ان چیزوں کو جو یہ کرتے ہیں (سورہ فاطر)

مطلب یہ ہے کہ دنیا فانی ہے، اور اس کے بعد قیامت اور آخرت کا وعدہ برحق ہے، اور اصل زندگی وہی آخرت کی زندگی ہے، لہٰذا دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے، اور دھوکہ دینے والے شیطان سے بھی دھوکہ نہیں کھانا چاہئے، جو کہ جہنم کے عذاب کی طرف بلاتا ہے، اور بُرے عمل کو مزین کر کے پیش کرتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت سے دھوکہ کھا کر آخرت سے غفلت نہیں کرنی چاہئے، ورنہ جہنم کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یَاقَوْمِ إِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ .مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰى إِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ

(سورة غافر، رقم الآيات ۳۹، ۴۰)

ترجمہ: اے میری قوم! بس یہ دنیا کی زندگی تھوڑا سا سامان ہے، اور بے شک آخرت ہی قرار (یعنی ٹھہرنے اور سکون حاصل کرنے) کا گھر ہے، جس نے عمل

کیا برا، تو نہیں بدلہ دیا جائے گا، مگر اس جیسا ہی، اور جس نے عمل کیا نیک خواہ مرد ہو یا عورت ہو، اور وہ مومن ہو، تو یہ لوگ ہیں جو داخل ہوں گے جنت میں، رزق دیا جائے گا ان کو اس میں بغیر حساب کے (سورہ غافر)

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی تھوڑا سا سامان ہے، اور اصل زندگی قرار والی آخرت کی ہے، لہٰذا دنیا میں بُرا عمل ترک کر کے اچھے عمل کو اختیار کرنا چاہئے، تاکہ جنت کی نعمت حاصل ہو، جہاں ہر طرح کا رزق موجود ہے، جس سے معلوم ہوا کہ دنیا اور اس کی زندگی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے اور اس کو مقصد بنا کر اصل قرار و سکون والی زندگی کو ضائع و خراب نہیں کرنا چاہئے۔

سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (سورة الشورىٰ، رقم الآية ٣٦)

ترجمہ: پس جو کوئی چیز بھی عطا کی گئی تم کو، تو وہ سامان ہے، دنیاوی زندگی کا، اور جو چیز اللہ کے پاس ہے، بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والی ہے، ان لوگوں کے لئے، جو ایمان لائے، اور اپنے رب پر وہ توکل کرتے ہیں (سورہ شوریٰ)

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں انسان کو جو چیز بھی حاصل ہو جائے، وہ آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہے، اور اللہ کے پاس اجر و انعام اور جنت کی شکل میں مومنوں اور متوکلوں کو حاصل ہونے والی نعمت بہتر اور باقی رہنے والی ہے، اس لئے اس کی زیادہ فکر کرنی چاہئے، جس سے معلوم ہوا کہ دنیا اور اس کی سب چیزیں، آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہیں، لہٰذا دنیا کے کھیل و تفریح کو مقصد زندگی بنانے کے بجائے، ایمان و تقویٰ اور توکل اختیار کرنا چاہئے۔

سورہ حدید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِعْلَمُوْا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيْجُ

فَتَرَاهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ يَكُوۡنُ حُطَامًا وَفِي الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ وَمَغۡفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانٌ وَمَا الۡحَيَاةُ الدُّنۡيَا إِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ . سَابِقُوۡا إِلٰى مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا كَعَرۡضِ السَّمَآءِ وَالۡأَرۡضِ أُعِدَّتۡ لِلَّذِيۡنَ آمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ(سورة الحديد، رقم الآيات ٢٠، ٢١)

ترجمہ: جان لو کہ بس دنیا کی زندگی کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح، جس سے اُگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کردیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چُورا بن جاتی ہے اور آخرت میں (یا تو) بہت سخت عذاب ہے اور (یا) اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکہ کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔ دوڑو تم اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی کی طرح ہے، تیار کی گئی ہے، اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، یہ اللہ کا فضل ہے، عطا کرتا ہے اُسے، جس کو چاہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے (سورہ حدید)

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی لہو ولعب، کھیل تماشہ اور زینت و رونق کی چیز ہے، جس کے ذریعہ سے ایک دوسرے پر فخر کیا جاتا ہے، اور مال اور اولاد کو ایک دوسرے سے زیادہ بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے، جس کی مثال ترو تازہ اُگنے والی کھیتی کی طرح ہے، جس کا انجام ریزہ ریزہ ہوجانا ہے، اور اصل کامیابی اور ناکامی کا دارو مدار ان چیزوں کے بجائے آخرت پر ہے، جس میں بعض کے لئے شدید عذاب ہے، اور بعض کے لئے اللہ کی رضا اور اس کی مغفرت ہے، اور دنیا کی زندگی اس کے مقابلہ میں صرف دھوکہ کا سامان ہے، جس سے

معلوم ہوا کہ دنیا کی زندگی اور زیب وزینت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے، اور اس کی خاطر اپنی آخرت کو تباہ نہیں کرنا چاہئے۔

سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا . وَإِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا (سورة الكهف، رقم الآيات ۷ و ۸)

ترجمہ: بے شک ہم نے بنادیا ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں، زینت (زمین) اس کے لیے، تاکہ آزمائیں ہم انھیں کہ ان میں سے کون ہے، اچھا عمل کے اعتبار سے، اور بلاشبہ یقیناً کرنے والے ہیں ہم، ان چیزوں کو جو اس پر ہیں، ایک چٹیل میدان (سورہ کہف)

مطلب یہ ہے کہ زمین پر زینت اور رونق کی چیزیں، اس لئے رکھدیں تا کہ واضح ہو کہ اللہ کی ان مخلوقات کو دیکھ کر کون صحیح فائدہ اٹھاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے، اور کون ان چیزوں میں مگن ہو کر اللہ کو بھول جاتا ہے، اور ایک دن زمین کی ان سب چیزوں کی رونق اللہ تعالیٰ ختم کر کے اس کو ایک چٹیل میدان میں تبدیل فرمادے گا۔

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى (سورة طٰهٰ، رقم الآية ۱۳۱)

ترجمہ: اور نہ اٹھایئے اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف، جو ہم نے برتنے کے لیے دی ہیں، ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو، دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر، تا کہ آزمائیں ہم انہیں اس میں، اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے (سورہ طٰہٰ)

مطلب یہ ہے کہ کفار کو اللہ نے جو مختلف قسم کی مزین چیزیں دنیا میں عطاء فرمائی ہیں، ان کا

مقصد آزمائش اور امتحان وابتلاء ہے، اور ان کفار کو حاصل مزین چیزوں کے مقابلہ میں، اللہ جو حلال رزق عطا فرمائے، وہ بہتر اور ثواب کی شکل میں باقی رہنے والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ دنیا، اس کی زندگی اور اس کی زیب وزینت کو اصل مقصد نہیں سمجھنا چاہئے، اور اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے، اور اس کی خاطر اپنی آخرت کو خراب نہیں کرنا چاہئے۔

دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہنے کا حکم

اسی وجہ سے احادیث میں فرمایا گیا کہ تم دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح زندگی گزارو، اور اس سے بے جا دل نہ لگاؤ، کیونکہ اس سے دل لگانا نقصان دہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِيْ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ، كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ، أَوْ كَأَنَّكَ عَابِرُ سَبِيْلٍ، وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ (مسند احمد، رقم الحديث ۴۱۱۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کا ایک حصہ پکڑ کر فرمایا کہ اے عبداللہ! دنیا میں اس طرح رہو، گویا کہ آپ اجنبی ہیں، یا گویا کہ آپ راستہ سے گزرنے والے (مسافر) ہیں، اور خود کو قبر والوں میں (یعنی مردہ) شمار کرو (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ انسان کو دنیا میں اس طرح رہنا چاہئے، جیسا کہ کوئی پردیس اور اجنبی جگہ میں ہوتا ہے، یا پھر سفر میں ہوتا ہے اور موت یقینی ہے اور وہ کسی بھی وقت آسکتی ہے، اس لئے تم اپنے آپ کو ہمہ وقت مرنے کے لئے تیار رکھو۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] (كن في الدنيا كأنك غريب) أي عش بباطنك عيش الغريب عن وطنه بخروجك عن أوطان عاداتها ومألوفاتها بالزهد في الدنيا والتزود منها للآخرة فإنها الوطن أي أن الآخرة هي دار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِضۡطَجَعَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَصِيۡرٍ، فَأَثَّرَ فِىۡ جَنۡبِهٖ، فَلَمَّا اسۡتَيۡقَظَ، جَعَلۡتُ أَمۡسَحُ جَنۡبَهٗ، فَقُلۡتُ: يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ، أَ لَا آذَنۡتَنَا حَتّٰى نَبۡسُطَ لَکَ عَلَى الۡحَصِيۡرِ شَيۡئًا؟ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: مَا لِىۡ وَلِلدُّنۡيَا؟ مَا أَنَا وَالدُّنۡيَا؟ إِنَّمَا مَثَلِىۡ وَمَثَلُ الدُّنۡيَا كَرَاكِبٍ ظَلَّ تَحۡتَ شَجَرَةٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا (مسند احمد، رقم

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

القرار كما أن الغريب حيث حل نازع لوطنه ومهما نال من الطرف أعدها لوطنه وكلما قرب مرحلة سره وإن تعوق ساعة ساء ه فلا يتخذ فى سفره المساكن والأصدقاء بل يجتزء بالقليل قدر ما يقطع به مسافة عبوره لأن الإنسان إنما أوجد ليمتحن بالطاعة فيثاب أو بالإثم فيعاقب (ليبلوكم أيكم أحسن عملا) فهو كعبد أرسله سيده فى حاجة فهو إما غريب أو عابر سبيل فحقه أن يبادر لقضائها ثم يعود إلى وطنه وهذا أصل عظيم فى قصر الأمل وأن لا يتخذ الدنيا وطنا وسكنا بل يكون فيها على جناح سفر مهيأ للرحيل وقد اتفقت على ذلك وصايا جميع الأمم وفيه حث على الزهد والإعراض عن الدنيا والغريب المجتهد فى الوصول إلى وطنه لا بد له من مركب وزاد ورفقاء وطريق يسلكها فالمركب نفسه ولا بد من رياضة المركوب ليستقيم للراكب والزاد التقوى والرفقاء الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والصراط المستقيم وإذا سلك الطريق لم يزل خائفا من القطاع إن أحدكم ليعمل بعمل أهل الجنة حتى ما يكون بينه وبينها إلا ذراع (أو عابر سبيل) قال الطيبى: الأحسن جعل أو بمعنى بل شبه الناسك السالك بغريب لا مسكن له يأويه ثم ترقى وأضرب عنه إلى عابر سبيل لأن الغريب قد يسكن بلد الغربة وابن السبيل بينه وبين مقصده أودية ردية ومفارز مهلكة وقطاع وشأنه أن لا يقيم لحظة ولا يسكن لمحة قال بعض العارفين :الأرواح خلقت قبل الأجساد ثم أفيضت من عالمها العلوى النورانى فأودعت هذا الجسد الترابى الظلمانى فاجتمعا اجتماع غربة كل منهما يشير إلى وطنه ويطير إلى مسكنه فالبدن أخلد إلى الأرض والروح بدون السمو لم ترض.

راحت مشرقة ورحت مغربا . . .شتان بين مشرق ومغرب.

(خ) فى الرقاق (عن ابن عمر) بن الخطاب (زاد حم د ت هـ وعد نفسك من أهل القبور) أى استمر سائرا ولا تفتر فإن قصرت انقطعت وهلكت فى تلك الأودية فلا تتنافس فى عمارة الدور فعل المستوطن المغرور فيأتيك الموت من غير استعداد وتقدم على سفر الآخرة بغير زاد رواه العسكرى وزاد :إذا أصبحت فلا تحدث نفسك بالمساء وإذا أمسيت فلا تحدث نفسك بالصباح وخذ من صحتك لسقمك ومن حياتك لموتك فإنه لا تدرى ما اسمك غدا قالوا : وذا من جوامع الكلم(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۶۴۲۱)

الحدیث ۳۷۰۹) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، جس کے نشانات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک پر پڑ گئے تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو میں آپ کے پہلو پر ہاتھ پھیرنے لگا اور میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں حکم فرماتے کہ ہم اس چٹائی پر کچھ بچھا دیتے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا غرض، مجھے دنیا سے کیا مطلب، میری اور دنیا کی مثال تو اس سوار کی سی ہے جو تھوڑی دیر ستانے (یعنی آرام کرنے) کے لیے کسی درخت کے سائے تلے ٹھہرا، پھر اسے چھوڑ کر چل پڑا (مسند احمد)

اس طرح کی احادیث سے دنیا کے ساتھ انسان کے تعلق پر روشنی پڑتی ہے، لہٰذا دنیا سے دل لگا کر اور دنیا سے دل لگی والے کاموں میں لگ کر آخرت کی قیمتی زندگی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہئے۔

لغویات سے اعراض کرنے کا حکم

انسان کیونکہ ایک عظیم مقصد کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے، اس لئے اپنے مقصد کو کامیاب بنانے میں جو چیزیں رکاوٹ ہیں، ان سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے، پس اپنی زندگی کو ایسے کاموں سے بچا کر رکھنا چاہئے، جو بے فائدہ اور فضول ہوں۔

چنانچہ سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ. الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (سورة المومنون، رقم الآية ١، ٢، ٣)

ترجمہ: یقیناً کامیاب ہوگئے وہ مومنین جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے

---

۱ قال شعیب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

ہیں، اور جو لغو چیزوں سے بچنے والے ہیں (سورہ مومنون)

اور سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ (سورة القصص، رقم الآية ۵۵)

ترجمہ: اور جب یہ (مومن وصالح) لوگ سنتے ہیں لغو بات، تو اعراض کرتے ہیں اس سے، اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں، اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، تم پر سلام ہو، ہم پیچھے نہیں پڑتے جاہلوں کے (سورہ قصص)

اور سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (سورة الفرقان، رقم الآية ۷۲)

ترجمہ: اور (رحمٰن کے مخصوص بندے) وہ لوگ ہیں، جو گواہی نہیں دیتے جھوٹی، اور جب گزرتے ہیں وہ کسی لغو چیز کے پاس سے، تو گزر جاتے ہیں شرافت کے ساتھ (سورہ فرقان)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے لغو چیزوں سے اعراض کرنے اور بچنے والوں کو کامیاب قرار دیا ہے، اور ان کی تعریف فرمائی ہے، جس سے لغو چیزوں اور لغو باتوں سے بچنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

یہی وجہ ہے کہ جنت میں لغو اور جھوٹی بات کا وجود نہ ہوگا۔

جیسا کہ سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا (سورة مريم، رقم الآية ۶۲)

ترجمہ: نہیں سنیں گے وہ لوگ اُس (جنت) میں کوئی لغو، سوائے سلام کے (سورہ مریم)

اور سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا يَسْـمَـعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا . إِلَّا قِيْلًا سَلَامًا سَلَامًا (سورة الواقعة، رقم الآيات ۲۵، ۲۶)

ترجمہ: نہیں سنیں گے وہ لوگ اُس (جنت) میں کوئی لغو اور نہ کوئی گناہ کی بات، سوائے سلام سلام کہنے کے (سورہ واقعہ)

اور سورہ نبأ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (سورة النبأ، رقم الآية ۳۵)

ترجمہ: نہیں سنیں گے وہ لوگ اُس (جنت) میں کوئی لغو اور نہ کوئی جھٹلانے کی بات (سورہ نبأ)

لغو ایسے کام یا کلام کو کہا جاتا ہے کہ جس پر کوئی فائدہ مرتب نہ ہو، جس کو ہماری زبان میں بعض اوقات بے ہودہ یا بکواس اور فضول بات بھی کہا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] اللغو من الكلام -:ما لا يعتد به إما لأنه يورد ارتجالا عن غير روية ودون تثبت وتفكير فيجرى مجرى اللغا الذى يطلق على صوت العصافير ونحوها من الطيور .

وإما لأنه يورد فى غير موضعه فيخرجه ذلك عن الصواب كمن قال لصاحبه :أنصت، والإمام يخطب .أو كمن دعا لأهل الدنيا فى خطبة الجمعة .

وقد يطلق اللغو على كل كلام قبيح باطل، كالخوض فى المعاصى، والسب، والشتم، والرفث، وما إليها .قال الله تعالى فى صفة المؤمنين :(وإذا مروا باللغو مروا كراما) أى :كنوا عن القبيح وتعففوا عن التصريح به، وقيل :معناه :إذا صادفوا أهل اللغو لم يخوضوا معهم فى باطلهم أو فى سقط كلامهم.

وما دام اللغو بهذا المعنى الذى لا يجلب نفعا ولا يدفع إثما، ولا يتصل بقصد صحيح، فإن سماعه كالخوض فيه لا يخرج حكمه عن الحظر والكراهة، تبعا لشدة اتصاله بالمفاسد، وانفكاكه عنها .

والمؤمنون مطالبون بالإعراض عنه، والإحجام عن سماعه، والخوض فيه إطلاقا لأنه ليس من أخلاقهم ولا يتناسب -فى أقل صوره -مع جدهم وكمال نفوسهم.

قال الله تعالى :(قد أفلح المؤمنون الذين هم فى صلاتهم خاشعون والذين هم عن اللغو معرضون) وقال جل ذكره فى صفتهم :(والذين لا يشهدون الزور وإذا مروا باللغو مروا كراما)وقال :(وإذا سمعوا اللغو أعرضوا عنه وقالوا لنا أعمالنا ولكم أعمالكم سلام عليكم لا نبتغى الجاهلين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵،ص ۲۴۹ ،مادة "سماع")

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَـانَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الذِّكْرَ، وَيُقِلُّ اللَّغْوَ، وَيُطِيْلُ الصَّلَاةَ، وَيُقَصِّرُ الْخُطْبَةَ (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے ذکر کرتے تھے، اور لغو (و لایعنی بات) نہیں کرتے تھے، اور نماز لمبی پڑھتے تھے، اور خطبہ مختصر کرتے تھے (نسائی، ابن حبان)

یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے مقصد اور فضول بات بالکل بھی نہیں کیا کرتے تھے، اور اگر کبھی کوئی بات ایسی کیا کرتے تھے جو بظاہر بے مقصد معلوم ہوتی تھی تو وہ بھی حقیقت میں لغو نہیں ہوتی تھی، بلکہ اس میں دوسرے کی دلجوئی اور تفریحِ طبع پیشِ نظر ہوتی تھی۔ [2]

خلاصہ یہ کہ مومن کو لغو کاموں اور باتوں میں نہیں پڑنا چاہئے، اور اس کے بجائے آخرت کو قیمتی بنانے والے اعمال کو اختیار کرنا چاہئے۔

جس میں آج کل کے بیشتر مروّجہ لغو کھیل کود والے پروگرام بھی داخل ہیں۔

---

[1] رقم الحديث ۱۴۱۴، كتاب الجمعة، باب ما يستحب من تقصير الخطبة، صحيح ابن حبان رقم الحديث ۶۴۲۳.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية ابن حبان)

[2] (كان يكثر الذكر ويقل اللغو) أى لا يلغو أصلا قال بن الأثير :القلة تستعمل فى نفى أصل الشىء ويجوز أن يريد باللغو الهزل والدعابة أى إنه كان منه قليلا اه .(ويطيل الصلاة ويقصر الخطبة) ويقول إن ذلك من فقه الرجل (وكان لا يأنف ولا يستكبر أن يمشى مع الأرملة والمسكين والعبد حتى يقضى له حاجته) قرب محلها أو بعد .روى البخارى إن كانت الأمة لتأخذ بيده فتنطلق به حيث شاء ت وأحمد فتنطلق به فى حاجتها وروى مسلم والترمذى عن أنس أنه جاء ت امرأة إليه صلى الله عليه وسلم فقالت :إن لى إليك حاجة فقال :اجلسى فى أى طريق المدينة شئت أجلس إليك حتى أقضى حاجتك وفيه بروزه للناس وقربه منهم ليصل ذو الحق حقه ويسترشد بأقواله وأفعاله وصبره على تحمل المشاق لأجل غيره وغير ذلك(فيض القدير،تحت رقم الحديث ۷۱۴۲)

قیل وقال، کثرتِ سوال اور مال کی اضاعت سے بچنے کا حکم

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰہَ کَرِہَ لَکُمْ ثَلَاثًا: قِیْلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَکَثْرَةَ السُّؤَالِ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند کرتا ہے، ایک قیل وقال (یعنی فضول چہ میگوئیوں) کو، اور ایک مال کی اضاعت کو، اور ایک کثرتِ سوال (یعنی بلاوجہ کے سوالات کرنے یا مانگنے) کو (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰہَ یَرْضٰی لَکُمْ ثَلَاثًا، وَیَسْخَطُ لَکُمْ ثَلَاثًا: یَرْضٰی لَکُمْ أَنْ تَعْبُدُوْہُ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا، وَأَنْ تُنَاصِحُوْا مَنْ وَلَّاہُ اللّٰہُ أَمْرَکُمْ، وَیَسْخَطُ لَکُمْ: قِیْلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَکَثْرَةَ السُّؤَالِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۸۷۹۹) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تمہاری تین چیزوں سے راضی ہوتا ہے، اور تین چیزوں سے ناراض ہوتا ہے (ایک تو راضی ہوتا ہے اس سے کہ) تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ (دوسرے) اللہ کی رسّی (یعنی قرآن مجید) کو سب مل کر مضبوط پکڑو اور تم آپس

---

[1] رقم الحدیث ۵۹۳ "۱۳" کتاب الاقضیة، باب النھی عن کثرة المسائل من غیر حاجة، والنھی عن منع وھات، وھو الامتناع من أداء حق لزمه، أو طلب ما لا یستحقه.

[2] قال شعیب الارنؤوط:
إسناده صحیح (حاشیة مسند احمد)

میں تفرقہ بازی نہ کرو (تیسرے) ان لوگوں کی اطاعت کرو جن کو اللہ نے تمہارے معاملہ کا ذمہ دار (نگران) بنایا ہے، اور (ایک تو ناراض ہوتا ہے) قیل وقال (یعنی فضول کی چہ میگوئیوں) سے (اور دوسرے) اضاعتِ مال سے، اور (تیسرے) کثرتِ سوال سے (مسند احمد)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: آمُرُكُمْ بِثَلَاثٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ: آمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوْا اللّٰهَ، وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَتَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا، وَلَا تَتَفَرَّقُوْا، وَتُطِيْعُوْا لِمَنْ وَّلَّاهُ اللّٰهُ أَمْرَكُمْ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةِ الْمَالِ

(صحیح ابن حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو تین چیزوں کا حکم دیتا ہوں، اور تین چیزوں سے منع کرتا ہوں، میں تمہیں (ان تین چیزوں کا) حکم کرتا ہوں (ایک تو) تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ (دوسرے) اللہ کی رسی (یعنی قرآن مجید) کو سب مل کر مضبوط پکڑو اور تم آپس میں تفرقہ بازی نہ کرو (تیسرے) ان لوگوں کی اطاعت کرو، جن کو اللہ نے تمہارے معاملہ کا ذمہ دار (نگران) بنایا ہے، اور تمہیں (ان تین چیزوں سے) منع کرتا ہوں (ایک تو) قیل وقال (یعنی فضول کی چہ میگوئیوں) سے (دوسرے) کثرتِ سوال سے، اور (تیسرے) اضاعتِ مال سے (ابنِ حبان)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ جن کھیل کود کے کاموں میں ”قیل وقال“ اور فضول چہ

[1] رقم الحدیث ۴۵۶۰، کتاب السیر، باب طاعة الائمة.
قال شعیب الارنؤوط:
إسناده صحیح علی شرط مسلم (حاشیة ابن حبان)

میگوئیاں اور مال کی اضاعت لازم آتی ہو، ان سے پرہیز کرنا چاہئے، جیسا کہ آج کل اس طرح کی لغو چیزوں اور کھیل تماشوں کی کثرت ہے۔

ہنسی، مزاح اور اس کی شرائط

اسلام میں ہنسی اور مزاح کی ایک حدتک اجازت دی گئی ہے، اور احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کرنے کا ذکر ملتا ہے، جس کی کیفیت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنِّيْ لَا أَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: فَإِنَّكَ تُدَاعِبُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ: إِنِّيْ لَا أَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میں صرف حق بات کہتا ہوں؛ آپ کے بعض صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے مزاح بھی تو کرتے ہیں (کیا آپ کا مزاح کرنا بھی حق بات کہنے میں شامل ہے؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (ہر حال میں بشمول مزاح کے) صرف حق بات کہتا ہوں (مسند احمد، ترمذی)

ہنسی، مزاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول نہیں تھا، البتہ کبھی کبھار مزاح فرمالیا کرتے تھے، مگر اُس میں سچ کا اہتمام فرماتے تھے، اور جھوٹ سے مکمل اجتناب فرماتے اور بچتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح بھی دوسرے کا دل خوش کرنے اور اُس کو

---

[1] رقم الحدیث ۸۴۸۱، ترمذی، رقم الحدیث ۱۹۹۰.

قال الترمذی:

هذا حدیث حسن.

قال شعیب الارنؤوط:

إسناده قوی من أجل محمد (حاشیة مسند احمد)

اپنے اور دین سے مانوس کرنے کے لئے ہوتا تھا، لہٰذا اس کے مطابق مزاح کرنا جائز ہے۔
اگر مزاح میں غلو کیا جائے اور اُس کی عام عادت بنالی جائے، تو اس سے دل سخت ہوجاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت پیدا ہوجاتی ہے، اور دین کی طرف سے توجہ ہٹتی ہے، اور انسان کے وقار میں خلل آتا ہے، اور اس سے دوسروں کو ایذاء پہنچتی ہے، اور ایسے شخص سے دوسرے کو بغض اور کینہ بھی پیدا ہوجاتا ہے۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّیْ حَامِلُکَ عَلٰی وَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَھَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوْقُ؟

(سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری مانگی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کو اونٹنی کا بچہ دے دوں گا؛ اُس آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا؟ تو رسول اللہ صلی

---

[1] وقد أخرج الترمذی وحسنه من حدیث أبی هریرة قال قالوا یا رسول الله إنک تداعبنا قال إنی لا أقول إلا حقا وأخرج من حدیث بن عباس رفعه لا تمار أخاک ولا تمازحه الحدیث والجمع بینهما أن المنهی عنه ما فیه إفراط أو مداومة علیه لما فیه من الشغل عن ذکر الله والتفکر فی مهمات الدین ویئول کثیرا إلی قسوة القلب والإیذاء والحقد وسقوط المهابة والوقار والذی یسلم من ذلک هو المباح فإن صادف مصلحة مثل تطییب نفس المخاطب ومؤانسته فهو مستحب قال الغزالی من الغلط أن یتخذ المزاح حرفة ویتمسک بأنه صلی الله علیه وسلم مزح فهو کمن یدور مع الریح حیث دار وینظر رقصهم ویتمسک بأنه صلی الله علیه وسلم أذن لعائشة أن تنظر إلیهم وذکر فیه حدیث أنس فی قصة النغیر (فتح الباری لابن حجر، ج۱۰، ۵۲۶، وص۵۲۷، کتاب الادب، باب الانبساط إلی الناس)

[2] رقم الحدیث ۱۹۹۱، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی المزاح.
قال الترمذی:
هذا حدیث صحیح غریب.

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ کو اونٹنیاں ہی جنتی ہیں (ترمذی)

اُس آدمی نے سوار ہونے کے لئے سواری مانگی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب کی عام سواری اونٹ کی شمار ہوتی تھی، جب رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کا بچہ دینے کا ذکر کیا، تو اُس آدمی کو یہ شبہ ہوا کہ وہ اونٹ کے بچہ پر کس طرح سوار ہوگا، کیونکہ اُس پر تو سوار ہونا مشکل ہے۔

تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے جواب میں فرمایا کہ ہر اونٹ کسی نہ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ مزاح کے جو اونٹنی کا بچہ دینے کا فرمایا، وہ سچ اور حق پر مبنی تھا۔ [1]

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مزاح میں اور دوسروں کو خوش کرنے کے لئے بھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، بلکہ دوسروں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولنے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت حیدہ بن قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: وَيْلٌ لِلَّذِیْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لِيُضْحِکَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ، وَيْلٌ لَهٗ وَيْلٌ لَهٗ (سنن

---

[1] قال النووی :اعلم أن المزاح المنهی عنه هو الذی فيه إفراط ويداوم عليه، فإنه يورث الضحک وقسوة القلب، ويشغل عن ذكر الله والفكر فی مهمات الدين، ويؤول فی كثير من الأوقات إلى الإيذاء ، ويورث الأحقاد، ويسقط المهابة والوقار، فأما ما سلم من هذه الأمور، فهو المباح الذی كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يفعله على الندرة لمصلحة تطييب نفس المخاطب ومؤانسته، وهو سنة مستحبة، فاعلم هذا، فإنه مما يعظم الاحتياج إليه .اهـ.

وقال الحنفی :لكن لا يلائمه ما روی عن عبد الله بن الحارث قال :ما رأيت أحدا أكثر مزاحا من رسول الله -صلى الله عليه وسلم .-قلت :يلائمه من حيث أن غيره ما كان يتمالک من نفسه مثله -صلى الله عليه وسلم -فكان ترک المزاح بالنسبة إلى غيره أولى، وقد روى الترمذی فی الشمائل، عن أبی هريرة قال :قالوا :يا رسول الله إنک تداعبنا .قال " :إنی لا أقول إلا حقا . والمعنى لا يقال الملوک بالحدادين، والحاصل أن غيره -صلى الله عليه وسلم -داخل تحت نهيه، إلا إذا كان متمكنا فی الاستقامة على حده وعدم العدول عن جادته(مرقاة المفاتيح ، ج۷، ص ۳۰۶۱، كتاب الآداب، باب المزاح)

الترمذی)[1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ویل ہے اُس شخص کے لئے جو کوئی جھوٹی بات لوگوں کو ہنسانے کے لئے کرے، اُس کے لئے ویل ہے، اُس کے لئے ویل ہے (ترمذی)

ویل درحقیقت جہنّم کے انتہائی ذلت آمیز اور شدید عذاب کو کہا جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہنسانے کی غرض سے جھوٹ بولنے والے کے لئے تین مرتبہ ویل کے عذاب کی وعید سنائی، جس سے دوسروں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ کے گناہ کا شدید عذاب اور ہلاکت کا باعث ہونا معلوم ہو۔

جھوٹ میں بے شمار خرابیاں جمع ہیں، اور ہنسی کے طور پر جھوٹ بولنے سے دل مردہ ہوجاتا ہے، اور نسیان اور بھول اور حماقت اور اوچھے پن کا مرض پیدا ہوتا ہے۔

آج کل مختلف ذرائع ابلاغ پر دوسروں کو ہنسانے کے لئے خلافِ حقیقت اور جھوٹی باتیں کی جاتی ہیں، ذرائع ابلاغ پر دوسرے لوگوں کے جھوٹے خاکے بنا کر دوسروں کا تمسخر اور مذاق اڑایا جاتا ہے اور نعوذ باللہ ایسے پروگراموں کو قبولیت کی نظر سے دیکھا اور سُنا جاتا ہے، جبکہ شریعت کی نظر میں یہ حرکت سنگین گناہ ہے، اس لئے نہ تو ایسے پروگراموں کا حصہ بننا چاہئے، اور نہ ان کو دیکھنا، سُننا اور کسی طرح سے ان میں شرکت کرنی چاہئے۔[2]

---

[1] رقم الحدیث ۲۳۱۵، ابواب الزهد، باب فیمن تکلم بکلمة یضحک بها الناس؛ مسند أحمد، رقم الحدیث ۲۰۰۴۲.

قال الترمذی:

وفی الباب عن أبی هریرة هذا حدیث حسن.

وقال شعیب الارنؤوط: إسناده حسن .بهز بن حکیم وأبوه صدوقان(حاشیة مسند احمد)

[2] (ویل للذی یحدث فیکذب) فی حدیثه (لیضحک به القوم ویل له ویل له) کرره إیذانا بشدة هلکته وذلک لأن الکذب وحده رأس کل مذموم وجماع کل فضیحة فإذا انضم إلیه استجلاب الضحک الذی یمیت القلب ویجلب النسیان ویورث الرعونة کان أقبح القبائح ومن ثم قال الحکماء :إیراد المضحکات علی سبیل السخف نهایة القباحةفیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت رقم الحدیث ۹۶۴۸، ج۶، ص۳۶۸)

اسلام میں جھوٹ اتنا سخت گناہ ہے کہ کسی بچے کے ساتھ بھی ہنسی مذاق میں جھوٹ بولنا جائز نہیں۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ : مَنْ قَالَ لِصَبِيٍّ:تَعَالَ هَاكَ، ثُمَّ لَمْ يُعْطِهِ فَهِيَ كَذْبَةٌ (مسند أحمد، رقم الحديث ٩٨٣٦) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بچے کو یہ کہا کہ یہاں آ (اور یہ لے) پھر اُس کو اُس نے وہ نہیں دیا، تو یہ ایک مرتبہ (یا ایک طرح) کا جھوٹ ہے (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ قَالَ:أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِنَا وَأَنَا صَبِيٌّ، قَالَ: فَذَهَبْتُ أَخْرُجُ لِأَلْعَبَ، فَقَالَتْ أُمِّيْ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ تَعَالَ أُعْطِكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيَهُ؟ قَالَتْ: أُعْطِيْهِ تَمْرًا، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تَفْعَلِيْ كُتِبَتْ عَلَيْكِ كَذْبَةٌ (مسند أحمد، رقم الحديث ١٥٧٠٢) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عامر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ہمارے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور میں اس وقت بچہ تھا، میں کھیلنے کے لئے نکلا، تو میری والدہ نے کہا کہ اے عبداللہ! اِدھر آؤ، میں آپ کو کچھ دوں گی۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
حسن لغيره(حاشية مسند احمد)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا اس کو کیا دینے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ میں اس کو کھجور دوں گی؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار! اگر آپ ایسا نہ کرتیں، تو آپ پر ایک مرتبہ (یا ایک طرح) کا جھوٹ لکھ دیا جاتا (مسند احمد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بچہ کے ساتھ بھی بہکانے، پھسلانے کی غرض سے جھوٹ بولنا جائز نہیں، آج کل بچوں کو بہکانے اور پھسلانے کے لئے جو جھوٹے پروگرام نشر کئے جاتے ہیں، وہ بھی اس میں داخل ہیں، اور جائز نہیں۔

اس کے علاوہ احادیث میں ہنسی، مزاح کے طور پر کسی کو ڈرانے اور کسی کی چیز اٹھانے کی بھی ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ:

حَدَّثَنَا أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، أَنَّھُمْ کَانُوْا یَسِیْرُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَسِیْرٍ، فَنَامَ رَجُلٌ مِّنْھُمْ، فَانْطَلَقَ بَعْضُھُمْ إِلٰی نَبْلٍ مَعَہٗ فَأَخَذَھَا، فَلَمَّا اسْتَیْقَظَ الرَّجُلُ فَزِعَ، فَضَحِکَ الْقَوْمُ، فَقَالَ: مَا یُضْحِکُکُمْ؟ فَقَالُوْا: لَا، إِلَّا أَنَّا أَخَذْنَا نَبْلَ ھٰذَا فَفَزِعَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ یُرَوِّعَ مُسْلِمًا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: ہمیں کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر پر جا رہے تھے، ان میں سے ایک آدمی سو گیا، تو ایک دوسرا آدمی چپکے سے اس کی طرف بڑھا اور اس کا تیر اٹھا لیا، جب وہ آدمی اپنی نیند

---

[1] رقم الحدیث ۲۳۰۶۴، ابوداؤد، رقم الحدیث ۵۰۰۴.

قال شعیب الارنؤوط:

إسناده صحیح (حاشیة مسند احمد)

سے بیدار ہوا تو وہ (اپنا تیر نہ پا کر) گھبرا گیا، جس سے لوگ ہنسنے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے ان کے ہنسنے کی وجہ پوچھی، تو لوگوں نے کہا کہ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے، بس ہم نے اس کا تیر لے لیا تھا، جس پر یہ پریشان ہوگیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو خوفزدہ (یا پریشان) کرے (مسند احمد، ابوداؤد)

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

حضرت ابوسائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : لَا یَأْخُذَنَّ أَحَدُکُمْ مَتَاعَ

---

[1] عن يحيى بن عبيد الله، قال :سمعت أبي، يقول :سمعت أبا هريرة، يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يحل لمسلم أن يروع مسلما (شرح السنة للبغوى، رقم الحديث ٢٥٧١، باب لا يحل لمسلم أن يروع مسلما، الزهد والرقائق لابن المبارک، رقم الحديث ٦٨٨)

عن النعمانِ بنِ بَشيرٍ، قال :كنا مع رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فى مسير، فخفق رجل على راحلته، فأخذ رجل سهما من كنانته، فانتبه الرجل ففزع، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يحل لرجل أن يروع مسلما (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١٣٥)

قال الهيثمي: رواه الطبرانى فى الكبير والأوسط، ورجال الكبير ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٥٢٩، باب فى من أخاف مسلما)

عن الأعمش، عن أنس، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :لا يحل لمسلم أن يروع مسلما (تاريخ اصبهان، ج ١، ص ٣٣٤، تحت ترجمة الحسين بن محمد بن غفير الأنصارى)

عن ابن عمر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يحل لمسلم، أو مؤمن، أن يروع مسلما (كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ١٥٢١، باب لا يحل لمسلم أن يروع مسلما)

عن سليمان بن صرد، أن أعرابيا صلى مع النبى صلى الله عليه وسلم ومعه قرن، فأخذها بعض القوم، فلما سلم النبى صلى الله عليه وسلم قال الأعرابى :فأين القرن؟ فكأن بعض القوم ضحک، فقال النبى صلى الله عليه وسلم :من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يروعن مسلما (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٦٤٨٧)

صَاحِبِهٖ جَادًّا وَلَا لَاعِبًا، وَإِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ عَصَا صَاحِبِهٖ فَلْيَرُدُّهَا عَلَيْهِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٧٩٤٠) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے ساتھی کا سامان نہ تو حقیقت میں لے، اور نہ مذاق میں، اور جب تم میں سے کسی کو اپنے بھائی کی چھڑی (وغیرہ) ملے، تو وہ اُس کو لوٹا دے (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ أَشَارَ إِلٰى أَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهٗ حَتّٰى وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيْهِ وَأُمِّهٖ (مسلم) [2]

ترجمہ: جو شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرے، تو اُس پر فرشتے اُس وقت تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ (وہ اس عمل سے باز نہ آجائے) اگرچہ وہ شخص اُس کا سگا بھائی کیوں نہ ہو (مسلم)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا (بخاری) [3]

ترجمہ: جس نے ہم پر اسلحہ اٹھایا، تو وہ ہم میں سے نہیں (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُشِيْرُ أَحَدُكُمْ إِلٰى أَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ أَحَدُكُمْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهٖ فَيَقَعُ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٦٢١٦ "١٢٥" كتاب البر والصلة والآداب، باب النهى عن الاشارة بالسلاح الى مسلم.

[3] رقم الحديث ٧٠٧٠، كتاب الفتن، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: من حمل علينا السلاح فليس منا.

فِیْ حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی ہرگز اپنے (مسلمان) بھائی پر اسلحہ سے اشارہ نہ کرے، ہوسکتا ہے کہ شیطان اس کے ہاتھ سے وہ (اسلحہ یا اس کی گولی وغیرہ) چھڑوا دے (اور مسلمان بھائی کو لگ کر اُسے زخمی یا ہلاک کردے) پس (اس طرح یہ اسلحہ لہرانے والا) جہنم کے گڑھوں میں سے کسی گڑھے میں جا گرے (مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو ہنسی مذاق اور کھیل میں کسی طرح سے ڈرانا اور خوف زدہ کرنا جائز نہیں، جیسا کہ آج کل کھیل کھیل میں کتنے قتل ہوجاتے ہیں۔

پھر شریعتِ مطہرہ نے جائز کاموں میں بھی جبکہ کوئی گناہ (مثلاً جھوٹ، کسی کی تحقیر وغیرہ) لازم نہ آئے، کثرت سے ہنسنے کو ناپسند کیا ہے۔

چنانچہ حضرت سماک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ: أَکُنْتَ تُجَالِسُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَکَانَ طَوِیْلَ الصَّمْتِ، قَلِیْلَ الضَّحِکِ، وَکَانَ أَصْحَابُہٗ یَذْکُرُوْنَ عِنْدَہُ الشِّعْرَ، وَأَشْیَاءَ مِنْ أُمُوْرِہِمْ، فَیَضْحَکُوْنَ، وَرُبَّمَا تَبَسَّمَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۸۱۰) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے! تو انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمبی خاموشی اختیار کرنے والے اور کم ہنسنے والے تھے،

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۱۷ "۱۲۶" "کتاب البر والصلة والآداب، باب النهی عن الإشارة بالسلاح إلی مسلم.

[2] قال شعیب الارنؤوط:
حدیث حسن (حاشیة مسند احمد)

اور آپ کے صحابہ آپ کے سامنے شعر ذکر کر دیتے تھے، اور کچھ اپنے معاملات کا بھی تذکرہ کر دیتے تھے، پھر صحابۂ کرام ہنستے تھے، اور بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکرا دیتے تھے (مسند احمد)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اچھی اور پسندیدہ حالت سے خوش ہونا اور ہنسنا اور تبسم یعنی مسکرانا فی نفسہٖ جائز ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وَكَانَ طَوِيْلَ الصَّمْتِ، قَلِيْلَ الضَّحِكِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٠٨١٠) [1]

ترجمہ: اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لمبی خاموشی اختیار کرنے والے، اور کم ہنسنے والے تھے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کم ہنستے اور زیادہ خاموش رہتے تھے، اور تبسم و مسکراہٹ تو آپ کے چہرے پر کھِلی اور سجی ہی رہتی تھی، نیز دوسروں کو اعتدال میں رہتے ہوئے ہنسنے سے منع نہیں فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً، وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم (قبر، حشر اور آخرت کے)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٦٤٨٥، كتاب الرقاق، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم :لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا.

وہ حالات جان لو جو میں (وحی نازل ہونے کی وجہ سے) جانتا ہوں، تو تم تھوڑا ہنسو، اور زیادہ روؤ (بخاری)

اس طرح کی احادیث اور بھی کئی سندوں سے مروی ہیں۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَيُّهَا النَّاسُ، أَظَلَّتْكُمُ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، أَيُّهَا النَّاسُ، لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ بَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا، أَيُّهَا النَّاسُ، اِسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَإِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٤٥٢٠) [2]

ترجمہ: اے لوگو! تم پر فتنے یوں چھا جائیں گے، جس طرح سے اندھیری رات

---

[1] عن أنس رضى الله عنه، قال :قال النبى صلى الله عليه وسلم :لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا، ولبكيتم كثيرا (بخارى، رقم الحديث ٦٤٨٦، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم :لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا)

عن أنس رضى الله عنه، قال :خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبة ما سمعت مثلها قط، قال :لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا، ولبكيتم كثيرا (بخارى، رقم الحديث ٤٦٢١، باب قوله لا تسألوا عن أشياء إن تبد لكم تسؤكم)

عن عائشة رضى الله عنها :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :يا أمة محمد، ما أحد أغير من الله أن يرى عبده أو أمته تزنى، يا أمة محمد، لو تعلمون ما أعلم، لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا (بخارى، رقم الحديث ٥٢٢١، باب الغيرة)

عن ابن أم مكتوم رضى الله عنه، قال :خرج النبى صلى الله عليه وسلم ذات غداة، فقال :سعرت النار لأهل النار، وجاء ت الفتن كقطع الليل المظلم، لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٦٦٧٢)

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه، أنه سمع النبى صلى الله عليه وسلم يقول : سعرت النار وأزلفت الجنة يا أهل الحجرات، لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا، ولبكيتم كثيرا (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١٠٣٩٣)

عن سمرة بن جندب، قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٧٠٠٥)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

(سب چیزوں کو اندھیرے سے) ڈھانپ لیتی ہے، اے لوگو! اگر تم (قبر، حشر اور آخرت سے متعلق) وہ کچھ جان لو، جو کہ میں جانتا ہوں، تو تم روؤ زیادہ اور ہنسو کم، اے لوگو! تم اللہ کے ذریعے سے عذابِ قبر سے پناہ طلب کرو، کیونکہ عذابِ قبر حق ہے (مسند احمد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّىْ أَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ، وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ، أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ، مَا فِيْهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعِ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ، وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا، وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ، وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (وحی کے ذریعہ سے) وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ چیزیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان چرچرا رہا ہے اور چرچرانا اس کا حق ہے، آسمان میں چار انگلی کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں ہے کہ وہاں کوئی فرشتہ اللہ کے حضور اپنی پیشانی کو سجدہ میں ٹکائے ہوئے نہ

---

[1] رقم الحديث ٨٧٢٦، كتاب العلم، ترمذى، رقم الحديث ٢٣١٢، باب فى قول النبى صلى الله عليه وسلم :لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا)

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الإسناد على شرط الشيخين ولم يخرجاه "

وقال الذهبى فى التلخيص:

على شرط البخارى ومسلم.

وقال الترمذى:

وفى الباب عن أبى هريرة، وعائشة، وابن عباس، وأنس .هذا حديث حسن غريب. ويروى من غير هذا الوجه أن أبا ذر، قال :لوددت أنى كنت شجرة تعضد، ويروى عن أبى ذر موقوفا.

ہو، اللہ کی قسم! اگر تم لوگ (قبر، حشر اور آخرت سے متعلق) وہ کچھ جان لو، جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ، اور تم بستروں پر عورتوں سے لذت حاصل نہ کرو، اور تم جنگلوں کی طرف اللہ کے حضور گڑگڑاتے ہوئے نکل جاؤ (حاکم، ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَهْطٍ مِّنْ أَصْحَابِهٖ وَهُمْ يَضْحَكُوْنَ فَقَالَ : لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لَكَ لِمَ تُقَنِّطُ عِبَادِيْ قَالَ: فَرَجَعَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا (صحیح ابن حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کرام کے قریب سے گزرے، جو کہ ہنس رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم (کائنات کے اندرونی حالات کے متعلق) وہ کچھ جان لو جو (وحی کی برکت سے) میں جانتا ہوں، تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریلِ امین تشریف لائے، اور انہوں نے کہا کہ (اے اللہ کے نبی) اللہ آپ سے یہ فرماتا ہے کہ آپ میرے بندوں کو (ہنسنے کی پابندی لگا کر) مایوس کیوں کرتے ہیں؟ تو (یہ سُن کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن صحابہ کرام کے پاس لوٹ کر گئے، اور فرمایا کہ تم راست بازی واعتدال کے راستے کو اختیار کرو، اور اُس کے قریب رہو، اور خوش رہو (اعتدال میں رہتے ہوئے ہنستے بولتے رہو) (ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ ہنسا بذاتِ خود بُری یا گناہ کی چیز تو نہیں ہے، البتہ اس میں غلو کرنا اور اعتدال سے باہر نکلنا اور اس کے نتیجہ میں کوئی گناہ مثلاً کسی کی تحقیر و تذلیل اور تمسخر کرنا پسندیدہ چیز

---

[1] رقم الحدیث ۱۱۳، کتاب العلم.
قال شعیب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية ابن حبان)

نہیں، لہٰذا ہنسنے میں شرعی حدود کا خیال کرنا اور اعتدال سے کام لینا چاہئے۔

زیادہ ہنسنے سے دل پر بھی بُرا اَثر پڑتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : لَا تُکْثِرُوا الضَّحِکَ، فَإِنَّ کَثْرَۃَ الضَّحِکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ (ابنِ ماجہ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم زیادہ نہ ہنسو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مُردہ کردیتا ہے (ابنِ ماجہ)

دل کے مُردہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ دل میں غفلت پیدا ہوجاتی ہے، اور اس کی صلاحیتیں بُری طرح متأثر ہوتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

ثُمَّ وَعَظَھُمْ فِی الضَّحِکِ مِنَ الضَّرْطَۃِ، فَقَالَ : اَلَا لِمَ یَضْحَکُ أَحَدُکُمْ مِمَّا یَفْعَلُ (ابن حبان) [2]

ترجمہ: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریح خارج ہونے پر ہنسنے کے بارے میں نصیحت فرمائی، پھر فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس چیز سے کیوں ہنستا ہے، جو وہ (خود بھی) کرتا ہے (ابنِ حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی پر تمسخر واستہزاء کے طور پر ہنسنا، جس سے دوسرے کی توہین وتنقیص یا تذلیل وتحقیر لازم آئے، یہ جائز نہیں۔

---

[1] رقم الحدیث ۴۱۹۳، کتاب الزھد، باب الحزن والبکاء.
قال شعیب الارنؤوط:
إسنادہ صحیح (حاشیۃ سنن ابن ماجہ)

[2] رقم الحدیث ۵۷۹۴، کتاب الحظر والاباحۃ، باب المزاح والضحک.
قال شعیب الارنؤوط:
إسنادہ حسن (حاشیۃ ابن حبان)

خلاصہ یہ کہ ہنسنے میں جبکہ کسی کی تحقیر اور تذلیل اور تمسخر وغیرہ لازم آئے، یہ تو جائز نہیں، اور اگر ایسی کوئی خرابی لازم نہ آئے، تو ہنسنا جائز ہے، مگر زیادہ ہنسنا شریعت کی نظر میں اچھی چیز اور کارِ خیر نہیں، کیونکہ یہ غفلت کی نشانی ہے، اور اس سے دل پر بُرے اثرات بھی پڑتے ہیں، جس کو احادیث میں دل کے مُردہ ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

پس ایسے کھیل کود، اور ہنسی مذاق وغیرہ کے مزاحیہ کھیل اور پروگرام، جن میں ہنسنے کی کثرت ہوتی ہے، یا کسی کی نقالی وغیرہ کر کے اس کی تحقیر، تذلیل اور تمسخر وغیرہ کیا جاتا ہے، یہ شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہیں، جن سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔

چند چیزوں کے علاوہ لہو باطل ہے

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

كُلُّ شَيْءٍ يَلْهُو بِهِ الرَّجُلُ بَاطِلٌ، إِلَّا رَمْيَةَ الرَّجُلِ بِقَوْسِهِ، وَتَأْدِيبَهُ فَرَسَهُ، وَمُلَاعَبَتَهُ امْرَأَتَهُ، فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ (مسند أحمد، رقم الحديث ١٧٣٠٠)[1]

ترجمہ: آدمی کا ہر کھیل باطل ہے، مگر آدمی کا اپنے تیر سے نشانہ بازی کرنا، اور اس کا اپنے گھوڑے کو مؤدب (اور تربیت یافتہ) بنانا، اور اس کا اپنی بیوی کے ساتھ ملاعبت (اور کھیل) کرنا، کیونکہ یہ سب حق ہیں (مسند احمد)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ لَغْوٌ وَلَهْوٌ إِلَّا أَرْبَعَةَ خِصَالٍ: مَشْيٌ بَيْنَ الْغَرَضَيْنِ،

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن بمجموع طرقه وشواهده (حاشية مسند احمد)

وَتَـأْدِيبُـهُ فَـرَسَـهُ، وَمُلَاعَبَتُـهُ أَهْـلَهُ، وَتَعْلِيمُ السَّبَّاحَةِ (السنـن الكبرىٰ للنسائي)[1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر وہ چیز جس کا تعلق اللہ کے ذکر اور یاد سے نہ ہو تو وہ لغو اور لہو ہے، سوائے چار خصلتوں کے۔ ایک تو تیر اندازی کے درمیان چلنا، دوسرے اپنے گھوڑے کو تربیت دینا، تیسرے اپنے گھر والوں (یعنی زوجہ) کے ساتھ ملاعبت وکھیل کرنا، اور چوتھے تیراکی کی تعلیم (یعنی تیرنا سکھانا) (سنن کبریٰ نسائی، طبرانی)

جن چیزوں کو لغو ولہو سے خارج کیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے بعض چیزیں تو جہاد کی تیاری میں داخل ہیں (جیسا کہ تیر اندازی اور گھوڑے کی تربیت) اور بعض چیزیں گناہ سے بچنے کا ذریعہ اور حقوق کی ادائیگی اور عبادت ہیں (جیسا کہ بیوی کے ساتھ ملاعبت وکھیل اور چھیڑ چھاڑ) اور بعض ضرورت وحادثہ کے وقت کارآمد اور صحت کے لئے مفید ہیں (جیسا کہ تیراکی)

اس لئے ان چیزوں کے علاوہ اگر کوئی اور چیز انہی مقاصد کے لئے اختیار کی جائے، اور گناہ پر مشتمل نہ ہو، اس کا بھی یہی حکم ہوگا، مثلاً ورزش، مشی، چہل قدمی اور ہواخوری وغیرہ، جو عبادت میں خشوع وبشاشت اور تازگی پیدا کرنے کے لئے ہو۔[2]

---

[1] رقم الحديث ٨٨٩١، كتاب عشرة النساء، باب ملاعبة الرجل زوجته، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ١٧٨٥.

قال المنذري:

رواه الطبراني في الكبير بإسناد جيد. الغرض بفتح الغين المعجمة والراء بعدهما ضاد معجمة هو ما يقصده الرماة بالإصابة (الترغيب و الترهيب، ج٢، ص١٨٠، كتاب الجهاد الترغيب في الرباط في سبيل الله عز وجل)

[2] (كل شيء يلهو به الرجل) : أي :يشتغل ويلعب، (باطل) : لا ثواب له (إلا رميه بقوسه) : احتراز عن رميه بالحجر والخشب (وتأديبه فرسه) : أي :تعليمه إياه بالركض والجولان على نية الغزو (وملاعبته امرأته، فإنهن من الحق) : أي :وليس من اللهو الباطل فيترتب عليه الثواب الكامل،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کی بعض دیگر روایات سے بھی تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا إِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں ملعون ہیں، البتہ اللہ کا ذکر اور اس کی معاون (وتابع) چیزیں اور عالم یا متعلم (یہ چیزیں ملعون ہونے سے خارج ہیں اور) اللہ کے نزدیک محبوب ہیں (ترمذی)

معلوم ہوا کہ جو چیزیں بظاہر عبادت نہ ہوں، لیکن جائز ہوں اور ان کو اللہ کی یاد اور ذکر و عبادت کے لئے ذریعہ اور وسیلہ سمجھ کر اختیار کیا جائے، یا وہ علمِ دین کی تعلیم و تعلم سے تعلق رکھتی ہوں، وہ ملعون ہونے سے خارج ہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی معناها كل ما يعين على الحق من العلم والعمل إذا كان من الأمور المباحة، كالمسابقة بالرجل والخيل والإبل، والتمشية للتنزه على قصد تقوية البدن، وتطرية الدماغ، ومنها السماع إذا لم يكن بالآلات المطربة المحرمة(مرقاة المفاتيح، ج٦،ص ٢٥٠٣، كتاب الجهاد،باب إعداد آلة الجهاد)

قلت وفى هذا بيان أن جميع أنواع اللهو محظورة وإنما استثنى رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الخلال من جملة ما حرم منها لأن كل واحدة منها إذا تأملتها وجدتها معينة على حق أو ذريعة إليه ويدخل فى معناها ما كان من المثاقفة بالسلاح والشد على الأقدام ونحوهما مما يرتاض به الإنسان فيتوقح بذلك بدنه ويتقوى به على مجالدة العدو.

فأما سائر ما يتلهى به البطالون من أنواع اللهو كالنرد والشطرنج والمزاجلة بالحمام وسائر ضروب اللعب مما لا يستعان به فى حق ولا يستجم به لدرك واجب فمحظور كله(معالم السنن، ج٢،ص ٢٤٢، كتاب الجهاد،ومن باب الرمى)

[1] رقم الحديث ٢٣٢٢، ابواب الزهد، باب ما جاء فى هوان الدنيا على الله عز وجل.

قال الترمذی:

هذا حديث حسن غريب.

[2] (إن الدنيا ملعونة) أى مطرودة مبعودة عن الله تعالى فإنه ما نظر إليها منذ خلقها (ملعون ما فيها) مما شغل عن الله تعالى وأبعد عنه لا ما قرب إليه فإنه محمود محبوب كما أشار إليه قوله (إلا ذكر الله وما والاه) أى ما يحبه الله من الدنيا وهو العمل الصالح والموالاة المحبة بين اثنين وقد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اُمّ المومنین حضرت امِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَلَامُ ابْنِ آدَمَ كُلُّهُ عَلَيْهِ لَا لَهُ، إِلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ، أَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مسند ابى يعلى، رقم الحديث ۷۱۳۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا ہر کلام اس کے لئے نقصان دہ ہے، اس کے لئے فائدہ مند نہیں ہے، سوائے امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کے، یا اللہ عزّ وجلّ کے ذکر کے (ابو یعلیٰ)

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ جو چیز اللہ کے ذکر وعبادت میں معاون ہو، وہ بھی اللہ کے ذکر

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

تكون من واحد وهو المراد هنا (وعالما أو متعلما) بنصبهما عطفا على ذكر الله تعالى ووقع للترمذى عالم أو متعلم بلا ألف لا لكونهما مرفوعين لأن الاستثناء من موجب بل لأن عادة كثير من المحدثين اسقاط الألف من الخط قال الحكيم نبه بذكر الدنيا وما معها على أن كل شيء أريد به وجه الله فهو مستثنى من اللعنة وما عداه ملعون فالأرض صارت سببا لمعاصى العباد بما عليها فبعدت عن ربها بذلك إذ هي ملهية لعباده وكلما بعد عن ربه كان منزوع البركة.

(ت هـ) في الزهد (عن أبي هريرة) وقال حسن غريب قال المناوى وسندهما جيد(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۱۹۶۷)

"إن الدنيا ملعونة ملعون ما فيها إلا ذكر الله وما والاه وعالما أو متعلما "(ت) عن أبي هريرة (ح) (إن الدنيا ملعونة) هو من لعنه كمنعه طرده وأبعده فهو لعين وملعون، كما في القاموس والمراد أنها بعيدة من الله مطرودة عن إكرامه لها وتعظيمه ونظره إليها وتقدم أنه ما نظر إليها منذ خلقها فهو إخبار عن حقارتها عنده .(ملعون ما فعها من كل شيء .(إلا ذكر الله) فإنه من الدنيا إذ قد مضى تفسيرها أنهما كل ما على الأرض من الهواء والجو، وقيل كل المخلوقات من الجواهر والأعراض، قال ابن حجر :والأول أولى ويراد منه قبل قيام الساعة والذكر من الأعراض فالاستثناء متصل.

(وما والاه) تابعه من وإلى بين أمرين إذا تابع بينهما والمراد به كل أمر يرضاه الله فإنه تابع لذكره في رضاه .(وعالما) بكتاب الله وسنة رسوله فإنه المراد عند الإطلاق .(أو متعلما) لهما، وفي كثير من كتب الحديث " :إلا عالم أو متعلم "، بغير ألف وهو يزاد عند قراء ته وإنما يحذفون خطا وهو مزاد لفظا(التَّنويرُ شَرْحُ الجَامِعِ الصَّغِير، تحت رقم الحديث ۱۹۶۱)

[1] قال حسين سليم أسد :

إسناده حسن(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

میں داخل ہے۔

خلاصہ یہ کہ عام کھیل کود وغیرہ، شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں، الا یہ کہ کوئی چیز فی نفسہٖ جائز ہو، کسی گناہ پر مشتمل نہ ہو، اور اس کو اللہ کی یاد اور کسی عبادت کے ذریعہ اور وسیلہ کے طور پر اختیار کیا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ کے ساتھ دوڑ لگانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهٖ وَأَنَا جَارِيَةٌ لَمْ أَحْمِلِ اللَّحْمَ وَلَمْ أَبْدُنْ، فَقَالَ لِلنَّاسِ: تَقَدَّمُوْا فَتَقَدَّمُوْا، ثُمَّ قَالَ لِيْ: تَعَالِيْ حَتّٰى أُسَابِقَكِ فَسَابَقْتُهٗ فَسَبَقْتُهٗ، فَسَكَتَ عَنِّيْ، حَتّٰى إِذَا حَمَلْتُ اللَّحْمَ وَبَدُنْتُ وَنَسِيْتُ، خَرَجْتُ مَعَهٗ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهٖ، فَقَالَ لِلنَّاسِ: تَقَدَّمُوْا فَتَقَدَّمُوْا، ثُمَّ قَالَ: تَعَالِيْ حَتّٰى أُسَابِقَكِ فَسَابَقْتُهٗ، فَسَبَقَنِيْ، فَجَعَلَ يَضْحَكُ، وَهُوَ يَقُوْلُ: هٰذِهٖ بِتِلْكَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٦٢٧٧، سنن ابى داود، رقم الحديث ٢٥٧٨) [1]

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھی، اور میں کم عمر لڑکی تھی، اور میرے جسم پر زیادہ گوشت نہیں تھا، اور نہ میرا بدن بھاری تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ تم آگے چلے جاؤ، تو وہ آگے چلے گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ آجاؤ، میں آپ سے دوڑ میں مقابلہ کرتا ہوں، تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا، تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گئی، اور آپ (اس واقعہ سے) خاموش ہوگئے، پھر جب میرے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده جيد(حاشية مسند احمد)

اوپر گوشت کا وزن ہوگیا، اور میرا جسم بھاری ہوگیا، اور میں اس دوڑ والے واقعہ کو بھول گئی تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئی تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم آگے چلے جاؤ، وہ آگے چلے گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ آجاؤ میں آپ سے دوڑ میں مقابلہ کرتا ہوں، تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا، تو آپ مجھ سے آگے نکل گئے، پھر آپ ہنسنے لگے اور یہ فرمانے لگے کہ یہ پہلی جیت کا جواب ہوگیا (مسند احمد، ابوداود)

اس سے معلوم ہوا کہ چلنا، بھاگنا اور دوڑ لگانا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں جُوا وغیرہ شامل نہ ہو، اور اس سے کوئی مفید مقصد ہو، مثلاً بیوی کا دل خوش کرنا، یا جسم میں چستی و پھرتی پیدا کر کے اس کو عبادت کے لئے تیار اور تازہ کرنا وغیرہ وغیرہ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے حضرات کو آگے بھیج دینے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کو اس طرح کا عمل اجنبی لوگوں سے حجاب اور پردہ کے ساتھ کرنا چاہئے، اور آج کل کے کھیل کود کی طرح عورت کا اجنبی لوگوں کے سامنے اپنے جسم کی نمائش کرنا جائز نہیں۔

چنانچہ آج کل عورتوں کی طرف سے جو کھیل کود، عوامی سطح پر منعقد کئے جاتے ہیں، ان میں پردہ اور حجاب کے اصولوں کا لحاظ نہیں ہوتا، اور بعض میں عورتوں کے ستر کا حصہ بھی کھلا ہوتا ہے، مثلاً قومی یا بین الاقوامی سطح پر منعقد ہونے والے تیراکی اور دوڑ کے مقابلے۔ [1]

حبشیوں کا کھیل تماشہ اور کرتب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَسَمِعْنَا لَغَطًا وَصَوْتَ

---

[1] أورد أبو داود السجستاني رحمه الله تعالى هذه الترجمة، وهي :باب في السبق على الرجل. أي :المسابقة على الأقدام، والمسابقة على الأقدام سائغة ولا بأس بها، ولكنها بدون جعل(شرح سنن أبي داود،لعبد المحسن العباد،ما جاء في السبق على الرجل)

صِبْيَانٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبَشِيَّةٌ تَزْفِنُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ تَعَالِيْ فَانْظُرِيْ. فَجِئْتُ فَوَضَعْتُ لَحْيَيَّ عَلٰى مَنْكِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهَا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبِ إِلٰى رَأْسِهٖ، فَقَالَ لِيْ: أَمَا شَبِعْتِ، أَمَا شَبِعْتِ. قَالَتْ: فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ لَا لِأَنْظُرَ مَنْزِلَتِيْ عِنْدَهٗ إِذْ طَلَعَ عُمَرُ، قَالَت: فَارْفَضَّ النَّاسُ عَنْهَا: قَالَتْ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّيْ لَأَنْظُرُ إِلٰى شَيَاطِيْنِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ قَالَتْ: فَرَجَعْتُ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے شور وغل اور بچوں کی آواز سنی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ ایک حبشی عورت جھوم رہی ہے، اور بچے اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! آؤ دیکھو، میں گئی اور اپنی ٹھوڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھ کر اس عورت کو دیکھنے لگی، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے اور سر کے درمیان سے جھانک کر دیکھتی رہی، کچھ دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کیا تمہارا جی نہیں بھرا؟ کیا تمہارا جی نہیں بھرا؟ میں نے کہا کہ نہیں، تاکہ میں دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک میری کیا قدر ومنزلت ہے؟ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہیں دیکھتے ہی سب تماشہ بین بھاگ گئے، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں

---

[1] رقم الحديث ٣٦٩١، ابواب المناقب، باب فى مناقب أبى حفص عمر بن الخطاب رضى الله عنه.

قال الترمذى:

هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه (سنن الترمذى)

دیکھ رہا ہوں کہ جنات اور انسانی شیاطین، عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے پھر میں لوٹ آئی (ترمذی)

وہ عورت جھوم رہی تھی، جس کو دیکھنے کے لئے بچے جمع تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی دیکھنے کی اجازت دی، جس سے معلوم ہوا کہ کھیل کود، کو ایک حد تک دیکھنا جائز ہے، جبکہ ایسا کھیل کود ہو، جس میں کوئی گناہ کی بات نہ پائی جارہی ہو لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے پر سب کا بھاگ جانا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ حضرت عمر سے انسان اور جن شیاطین بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس قسم کے کھیل شیطان کی تحریک پر ہوتے ہیں، جن میں بعض اوقات کئی گناہ بھی لازم آجاتے ہیں، لہٰذا ان کا معاملہ نازک ہے، جن میں ہر طرح کی احتیاط ہونی چاہئے۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَتِ الْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ يَوْمَ عِيْدٍ، فَدَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

[1] (فارفض الناس عنها) أى تفرق النظارة الذين كانوا حول الحبشية الراقصة عنها لمهابة عمر رضى الله عنه والخوف من إنكاره عليهم(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج١٢، ص ٣٨٦٣، كتاب المناقب،باب مناقب عمر)

(إنى لأنظر إلى شياطين الجن والإنس قد فروا من عمر) بن الخطاب لمهابته كما سبق موضحا وهذا قاله وقد رأى حبشية تزفن والناس حولها إذ طلع عمر فانفضوا عنها مهابة له وخوفا منه فتلك المرأة شيطان الإنسان لأنها تفعل فعل الشيطان.

(ت) فى المناقب (عن عائشة) قالت :سمعنا لغطا وصوت صبيان فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فإذا حبشية تزفن فقال :يا عائشة تعالى فانظرى فجئت فوضعت لحيى على منكبه أنظر إليها فقال :أما شبعت فأقول :لا إذ طلع عمر فانفض الناس فذكره قال الترمذى :صحيح غريب من هذا الوجه انتهى وفيه زيد بن الحباب قال فى الكاشف لم يكن به بأس وقد يهم(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٢٦٢٤)

(إذ طلع عمر) أى ظهر (فارفض الناس عنها) بتشديد الضاد المعجمة من الارفضاض أى تفرقوا عنها من هيبة عمر (إنى لأنظر إلى شياطين الجن والإنس قد فروا) كأنه قال ذلك باعتبار كونه فى صورة اللهو واللعب ولا بد أن يكون فيه شىء ولكنه ليس بحرام وإلا كيف رآه النبى صلى الله عليه وسلم وأراه عائشة(تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، ج١٠، ص١٢٤، كتاب المناقب، باب مناقب أبى بكر الصديق رضى الله عنه)

وَسَلَّمَ فَكُنتُ أَطَّلِعُ مِنْ عَاتِقِهِ فَأَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهَا فَإِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهٰذَا عِيدُنَا (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: حبشہ کے لوگ عید کے دن (جنگی مشق کا) کھیل کود کیا کرتے تھے، پس مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، تو میں آپ کے کندھے کے پیچھے سے جھانک کر ان کو دیکھنے لگی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے (جنہوں نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانے دیجئے، ہر قوم کی عید (یعنی خوشی) کا دن ہوتا ہے، اور یہ ہماری عید (یعنی خوشی) کا دن ہے (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ الْحَبَشَةَ، لَعِبُوا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَانِيْ، فَنَظَرْتُ مِنْ فَوْقِ مَنْكِبِهِ حَتّٰى شَبِعْتُ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٥٩٦٠) [2]

ترجمہ: کچھ حبشی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتب دکھا رہے تھے، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کے اوپر سے جھانک کر دیکھنے لگی، یہاں تک کہ خوب جی بھر کر دیکھا (تب ہٹی) (مسند احمد)

اس طرح کی روایات اور محدثین نے بھی نقل کی ہیں۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٢٥٥٣٤، مؤسسة الرسالة، بيروت.
قال شعيب الارنؤوط:
رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[3] عن عائشة قالت: رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يسترنى بثوبه، وأنا أنظر إلى الحبشة وهم يلعبون، وأنا جارية فاقدروا قدر الجارية الغرة الحديثة السن. وقالت: كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ ایسا تماشہ جو جنگی مشق وغیرہ پر مشتمل ہو، فی نفسہٖ اس کو اختیار کرنا اور اس کو دیکھنا جائز ہے اور عورت کا پردہ میں رہتے ہوئے اس کو دیکھنا بھی جائز ہے، لیکن کھیل کود کے بارے میں اصولی بات یہ ہے کہ اس کو مشغلہ و پیشہ نہ بنایا جائے اور شریعت کے کسی حکم کو نہ توڑا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْهُمْ أَمْنًا بَنِيْ أَرْفِدَةَ يَعْنِيْ مِنَ الْأَمْنِ(بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مجھے (اپنی اوٹ میں پردہ کی غرض سے) چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھی، وہ لوگ مسجد میں کھیل رہے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا تو نبی صلی اللہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یوم عید یلعب السودان بالدرق والحراب، فإما سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإما قال :تشتهين تبصرين؟ قلت :نعم .فأقامني وراءه خدى على خده وهو يقول : دونكم بنى أرفدة .حتى إذا مللت قال :حسبک؟ قلت :نعم .قال :فاذهبی(مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۴۸۲۹)

قال حسين سليم أسد: إسناده صحيح (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

عن عائشة، زوج النبى صلى الله عليه وسلم قالت :دخل الحبشة المسجد يلعبون فقال لى :يا حميراء أتحبين أن تنظرى إليهم فقلت :نعم، فقام بالباب وجئته فوضعت ذقنى على عاتقه فأسندت وجهى إلى خده قالت :ومن قولهم يومئذ أبا القاسم طيبا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :حسبک فقلت :يا رسول الله لا تعجل، فقام لى ثم قال :حسبک فقلت :لا تعجل يا رسول الله قالت :وما لى حب النظر إليهم، ولكنى أحببت أن يبلغ النساء مقامه لى ومكانى منه (السنن الكبرىٰ للنسائی، رقم الحدیث ۸۹۰۲)

[1] رقم الحدیث۹۸۸،ابواب العیدین،باب :إذا فاته العيد يصلى ركعتين، وكذلك النساء، ومن كان فى البيوت والقرى.

علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو اور اے بنی ارفدہ تم اطمینان سے اپنے عمل میں مشغول رہو (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ عُمَرُ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ، فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْهُمْ يَا عُمَرُ، فَإِنَّمَا هُمْ بَنُوْ أَرْفِدَةَ (سنن النسائی)[1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو حبشی کھیل رہے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حبشیوں کو ڈانٹا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! انہیں چھوڑ دو، یہ تو بنی ارفدہ (حبشی) ہیں (نسائی، بزار، ابنِ حبان)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

وَلَمَّا قَدِمَ وَفْدُ الْحَبَشَةِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامُوْا يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ، فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِىْ بِرِدَائِهٖ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى أَكُوْنَ أَنَا الَّذِىْ أَسْأَمُ، فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ الْحَرِيْصَةِ عَلَى اللَّهْوِ.

قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَأَخْبَرَنِىْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ دَخَلَ عُمَرُ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ، فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْهُمْ يَا عُمَرُ فَإِنَّهُمْ هُمْ بَنُوْ

---

[1] رقم الحديث ١٥٩٦، كتاب صلاة العيدين، باب اللعب فى المسجد يوم العيد ونظر النساء إلى ذلك، مسند البزار، رقم الحديث ٧٧٣٩، صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٥٨٦٧.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية ابنِ حبان)

أَرْفَدَةَ (صحیح ابن حبان) [1]

ترجمہ: جب حبشہ کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو وہ مسجد میں کھیلنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر میں (پردہ کی غرض سے) چھپالیا، اور میں ان کو مسجد میں کھیلتے ہوئے (دیر تک) دیکھتی رہی، یہاں تک کہ میرا ہی جی بھر گیا (تب وہاں سے ٹلی، نبی علیہ السلام نے تنگ دل ہوکر اپنی اوٹ نہیں ہٹائی) پس تم اندازہ کرلو کہ ایک کمسن لڑکی کو کھیل کود دیکھنے کا کتنا شوق ہوتا ہے۔

حضرت زہری فرماتے ہیں کہ مجھے سعید بن مسیّب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حبشیوں کو ڈانٹا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! انہیں چھوڑ دو، یہ تو بنی ارفدہ (حبشی) ہیں (ابنِ حبان)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت کے آخر میں جو یعقوب بن زید سے مروی ہے، یہ الفاظ بھی ہیں کہ:

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا الشَّيْطَانُ

---

[1] رقم الحديث ٥٨٧٦، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى السماع.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط البخارى، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الرحمن بن إبراهيم ــ وهو الملقب بدحيم ــ فمن رجال البخارى، وقد تقدم برقم(٥٨٦٨)و (٥٨٦٩)و(٥٨٧١)

وأخرج القسم الأخير منه :النسائى٣/١٩٥ــ١٩٦فى العيدين :باب اللعب فى المسجد يوم العيد ونظر النسائى إلى ذلك، عن على بن خشرم، عن الوليد، بهذا الإسناد .وأخرجه أيضاً البخارى(٥٢٢٩)فى النكاح :باب نظر المرأة إلى الحبش ونحوهم من غير ريبة، من طريق عيسى، عن الأوزاعى، به(حاشية ابنِ حبان)

آخِذٌ بِثَوْبِهٖ، يَقُوْلُ: اُنْظُرْ فَلَمَّا جَاءَ عُمَرُ تَفَرَّقَتِ الشَّيَاطِيْنُ قَالَتْ: وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اِلْعَبُوا يَا بَنِىْ أَرْفِدَةَ تَعْلَمَ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى أَنَّ فِى دِيْنِنَا فُسْحَةً قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَمْ أَحْفَظْ مِنْ قَوْلِهِمْ غَيْرَ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ أَبُو الْقَاسِمِ طَيِّبٌ أَبُو الْقَاسِمِ طَيِّبٌ (مسند الحميدى، رقم الحديث ۲۵۶، احاديث عائشة امُّ المومنين) [1]

ترجمہ: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کا شیطان نے کپڑا پکڑ رکھا تھا، جو یہ کہہ رہا تھا کہ تم اس کھیل کو دیکھو، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے، تو شیاطین بھاگ کھڑے ہوئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بنو ارفدہ! تم کھیلتے رہو، یہود اور نصاریٰ یہ بات جان لیں کہ ہمارے دین میں وسعت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے اس موقع پر حبشیوں کا یہ کہنا ہی یاد ہے کہ ابو القاسم کے کیا کہنے، ابو القاسم کے کیا کہنے (مسند الحمیدی)

یہ حبشی لوگ جنگی مشق والا کرتب اور کھیل کر رہے تھے، جس کی ظاہری صورت کھیل کی تھی، اور بظاہر مسجد میں مناسب نہ تھا، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ نے انہیں ڈانٹا، لیکن غلام ہونے اور لاشعور و کم علم عامی ہونے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گنجائش دی، واضح رہے کہ غلاموں کے لئے کئی شرعی احکام میں وسعت اور چھوٹ رکھی گئی ہے۔ [2]

---

[1] ورجاله ثقات فهو صحيح إن سلم من الانقطاع بين التيمى وعائشة .محمد رضوان.

[2] فزجرهم عمر رضى الله تعالى عنه فقال النبى -صلى الله عليه وسلم - أمنا بنى أرفدة "وبين الزهرى أيضا عن سعيد عن أبى هريرة وجه الزجر حيث قال "فأهوى إلى الحصباء فحصبهم بها فقال النبى -صلى الله عليه وسلم - دعهم يا عمر "وسيأتى فى الجهاد وزاد أبو عوانة فى صحيحه فيه "فإنهم بنو أرفدة "كأنه يعنى أن هذا شأنهم وطريقتهم وهو من الأمور المباحة فلا إنكار عليهم قال المحب الطبرى فيه تنبيه على أنهم يغتفر لهم ما لم يغتفر لغيرهم لأن الأصل فى المساجد تنزيهها عن اللعب فيقتصر على ما ورد فيه النص قوله "أمنا بنى أرفدة "منصوب بفعل محذوف أى ائمنوا أمنا ولا تخافوا ويجوز أن يكون أمنا الذى هو مصدر أقيم مقام الصفة كقولك رجل عدل أى عادل والمعنى آمنين بنى أرفدة وقال ابن التين وضبط فى بعض الكتب آمنا على وزن فاعلا ويكون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس طرح کے واقعات اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَدِيْنَةَ لَعِبَتِ الْحَبَشَةُ لِقُدُوْمِهٖ فَرَحاً بِذٰلِكَ، لَعِبُوْا بِحَرَابِهِمْ (سنن أبی داود) [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أيضا بمعنى آمنين قوله "حتى إذا مللت "بكسر اللام الأولى من الملل وهو السآمة وفي رواية الزهري "حتى أكون أنا الذى أسأم "ولمسلم من طريقه "حتى أكون أنا الذى أنصرف (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٦، ص ٢٧١، باب الحراب والدرق يوم العيد)

(وعنها) : أى :عن عائشة (قالت :والله لقد رأيت النبى -صلى الله عليه وسلم -يقوم) : أى :قائما وعدل لحكاية الحال الماضية (على باب حجرتى) : الإضافة لأدنى ملابسة، أو بمعنى اللام للاختصاص ويحتمل الملك (والحبشة يلعبون) : الجملة حالية (بالحراب) : بكسر الحاء جمع الحربة وهى رمح قصير (فى المسجد) : أى :فى رحبة المسجد المتصلة به، وكانت تنظر إليهم من باب الحجرة وذلك من داخل المسجد، فقالت :فى المسجد لاتصال الرحبة أو دخلوا المسجد لتضايق الموضع بهم وإنما سومحوا لأن لعبهم بالحراب كان يعد من عدة الحرب مع أعداء الله -تعالى -فصار عبادة بالقصد كالرمى قال تعالى جل جلاله (وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة)وأما النظر إليهم فالظاهر أنه كان قبل نزول الحجاب كذا ذكره التوربشتى (ورسول الله -صلى الله عليه وسلم -يسترنى بردائه لأنظر إلى لعبهم) : بفتح اللام وكسر العين وبكسر أوله وسكون ثانيه، فى المصباح لعب يلعب لعبا بفتح اللام وكسر العين ويجوز تخفيفه بكسر اللام وسكون العين :قال ابن قتيبة :ولم يسمع فى التخفيف فتح اللام مع السكون .اهـ كلامه .لكن فى القاموس :لعب كفرح لعبا ولعبا ولعبا (بين أذنه وعاتقه) : أى :لأتفرج عليهم مما بينهما من (ثم يقوم من أجلى) : أى :بعد فراغهم من لعبهم كان -صلى الله عليه وسلم -يقف كالساتر لى (حتى أكون أنا التى أنصرف) : والمعنى أنه لم يكن يعجل على بالرجوع إلى داخل حجرتى بل كان يخلينى على مهلتى .(فاقدروا) : بضم الدال من قدرت الشىء إذا نظرت فيه ودبرته أى انظروا وتأملوا، أو من المقدار أى فاقدروا من الزمان .(قدر الجارية) : أى :مقدار وقفة الجارية .(الحديثة السن) : أى :الصغيرة فى العمر (الحريصة على اللهو) : أى :على ما تتلهى به من اللعب وغيره كم يكون قدر مكثها فى النظر إلى اللعب فإنما مكثت ذلك القدر تريد طول مكثها، ومصابرة النبى -صلى الله عليه وسلم -معها، وكمال رعايته لحالها، ونهاية محبته لجمالها المظهر لكمالها(مرقاة المفاتيح، ج٥، ص ٢١٢٠، باب عشرة النساء وما لكل واحدة من الحقوق)

[1] رقم الحديث ٤٩٢٣، كتاب الادب، باب فى النهى عن الغناء .

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح (حاشية سنن ابى داود)

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حبشی لوگوں نے آپ کی آمد پر خوشی سے کھیل تماشے کیے اور اپنے نیزوں سے کھیلا (ابوداود)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَتِ الْحَبَشَةُ يَزْفِنُوْنَ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَيَرْقُصُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ: مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: مَا يَقُوْلُوْنَ؟ قَالُوْا: يَقُوْلُوْنَ: مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٢٥٤٠) [1]

ترجمہ: کچھ حبشی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھومتے اور گھومتے ہوئے یہ گا رہے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نیک آدمی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ کہہ رہے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نیک آدمی ہیں (مسند احمد)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ الْحَبَشَةَ كَانُوْا يَزْفِنُوْنَ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِكَلَامٍ لَا يَفْهَمُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَقُوْلُوْنَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ (صحيح ابن حبان) [2]

ترجمہ: کچھ حبشی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوم اور گھوم رہے تھے (خوشی سے اپنے انداز کے بھنگڑے ڈال رہے تھے) اور اپنی زبان میں کچھ کہتے بھی جاتے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٥٨٧٠، كتاب الحظر والاباحة، باب اللعب واللهو.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير حماد بن سلمة، فمن رجال مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

تھے، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ نہیں رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا بھلے آدمی ہیں (ابنِ حبان)

یہ حبشی اپنے نیزوں وغیرہ سے جنگی مشقوں کے انداز کے کرتب کر رہے تھے، اور اس دوران اُچھل کود کر رہے تھے، جو جہاد میں معاون ہونے کی وجہ سے ذکر و عبادت میں داخل ہے، اور زبان سے بھی کوئی غلط جملے نہیں کہہ رہے تھے، بلکہ صحیح بات کہہ رہے تھے، جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے کھیل کود، جو جہاد میں معاون ہونے کے ساتھ ساتھ تفریح و بشاشت اور ورزش و کسرت کا باعث ہوں، اور ان میں کوئی گناہ بھی لازم نہ آتا ہو، حدودِ اعتدال میں رہتے ہوئے جائز ہیں۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بچوں کا کھیل کود کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَلْعَبُ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ

---

[1] واستدل به على جواز اللعب بالسلاح على طريق التواثب للتدريب على الحرب والتنشيط عليه واستنبط منه جواز المثاقفة لما فيها من تمرين الأيدى على آلات الحرب(فتح البارى،لابن حجر،ج ٢،ص ٤٤٥،قوله باب الحراب والدرق يوم العيد)

واستدل قوم من الصوفية بحديث الباب على جواز الرقص وسماع آلات الملاهى وطعن فيه الجمهور باختلاف المقصدين فإن لعب الحبشة بحرابهم كان للتمرين على الحرب فلا يحتج به للرقص فى اللهو والله أعلم (فتح البارى،لابن حجر،ج٦،ص ٥٥٣،قوله باب قصة الحبش وقول النبى صلى الله عليه وسلم يا بنى أرفدة)

(ز ف ن) قوله فى الحبشة يزفنون بفتح الياء أى يرقصون والزفن الرقص وهو لعبهم وقفزهم بحرابهم للمثاقفة وذهب أبو عبيد إلى أنه من الزفن بالدف والأول الصواب لأن ما ذكر لا يصح فى المسجد وهذا من باب التدرب فى الحرب وشبهه وكان فيما قيل تنزيه المساجد عن مثله(مشارق الأنوار على صحاح الآثار،لعياض بن موسى بن عياض،ج ١،ص ٣١٢،حرف الزاى مع سائر الحروف)

عَلَيْكُمْ يَا صِبْيَانُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٢٨٩٦) [1]

ترجمہ: ہمارے سامنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور ہم کھیل رہے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اے بچو" (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَوْ رَأَيْتَنِي وَقُثَمَ وَعُبَيْدَ اللّٰهِ ابْنَيْ عَبَّاسٍ، وَنَحْنُ صِبْيَانٌ نَلْعَبُ، إِذْ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى دَابَّةٍ، فَقَالَ: ارْفَعُوا هٰذَا إِلَيَّ قَالَ: فَحَمَلَنِي أَمَامَهُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٧٦٠) [2]

ترجمہ: کاش! تم نے اس وقت مجھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں قثم اور عبیداللہ کو دیکھا ہوتا جب کہ ہم بچے آپس میں کھیل رہے تھے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی سواری پر وہاں سے گذر ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بچے کو اٹھا کر مجھے پکڑاؤ اور اٹھا کر مجھے اپنے آگے بٹھا لیا (مسند احمد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو کھیل کود سے منع نہیں کیا، جس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو کھیلنا کودنا جائز ہے، جب کہ وہ کھیل کود کسی گناہ پر مشتمل نہ ہو۔

عید کے دن بچیوں کا اشعار گانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ، قَالَتْ: وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: أَمَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ فِيْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

وَذٰلِکَ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا أَبَا بَکْرٍ، إِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَھٰذَا عِیْدُنَا (بخاری) [1]

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور میرے پاس (اس وقت) انصار کی دو بچیاں جنگِ بعاث کے دن کا شعر گا رہی تھیں، اور وہ بچیاں گانے بجانے والی نہیں تھیں، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ شیطانی باجہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں؟ اور وہ عید کا دن تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے (لہٰذا بچیوں کو کھیل کود کرنے دو) (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

دَخَلَ عَلَیْنَا أَبُوْ بَکْرٍ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ، وَعِنْدَنَا جَارِیَتَانِ تَذْکُرَانِ یَوْمَ بُعَاثَ، یَوْمٌ قُتِلَ فِیْہِ صَنَادِیْدُ الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ، فَقَالَ أَبُوْبَکْرٍ: عِبَادَ اللّٰہِ، أَمَزْمُوْرُ الشَّیْطَانِ عِبَادَ اللّٰہِ، أَمَزْمُوْرُ الشَّیْطَانِ عِبَادَ اللّٰہِ، أَمَزْمُوْرُ الشَّیْطَانِ قَالَھَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا أَبَا بَکْرٍ، إِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا، وَإِنَّ الْیَوْمَ عِیْدُنَا (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۵۰۲۸) [2]

ترجمہ: ایک مرتبہ عید کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے ہاں آئے تو وہاں دو بچیاں جنگ بعاث کا ذکر کر رہی تھیں، جس میں اوس وخزرج کے بڑے بڑے رؤساء مارے گئے تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا کہ اے اللہ کی بندیو! شیطانی باجا گا جا کرتی ہو! اے اللہ کی بندیو! شیطانی باجا گا جا کرتی

---

[1] رقم الحدیث ۹۵۲، ابواب العیدین، باب سنة العیدین لأھل الإسلام.

[2] قال شعیب الارنؤوط:
إسنادہ صحیح علی شرط مسلم (حاشیة مسند احمد)

ہو! اے اللہ کی بندیو! شیطانی باجا گاجا کرتی ہو! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور آج کے دن ہماری عید ہے (مسند احمد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، دَخَلَ عَلَيْهَا، وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْ أَيَّامِ مِنًى تُغَنِّيَانِ، وَتُدَفِّفَانِ، وَتَضْرِبَانِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ، فَانْتَهَرَهُمَا أَبُوْ بَكْرٍ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ، فَقَالَ: دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ، فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيْدٍ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنًى (بخاری) [1]

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان کے پاس ایامِ منیٰ (یعنی عید الاضحیٰ کے دنوں) میں دو بچیاں تھیں جو دف بجا کر (اشعار) گا رہی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ پر کپڑا اڈھانپے ہوئے تھے، ابوبکر نے ان دونوں کو ڈانٹا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا کہ اے ابوبکر! ان دونوں بچیوں کو چھوڑ دو، اس لئے کہ یہ عید کے دن ہیں، اور یہ دن منیٰ کے (یعنی عید الاضحیٰ کے دن) تھے (بخاری)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ وہ اشعار پڑھنے والی انصار کی بچیاں تھیں، بڑی عورتیں نہیں تھیں، اور جو اشعار پڑھ رہی تھیں، وہ بھی جنگِ بعاث کے شجاعت سے متعلق تھے، کوئی عشق و معاشقہ کے اشعار نہیں تھے، پھر ساتھ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو کہ اس واقعہ کی راوی ہیں، یہ بھی بتلا دیا کہ وہ بچیاں بھی باقاعدہ گانے والی نہیں تھیں کہ موسیقی کے فنی اصولوں کے تحت دف بجا رہی ہوں اور تال سے سُر ملا رہی ہوں، بلکہ بچیاں اپنی عادت کے مطابق

---

[1] رقم الحديث ۳۵۲۹، كتاب المناقب، باب قصة الحبش، وقول النبي صلى الله عليه وسلم : يا بني أرفدة.

سادہ انداز میں اشعار پڑھ رہی تھیں۔

جہاں تک دَف بجانے کا تعلق ہے، تو عید وغیرہ کی خوشی کے موقع پر سادہ انداز میں مختصراً اس کے بجانے کی اجازت ہے۔

اس کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو ناپسند فرمایا، اور اس کو شیطانی گانا، باجا قرار دیا، لیکن چونکہ اس میں ممانعت اور گناہ والی باتیں جمع نہ تھیں، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کا دن ہونے کی وجہ سے گنجائش دی، پس ان شرائط کے ساتھ تو گنجائش نکلی، اس سے زیادہ مروجہ گانے بجانے کی گنجائش نکالنا درست نہیں (جس کی تفصیل آگے مستقل بحثوں کے تحت آتی ہے)

خلاصہ یہ کہ اسلام میں ہنسی، مزاح اور تفریح کی بعض شرائط کے ساتھ اجازت دی گئی ہے لیکن تفریح کو مقصدِ زندگی بنا لینے یا مقصدِ زندگی میں مخل بنا لینے کی اجازت نہیں اور اس طرح کھیل وتفریح کے عنوان سے شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرنا بھی جائز نہیں، لہٰذا اس طرح کی چیزوں کو کھیل اور تفریح کے مقصد سے استعمال کرنا بھی جائز نہیں، تاآنکہ کوئی مفید مقصد پیشِ نظر نہ ہو، جس کا شریعت نے اعتبار کیا ہے، جس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کی جائے گی۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَـہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(باب نمبر 1)

قرآن مجید کی قرائت وسماعت کا حکم

اخلاص کے ساتھ قرآن مجید کی قرائت وتلاوت کرنے اور خاص کر عمدہ طریقہ پر تلاوت قرائت کی بڑی فضیلت واہمیت ہے، اوراس کے مختلف فضائل ہیں۔

اورجس طرح اخلاص کے ساتھ اور صحیح تلفظ وعمدہ لہجہ میں قرآن مجید کی قرائت وتلاوت کرنا باعثِ فضیلت ہے، اسی طرح اخلاص کے ساتھ قرآن مجید کی سماعت یعنی اس کو سننا بھی باعثِ فضیلت ورحمت ہے، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کا حکم

سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاتْلُ مَا أُوْحِیَ إِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ (سورة الكهف، رقم الآية ٢٧)

ترجمہ: اور تلاوت کیجئے اپنے رب کی اس کتاب کی جو آپ کی طرف وحی کے ذریعے بھیجی گئی (سورہ کہف)

اور سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أُتْلُ مَا أُوْحِیَ إِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ (سورة العنكبوت، رقم الآية ٤٥)

ترجمہ: تلاوت کیجئے، اُس کتاب کی جو آپ کی طرف وحی کی گئی (سورہ عنکبوت)

مذکورہ دونوں آیات سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا حکم ثابت ہوا۔

قرآن کی تلاوت، نبی کی بعثت کے مقاصد میں سے

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (سورة البقرة، رقم الآية ١٢٩)

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور بھیج دیجئے ان میں رسول ان ہی میں سے، جو تلاوت کرے ان پر آپ کی آیات، اور تعلیم دے ان کو کتاب کی، اور حکمت کی، اور تزکیہ کرے ان کا، بے شک تو ہی عزیز ہے، حکیم ہے (سورہ بقرہ)

اور سورہ بقرہ میں ہی ایک موقع پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (سورة البقرة، رقم الآية ١٥١)

ترجمہ: جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں سے، تلاوت کرتا ہے وہ تم پر ہماری آیات، اور تزکیہ کرتا ہے تمہارا، اور تعلیم دیتا ہے، تمہیں کتاب کی اور حکمت کی، اور تعلیم دیتا ہے تمہیں ان چیزوں کی جن کا تم علم نہیں رکھتے تھے (سورہ بقرہ)

اور سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (سورة آل عمران، رقم الآية ١٦٤)

ترجمہ: بلاشبہ، یقیناً احسان کیا اللہ نے مومنین پر، جب بھیجا ان میں رسول، ان ہی میں سے، تلاوت کرتا ہے ان پر اللہ کی آیات، اور تزکیہ کرتا ہے ان کا، اور تعلیم دیتا ہے، ان کو کتاب اور حکمت کی، اگرچہ تھے وہ اس سے پہلے یقینی طور پر کھلی گمراہی میں (سورہ آل عمران)

اور سورہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هُوَ الَّـذِیْ بَعَثَ فِی الْأُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّـمُهُـمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَإِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ

(سورة الجمعة، رقم الآية ٢)

ترجمہ: وہی ذات ہے، جس نے بھیجا ناخواندہ لوگوں میں، رسول ان ہی میں سے، جو تلاوت کرتا ہے ان پر اللہ کی آیات، اور تزکیہ کرتا ہے ان کا اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی اور حکمت کی، اگرچہ تھے وہ اس سے پہلے یقینی طور پر کھلی گمراہی میں (سورہ جمعہ)

اور سورہ طلاق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَدْ أَنْزَلَ اللّٰـهُ إِلَیْکُمْ ذِکْرًا . رَسُوْلًا یَّتْلُوْ عَلَیْکُمْ آیَاتِ اللّٰهِ مُبَیِّنَاتٍ لِّیُخْرِجَ الَّـذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَی النُّوْرِ

(سورة الطلاق، رقم الآيات ١٠ و ١١)

ترجمہ: بے شک نازل کیا، اللہ نے تمہاری طرف ذکر کو، رسول ہے جو تلاوت کرتا ہے، تم پر اللہ کی آیات، واضح، تاکہ نکالے ان لوگوں کو، جو ایمان لائے اور عمل کیے نیک، اندھیروں سے روشنی کی طرف (سورہ طلاق)

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنا اتنا عظیم الشان عمل ہے کہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مقاصد میں شمار کیا گیا ہے۔

تلاوت کرنے والے، عظیم تجارت کے اُمیدوار

سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّـذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ . لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ إِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (سورة فاطر ،رقم الآيات ۲۹، ۳۰)

ترجمہ: بے شک جو لوگ تلاوت کرتے ہیں، اللہ کی کتاب کی، اور قائم کرتے ہیں، نماز کو اور ہم نے جو اُن کو رزق دیا، اُس میں سے چُھپ کر اور علانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں کہ وہ ہرگز خسارہ نہیں اُٹھاتی، تا کہ (اللہ) ان کو ان کے اجور (اور بدلے) پورے پورے دے، اور اپنے فضل سے ان کو زیادہ دے، بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے قدردانی کرنے والا ہے (سورہ فاطر)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے عظیم تجارت کے امیدوار ہیں، جس میں خسارہ ونقصان نہیں ہوتا، یعنی تلاوت پر ملنے والا اجروثواب دراصل غیر خسارہ والی عظیم تجارت ہے۔

تلاوتِ قرآن، نزولِ سکینہ کا باعث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَرَأَ رَجُلٌ الْكَهْفَ، وَفِي الدَّارِ دَابَّةٌ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ، فَنَظَرَ فَإِذَا ضَبَابَةٌ، أَوْ سَحَابَةٌ قَدْ غَشِيَتْهُ، قَالَ: فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اِقْرَأْ فُلَانُ، فَإِنَّهَا السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ عِنْدَ الْقُرْآنِ، أَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ (مسلم)[1]

ترجمہ: ایک آدمی سورہ کہف کی قرائت کر رہا تھا، اور گھر میں ایک چوپایہ تھا، جو بِدکنے لگا (یعنی اچھلنے کودنے) لگا، تو اس آدمی نے اچانک ایک سائے یا بادل کو دیکھا، جس نے اسے ڈھانپ لیا تھا، پھر اس آدمی نے (صبح ہونے کے بعد) نبی

---

[1] رقم الحديث ۷۹۵ "۲۴۱" كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، واللفظ لهٗ، بخارى، رقم الحديث ۵۰۱۱، ورقم الحديث ۳۶۱۴، مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۵۰۹.

صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فلاں شخص قرآن مجید کی قرائت کرتے رہو (کچھ اندیشہ نہ کرو) کیونکہ یہ سکینہ ہے، جو قرآن کے پاس یا (یہ فرمایا کہ) قرآن کے لئے نازل ہوتا ہے (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے نتیجہ میں آسمان سے مخصوص سکون واطمینان کا نزول ہوتا ہے۔

تلاوتِ قرآن، نزولِ ملائکہ کا باعث

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث میں یہ قصہ آیا ہے کہ انہوں نے رات کو قرآن مجید کی قرائت کرتے وقت میں اپنے سر کے اوپر ایک سایہ دیکھا، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد مرتبہ ذکر کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے متعلق فرمایا کہ:

تِلْکَ الْمَلَائِکَۃُ کَانَتْ تَسْتَمِعُ لَکَ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَرَاهَا النَّاسُ مَا تَسْتَتِرُ مِنْهُمْ (مسلم) [1]

ترجمہ: یہ فرشتے تھے، جو آپ کی قرائت کو سن رہے تھے، اور اگر آپ صبح تک قرائت کرتے رہتے، تو ان سایہ کئے ہوئے بعض فرشتوں کو دوسرے لوگ بھی دیکھ لیتے (مسلم)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے پر فرشتے رحمت کا سایہ کرتے ہیں۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٧٩٦ "٢٤٢" كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر.

[2] وفى الحديث " :تلك الملائكة "وفى الآخر " :تلك السكينة "فإذا كانت السكينة روحا -كما تقدم -جاء مثل قوله تعالى :(تنزل الملائكة والروح فيها)على الاختلاف فى الروح ما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تلاوتِ قرآن، نزولِ رحمت کا بھی باعث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللّٰهِ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ (مسلم) [1]

ترجمہ: اور جو شخص کسی راستے پر چلا، جس میں وہ علم کو تلاش کر رہا ہے، تو اللہ اس کے لئے اس کے ذریعہ سے جنت کی طرف کے راستے کو سہل بنا دیتا ہے، اور جو قوم بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر (یعنی مسجد) میں جمع ہو کر کتابُ اللہ کی تلاوت اور باہم درس وتدریس کرتی ہے، تو ان لوگوں پر سکینہ نازل ہوتا ہے، اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اور ان کا ذکر، اللہ اپنے پاس کی مخلوق (یعنی فرشتوں) میں کرتا ہے، اور جس کا عمل اس کو پیچھے کر دے، تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا (یعنی عمل خراب ہونے کی صورت میں حسب ونسب اور خاندان کا اچھا ہونا انسان کی نجات کا سامان نہیں کرتا) (مسلم)

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هو؟ وإلى غير ذلك من التفسير، فقد يكون مع السكينة الملائكة، وتكون هذه الظلة أمرا من (أمر) الله وعجائب ملكوته، تنزل معه الرحمة فى قلب القارء أو الطمأنينة والوقار، كما كان ذلك فى الغمامتين والظلتين لقارء البقرة (، إِكمَالُ المُعلِمِ بفَوَائِدِ مُسْلِم، لِلقَاضِى عِيَاض، ج٣، ص ١٦٤، باب نزول السكينة لقراءة القرآن)

[1] رقم الحديث ٢٦٩٩ "٣٨" كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر.

مَا مِنْ قَوْمٍ يَجْتَمِعُوْنَ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، يَقْرَءُ وْنَ وَيَتَعَلَّمُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا حَفَّتْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَسْلُكُ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ بِهِ الْعِلْمَ، إِلَّا سَهَّلَ لَهُ بِهٖ أَوْ سُهِّلَ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ يُبْطِءُ بِهٖ عَمَلُهُ، لَا يُسْرِعُ بِهِ نَسَبُهُ

(مسنداحمد، رقم الحديث ۹۲۷۴) ؎1

ترجمہ: اور جو قوم بھی اللہ عزوجل کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ عزوجل کی کتاب کی قرائت کرتی ہے، وہ لوگ باہم درس وتدریس کرتے ہوئے اللہ عزوجل کی کتاب سیکھتے ہیں، تو ان لوگوں کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، اوران کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اوران کا ذکر، اللہ اپنے پاس کی مخلوق (یعنی فرشتوں) میں کرتا ہے، اور جو شخص بھی کسی راستے پر چلا، جس میں وہ علم کو تلاش کرر ہا ہے، تو اللہ اس کے لئے اس کے ذریعہ سے جنت کی طرف راستے کو سہل بنا دیتا ہے، اور جس کا عمل اس کو پیچھے ڈال دے، تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا (مسند احمد)

اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَا جَلَسَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَدْرُسُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَعَاطَوْنَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا كَانُوْا أَضْيَافَ اللّٰهِ، وَأَظَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا مَا دَامُوْا فِيْهِ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ، وَمَا سَلَكَ رَجُلٌ فِيْ طَرِيْقٍ يَبْتَغِيْ فِيْهِ الْعِلْمَ إِلَّا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهٖ سَبِيْلًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهُ (شعب الإيمان للبيهقي) ؎2

؎1 قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين .أبو عوانة :هو الوضاح بن عبد الله اليشكرى (حاشية مسند احمد)

؎2 رقم الحديث ۱٦٦۱، فصل فى ادامة ذكر الله عزوجل، ورقم الحديث ۱۸۷۲، الدعاء لمحمد بن فضيل الضبى، رقم الحديث ۱۰۱، اخلاق اهل القرآن للآجرى، رقم الحديث ۲۱.

ترجمہ: جو قوم بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر اللہ کی کتاب کی درس وتدریس کرتی ہے، اور کتابُ اللہ کو ایک دوسرے سے حاصل کرتی (سُنتی اور سیکھتی) ہے، تو وہ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں، اور ان پر فرشتے اپنے پروں سے سایہ کرلیتے ہیں، جب تک کہ وہ کتاب اللہ کی درس وتدریس اور ایک دوسرے سے حاصل کرنے میں مشغول رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہوجائیں، اور جو شخص بھی کسی راستے میں علم کو تلاش کرنے کے لئے چلتا ہے، تو اللہ اس کے لئے اس کے ذریعہ سے جنت کی طرف کے راستے کو آسان بنادیتا ہے، اور جس کا عمل اسے سست کردے (اور پیچھے چھوڑ دے) تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا (بیہقی)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کو اللہ کی رحمت گھیر لیتی ہے۔ [1]

قرآن کی قرائت، باعثِ شفاعت

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِأَصْحَابِهٖ، اِقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ، وَسُوْرَةَ آلِ عِمْرَانَ، فَإِنَّهُمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ، أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ، أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ، تُحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا، اِقْرَءُوا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ، فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ، وَتَرْكَهَا

---

[1] البتہ قرآن مجید کی صرف تلاوت کے لئے تداعی کے ساتھ اجتماع فقہائے کرام کے نزدیک مکروہ وبدعت ہے، جس کی تفصیل ''محفلِ حسنِ قرائت کے مفصل ومدلل حکم'' کے ذیل میں آتی ہے، مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ ''اجتماعی ذکر کی مجالس کا حکم'' اور ''مجالسِ ذکر واحادیثِ ذکر''۔ محمد رضوان۔

حَسْرَةٌ، وَلَا تَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کی تلاوت کیا کرو، کیونکہ قرآن قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا، دو روشن سورتیں یعنی سورہ بقرہ اور آلِ عمران کی (بطورِ خاص) تلاوت کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن بادلوں یا سائبانوں کی شکل یا پرندوں کی دو صف بستہ ٹولیوں کی شکل میں آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کا دفاع کریں گی، سورہ بقرہ کی (بطور خاص) تلاوت کیا کرو، کیونکہ اس کا حاصل کرنا برکت اور چھوڑنا حسرت ہے اور باطل والے (یعنی جادوگر) اس (سورہ بقرہ کے توڑ) کی طاقت نہیں رکھتے (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْقُرْآنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ، وَمَاحِلٌ مُصَدَّقٌ، مَنْ جَعَلَهٗ أَمَامَهٗ، قَادَهٗ إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ جَعَلَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ، سَاقَهٗ إِلَى النَّارِ (موارد الظمآن الیٰ زوائد ابن حبان، رقم الحدیث، ۱۷۹۳) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن (اہلِ قرآن کے حق میں) شفاعت کرنے والا اور شفاعت (قبول) کیا ہوا ہے، اور (قرآن، اہلِ قرآن کا) دفاع کرنے والا، اور قرآن مجید تصدیق کیا ہوا ہے، جس نے قرآن کو اپنا پیشوا بنایا (یعنی اس سے رہنمائی حاصل کی) تو یہ اُسے جنت کی طرف لے جائے گا، اور جس نے اس کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کیا (یعنی اس سے اعراض کیا) تو وہ اُسے

---

[1] رقم الحدیث ۸۰۴ "۲۵۲" کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، باب فضل قراءۃ القرآن، وسورۃ البقرۃ.

[2] قال حسین سلیم اسد الدارانی:

إسناده صحيح، وأبو سفيان هو طلحة بن نافع. والحديث في صحيح ابن حبان برقم (۱۲۴) بتحقيقنا. وليس فيه "شافع" (حاشية موارد الظمآن)

جہنّم میں لے جائے گا(مواردالظمآن)

مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید عظیم صفات کا حامل ہے، اور اس کو پیشوا بنانے والے کو یہ سفارش کر کے اور اس کی حفاظت کا سامان کر کے جنت میں پہنچانے کا ذریعہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِیَوْمَ الْقِیَامَةِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ وَیَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ قَالَ فَیُشَفَّعَانِ(مسند احمد) [1]

---

[1] رقم الحديث ٦٦٢٦، المعجم الكبير للطبراني رقم الحديث٨٨، مستدرک حاکم رقم الحديث ٢٠٣٦.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط مسلم ، ولم يخرجاه.

قال احمد بن أبی بكر بن إسماعيل البوصيري:

رواه أبويعلى الموصلي وفي سنده ابن لهيعة، لكن رواه أحمد بن حنبل والطبراني في الكبير ورجالهما رجال الصحيح ورواه ابن أبي الدنيا بإسناد حسن والحاكم وصححه(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، ج٣ص٦٧،باب في صوم شهر رمضان وفضله)

وقال الهيثمي :

رواه أحمد والطبراني في الكبير ، ورجال الطبراني رجال الصحيح (مجمع الزوائدج٣ص ١٨١،تحت رقم الحديث ٥٠٨١)

وقال في موضع آخر:

رواه أحمد ، وإسناده حسن على ضعف في ابن لهيعة ، وقد وثق (مجمع الزوائد،ج١٠ ص ٣٨١، تحت رقم الحديث ١٨٥٤٣ ،باب شفاعة الأعمال)

وقال المنذري:

رواه أحمد والطبراني في الكبير ورجاله محتج بهم في الصحيح ورواه ابن أبي الدنيا في كتاب الجوع وغيره بإسناد حسن والحاكم وقال صحيح على شرط مسلم(الترغيب والترهيب ج ٢ ص ٥٠، تحت رقم الحديث ١٤٥٥)

وقال الالباني:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے، روزہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب ! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش پوری کرنے سے روکے رکھا تھا، آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرمایئے (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرمایئے) اور قرآن کہے گا کہ اے میرے رب ! میں نے اس بندے کو رات کو سونے سے روکے رکھا تھا، آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرمایئے (اور اس کے ساتھ رحمت و مغفرت کا معاملہ فرمایئے)

چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندے کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرمادیا جائے گا)(مسند احمد، طبرانی،حاکم)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت، بروز قیامت بندہ کی سفارش وشفاعت کا باعث ہوگی۔

قرآن مجید کا ایک حرف تلاوت کرنے پر عظیم ثواب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلَہٗ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحديث لم يتفرد به ابن لهيعة كما يفيده صريح كلام الهيثمى وهو الواقع فقد تابعه عبد الله بن وهب عند ابن نصر فى "قيام الليل "ص ١٣١ والحاكم ١/٥٥٤وقال: "صحيح على شرط مسلم "ووافقه الذهبى وقد وهما فإن شيخ ابن وهب و كذا ابن لهيعة فيه حيى بن عبد الله ولم يخرج له مسلم شيئا ثم إنه تكلم فيه بعضهم بما لا ينزل حديثه عن رتبة الحسن إن شاء الله تعالى. وجملة القول أن الحديث حسن الإسناد (تمام المنة فى التعليق على فقه السنة، ج ١،ص ٣٩٤، ٣٩٥، الناشر :المكتبة الإسلامية ، دار الراية للنشر)

بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کتابُ اللہ کا ایک حرف بھی پڑھتا ہے، تو اس کو اس کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب دس درجہ بڑھا کر ملتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے (بلکہ) الف ایک حرف، لام ایک حرف، اور میم ایک حرف ہے (ترمذی)

یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اُن کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَبْتَغِىْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ

---

[1] رقم الحديث ٢٩١٠،ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فيمن قرأ حرفا من القرآن ماله من الأجر.

قال الترمذى:

ويروى هذا الحديث من غير هذا الوجه عن ابن مسعود ، رواه أبو الأحوص، عن ابن مسعود، رفعه بعضهم ووقفه بعضهم عن ابن مسعود "، :هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه سمعت قتيبة بن سعيد، يقول :بلغنى أن محمد بن كعب القرظى ولد فى حياة النبى صلى الله عليه وسلم ومحمد بن كعب يكنى أبا حمزة "(سنن الترمذى)

[2] عن عوف بن مالك الأشجعى قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من قرأ حرفا من القرآن كتبت له حسنة، ولا أقول (الم ذلك الكتاب)ولكن الألف حرف، واللام حرف، والميم حرف، والذال حرف، واللام حرف، والكاف حرف .لا يروى هذا الحديث عن عوف بن مالك إلا بهذا الإسناد، تفرد به :سليمان بن بلال(المعجم الأوسط للطبرانى، رقم الحديث ٣١٤)

عن أبى الأحوص، عن عبد الله رضى الله عنه، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :إن هذا القرآن مأدبة الله فاقبلوا من مأدبته ما استطعتم، إن هذا القرآن حبل الله، والنور المبين، والشفاء النافع عصمة لمن تمسك به، ونجاة لمن تبعه، لا يزيغ فيستعتب، ولا يعوج فيقوم، ولا تنقضى عجائبه، ولا يخلق من كثرة الرد، اتلوه فإن الله يأجركم على تلاوته كل حرف عشر حسنات، أما إنى لا أقول الم حرف، ولكن ألف ولام وميم .هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه بصالح بن عمر (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٢٠٤٠)

حَسَنَاتٍ وَمَحْوُ عَشْرِ سَيِّئَاتٍ (مصنف ابن أبی شیبة) [1]

ترجمہ: جس نے قرآن کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے (یعنی اخلاص کے ساتھ) پڑھا، تو اُس کو ہر حرف پر دس نیکیاں حاصل ہوں گی، اور دس گناہ مٹا دیے جائیں گے (ابن ابی شیبہ)

مذکورہ روایات سے قرآن مجید اخلاص کے ساتھ پڑھنے کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی۔ [2]

نیز مذکورہ حدیث میں حروف مقطعات (یعنی الٓـمّٓ وغیرہ) پر بھی ہر حرف کے بدلہ میں دس

---

[1] رقم الحدیث ۳۰۵۵۵، کتاب فضائل القرآن، باب ثواب من قرأ حروف القرآن.

[2] وعن ابن مسعود قال قال رسول الله من قرأ حرفا أی قابلا للإنفصال أو المراد به مثلا من کتاب الله أی القرآن فله به حسنة أی عطیة والحسنة بعشر أمثالها أی مضاعفة بالعشر وهو أقل التضاعف الموعود بقوله تعالی من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها والله یضاعف لمن یشاء الأنعام وللحرم مزیة علی غیره والحرف یطلق علی حرف الهجاء والمعانی والجملة المفیدة والکلمة المختلف فی قراء تها وعلی مطلق الکلمة ولذا قال علیه الصلاة والسلام لا أقول ألم حرف ألف بالسکون علی الحکایة وقیل بالتنوین حرف ولام حرف ومیم حرف قال الطیبی مسمی ألف حرف والاسم ثلاثة أحرف وکذا مسمی میم وهو مه حرف لما تقرر أن لفظه میم اسم لهذا المسمی فحمل الحرف فی الحدیث علی المذکورات مجازا لأن المراد منه فی ضرب الله مثلا کل واحد من ضه وره وبه وعلی هذا إن أرید بألم مفتتح سورة الفیل یکون عدد الحسنات ثلاثین وإن أرید به مفتتح سورة البقرة وشبهها بلغ العدد تسعین اه ولا یخفی أن الوجه الأول بعید إذ الروایة ألم بالمد لا بفتح اللام وسکون المیم وعلی الوجه الثانی المناسب أن یقال فأحرف بدل میم حرف إلا أن یقال أنه علیه الصلاة والسلام ذکر من ألم من کل کلمة حرفا وأن یلاحظ المسمیات نظرا إلی أن ألم عبارة إجمالیة عن تلک المسمیات ولیس المقصود أداء نفس الأسماء ویمکن أن یوجه الوجه الأول بأن مراده أن فی فاتحة سورة البقرة یکون عدد الحسنات تسعین وفی فاتحة سورة الفیل یکون عددها ثلاثین کما هو عبارة المختصر ولا یرید أن لفظ الحدیث یحتملهما لأنه جاء صریحا فی روایة ابن أبی شیبة والطبرانی من قرأ حرفا من القرآن کتب له به حسنة لا أقول ألم ذلک الکتاب ولکن الألف واللام والمیم والذال واللام والکاف اه وظاهره أن المعتبر فی الحساب الحروف المکتوبة لا الملفوظة وفی روایة للبیهقی لا أقول بسم الله ولکن باء وسین ومیم ولا أقول ألم ولکن الألف واللام والمیم رواه الترمذی والدارمی وقال الترمذی هذا حدیث صحیح غریب إسنادا أی لا متنا تمییز عن نسبة غریب وقال ووقفه علیه بعضهم وعن الحارث الأعور تابعی من أصحاب علی قال مررت فی المسجد أی بناس جالسین قال الطیبی فی المسجد ظرف والمرور به محذوف یدل علیه قوله فإذا الناس یخوضون أی یدخلون دخول مبالغة (مرقاة المفاتیح، ج۴ص ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، کتاب فضائل القرآن)

نیکیاں ملنے کا ذکر ہے، جبکہ حروف مقطعات کے اصل معنیٰ اللہ ہی کو معلوم ہیں بندوں کو ان کے معنیٰ کا علم نہیں۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید بغیر سمجھے پڑھنے اور سننے پر بھی ثواب ملتا ہے اگرچہ وہ سمجھ کر پڑھنے اور سننے سے کم کیوں نہ ہو۔ [2]

---

[1] (بيان الأقوال الواردة فى الحروف المقطعة التى فى أوائل السور)اختلف أهل التأويل فى الحروف التى فى أوائل السور، فقال عامر الشعبى وسفيان الثورى وجماعة من المحدثين :هى سر الله فى القرآن، ولله فى كل كتاب من كتبه سر .فهى من المتشابه الذى انفرد الله تعالى بعلمه، ولا يجب أن يتكلم فيها، ولكن نؤمن بها ونقرأ كما جاء ت .وروى هذا القول عن أبى بكر الصديق وعن على بن أبى طالب رضى الله عنهما .وذكر أبو الليث السمرقندى عن عمر وعثمان وابن مسعود أنهم قالوا : الحروف المقطعة من المكتوم الذى لا يفسر .وقال أبو حاتم :لم نجد الحروف المقطعة فى القرآن إلا فى أوائل السور، ولا ندرى ما أراد الله عز وجل بها .قلت :ومن هذا المعنى ما ذكره أبو بكر الأنبارى :حدثنا الحسن بن الحباب حدثنا أبو بكر بن أبى طالب حدثنا أبو المنذر الواسطى عن مالک بن مغول عن سعيد بن مسروق عن الربيع بن خثيم قال :إن الله تعالى أنزل هذا القرآن فاستأثر منه بعلم ما شاء ، وأطلعكم على ما شاء ، فأما ما استأثر به لنفسه فلستم بنائليه فلا تسألوا عنه، وأما الذى أطلعكم عليه فهو الذى تسألون عنه وتخبرون به، وما بكل القرآن تعلمون، ولا بكل ما تعلمون تعملون. قال أبو بكر :فهذا يوضح أن حروفا من القرآن سترت معانيها عن جميع العالم، اختبارا من الله عز وجل وامتحانا، فمن آمن بها أثيب وسعد، ومن كفر وشک أثم وبعد (تفسير القرطبى، ج ا ، ص ۱۵۴ ، سورة البقرة، تحت آية ۱)

[2] آج کل بعض لوگ قرآن مجید کو دوسری کتابوں پر قیاس کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک کسی کتاب کے معنیٰ نہ سمجھیں تو اس کے الفاظ طوطے کی طرح پڑھنا پڑھانا فضول اور وقت ضائع کرنا ہے، لیکن ان لوگوں کا یہ سمجھنا صحیح نہیں، قرآن مجید کو دوسری کتابوں پر قیاس کرنا غلط ہے، کیونکہ قرآن مجید الفاظ اور معنیٰ دونوں کا نام ہے، جس طرح اس کے معانی کا سمجھنا اور اس کے دیئے ہوئے احکام پر عمل کرنا عبادت اور مستقل اجروثواب کا باعث ہے، اسی طرح اس کے الفاظ کی تلاوت بھی ایک مستقل عبادت اور اجروثواب کا باعث ہے۔ قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے کے مقاصد یا آپ کے نبوت کے عہدہ اور رسالت کے منصبی فرائض تین بیان کئے گئے ہیں، یعنی تین کاموں کے لئے آپ کو بھیجا گیا ہے۔ ایک تلاوتِ کتاب اللہ، دوسرے تعلیم کتاب وحکمت، تیسرے لوگوں کا تزکیہ اخلاق وغیرہ اور یہ تینوں علیٰحدہ علیٰحدہ مستقل عبادت ہیں (ملاحظہ ہو معارف القرآن ج ۱ ص ۳۳۲ و ۳۳۳ و ج ۵ ص ۲۲۰، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”تلاوتِ قرآن“ مؤلف: مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی)

قرآن مجید کو ترتیل سے اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا حکم

سورہ مزمل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا . إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا (سورة المزمل، رقم الآية ۴،۵)

ترجمہ: اور قرآن کو ترتیل سے (یعنی ٹھہر ٹھہر کر) پڑھا کیجئے، بے شک ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری قول (کا بوجھ) ڈالنے والے ہیں (سورہ مزمل)

قرآن مجید کو ''ترتیل'' سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو جلد بازی کے بغیر ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے، معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو جلد بازی کے بغیر ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا حکم ہے۔ [1]

---

[1] الترتيل لغة :مصدر رتل، يقال :رتل فلان كلامه :إذا أتبع بعضه بعضا على مكث وتفهم من غير عجل.
واصطلاحا :هو رعاية مخارج الحروف وحفظ الوقوف .وروى نحوه عن على رضى الله عنه حيث قال :الترتيل تجويد الحروف ومعرفة الوقوف.
فالفرق بينه وبين التجويد :أن الترتيل وسيلة من وسائل التجويد، وأن التجويد يشمل ما يتصل بالصفات الذاتية للحروف، وما يلزم عن تلك الصفات، أما الترتيل فيقتصر على رعاية مخارج الحروف وضبط الوقوف لعدم الخلط بين الحروف فى القراء ة السريعة، ولذلك أطلق العلماء (الترتيل) على مرتبة من مراتب القراء ة من حيث إتمام المخارج والمدود، وهو يأتى بعد مرتبة (التحقيق) وأدنى منهما مرتبة وسطى تسمى (التدوير) ثم (الحدر) وهو المرتبة الأخيرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠،ص١٧٨،مادة " تجويد ")
الترتيل :لغة التمهل يقال :رتلت القرآن ترتيلا أى :تمهلت فى القراء ة ولم أعجل .
وفى الاصطلاح :التأنى فى القراء ة والتمهل وتبيين الحروف والحركات تشبيها بالثغر المرتل.
والنسبة بين الترتيل والتلاوة (بمعنى القراء ة) : أن التلاوة أعم، والترتيل أخص، فكل ترتيل تلاوة ولا عكس.
ب -التجويد:التجويد :إعطاء كل حرف حقه ومستحقه، والمراد بحق الحرف، الصفة الذاتية الثابتة له، كالشدة والاستعلاء
والمراد بمستحق الحرف، ما ينشأ عن الصفات الذاتية اللازمة، كالتفخيم وغيره.
وهو أخص من التلاوة .(ر :تجويد).
ج -الحدر - :الحدر هو :الإسراع فى القراء ة.
فهو أخص من التلاوة أيضا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣،ص٢٥١،مادة " تلاوة ")

آخرت میں قرآن کو ترتیل سے پڑھنے پر انعام

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُقَالُ، يَعْنِيْ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُ بِهَا (سنن الترمذی)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ آپ (قرآن مجید کی) قرائت کیجئے، اور چڑھیے (یعنی اجر وثواب پر ترقی کیجئے) اور قرآن مجید کو اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے، جس طرح آپ دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے، پس آپ کا مقام اُس آخری آیت پر ہوگا، جس کی آپ قرائت کریں گے (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو ترتیل سے اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اتنا باعثِ فضیلت عمل ہے کہ اس طرح قاری کو آخرت میں بھی پڑھنے کا حکم دیا جائے گا، اور اس پر بڑا اجر وانعام عطا کیا جائے گا۔

قرآن مجید کی قرائت کو سننے کا حکم

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ٢٠٤)

---

[1] رقم الحديث ٢٩١٤، ابواب فضائل القرآن؛ ابو داؤد، رقم الحديث ١٤٦٤.

قال الترمذی:

هذا حديث حسن صحيح حدثنا بندار قال: حدثنا عبد الرحمن بن مهدی، عن سفيان، عن عاصم، بهذا الإسناد نحوه.

ترجمہ: اور جب قرآن کی قرائت کی جائے تو تم اُس کو توجہ سے سُنو اور خاموش رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے (سورہ اعراف)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی قرائت کو توجہ سے سننے اور اس کی قرائت کے وقت خاموش رہنے کا حکم ہے، اور اس پر عمل کرنا رحمت کا باعث ہے۔

کافروں کا قرآن سننے سے منع کرنا اور غُل مچانا

سورہ فصلت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (سورة فصلت، رقم الآية ٢٦)

ترجمہ: اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا کہ تم نہ سنو اس قرآن کو اور غل مچاؤ اس میں تاکہ تم غالب ہو جاؤ (سورہ فصلت)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کو نہ سننا اور قرآن کی تلاوت کے وقت غُل مچانا کافروں کا طریقہ ہے، جس سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

مشرکین کو قرائت سننے کے لئے آنے کی اجازت

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ (سورة التوبة، رقم الآية٦)

ترجمہ: اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو، یہاں تک کہ اللہ کا کلام سنے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ (یعنی اس کے اپنے وطن میں) پہنچا دو، یہ اس لیے ہے کہ وہ لوگ جانتے نہیں (سورہ توبہ)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی سماعت اتنا اہم عمل ہے کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے غیر

مسلم شخص کو مسلمانوں کے ملک میں آنے کی اجازت ہے، پھر اس کے بعد اس کو بخیر و عافیت اپنے وطن پہنچانے کی بھی ذمہ داری ہے۔

قرآن سن کر تکبر اختیار کرنے کا وبال

سورہ جاثیہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ .يَسْمَعُ آيَاتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ (سورة الجاثية،رقم الآيات ٧،٨)

ترجمہ: ویل ہے ہر سخت جھوٹے گناہگار کے لیے، جو سنتا ہے اللہ کی آیات کو، جو اس پر تلاوت کی جاتی ہیں، پھر اصرار (یعنی اس کو ماننے سے ضد و ہٹ دھرمی) کرتا ہے تکبر کی وجہ سے، گویا کہ اس نے ان آیات کو سنا ہی نہیں، پس خوشخبری سنا دیجئے اس کو دردناک عذاب کی (سورہ جاثیہ)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن سن کر تکبر اختیار کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا اور اوپر سے اس پر ضد و ھٹ دھرمی کرنا سخت عذاب کا باعث ہے۔

قرآن سننے پر مومنوں کی حالت

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا سَمِعُوْا مَآ أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰى أَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ .وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَاءَ نَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِيْنَ .فَأَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنَّاتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِيْنَ (سورة المائدة،رقم الآيات ٨٣ الىٰ ٨٥)

ترجمہ: اور جب سنتے ہیں وہ (مومنین) اس چیز کو جو نازل کی گئی رسول کی طرف، تو آپ دیکھیں گے ان کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں آنسوؤں سے، اس وجہ سے کہ پہچان لیا انہوں نے حق کو، وہ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو آپ لکھ لیجئے ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ۔ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اس چیز پر جو آئی ہے ہمارے پاس حق سے، اور ہم امید رکھتے ہیں اس بات کی کہ داخل کرے ہمیں ہمارا رب صالح قوم کے ساتھ۔ پھر ثواب عطاء فرمایا ان کو اللہ نے ان کے کہنے کی وجہ سے، ایسی جنتوں کا کہ جاری ہیں ان کے نیچے سے نہریں، ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں اور یہ بدلہ ہے نیکی کرنے والوں کا (سورہ مائدہ)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن سننے پر غیر اختیاری طریقہ سے آنسو بہہ جانا، ایمان کی دلیل ہے۔

اور سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ. أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (سورة الأنفال، رقم الآيات ٢ الىٰ ٤)

ترجمہ: بس مومن تو وہی ہیں کہ جب ذکر کیا جائے اللہ کا، ڈر جائیں ان کے دل، اور جب تلاوت کی جائیں ان پر اللہ کی آیتیں، زیادہ ہو جائے ان کا ایمان، اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، جو قائم کرتے ہیں نماز کو، اور ہم نے جو ان کو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہی مومن ہیں سچے، ان کے لئے درجات ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے، اور رزق ہے عزت والا (سورہ

انفال)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن سننے پر ایمان میں اضافہ ہونا، حقیقی مومن ہونے کی علامت ہے۔

قرآن سننے پر اللہ سے ڈرنے والوں کی حالت

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَللّٰہُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ إِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَاءُ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ (سورة الزمر، رقم الآیة ۲۳)

ترجمہ: اللہ نے نازل کیا بہترین کلام، ایسی کتاب ہے جو آپس میں ملتی جلتی ہے، مضامین دہرائے جاتے ہیں، رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اس سے ان لوگوں کی جلد پر، جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر نرم ہوجاتے ہیں ان کے جسم اور دل اللہ کے ذکر کی طرف، یہ اللہ کی ہدایت ہے، ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعہ سے جس کو چاہتا ہے، اور جس کو گمراہ کرے اللہ، تو نہیں ہے اس کے لئے کوئی ہدایت دینے والا (سورہ زمر)

اس سے معلوم ہوا کہ جس کے دل میں اللہ کا حقیقی خوف اور خشیت ہوتی ہے، قرآن کی وجہ سے اس کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اور اس کے بعد جسم اور دل، اللہ کے ذکر اور اس کی یاد کے لئے نرم ہوجاتا ہے، یعنی قرآن سننے پر حقیقی خوف وخشیت کی علامت یہی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عبداللہ بن مسعود سے قرائت سننا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِقْرَأْ عَلَیَّ قُلْتُ: آقْرَأُ عَلَیْکَ

وَعَلَيْکَ أُنْزِلَ؟ قَالَ: فَإِنِّیْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِیْ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النِّسَاءِ، حَتّٰی بَلَغْتُ ”فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا“ قَالَ: أَمْسِکْ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں، حالانکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دوسرے سے قرآن سننا چاہتا ہوں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کی اور جس وقت اس آیت پر پہنچا (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: وہ کیسا وقت ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے، اور آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس کرو، اور آپ کے آنسو بہہ رہے تھے (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے سے قرآن سننا بھی سنت ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن سن کر آنسو بہہ پڑیں، تو یہ ایمان وتقویٰ کی علامت ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۵۸۳، كتاب تفسير القرآن، باب فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد وجئنا بک على هؤلاء شهيدا.

[2] (وعن عبد الله بن مسعود قال :قال لی) دل على الخصوصية (رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وهو على المنبر :اقرأ علی) ، أی حتى أستمع إليک (قلت :أقرأ) ، أی أأقرأ (عليک وعليک أنزل) ، أی القرآن، والجملة حالية يعنی جريان الحكمة على لسان الحكيم أحلى، وكلام المحبوب على لسان الحبيب أولى، وهذا طريق السلف أنهم كانوا يقرء ون القرآن والحديث، والطلبة يستمعون منهم ويأخذون عنهم بالوجه الحثيث (قال :إنی أحب) ، أی فی بعض الأحوال التی يحصل للعارف فيه الكلال، كما قيل :من عرف الله كل لسانه، ومنه قوله : كلمينی يا حميراء ، وله حال أخرى يقال فيها :من عرف الله طال لسانه (أن أسمعه من غيری) جمعا بين الفضيلتين حتى قيل إن الاستماع أفضل، ولكن يحمل على أنه إذا كان للتعليم على الوجه الأكمل، وبهذا أخذ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

صحابۂ کرام کا بیٹھ کر قرآن کی قرائت سننا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسُوْا كَانَ حَدِيْثُهُمْ يَعْنِي الْفِقْهَ - إِلَّا أَنْ يَّقْرَأَ رَجُلٌ سُوْرَةً أَوْ يَأْمُرَ رَجُلًا بِقِرَاءَ ةِ سُوْرَةٍ

(مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام جب کوئی مجلس قائم فرماتے تھے، تو اُن کی فقہ کے متعلق گفتگو ہوتی تھی، مگر یہ کہ کوئی ایک آدمی (قرآن مجید کی) کوئی سورت قرائت کرتا (اور دوسرے قرائت کو سنتے) یا وہ کسی آدمی کو کسی سورت کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الخلف من القراء والمحدثين حيث يستمعون القرآن والحديث من التلامذة والطالبين، وهذا أقرب إلى الضبط بالنسبة إلى فهم المتأخرين، والأولون حيث كانوا فى مرتبة الأعلى فكانوا يدركون بالسماع الحظ الأوفر والنصيب الأعلى، وقول ابن حجر " :قال: اقرأ على وإن كان أنزل على فإنى أحب "موهم أن الرواية بالفاء ، وليس كذلك بل هى بلا فاء على ما فى النسخ المصححة (فقرأت سورة النساء حتى أتيت إلى هذه الآية "فكيف ") ، أى يصنع هؤلاء الكفرة من اليهود وغيرهم (إذا جئنا من كل أمة بشهد) أى أحضرنا منهم شهيدا عليهم بما فعلوا وهو نبيهم (وجئنا بك على هؤلاء) أى أمتك، وقال ابن الملك :أى المكذبين (شهيدا، قال :حسبك) ، أى كافيك ما قرأته (الآن) ، أى لا تقرأ شيئا آخر فإنى مشغول بالتفكير فى هذه الآية وجاء نى البكاء والحالة المانعة من استماع القرآن (فالتفت) ، أى إليه كما فى نسخة صحيحة (فإذا عيناه تذرفان) بكسر الراء ، أى تدمعان وتسيلان دمعا إما لرحمته على أمته، وإما خوفا من ظهور عظمته -تعالى -وجلالته، قال النووى :وصعق جماعات من السلف عند القراء ة ومات جماعة بسببها، ولما حكى فى التبيان عن جمع إنكار الصياح والصعق قال :الصواب عدم الإنكار إلا على من اعترف أنه يفعله تصنعا، وقال فى الأذكار :فإن عز عليه البكاء تباكى لخبر أحمد والبيهقى (إن هذا القرآن نزل بحزن وكآبة، فإذا قرأتموه فابكوا، فإن لم تبكوا فتباكوا، وتغنوا به فمن لم يتغن به فليس منا)(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۴۹۸ ، كتاب فضائل القرآن)

[1] رقم الحديث ۲۹۴،كتاب العلم، المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقى، رقم الحديث ۳۲۳.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه وله شاهد موقوف عن أبى سعيد .

وقال الذهبى فى التلخيص :على شرط مسلم.

قرائت کا حکم فرماتے (تا کہ دوسرے سنیں) (حاکم، بیہقی)

اس سے معلوم ہوا کہ چند لوگوں کا مل کر کسی قاری سے قرآن مجید کی قرائت سننا جائز اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

قرآن کی قرائت پر گرنا اور بے ہوش ہونا پسندیدہ نہیں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّـذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (سورة الفرقان، رقم الآية ۷۳)

ترجمہ: اور (نیک) وہ لوگ ہیں کہ جب نصیحت کی جاتی ہے ان کو، ان کے رب کی آیات سے، تو نہیں گرتے وہ ان پر اندھے بہرے ہو کر (سورہ فرقان)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت و قرائت کے وقت اندھے اور بہروں کی طرح گرنا پڑنا نیک لوگوں کا شیوہ نہیں، بلکہ اُن کی صفت اس کو سننا، سمجھنا اور اتباع کرنا ہے۔ [1]

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جِئْتُ أَبِيْ، فَقَالَ: أَيْنَ كُنْتَ؟ فَقُلْتُ: وَجَدْتُ أَقْوَامًا مَا رَأَيْتُ خَيْرًا مِنْهُمْ، يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فَيُرْعِدُ أَحَدُهُمْ حَتّٰى يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، فَقَعَدْتُ مَعَهُمْ، قَالَ: لَا تَقْعُدْ مَعَهُمْ بَعْدَهَا، فَرَآنِيْ كَأَنَّهُ لَمْ يَأْخُذْ ذٰلِكَ فِيَّ، فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْلُوْ الْقُرْآنَ، وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ يَتْلُوَانِ الْقُرْآنَ فَلَا يُصِيْبُهُمْ هٰذَا،

---

[1] والـذيـن إذا ذكـروا بـآيـات ربهم بالوعظ والقراء ة او بالدلالة على دلائل التوحيد والتنزيه لم يـخـروا عـليـهـا صما وعميانا اى لم يقيموا غير وأعين لها وغير متبصرين بعيون داعية متغافلين عنها كـانهـم صـم لـم يسمعوها وعمى لم يروها بل يسمعون ما يذكرون به سما ع قبول فيفهمونه ويرون الـحق فيتبعـونه والمراد نفى الحال دون الفعل كقولك لا يلقانى زيد راكبا ويقول الهاء للمعاصى المدلول عليها باللغو(التفسير المظهرى، ج۷، ص ۵۴،سورة الفرقان)

أَفَتَرَاهُمْ أَخْشَعُ لِلّٰهِ مِنْ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَرَأَيْتُ أَنَّ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ فَتَرَكْتُهُمْ (المعجم الكبير للطبراني) [1]

ترجمہ: میں اپنے والد (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا، تو انہوں نے فرمایا کہ تم کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایسے لوگوں کو پایا کہ میں نے ان سے بہتر (کسی کو) نہیں دیکھا، وہ اللہ کا ذکر کرتے تھے، ان میں سے ہر ایک کانپ جاتا تھا، یہاں تک کہ اس پر اللہ کے ڈر سے بیہوشی طاری ہو جاتی تھی، میں ان کے پاس بیٹھ گیا، تو میرے والد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم آئندہ ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھنا، میرے والد نے یہ خیال کیا کہ ان کی اس نصیحت نے مجھ پر کوئی اثر نہیں کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، آپ قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو بھی دیکھا کہ یہ دونوں بھی قرآن کی تلاوت کرتے تھے، مگر ان حضرات کی یہ حالت کبھی نہیں ہوئی، کیا تو اس (کانپنے اور اس کے بعد بے ہوش ہونے والی) جماعت کو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا سمجھتا ہے؟ (حضرت عامر کہتے ہیں کہ) میں نے دیکھا کہ حقیقت تو یہی ہے، لہٰذا میں نے اس جماعت کو چھوڑ دیا (طبرانی)

یہ روایت سند کے اعتبار سے اگرچہ ضعیف ہے، لیکن اس کی تائید دیگر متعدد روایات سے ہوتی ہے۔ [2]

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِجَدَّتِيْ أَسْمَاءَ: كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

---

[1] رقم الحديث ١٤٨٢٦، ج١٤ ص ٢٠٢، حلية الاولياء، ج٣ص١٦٧.

[2] قال الهيثمي: رواه الطبراني، وفيه عبد الله بن مصعب بن ثابت، وهو ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٧٦٥٠، باب ما جاء في الرياء)

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأُوا الْقُرْآنَ؟قَالَت: كَانُوا كَمَا نَعَتَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: تَدْمَعُ أَعْيُنُهُمْ، وَتَقْشَعِرُّ جُلُوْدُهُمْ ، قُلْتُ: فَإِنَّ نَاسًا هَاهُنَا إِذَا سَمِعُوْا ذٰلِكَ تَأْخُذُهُمْ عَلَيْهِ غَشْيَةٌ، فَقَالَتْ:أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ

(التفسير سنن سعيد بن منصور، رقم الحديث ۹۵) [1]

ترجمہ: میں نے اپنی دادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت قرآن کی قرائت کے وقت کیا ہوتی تھی؟ تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہی ہوتی تھی کہ جس کی اللہ عز وجل نے تعریف بیان فرمائی ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے، اور ان کی جلد کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے، میں نے عرض کیا کہ یہاں پر ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ قرآن کی قرائت سنتے ہیں، تو وہ بیہوش ہوجاتے ہیں، تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اللہ کے ذریعہ شیطان سے پناہ طلب کرتی ہوں (سعید بن منصور)

مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآن سننے پر ایسی حالت ہوتی تھی، جس کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان کے آنسو بہہ پڑتے تھے اور ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے، اور ان کے جسم اور دل اللہ کے ذکر اور اللہ کے حکم کی تعمیل کے لئے نرم ہوجاتے تھے، اور جو لوگ قرآن سُن کر بے ہوش ہوتے ہیں، یہ صحابۂ کرام کا طریقہ نہیں، بلکہ شیطانی اثر ہے، جس سے پناہ حاصل کرنی چاہئے۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

سَئَلْتُ أَسْمَاءَ هَلْ كَانَ أَحَدٌ مِّنَ السَّلَفِ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْخَوْفِ ؟

---

[1] قال سعد بن عبد الله بن عبد العزيز آل حميد: سنده صحيح، واختلاط حصين بن عبد الرحمن السُّلمي لا يؤثّر، لأن الراوى عنه هنا هو هشيم بن بشير، وهو ممن روى عنه قبل الاختلاط (حاشية تفسير سنن سعيد بن منصور)

فَقَالَتْ: لَا ، وَلٰكِنَّهُمَ كَانُوْا يَبْكُوْنَ (فضائل القرآن للقاسم بن سلام) [1]

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ کیا صحابہ میں سے کسی پر خوف کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہوتی تھی؟ تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نہیں! بلکہ وہ خوف کی وجہ سے صرف روتے تھے (بے ہوشی طاری نہیں ہوتی تھی) (فضائل القرآن)

حضرت ہشام بن حسان سے روایت ہے کہ:

قِيْلَ لِعَائِشَةَ: إِنَّ قَوْمًا إِذَا سَمِعُوْا الْقُرْآنَ صَعِقُوْا . فَقَالَتْ : اَلْقُرْآنُ أَكْرَمُ أَنْ تُنْزَفَ عَنْهُ عُقُوْلَ الرِّجَالِ ، وَلٰكِنَّهُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (فضائل القرآن للقاسم بن سلام) [2]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ جب قرآن کو سنتے ہیں، تو بے ہوش ہوکر گر پڑتے ہیں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ قرآن اس چیز سے پاک ہے کہ وہ لوگوں کی عقلوں کو ضائع کرے، بلکہ اس کی شان تو وہ ہے جو اللہ عزوجل نے بیان فرمائی ہے کہ رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اس سے ان لوگوں کی جلد پر، جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر نرم ہوجاتے ہیں ان کے جسم اور دل اللہ کے ذکر کی طرف (فضائل القرآن)

مطلب واضح ہے کہ قرآن تو اللہ کی کتاب ہے، جس سے ایمان اور عقل میں اضافہ ہوتا ہے، اور بے ہوش ہوکر عقل کا مغلوب ہوجانا اس کے خلاف ہے، اور قرآن سننے پر تو وہی کیفیت ہونی چاہئے، جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔

حضرت ابو حازم سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ٣٠٦، ج ١ ص ٢١٤، باب القارء يصعق عند قراءة القرآن ومن كره ذلك وعابه.

[2] رقم الحديث ٣٠٧، ج ١ ص ٢١٤، باب القارء يصعق عند قراءة القرآن ومن كره ذلك وعابه.

مَرَّ اِبْنُ عُمَرَ بِرَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ سَاقِطًا ، وَالنَّاسُ حَوْلَهُ ، فَقَالَ: مَا هٰذَا ؟ فَقَالُوْا: إِذَا قُرِءَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ أَوْ سَمِعَ اللّٰهَ يَذْكُرُ خَرَّ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ . فَقَالَ اِبْنُ عُمَرَ : وَاللّٰهِ إِنَّا لَنَخْشَى اللّٰهَ وَمَا نَسْقُطُ (فضائل القرآن للقاسم بن سلام) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا گزر عراق کے ایک شخص کے پاس سے ہوا، جو گرا پڑا تھا، اور لوگ اس کے اردگرد جمع تھے، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو کیا ہوگیا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ جب اس پر قرآن پڑھا جاتا ہے، یا یہ اللہ کا ذکر سنتا ہے، تو یہ اللہ کے خوف سے گر جاتا ہے، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! ہم بھی یقیناً اللہ سے ڈرتے ہیں، لیکن ہم گرتے نہیں (فضائل القرآن)

مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید اور اللہ کے ذکر سے گرنا، خوف اور خشیت کی دلیل نہیں، ورنہ صحابۂ کرام پر یہ کیفیت ضرور طاری ہوتی، مگر ان پر یہ کیفیت طاری نہیں ہوئی۔

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْقَوْمِ يُقْرَأُ عَلَيْهِمِ الْقُرْآنُ فَيَصْعَقُوْنَ، فَقَالَ: ذٰلِكَ فِعْلُ الْخَوَارِجِ (فضائل القرآن للقاسم بن سلام) [2]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جب ان کے سامنے قرآن کی قرائت کی جاتی ہے، تو بے ہوش ہوکر گر پڑتے ہیں؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ خوارج کا فعل ہے (فضائل القرآن)

خوارج کی جماعت اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، اور قرآن کی تلاوت پر بے ہوش ہوکر گر پڑنا ان کا فعل ہے، اہل السنۃ والجماعۃ کا فعل نہیں۔

حضرت حمران بن عبدالعزیز اور جریر بن حازم سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۳۰۵، ج ۱ ص ۲۱۴، باب القارء یصعق عند قراءۃ القرآن ومن کرہ ذلک وعابہ.

[2] رقم الحدیث ۳۰۸، ج ۱ ص ۲۱۴، باب القارء یصعق عند قراءۃ القرآن ومن کرہ ذلک وعابہ.

أَنَّهُمَا سَمِعَا مُحَمَّدَ بْنَ سِيْرِيْنَ، وَقَدْ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُقْرَأُ عِنْدَهُ الْقُرْآنُ فَيَصْعَقُ، فَقَالَ: مِيْعَادُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ أَنْ نَجْلِسَ عَلٰى حَائِطٍ ثُمَّ يُقْرَأُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ مِنْ أَوَّلِهٖ إِلٰى آخِرِهٖ فَإِنْ وَقَعَ فَهُوَ كَمَا قَالَ (فضائل القرآن للقاسم بن سلام)[1]

ترجمہ: ان دونوں نے (جلیل القدر تابعی) حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کو سُنا جب ان سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جب اس کے سامنے قرآن کی قرائت کی جاتی ہے، تو وہ بے ہوش ہوکر گر پڑتا ہے، تو حضرت ابنِ سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کا طریقہ یہ ہے کہ ہم ایک (اونچی) دیوار پر بیٹھیں، پھر اس کے سامنے اول سے آخر تک قرآن مجید کی قرائت کی جائے، پھر اگر وہ دیوار سے نیچے گر پڑے، تو یہ واقعہ کے مطابق ہوگا (ورنہ تصنع اور ریاء کاری کے طور پر بے ہوش ہونا ہوگا) (فضائل القرآن)

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا مقصد یہ تھا کہ قرآن سننے پر بے ہوش ہوکر گر پڑنا صرف ریا کاری اور دکھلاوا یا ڈھونگ ہے، جس کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ہمیں اور اس کو دیوار پر اونچی جگہ بٹھا دیا جائے، اور پھر شروع سے آخر تک پورا قرآن پڑھا جائے، پھر بھی اگر وہ گر پڑے، تو وہ سچا ہوگا، لیکن وہ گرے گا نہیں، کیونکہ اس میں اسے جان کا خطرہ ہوگا۔

حضرت محمد بن سیرین نے ایسا معیار بتلا دیا کہ جو قیامت تک آنے والے اس طرح کے نمائشی لوگوں کے لئے بڑا چیلنج ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کو اخلاص کے ساتھ پڑھنے اور سننے کے عظیم فضائل ہیں، مگر اس میں ریا کاری، یا کسی قسم کا تصنع وغیرہ نہیں ہونا چاہیے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] رقم الحديث ٣٠٩، ج ا ص ٢١٥، باب القارىء يصعق عند قراءة القرآن ومن كره ذلك وعابه.

(فصل نمبر 1)

قرآن مجید کو خوش آوازی سے پڑھنے کا حکم

قرآن مجید کو حسنِ صوت یعنی خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا افضل ہے، جس کا کئی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

لیکن خوش آوازی سے پڑھنا، اسی وقت تک جائز اور باعثِ ثواب ہے، جب تک تجوید کے ساتھ پڑھنے کی رعایت رہے، اور خوش آوازی میں اتنا تکلف اور تصنع اختیار کرنا درست نہیں کہ جس کی وجہ سے قرآن کے حروف میں کمی زیادتی یا تغیر پیدا ہو جائے اور یہ کیفیت موسیقی کے طرز پر پڑھنے سے پیدا ہوتی ہے۔

آگے اس مسئلہ کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اللہ خوش آوازی والی قرائت کو توجہ سے سنتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ سَـمِـعَ رَسُـوْلَ الـلّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ، يَجْهَرُ بِهٖ (مسلم) [1]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کسی چیز کو اس طرح کان لگا کر (یعنی توجہ کے ساتھ) نہیں سنتا، جتنا خوش آواز نبی کے عمدہ و موزوں لب ولہجہ میں بآوازِ بلند قرآن پڑھنے کو سنتا ہے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جتنی توجہ کے ساتھ نبی کے اچھی اور بلند آواز سے قرآن کی تلاوت

---

[1] رقم الحدیث ۷۹۲ ”۲۳۳“ کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن.

کرنے کو سنتا ہے، اتنا کسی اور چیز کو توجہ سے نہیں سنتا، جس سے قرآن مجید کو اچھی اور بلند آواز سے پڑھنے کی فضیلت معلوم ہوئی، بشرطیکہ اعتدال پر ہو۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَللّٰہُ أَشَدُّ أَذَناً إِلَی الرَّجُلِ الْحَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَیْنَۃِ إِلٰی قَیْنَتِہٖ (موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان، رقم الحدیث ۶۵۹، کتاب المواقیت، باب القراءۃ بالصوت الحسن) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اچھی آواز والے آدمی کے قرآن کو زیادہ توجہ کے ساتھ سنتا ہے، اس کے مقابلے میں جتنی توجہ کے ساتھ گانے والی کو اس کا آقا (اور مالک) سنتا ہے (موارد)

مطلب یہ ہے کہ گانے والی کے گانے کو جتنی توجہ سے سنا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ توجہ سے قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ تلاوت کرنے والے کی قرائت کو سنتا ہے۔

مذکورہ حدیث سے بھی قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ تلاوت وقرائت کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھنے کی ناپسندیدگی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدّارانی:
رجاله ثقات، ومیسرة مولی فضالة ترجمه البخاری فی الکبیر۷/۳۷۵۔ ۳۷۶ولم یورد فیه جرحاً ولا تعدیلا وتبعه علی ذلک ابن أبی حاتم فی "الجرح والتعدیل۸/۲۵۳"، ووثقه ابن حبان، وذکره أبو زرعة فی الطبقة العلیا التی تلی الصحابة، ولکن فی سماع إسماعیل منه نظر، فإن کان سمعه فالإسناد جید (حاشیة موارد الظمآن)

(بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو ''تغنی'' (یعنی خوش آوازی) سے نہیں پڑھتا، وہ ہم میں سے نہیں (بخاری)

حضرت عبیداللہ بن ابی یزید سے روایت ہے کہ:

مَرَّ بِنَا أَبُوْ لُبَابَةَ، فَاتَّبَعْنَاهُ حَتّٰى دَخَلَ بَيْتَهُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ، فَإِذَا رَجُلٌ رَثُّ الْبَيْتِ رَثُّ الْهَيْئَةِ، فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ قَالَ فَقُلْتُ لِابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، أَرَأَيْتَ إِذَا لَمْ يَكُنْ حَسَنَ الصَّوْتِ؟ قَالَ: يُحَسِّنُهُ مَا اسْتَطَاعَ (سنن أبي داود) [2]

ترجمہ: ابولبابہ ہمارے پاس سے گزرے ہم ان کے پیچھے پیچھے چل دیئے، یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے، ان کے ساتھ ہم بھی گھر میں داخل ہوئے، ہم نے دیکھا کہ ایک شخص سادے گھر اور سادی حالت میں بیٹھا ہے، اور میں نے اس شخص کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے، عبدالجبار راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے پوچھا کہ اے ابو محمد! اگر کوئی شخص خوش آواز نہ ہو، تو کیا کرے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ جہاں تک ممکن ہو اچھی آواز سے پڑھے (ابوداؤد)

مذکورہ احادیث میں ''تغنی'' کے معنیٰ اکثر علماء کے نزدیک خوش آوازی کے ہیں، اور مطلب

---

[1] رقم الحديث ٧٥٢٧، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: وأسروا قولكم أو اجهروا به، إنه عليم بذات الصدور، ألا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير.

[2] رقم الحديث ١٤٧١، كتاب الصلاة، ابواب الوتر، باب استحباب الترتيل فى القراءة.
قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية سنن ابى داؤد)

یہ ہے کہ قرآن مجید کو اپنی حسبِ قدرت اچھی آواز سے نہ پڑھنا ناپسندیدہ ہے، اور یہی معنیٰ زیادہ راجح ہیں، جس کی تائید ابو داؤد کی گزشتہ روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں ''تغنی'' کے معنیٰ راوی نے یہی سمجھے، اسی لئے جواب میں یہ فرمایا گیا کہ جتنی خوش آوازی سے ممکن ہو، اتنی خوش آوازی سے قرائت کرے۔

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات نے مذکورہ حدیث میں ''تغنی'' کے معنیٰ استغناء کے مراد لئے ہیں، اور یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جو شخص قرآن مجید کے ذریعہ سے لوگوں سے استغناء نہ کرے، یعنی قرآن پڑھ کر لوگوں سے مال یا جاہ کا طالب ہو، تو وہ ہم میں سے نہیں۔ [1]

امام بغوی مذکورہ حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ:

وَسُئِلَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ، عَنْ هٰذَا، فَقَالَ: كَانَتِ الْعَرَبُ تَتَغَنّٰى إِذَا رَكِبَتِ الْإِبِلَ، وَإِذَا جَلَسَتْ فِي الْأَفْنِيَةِ، وَعَلٰى أَكْثَرِ أَحْوَالِهَا، فَلَمَّا نَزَلَ الْقُرْآنُ أَحَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّكُوْنَ الْقُرْآنُ هِجِّيْرَاهُمْ مَكَانَ التَّغَنِّيْ (شرح السنة للبغوى) [2]

ترجمہ: اور ابنِ اعرابی سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ عرب کے لوگوں کی عادت یہ تھی کہ وہ اونٹ کی سواری کے وقت اور کھلی جگہوں میں بیٹھ کر اور اکثر حالتوں میں گانا گایا کرتے تھے، پھر جب قرآن نازل ہو گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند فرمایا کہ ان کے گانے کی جگہ قرآن ان کا رفیق اور ہمدرد بن جائے (شرح السنہ)

---

[1] والمراد بالتغنى تحسين الصوت ترقيقه وتحزينه كما قال به الشافعى وأكثر العلماء، وقال سفيان بن عيينة وتبعه جماعة :معناه الاستغناء به عن الناس، وقيل عن غيره من الأحاديث والكتب، وقال الأزهرى :يتغنى به يجهر به كما يدل عليه الرواية الأخرى، والحمل على الاستغناء خطأ من حيث اللغة اهـ وقد أخطأ فى التخطئة من حيث اللغة إذ فى النهاية رجل ربطها تغنيا، أى استغناء بها عن الطلب من الناس، ومن لم يتغن بالقرآن، أى من لم يستغن به عن غيره، وقيل :أراد من لم يجهر به، وقيل :معناه تحسين القراءة وترقيقها(مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۴۹۷، كتاب فضائل القرآن)

[2] ج۴ص۴۸۶، كتاب فضائل القرآن، باب التغنى بالقرآن.

اور فیض الباری شرح بخاری میں ہے کہ:

قَوْلُهٗ: (مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ) ...إلخ. قَالَ ابْنُ الْأَعْرَابِيّ إِمَامُ اللُّغَةِ فِيْ تَفْسِيْرِهٖ: مَنْ لَّمْ يَضَعِ الْقُرْآنَ مَوْضِعَ غِنَاءِهٖ ....إلخ. وَتَفْصِيْلُهٗ أَنَّ الْمَرْءَ إِذَا اِعْتَادَ بِالْغِنَاءِ يُغْلَبُ عَلَيْهِ وَلَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّتْرُكَهٗ، وَلِذَا تَرٰى الْمُغَنِّيَ لَا يَزَالُ يُدَنْدِنُ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ، فَعَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الَّذِيْ عَلَيْهِ أَنْ يَّكُفَّ عَنْهُ، وَيَجْعَلُ الْقُرْآنَ دَنْدَنَتَهٗ وَغِنَاءَهٗ، حَتّٰى يَأْخُذَ الْقُرْآنُ مَأْخَذَهٗ، وَيَغْلِبُ عَلَيْهِ كَغَلَبَتِهٖ، وَيَجْلُوْ بِهٖ أَحْزَانَهٗ وَهُمُوْمَهٗ، كَجَلَائِهٖ مِنْهُ ......وَلَا بَأْسَ بِحُسْنِ الصُّوْتِ إِذَا احْتَرَزَ اللَّحْنَ وَالتَّغْيِيْرَ فِي الْإِعْرَابِ (فیض الباری شرح البخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ جو شخص قرآن کو تغنی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں، ابنِ اعرابی جو لغت کے امام ہیں، اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن کو گانے کے بدلہ میں اختیار نہیں کیا، وہ ہم میں سے نہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی جب گانے کا عادی ہو جاتا ہے، تو گانا اس پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے، اور گانے کو چھوڑنا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے آپ گانے والے کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہر وقت میں گانے کو گنگناتا رہتا ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ تعلیم دی کہ اس پر گانے سے رکنا لازم ہے، اور قرآن کو اپنے گنگنانے اور گانے کی جگہ اختیار کرلے، یہاں تک کہ قرآن اس کی جگہ آجائے، اور قرآن اس پر غلبہ حاصل کرلے، جیسا کہ گانے نے غلبہ حاصل کیا تھا، اور وہ قرآن کے ذریعہ اپنے غموں اور فکروں کو دور کرے، جیسا کہ وہ گانے سے دور کرنا چاہتا تھا............ اور قرآن کو اچھی آواز میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں،

---

[1] ج۵، ص ۴۸۴، ۴۸۵، کتاب فضائل القرآن، باب من لم یتغن بالقرآن.

بشرطیکہ لحن اور اعراب میں تبدیلی سے اجتناب کرے (فیض الباری)

معلوم ہوا کہ حسنِ صوت اور اچھی آواز سے قرآن پڑھنا، درحقیقت شعروشاعری اور گانے کا نعمُ البدل ہے، اور انسان کو چاہئے کہ شعروشاعری اور گانے کے بجائے قرآن مجید کو اچھی آواز میں پڑھ یا سُن کر تسکین اور فرحت حاصل کیا کرے۔

قرآن کو اپنی آوازوں سے مزیّن کرنے کا حکم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زَيِّنُوْا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ، فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا (مستدرک حاکم) [1]

---

[1] رقم الحدیث ۲۱۲۵، ج ۱ ص ۷۶۸، کتاب فضائل القرآن. سنن الدارمی، رقم الحدیث ۳۵۴۴
قال حسين سليم اسد الدراني:
إسناده صحيح (حاشيه سنن الدارمي)
وقال الالباني:
زينوا القرآن بأصواتكم، فإن الصوت الحسن يزيد القرآن حسنا ."أخرجه تمام في " الفوائد (۱۵۹/۲)"والحاكم (۵۷۵/۱)من طريق صدقة بن أبي عمران عن علقمة بن مرثد عن زاذان عن البراء رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : فذكره.قلت :سكت عنه الحاكم والذهبي، وإسناده جيد على شرط مسلم .وفي صدقة كلام لا يضر، وقد قال الذهبي فيه وكذا الحافظ " :صدوق ."وللشطر الأول منه طرق أخرى عن البراء ، خرجتها في "صحيح أبي داود(۱۳۲۰) "وذكرت له هناك شواهد من حديث أبي هريرة وعائشة وأزيد هنا شاهدا آخر من حديث ابن مسعود مرفوعا بلفظ " :حسن الصوت تزيين للقرآن ."رواه ابن سعد(۹۰/۶)وابن نصر (ص ۵۴) عن سعيد بن زربي قال :حدثنا حماد عن إبراهيم عن علقمة بن قيس قال " :كنت رجلا قد أعطاني الله حسن صوت في القرآن ، فكان عبد الله يستقرئني ويقول :اقرأ فداك أبي وأمي، فإني سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول :"فذكره.قلت :وهذا إسناد رجاله ثقات غير سعيد بن زربي وهو منكر الحديث كما قال الحافظ في "التقريب ."(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۷۷۱)
وقال ایضاً:
(زينوا أصواتكم بالقرآن). منكر مقلوب تفرد بروايته -هكذا -الخطابي في "معالم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزیّن کیا کرو، کیونکہ اچھی آواز قرآن کے حسن کو زیادہ کرتی ہے (حاکم)

مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید ویسے ہی زینت و جمال سے بھری ہوئی کتاب ہے، اور جب اس کو اچھی آواز سے پڑھا جاتا ہے، تو اس کی زینت اور حسن و جمال میں اضافہ ہو جاتا ہے، اس لئے قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

خوش آوازی، قرآن کی زینت ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: إِنَّ حُسْنَ الصَّوْتِ تَزْيِيْنٌ لِلْقُرْآنِ (مسند البزار) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

السنن(۱۳۸/۲)"من طريق الدبرى عن عبد الرزاق :أخبرنا معمر عن منصور عن طلحة عن عبد الرحمن بن عوسجة عن البراء أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال ...: فذكره. قلت :وهو إسناد ضعيف، ومتن منكر مقلوب، ولولا أن الخطابى -عفا الله عنا وعنه -أورده مصححا إياه، ومحتجا به على أن اللفظ الذى فى "سنن أبى داود "وغيره من طريق الأعمش عن طلحة بلفظ:
"زينوا القرآن بأصواتكم"، مقلوب عنده ! لولا ذلك لما تكلفت مؤنة الرد عليه، وبيان خطأ ما ذهب إليه رواية ومعنى (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۵۳۲۶)

[1] رقم الحديث ۱۵۵۳، ج۴ص ۳۵۳، مسند عبدالله بن مسعود رضى الله عنه ؛ مختصر قيام الليل لمحمد بن نصر المروزى، رقم الحديث ۱۵۱.
قال الالبانى :
حسن الصوت زينة القرآن ."رواه أبو نعيم فى "الأربعين الصوفية (۱/۶۲)"من طريق الطبرانى عن عبدالغفار بن داود حدثنا أبو عبيدة سعيد بن زربى، ومن طريق أحمد بن القاسم بن مساور حدثنا على بن الجعد حدثنا أبو معاوية العبادانى قالا :حدثنا حماد بن أبى سليمان عن إبراهيم النخعى عن علقمة بن قيس قال: كنت رجلا قد أعطانى الله حسن الصوت بالقرآن، فكان عبد الله بن مسعود يرسل إلى فأقرأ عليه، قال فكنت إذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ بے شک اچھی آواز قرآن کی زینت ہے (بزار)

مطلب اس کا بھی وہی ہے، جو گزرا کہ اچھی آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے اس کی زینت پیدا ہوتی ہے، لہٰذا قرآن مجید کو اچھی آواز میں پڑھنا چاہئے۔

بعض روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ ہر چیز کا ایک زیور ہوتا ہے، اور قرآن کا زیور اچھی آواز ہے۔

مگر یہ روایات سند کے اعتبار سے ضعیف اور کمزور قرار دی گئی ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فرغت من قرائتي قال :زدنا من هذا فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : فذكره .وهو في معجم الطبراني (رقم ١٠٠٢٣) من طريق عبد الغفار به،ويكنى بأبي صالح الحراني .ورواه ابن عدي(١/٢٧١)من طريق قيس بن الربيع عن حماد بن أبي سليمان به.قلت :وهذا إسناد حسن، مدار طرقه على حماد بن أبي سليمان وهو صدوق له أوهام كما في "التقريب "، ومن فوقه من رجال الشيخين .ويشهد له حديث البراء ":زينوا القرآن بأصواتكم ."وهو مخرج في "صحيح أبي داود(١٣٢٠) "(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث١٨١٥)

[1] حدثنا سلمة بن شبيب، ثنا عبد الرزاق، ثنا عبد الله بن المحرر، عن قتادة، عن أنس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لكل شيء حلية، وحلية القرآن الصوت الحسن .

قال البزار :تفرد به عبد الله بن المحرر، وهو ضعيف الحديث(كشف الأستار عن زوائد البزار،رقم الحديث٢٣٣٠،باب حلية القرآن)

قال الهيثمي: رواه البزار، وفيه عبد الله بن محرز وهو متروك(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١١٧٠٦)

وقال محمد بن طاهر المقدسي : حديث :لكل شيء حلية ، وحلية القرآن الصوت الحسن .رواه عبد الله بن محرر :عن قتادة ن عن أنس .وعبد الله متروك الحديث (ذخيرة الحفاظ، رقم الحديث ٤٤٨٤)

حدثنا محمد بن إبراهيم العسال، نا إسماعيل بن عمرو، ثنا محمد بن مروان، عن ابن جريج، عن عطاء ، عن ابن عباس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لكل شيء حلية، وحلية القرآن حسن الصوت.لم يرو هذا الحديث عن ابن جريج إلا محمد بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عبداللہ بن قیس کی حسنِ قرائت کی تعریف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَسَمِعَ قِرَاءَ ةَ رَجُلٍ، فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ فَقِيْلَ: هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ قَيْسٍ، فَقَالَ: لَقَدْ أُوتِيَ هٰذَا مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوُدَ(سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، تو ایک آدمی کی قرائت کی آواز سنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا کہ یہ عبداللہ بن قیس ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو آلِ داؤد کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مروان "(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۷۵۳۱)

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط، وفيه إسماعيل بن عمرو البجلی وهو ضعيف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۷۰۵)

و قال الالبانی:

(لكل شیء حلية، وحلية القرآن الصوت الحسن) . ضعيف رواه البزار ۲۳۳۰ كشف) ، وابن عدی(۱/۲۰۹)عن عبد الله ابن محرر، عن قتادة، عن أنس مرفوعا .ومن هذا الطريق رواه ابن عبد الهادی فی "هداية الإنسان(ص/۱۹۸) "وقال ابن عدی ":وعبد الله بن محرر؛ ضعيف."قلت :بل هو متروک؛ كما قال الحافظ فی "التقريب." وروى من طريق الفضل بن حرب البجلی :حدثنا عبد الرحمن بن بديل، عن أبيه، عن أنس مرفوعا به . أخرجه الخطيب فی "التاريخ(۷/۲۶۸)"والسلفی فی "الطيوريات (۱/۸۴)" قلت :والفضل هذا؛ مجهول لا يعرف. وروى عن إسماعيل بن عمرو :حدثنا محمد بن مروان، عن ابن جريج، عن عطاء ، عن ابن عباس مرفوعا.

ومحمد بن مروان هذا؛ هو السدی الأصغر؛ متهم بالكذب(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۴۳۲۲)

[1] رقم الحديث ۱۳۴۱ ، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب فی حسن الصوت بالقرآن.

قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح، وهذا إسناد حسن(حاشية سنن ابنِ ماجه)

بانسری کی طرح کی آواز عطا کی گئی ہے (ابوداؤد)

اس طرح کا واقعہ ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

مذکورہ حدیث میں بانسری سے مراد اچھی اور خوبصورت آواز ہے، کیونکہ حضرت داؤد صلی اللہ علیہ وسلم اچھی اور عمدہ آواز کے ساتھ زبور کی تلاوت اور اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کے ساتھ پہاڑ اور پرندے وغیرہ بھی شرکت کیا کرتے تھے۔ [2]

جس کی طرف قرآن مجید میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ [3]

قرآن مجید کو تجوید کے قواعد کی رعایت کے ساتھ ساتھ خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا قرآن مجید کے حُسن وتزیین کا باعث ہے، جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، اور اس طرح قرآن مجید کی تلاوت اور اُس کی سماعت دِلوں میں زیادہ اثر کرنے اور ایمان کی زیادتی اور قرآن مجید کے مضامین ومعانی میں تدبُّر اور غور وفکر کرنے کا ذریعہ ہے۔

حضرت عمر کا اچھی آواز والے قاری سے قرائت سننا

حضرت ابومشجعہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُـمَـرَ بْـنَ الْـخَـطَّابِ كَانَ يُقَدِّمُ الشَّابَّ الْحَسَنَ الصَّوْتِ لَحُسْنِ صَوْتِهِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ (مستخرج ابی عوانة) [4]

---

[1] عـن أبـى موسى رضى الله عنه، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال له :يا أبا موسى لقد أوتيت مزمارا من مزامير آل داود(بخارى، رقم الحديث ٥٠٤٨)

[2] قـولـه(مزماراً)(قض (الـمـزمـار) هـاهـنـا مستعار للصوت الحسن والنغمة الطيبة، أى أعطيت حسـن صـوت يشبـه بـعـض الـحـسـن الذى كان لصوت داود عليه الصلاة والسلام(شرح المشكاة للطيبى، ج١٢ ص٣٩٢٨، كتاب المناقب، باب جامع المناقب)

[3] وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ (سورة الانبياء، رقم الآية ٧٩)
وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ .إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ . وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ (سورة صٓ، رقم الآيات ١٧ الىٰ ١٩)

[4] رقم الحديث ٣٩٢٦، كتاب الحج،باب بيان نزول الملائكة لقراء ة سورة البقرة ودنوها من القارء، وفضل البيت الذى تقرأ فيه سورة البقرة على غيره.

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اچھی آواز والے نوجوان کو اس کی اچھی آواز کی وجہ سے مہاجرین اور انصار کے سامنے قرائت (وامامت) کے لئے پیش کیا کرتے تھے (ابوعوانہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اچھی آواز والے قاری سے قرآن مجید سننا یہاں تک کہ نماز میں اس کو امام بنانا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

خوش آوازی سے قرائت کرنے کی علامت

قرآن مجید میں خوش آوازی اُسی وقت تک مطلوب اور محمود و پسندیدہ ہے، جب تک اس کو اللہ کا کلام سمجھ کر پڑھا جائے، اور اس میں موسیقی اور گانے کے طرز و طریقہ سے بچا جائے۔ [1]
اسی وجہ سے کئی احادیث میں قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کی تفسیر اللہ کی خشیت اور ڈر سے کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَـالَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ صَوْتًا بِـالْـقُـرْآنِ، اَلَّذِیْ إِذَا سَمِعْتُمُوْهُ يَقْرَأُ، حَسِبْتُمُوْهُ يَخْشَى اللّٰهَ (سنن ابن ماجه) [2]

---

[1] (زينوا بأصواتكم بالقرآن) أى الهجوا بقراء ته واشغلوا أصواتكم به واتخذوه شعارا وزينة لأصواتكم (فإن الصوت الحسن يزيد القرآن حسنا) وفى أدائه بحسن الصوت وجودة الأداء بعث للقلوب على استماعه وتدبره والإصغاء إليه قال التوربشتى :هذا إذا لم يخرجه التغنى عن التجويد ولم يصرفه عن مراعاة النظم فى الكلمات والحروف فإن انتهى إلى ذلک عاد الاستحباب كراهة وأما ما أحدثه المتكلفون بمعرفة الأوزان والموسيقى فيأخذون فى كلام الله مأخذهم فى التشبيب والغزل فإنه من أسوأ البدع فيجب على السامع النكير وعلى التالى التعزير وأخذ جمع من الصوفية منه ندب السماع من حسن الصوت وتعقب بأنه قياس فاسد وتشبيه للشىء بما ليس مثله وكيف يشبه ما أمر الله به بما نهى عنه(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۴۵۷۷)

[2] رقم الحديث ۱۳۳۹ ، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب فى حسن الصوت بالقرآن.
قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره ان شاء الله (حاشية سنن ابنِ ماجه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں قرآن مجید کو زیادہ اچھی آواز (سے پڑھنے) والا وہ شخص ہے کہ جب تم اُس کو قرائت کرتے ہوئے سُنو تو تم یہ سمجھو کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے (ابنِ ماجہ)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحْسَنُ النَّاسِ صَوْتًا بِالْقُرْآنِ؟ قَالَ: مَنْ إِذَا سَمِعْتَ قِرَاءَ تَـہُ رَأَیْتَ أَنَّـہُ یَخْشَی اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ (المعجم الأوسط للطبرانی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قرآن مجید کو زیادہ اچھی آواز (سے پڑھنے) والا کون شخص ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہے کہ جس کی قرائت کو آپ سُنیں تو آپ (اس کی قرائت سن کر) یہ سمجھیں کہ وہ اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے (طبرانی)

اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۲۰۷۴، ج۲ص ۳۱۱، باب الالف؛ مسند الرویانی، رقم الحدیث ۱۴۰۴،تاریخ أصبهان، ج ۱، ص ۳۵۶.

قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط، وفیه حمید بن حماد بن خوار، وثقه ابن حبان، وقال :ربما أخطأ، وبقیة رجال البزار رجال الصحیح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۱۶۹۷،باب أی الناس أحسن قراء ة)

وقال ابن حجر:

هذا حدیث حسن(نتائج الأفكارفی تخریج أحادیث الأذكار ،ج۳،ص ۲۲۰،فصل:جاء ت آثار بفضیلة رفع الصوت بالقراء ة وآثار بفضیلة الإسرار، المجلس ۱۷۲)

[2] عن طاووس، عن ابن عباس، قال :سئل النبی صلی الله علیه وسلم من أحسن الناس قراء ة؟ قال " :من إذا قرأ رأیت أنه یخشی الله عز وجل(شعب الإیمان،رقم الحدیث۱۹۵۸)

عن طاووس، عن ابن عباس رضی الله تعالی عنه، قال :سأل النبی صلی الله علیه وسلم :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جب تلاوت کرنے والا قرآن مجید کو اللہ کی کتاب سمجھ کر اچھی آواز کے ساتھ پڑھتا ہے، تو اُس میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف ہوتا ہے، جو اُس کی آواز سے ظاہر ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے وہ قرآن مجید کو دوسرے کلام اور بالخصوص موسیقی کے طرز سے پڑھنے سے اجتناب کرتا ہے؛ اس لئے قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے میں جب اللہ تعالیٰ کی خشیت وخوف کے آثار ظاہر ہوں گے، تو اس کو اُس اچھی آواز سے پڑھنا قرار دیا جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اور اسی وجہ سے ایسے انداز میں قرآن کی قرائت کرنے اور سننے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اور دل اللہ اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

"من أحسن الناس قراء ة؟ قال :من إذا سمعته يقرأ رأيت أنه يخشى الله(حلية الأولياء ، للأصبهاني، ج٢،ص٧٧)

ورواه الضياء فى "المختارة(٢/١٣/٦٣) "من طريق سفيان عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس مثل لفظ الترجمة .ورجاله ثقات .فهو صحيح الإسناد إن كان ابن جريج سمعه من عطاء .وهو مما يرجح اللفظ الذى صححته من جهة(سلسلة الأحاديث الصحيحة، ج٤،ص١١٢)

عن الزهرى قال :بلغنا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :إن من أحسن الناس صوتا بالقرآن، الذى إذا سمعته يقرأ، رأيت أنه يخشى الله عز وجل(الزهد والرقائق لابن المبارك، رقم الحديث ١١٤)

عن طاووس ، قال :سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم :أى الناس أحسن قراء ة ؟ قال :الذى إذا سمعته يقرأ رأيت أنه يخشى الله(مصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ٨٨٣٤،فى حسن الصوت بالقرآن)

قال ابن حجر:وهو مرسل حسن السند(نتائج الأفكار فى تخريج أحاديث الأذكار، ج٣،ص٢٢٠،فصل :جاء ت آثار بفضيلة رفع الصوت بالقراء ة وآثار بفضيلة الإسرار، المجلس ١٧٢)

[1] وعن طاووس مرسلا قال :سئل النبى -صلى الله عليه وسلم -أى الناس أحسن صوتا للقرآن) قيل :اللام للتبيين (وأحسن قراء ة) ، أى :ترتيلا وأداء (قال :من إذا سمعته يقرأ أريت) بصيغة المجهول، أى :حسبته وظننته (أنه يخشى الله) وتأثر قلبك منه، أو ظهر عليه آثار الخشية كتغير لونه، وكثرة بكائه، قال الطيبى :وكان الجواب من أسلوبه الحكيم حيث اشتغل فى الجواب عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر اللہ تعالیٰ کی خشیت وخوف سے محروم ہوکر اور اس سے بڑھ کر موسیقی اور گانے کی طرز پر یا دنیاوی مال ودولت اور قدر ومنزلت حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو پھر یہی تلاوت انسان کی ترقی کے بجائے تنزلی کا باعث ہوجاتی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا افضل ہے، اور اچھی آواز سے پڑھنے کی علامت یہ ہے کہ اس کی قرائت سننے والے کا دل یہ گواہی دے کہ یہ قرآن کی قرائت کرنے والا، اللہ سے خشیت رکھتا یعنی ڈرتا ہے۔

وَاللهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الصوت الحسن بما يظهر الخشية فى القارىء والمستمع (مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۵۰۶، كتاب فضائل القرآن)

(أحسن الناس قراء ة) للقرآن القارء (الذى إذا قرأ رأيت) أى علمت (أنه يخشى الله) أى يخافه لأن القراءة حالة تقتضى مطالعة جلال الله وعرفان صفاته ولذلك الحال آثار تنشأ عنها الخشية من وعيد الله وزواجر تذكيره وقوارع تخويفه فمن تلبس بهذا الحال وظهرت عليه هيبة الجلال فهو أحسن الناس قراءة لما دل عليه حاله من عدم غفلة قلبه عن تدبر مواعظ ربه وخشية الله سبب لولوج نور اليقين فى القلب والتلذذ بكلام الرب ولم يكن كذلك فالقرآن لا تجاوز حنجرته(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۲۵۲)

(فصل نمبر 2)

قرآن مجید کو موسیقی کے طرز پر پڑھنے کی ممانعت

جہاں ایک طرف احادیث میں قرآن مجید کو حسنِ صوت اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب اور فضیلت آئی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

وہاں دوسری طرف قرآن مجید کو موسیقی اور گانے کی طرز پر پڑھنے کی مذمت اور برائی کا بھی ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت عابس غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: بَادِرُوْا بِالْمَوْتِ سِتًّا: إِمْرَةَ السُّفَهَاءِ، وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ، وَقَطِيْعَةَ الرَّحِمِ، وَنَشْوًا يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْآنَ مَزَامِيْرَ يُقَدِّمُوْنَهُ يُغَنِّيْهِمْ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٦٠٤٠) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ چھ چیزوں سے پہلے موت پر سبقت کرو (یعنی ان چیزوں کے ایجاد ہونے سے پہلے موت بہتر ہے) ایک تو بیوقوفوں کی حکومت سے، دوسرے پولیس کی کثرت سے، تیسرے فیصلوں کی خرید وفروخت سے، چوتھے خون (بہانے) کو ہلکا سمجھنے سے، پانچویں قطع رحمی سے، چھٹے ایسی (نوخیز) نسل کے لوگوں سے جو قرآن کو گانا بنائیں گے، گانے والے کو اپنے آگے کریں گے، اگرچہ یہ (قرآن کو گانے والا)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
حدیث صحیح (حاشیة مسند احمد)

ان میں دین کی سمجھ کے اعتبار سے کم ترین ہوگا (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَتَخَوَّفُ عَلٰى أُمَّتِهٖ سِتَّ خِصَالٍ: إِمْرَةُ الصِّبْيَانِ، وَكَثْرَةُ الشُّرَطِ، وَالرِّشْوَةُ فِى الْحُكْمِ، وَقَطِيْعَةُ الرَّحِمِ، واسْتِخْفَافٌ بِالدَّمِ، وَنَشْوٌ يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْآنَ مَزَامِيْرَ يُقَدِّمُوْنَ الرَّجُلَ لَيْسَ بِأَفْقَهِهِمْ وَلَا أَفْضَلِهِمْ يُغَنِّيْهِمْ غِنَاءً (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٦٢، ج١٨ ص٣٧)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ اپنی امت پر چھ چیزوں کا خوف فرما رہے تھے، بچوں کی حکومت سے، اور پولیس کی کثرت سے، اور فیصلوں میں رشوت سے، اور قطع رحمی سے، اور خون (بہانے) کو ہلکا سمجھنے سے، اور ایسی (نوخیز) نسل کے لوگوں سے جو قرآن کو گانا بنائیں گے، اپنے میں سے ایک ایسے آدمی کو آگے بڑھائیں گے جو اُن میں دین کی زیادہ سمجھ رکھنے والا اور افضل نہیں ہوگا (وہ اُسے صرف اس لیے آگے کریں گے کہ) وہ (قرآن کو) اُن کے سامنے گا گا کر سنائے گا (طبرانی)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ کی سند سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ [1]

اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وأَصْوَاتِهَا، وَإِيَّاكُمْ ولُحُوْنَ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ، وَأَهْلِ الْفِسْقِ،

---

[1] قال عوف بن مالك :يا طاعون خذني إليك قال :فقالوا :أليس قد سمعت رسول الله ﷺ يقول " :ما عمر المسلم كان خيرا له؟ "قال :بلى ولكني أخاف ستا إمارة السفهاء، وبيع الحكم، وكثرة الشرط، وقطيعة الرحم، ونشء ينشئون يتخذون القرآن مزامير، وسفك الدم (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٣٩٧٠)

قال شعيب الارنؤوط : صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ بَعْدِي قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيعَ الْغِنَاءِ وَالرَّهْبَانِيَّةِ وَالنَّوْحِ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ، وَقُلُوْبُ مَنْ يُّعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۷۲۲۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قرآن کو عرب کے لہجہ اور عرب کی آوازوں میں پڑھو، اور تم اپنے آپ کو اہلِ کتاب کے اور اسی طرح سے اہلِ فسق (یعنی گناہ گار لوگوں) کے لہجہ میں قرآن پڑھنے سے بچاؤ، کیونکہ عنقریب میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے، جو قرآن کو گانے اور رہبانیت اور نوحے کے انداز میں اتار چڑھاؤ کر کے پڑھیں گے، قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان کے دل فتنے میں مبتلا ہوں گے، اور اُن لوگوں کے دل بھی فتنے میں مبتلا ہوں گے، جن کو ان لوگوں کی حالت پسند آئے گی (طبرانی)

اس آخری روایت کو سند کے اعتبار سے بعض محدثین نے ضعیف اور کمزور قرار دیا ہے۔ [۱]

---

[۱] قال الطبرانی:

لایروی هذا الحدیث عن حذیفة الا بهذا الاسناد، تفرد به: بقیة(المعجم الاوسط)

و قال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط، وفیه راو لم یسم وبقیة أیضا (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۱۶۹۳، باب القراء ة بلحون العرب)

و قال الزیلعی: ورواه أبو عبید حدثنا نعیم بن حماد عن بقیة عن حفص بن مالک الفزاری به وهو وإن کان حدیثا ضعیفا لکن یستأنس به فإن بقیة یدلس عن الضعفاء وأبو محمد مجهول قاله ابن عدی (تخریج احادیث الکشاف، ج۲، ص ۲۱۶،سورة الحجر)

و قال ابن حجر:

هذا حدیث غریب، أخرجه أبو عبید عن نعیم بن حماد، عن بقیة .

وأخرجه أبو أحمد الحاکم فی الکنی عن أحمد بن عبد الرحمن بن خلاد، عن محمد بن مهران.فوقع لنا بدلا عالیا فی الطریقین.

أخرجه ابن عدی عن الحسین بن عبد الله القطان، عن سعید بن عمرو، عن بقیة.

قال الطبرانی :لا یروی عن حذیفة إلا بهذا الإسناد، تفرد به بقیة.

قلت :وهو مشهور بالتدلیس عن الضعفاء والمجهولین، وما روی عن شیخه حصین أحد غیره، وشیخه أبو محمد لا یعرف اسمه، ولا له إلا هذا الحدیث (نتائج الافکار، ج۳، ص ۲۲۳ و ۲۲۴،فصل :جاء ت آثار بفضیلة رفع الصوت بالقراء ة وآثار بفضیلة الإسرار، المجلس ۲۷۲)

لیکن اس سے پہلی حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے، اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کو گانے اور موسیقی کے طرز پر پڑھیں گے، جس سے قرآن مجید کے حروف کی وضع بگڑ جائے گی، اور یہ لوگ دین کی سمجھ سے کورے ہوں گے، اور اسی وجہ سے اس انداز میں قرآن کو پڑھنے اور سننے سے شہوت میں بھی اُبھار پیدا ہوگا، اور ان کے دل میں اللہ کی خشیت اور خوف نہ ہوگا، جس کو اچھی آواز سے قرآن مجید پڑھنے کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ [1]

مشکوٰۃ کی شرح مظاہرِ حق میں ہے کہ:

مراد یہ ہے کہ جس طرح عُشّاق اور شعراء اپنی نظمیں وغزلیں اور اشعار آواز بنا کر اور ترنم وسُر کے ساتھ پڑھتے ہیں اور موسیقی وراگ کے قواعد کی رعایت کرتے ہیں، تم اس طرح قرآنِ کریم نہ پڑھو، چونکہ یہود ونصاریٰ بھی اپنی کتابوں کو اسی طرح غلط طریقوں سے پڑھتے تھے، اس لیے اُن کی مانند پڑھنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے، اُن کے قلوب فتنہ میں مبتلا ہوں گے، کا مطلب یہ ہے کہ وہ حُبِّ دنیا میں مبتلا ہوں

---

[1] قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -(اقرء وا القرآن بلحون العرب وأصواتها) عطف تفسيرى، أى :بلا تكلف النغمات من المدات والسكنات فى الحركات والسكنات بحكم الطبيعة الساذجة عن التكلفات (وإياكم ولحون أهل العشق) : أى :أصحاب الفسق (ولحون أهل الكتابين) أى :أرباب الكفر من اليهود والنصارى فإن من تشبه بقوم فهو منهم، قال الطيبى :اللحون جمع لحن وهو التطريب وترجيع الصوت، قال صاحب جامع الأصول :ويشبه أن يكون ما يفعله القراء فى زماننا بين يدى الوعاظ من اللحون العجمية فى القرآن ما نهى عنه رسول الله -صلى الله عليه وسلم -(وسيجىء) : أى سيأتى كما فى نسخة (بعدى قوم يرجعون) بالتشديد، أى يرددون (بالقرآن) : أى يحرفونه (ترجيع الغناء) بالكسر والمد بمعنى النغمة (والنوح) بفتح النون من النياحة، والمراد ترديدا مخرجا لها عن موضعها إذا لم يأت تلحينهم على أصول النغمات إلا بذلك، قال الطيبى : الترجيع فى القرآن ترديد الحروف كقراء ة النصارى (لا يجاوز) : أى قراء تهم (حناجرهم) : أى طوقهم، وهو كناية عن عدم القبول والرد عن مقام الوصول، والتجاوز يحتمل الصعود والحدور، قال الطيبى :أى لا يصعد عنها إلى السماء ، ولا يقبله الله منهم، ولا يتحدر عنها إلى قلوبهم ليدبروا آياته ويعملوا بمقتضاه (مفتونة) بالنصب على الحالية، ويرفع على أنه صفة أخرى لقوم، واقتصر عليه الطيبى :أى مبتلى بحب الدنيا وتحسين الناس لهم (قلوبهم) بالرفع على الفاعلية، وعطف عليه قوله (وقلوب الذين يعجبهم شأنهم) بالهمز ويعدل :أى يستحسنون قراء تهم، ويستمعون تلاوتهم(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۵۰۵، كتاب فضائل القرآن)

گے اور لوگ چونکہ اُن کی آوازوں کو اچھا کہیں گے، اس لیے وہ اور زیادہ گمراہی میں پھنسے ہوں گے (مظاہرِ حق، جدید، جلد۲، ص۴۴۹، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۴ء)

اور امام مناوی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

(وَنَشْئًا يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْآنَ)أَیْ قِرَاءَ تَهُ (مَزَامِيْرَ)جَمْعُ مِزْمَارٍ وَهُوَ بِكَسْرِ الْمِيْمِ آلَةُ الزَّمَرِ يَتَغَنُّوْنَ بِهٖ وَيَتَمَشْدِقُوْنَ وَيَأْتُوْنَ بِهٖ بِنَغْمَاتٍ مُطْرِبَةٍ وَقَدْ كَثُرَ ذٰلِكَ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ وَانْتَهَى الْأَمْرُ إِلَى التَّبَاهِیْ بِإِخْرَاجِ أَلْفَاظِ الْقُرْآنِ عَنْ وَضْعِهَا (يُقَدِّمُوْنَ)يَعْنِی النَّاسَ الَّذِيْنَ هُمْ أَهْلُ ذٰلِكَ الزَّمَانِ (أَحَدَهُمْ لِيُغَنِّيَهُمْ)بِالْقُرْآنِ بِحَيْثُ يُخْرِجُوْنَ الْحُرُوْفَ عَنْ أَوْضَاعِهَا وَيَزِيْدُوْنَ وَيَنْقُصُوْنَ لِأَجْلِ مُوَافَاةِ الْأَلْحَانِ وَتَوَفُّرِ النَّغْمَاتِ (وَإِنْ كَانَ) أَیْ اَلْمُقَدَّمُ (أَقَلُّهُمْ فِقْهًا)إِذْ لَيْسَ غَرْضُهُمْ إِلَّا الِالْتِذَاذُ وَالْإِسْمَاعُ بِتِلْكَ الْأَلْحَانِ وَالْأَوْضَاعِ (فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۳۱۲۰)

ترجمہ: ایسی (نوخیز) نسل (کے لوگ برآمد ہوں گے) جو قرآن یعنی اس کی قرائت کو مزامیر بنائیں گے، مزامیر ''مزمار'' کی جمع ہے، میم کے زیر کے ساتھ، جو موسیقی کا آلہ ہے، اس کے ذریعہ سے گانا گایا جاتا ہے، اور وہ طرح طرح سے منہ کو بگاڑیں گے، اور قرآن کو گانوں والے ترنم کے ساتھ پڑھیں گے، اور اس زمانے میں یہ عمل بہت زیادہ ہوگیا ہے، اور معاملہ بہت آگے بڑھ گیا ہے کہ اس کی خاطر قرآن کے الفاظ کو ان کی اصل وضع سے نکال دیا جاتا ہے، اور اس زمانہ کے لوگ اپنے میں سے ایک کو آگے کریں گے، تاکہ وہ قرآن کو گا کر سنائے، اس طریقہ پر کہ حروف اپنی وضع سے نکل جائیں گے، اور وہ خوش الحانی اور ترنم میں اضافہ کے لئے حروف کی کمی زیادتی کریں گے، اور وہ قرائت کرنے والا ان میں دین کی سمجھ کے اعتبار سے کم ترین ہوگا، کیونکہ ان کی غرض صرف لذت حاصل کرنا

اور اپنی خوش الحانی اور آواز کو سنانا ہو گا (فیض القدیر)

حضرت اعمش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَـرَأَ رَجُـلٌ عِـنْـدَ أَنَـسٍ، بِلَحْنٍ مِّنْ هٰذِهِ الْأَلْحَانِ، فَكَرِهَ ذٰلِكَ أَنَسٌ (سنن الدارمی) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سامنے اس طرح الحان (یعنی گانے اور موسیقی) کے ساتھ قرائت کی، تو اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ناپسند فرمایا (دارمی)

اور حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانُوْا يَرَوْنَ هٰذِهِ الْإِلْحَانَ فِي الْقُرْآنِ مُحْدَثَةً (سنن الدارمی) [2]

ترجمہ: صحابۂ کرام قرآن میں اس طرح کے الحان (یعنی موسیقی کے طرز پر قرآن کی قرائت) کو محدث (یعنی نوایجاد عمل اور بدعت) قرار دیا کرتے تھے (دارمی)

اور عبداللہ بن یزید عنبری سے روایت ہے کہ:

سَـمِعْتُ رَجُلًا ، سَأَلَ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ ، فَقَالَ : مَـا تَقُوْلُ فِي الْقِرَاءَةِ بِـالْأَلْحَانِ ؟ فَقَالَ لَهُ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ : مَا اِسْمُكَ ؟ قَالَ: مُحَمَّد ، قَالَ: فَيُسِّرُكَ أَنْ يُّقَالَ: يَا مُوْحَمَّدُ (الامر بالمعروف لابی بکر بن الخلال) [3]

ترجمہ: میں نے ایک آدمی کو امام احمد بن حنبل سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا کہ الحان (یعنی موسیقی) کے ساتھ قرائت کرنے کے بارے میں آپ کیا فرماتے

---

[1] رقم الحديث ۳۵۴۵، كتاب فضائل القرآن، باب : كراهية الألحان فی القرآن.
قال حسین سلیم اسد الدارانی:
إسناده صحيح إلى الأعمش وهو موقوف عليه (حاشية سنن الدارمی)

[2] رقم الحديث ۳۵۴۶، كتاب فضائل القرآن، باب : كراهية الألحان فی القرآن.
قال حسين سليم اسد الدارانی:
إسناده جيد (حاشيه سنن الدارمی)

[3] رقم الحديث ۲۲۱، ص ۷۹، باب ذكر قراءة الألحان.

ہیں؟ تو حضرت ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) نے فرمایا کہ آپ کا کیا نام ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ محمد، تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ کیا آپ کو یہ بات پسند آئے گی کہ ’’موحمد‘‘ پکارا جائے (امر بالمعروف)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مطلب یہ تھا کہ موسیقی کے انداز میں قرآن مجید کو پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں حروف کی کمی اور زیادتی لازم آتی ہے، جیسا کہ ’’محمد‘‘ کو ’’موحمد‘‘ کہا جائے، یعنی میم کے پیش کو کھینچتے ہوئے اتنا لمبا کر دیا جائے کہ ’’واؤ‘‘ کا اضافہ ہو جائے۔

جس طرح یہ ناپسندیدہ بات ہے، تو قرآن مجید پڑھنے میں اس طرزِ عمل کو اختیار کرنا بھی یقیناً ناپسندیدہ بات ہے۔ [1]

مشکاۃ کی شرح مرقاۃ میں ہے کہ:

وَأَمَّا التَّغَنِّيُ بِحَيْثُ يُخِلُّ بِالْحُرُوْفِ زِيَادَةً وَنُقْصَانًا فَهُوَ حَرَامٌ يَفْسُقُ بِهِ الْقَارِءُ وَيَأْثَمُ بِهِ الْمُسْتَمِعُ وَيَجِبُ إِنْكَارُهُ فَإِنَّهُ مِنْ أَسْوَأِ الْبِدَعِ وَأَفْحَشِ الْإِبْدَاعِ (مرقاة المفاتيح، ج۴، ص ۱۵۰۱، کتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: اور قرآن کو اس طرح گا کر پڑھنا جو قرآن کے حروف میں خلل پیدا کردے، خواہ حروف زیادہ کر کے یا کم کر کے، تو یہ حرام ہے، اس طرح سے

---

[1] اللحن :في اللغة يطلق على معان عدة .يقال :لحن فلان لفلان لحنا :قال له قولا يفهمه عنه، ويخفى على غيره، ويطلق على الخطأ في الإعراب ومخالفة الصواب فيه، يقال :لحن القارء في القراء ة والمتكلم في كلامه، يلحن لحنا :أخطأ في الإعراب، وخالف وجه الصواب.

ويطلق على الفطنة، ففي الأثر :إنكم تختصمون إلي ولعل بعضكم أن يكون ألحن بحجته من بعض . . .أي أفطن بحجته، قال ابن حجر :المراد أنه إذا كان أفطن كان قادرا على أن يكون أبلغ في حجته من الآخر.

ويطلق على الأصوات المصوغة الموضوعة التي فيها تغريد، وتطريب، وجمعه ألحان، ولحون، ويقال :لحن القول أي فحواه ومعناه.

وفي اصطلاح النحويين هو :الخطأ في إعراب الكلمة، أو تصحيح المفرد .وعند القراء هو :خلل يطرأ على اللفظ فيخل بالمعنى.ولا يخرج المعنى الاصطلاحي عن المعنى اللغوي(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۲۱۴، مادة ’’ لحن‘‘)

قرائت کرنے والا فاسق (اور گناہ گار) ہے، اور اس کی قرائت کو سننے والا بھی گناہ گار ہے، جس پر نکیر واجب ہے، کیونکہ یہ بدعتوں میں بری ترین اور فاحش ترین بدعت ہے (مرقاۃ)

اور مشکاۃ کی شرح طیبی میں ہے کہ:

هٰذَا إِذَا لَمْ يُخْرِجْهُ التَّغَنِّيْ عَنِ التَّجْوِيْدِ، وَلَمْ يُصْرِفْهُ عَنْ مُرَاعَاةِ النَّظْمِ فِي الْكَلِمَاتِ وَالْحُرُوْفِ، فَإِذَا انْتَهٰى إِلٰى ذٰلِكَ عَادَ الْإِسْتِحْبَابُ فِيْهِ كَرَاهَةً، وَأَمَّا الَّذِيْ أَحْدَثَهُ الْمُتَكَلِّفُوْنَ بِمَعْرِفَةِ الْأَوْزَانِ وَالْمَوْسِيْقِيِّ، فَيَأْخُذُوْنَ فِيْ كَلَامِ اللّٰهِ مَأْخَذَهُمْ فِي التَّنْشِيْدِ وَالْغَزْلِ، فَإِنَّهُ مِنْ أَشَدِّ الْبِدَعِ وَأَسْوَأِ الْأَحْدَاثِ، فَيُوْجِبُ عَلَى السَّامِعِ اَلنَّكِيْرُ، وَعَلَى التَّالِي اَلتَّعْزِيْرُ (شرح المشکاۃ للطیبی) [1]

ترجمہ: قرآن مجید کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا اس وقت مستحب ہے، جبکہ تجوید کی خلاف ورزی لازم نہ آئے، اور کلمات اور حروف کی ترتیب میں خلل واقع نہ ہو، اور اگر اس (تجوید و ترتیب کی خلاف ورزی) کی نوبت آ جائے، تو پھر یہ استحباب، کراہت سے تبدیل ہو جائے گا، اور متکلفین نے جو طریقہ موسیقی اور اس کے اتار چڑھاؤ کے مطابق (قرائت کرنے کا) پیدا کرلیا ہے کہ وہ اللہ کے کلام میں شعر اور غزل کے انداز کو اختیار کرتے ہیں، تو یہ شدید ترین بدعت اور انتہائی برا نو ایجاد عمل ہے، جس کے سننے والے پر نکیر واجب ہے، اور (اسلامی حکومت کی طرف سے اس طرح) تلاوت کرنے والے کو سزا دی جائے گی (طیبی)

علامہ ابنِ حاج فرماتے ہیں کہ:

وَمِنْهَا مَا يَفْعَلُهُ الْقُرَّاءُ فِيْ قِرَاءَتِهِمْ مِنْ شِبْهِ الْهُنُوْكِ وَالتَّرْجِيْعَاتِ

---

[1] ج۵، ص ۱۶۸۷، کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوۃ و دروس القرآن.

كَتَرْجِيعِ الْغِنَاءِ حَتّٰى إِنَّكَ إِذَا لَمْ تَكُنْ حَاضِرًا مَعَهُمْ فِيْ مَوْضِعٍ وَتَسْمَعُهُمْ لَا تُفَرِّقُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْأَغَانِيِ غَالِبًا، وَهٰذَا مُشَاهَدٌ مِّنْهُمْ مَرْئِيٌّ مِّنْ فِعْلِهِمْ، وَهُوَ مِنْ أَكْبَرِ الْقَبَائِحِ لَوْ سَلِمَ مِنَ الْمُحَرَّمِ الْمُجْمَعِ عَلَيْهِ، وَهُوَ الزِّيَادَةُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَالنُّقْصَانُ مِنْهُ عَمَدًا (المدخل،لابن الحاج) [1]

ترجمہ: اور ان ہی میں سے ایک خرابی وہ ہے، جو قراء اپنی قرائت میں کرتے ہیں، یعنی ترنم اور موسیقی کے مشابہ قرائت کرنا، جیسا کہ گانے میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر آپ ان کے ساتھ اس جگہ موجود نہ ہوں، اور آپ (دوسری جگہ سے) ان کی قرائت کو سنیں، تو آپ اکثر ان کی قرائت اور گانے میں فرق نہیں کریں گے، اور یہ ان کی طرف سے مشاہدہ ہے، جو ان کے طرزِ عمل میں نظر آتا ہے، اور یہ بہت بڑی قبیح چیز ہے، اگرچہ (یہ قرائت دیگر) ان حرام چیزوں سے محفوظ ہو، جن پر اجماع ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جان بوجھ کر زیادتی اور کمی کرنا ہے (المدخل)

اور مالکیہ کی کتاب ''حاشیۃ الصاوی'' میں ہے کہ:

وَكَذَا قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ بِالْأَصْوَاتِ الْمُرْتَفِعَةِ وَاتِّخَاذُ ذٰلِكَ عَادَةً لَهُمْ كَمَا يَقَعُ فِيْ قَرَافَةِ مِصْرَ، وَرُبَمَا خَرَجُوْا عَنْ قَانُوْنِ الْقِرَاءَةِ إِلٰى قَانُوْنِ الْغِنَاءِ وَالتَّمْطِيْطِ وَتَقْطِيْعِ الْحُرُوْفِ كَمَا هُوَ مُشَاهَدٌ وَهُوَ لَا يَجُوْزُ (الشرح الصغير للشيخ الدردير لكتابه أقرب المسالك) [2]

ترجمہ: اور اسی طرح سے بہت زیادہ اونچی آواز سے قرآن کی قرائت کرنا اور اس کی عادت بنالینا مکروہ ہے، جیسا کہ مصر کے علاقہ میں اس کا رواج ہے، اور بسا

---

[1] ج۳،ص ۲۴۹،فصل تصرف الناس فى أسبابهم وصنائعهم ومعايشهم.

[2] ج ۱ ص ۵۶۴، باب الصلاة، فصل فى الجنائز.

اوقات یہ لوگ قرائت کے قاعدہ سے نکل کر گانے اور موسیقی کے قاعدہ پر چل پڑتے ہیں، جس میں حروف حد سے زیادہ کھینچے جاتے ہیں یا کٹ جاتے ہیں، جس کا کہ مشاہدہ ہے، اوراس طرح قرائت کرنا جائز نہیں (حاشیۃ الصاوی)

اور ''الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ'' میں ہے کہ:

ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ إِلٰى عَدَمِ جَوَازِ اسْتِمَاعِ تِلاوَةِ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ بِالتَّرْجِيْعِ وَالتَّلْحِيْنِ الْمُفْرِطِ الَّذِىْ فِيْهِ التَّمْطِيْطُ، وَإِشْبَاعُ الْحَرَكَاتِ .وَالتَّرْجِيْعُ: أَىْ التَّرْدِيْدُ لِلْحُرُوْفِ وَالْإِخْرَاجُ لَهَا مِنْ غَيْرِ مَخَارِجِهَا.

وَقَالُوْا: اَلتَّالِىْ وَالْمُسْتَمِعُ فِى الْإِثْمِ سَوَاءٌ، أَىْ إِذَا لَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ أَوْ يُعَلِّمْهُ . أَمَّا تَحْسِيْنُ الصَّوْتِ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ مِنْ غَيْرِ مُخَالَفَةٍ لِأُصُوْلِ الْقِرَاءَةِ فَهُوَ مُسْتَحَبٌّ، وَاسْتِمَاعُهُ حَسَنٌ، لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ وَقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِىْ أَبِىْ مُوسَى الْأَشْعَرِىِّ: لَقَدْ أُوتِىَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوُدَ.

وَعَلٰى هٰذَا يُحْمَل قَوْلُ الْإِمَامِ الشَّافِعِىِّ فِى الْأُمِّ: لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ بِالْأَلْحَانِ وَتَحْسِيْنِ الصَّوْتِ بِهَا بِأَىِّ وَجْهٍ مَّا كَانَ، وَأَحَبُّ مَا يُقْرَأُ إِلَىَّ حَدْرًا وَتَحْزِيْنًا.

وَذَهَبَ بَعْضُ الشَّافِعِيَّةِ كَالْمَاوَرْدِىِّ إِلٰى أَنَّ التَّغَنِّىَ بِالْقُرْآنِ حَرَامٌ مُطْلَقًا، لِإِخْرَاجِهٖ عَنْ نَهْجِهِ الْقَوِيْمِ، وَقَيَّدَهُ غَيْرُهُ بِمَا إِذَا وَصَل بِهٖ إِلٰى حَدٍّ لَمْ يَقُل بِهٖ أَحَدٌ مِّنَ الْقُرَّاءِ، وَذَهَبَ بَعْضُ الْحَنَابِلَةِ كَالْقَاضِىْ أَبِىْ يَعْلٰى إِلٰى أَنَّ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ بِالْأَلْحَانِ مَكْرُوْهَةٌ عَلٰى كُلِّ حَالٍ، لِإِخْرَاجِ الْقُرْآنِ عَنْ نَهْجِهِ الْقَوِيْمِ.

وَفَسَّرُوْا قَوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ بِأَنَّ مَعْنَاهُ: يَسْتَغْنِيْ بِهٖ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴، ص ۸۷ و ۸۸، مادة "استماع")

ترجمہ: جمہور کے نزدیک قرآن کریم کی ایسی تلاوت کوسننا جائز نہیں، جس میں اتار چڑھاؤ اور لحن، کھینچ تان اور حرکات کی زیادتی ہو، اور حروف کولوٹا کر اور ان کے مخارج کے علاوہ سے پڑھا جائے ،اور فقہاء نے فرمایا کہ اس طرح تلاوت کرنے اور سننے والا گناہ میں برابر ہیں، یعنی جبکہ اس پر نکیر نہ کی جائے، یا اس کی تعلیم دی جائے ، جہاں تک قرآن کی اچھی آواز میں قرائت کا تعلق ہے، جس میں قرائت کے اصولوں کی مخالفت نہ کی جائے، تو یہ مستحب ہے، اور اس طرح کی قرائت کا سننا بھی مستحسن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت بخشو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے متعلق اس قول کی وجہ سے کہ ان کو آلِ داؤد کی طرح کی آواز کا حسن دیا گیا ہے۔

اور امام شافعی کا قول بھی اسی بات پر محمول کیا گیا ہے، جو کتابُ الاُم میں ہے کہ خوش الحانی اور اچھی آواز کے ساتھ جس طرح بھی ہو، قرائت کرنے میں حرج نہیں، اور میں حدر اور غم کے انداز میں قرائت کو پسند کرتا ہوں، اور بعض شافعیہ جیسا کہ ماوردی اس طرف گئے ہیں کہ قرآن کو گا کر پڑھنا مطلقاً حرام ہے، کیونکہ یہ قرآن کو اصل نہج سے نکالنا ہے، لیکن ماوردی وغیرہ کے علاوہ دوسرے حضرات نے اس میں یہ قید لگائی ہے کہ جبکہ وہ اس حد تک پہنچ جائے کہ قراء میں سے کسی کے قول کے مطابق نہ ہو، اور بعض حنابلہ جیسے قاضی ابویعلیٰ اس طرف گئے ہیں کہ قرآن کی ہر حال میں لحن بنا کر قرائت کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں قرآن کو اس کے اصل طریقہ سے نکالنا پایا جاتا ہے، اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس

قول کو کہ جو قرآن کی تغنی نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں، کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ جو قرآن کے ذریعہ سے استغناء حاصل نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں (موسوعہ)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اگر قرآن شریف (یا نظم وغیرہ) سُن کر نفسیاتی کیفیت پیدا ہو تو وہ محمود نہ ہوگی مثلاً کسی امرد سے قرآن شریف سنا، اس کی آواز یا صورت سے قلب میں ایک کیفیت پیدا ہوئی تو یہاں اسباب (یعنی قرآن شریف پڑھنے) کو نہ دیکھیں گے اور ظاہر ہے کہ وہ کیفیت یقیناً نفسانی ہوگی، اس صورت میں قرآن یا نظم سننا ناجائز ہوگا (تحفۃ العلماء، جلد۲ صفحہ ۸۵، فقہ حنفی کے اصول وقواعد، بحوالہ الافاضات جلد۲ صفحہ ۱۶۰)

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

میں ایک دفعہ بریلی تھا وہاں ایک خان صاحب ایک انسپکٹر سپاہی کے ہمراہ مجھے ملنے آئے انسپکٹر نے ان کی تعریف کی کہ یہ موسیقی میں بہت ماہر ہیں اور یہ قرآن بھی بہت اچھا پڑھتے ہیں، مجھے معلوم تھا کہ گویّا آدمی قرآن کیا پڑھے گا؟ مگر یہ خیال ہوا قرآن بھی نہ سنا تو وہابیت کی اور رجسٹری ہو جائے گی، اس لئے میرے منہ سے نکل گیا کہ بہت اچھا قرآن سن لوں گا، پس خان صاحب تیار ہو گئے اور انہوں نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کو موسیقی کے قاعدہ سے اتار چڑھاؤ کے ساتھ اس طرح پڑھا کہ میں نے ان کی اعوذ باللہ سن کر ہی کہا نعوذ باللہ، انہوں نے اول تو اعوذ کے واؤ کو بہت لمبا کھینچا اور آواز کو بھی بے حد بلند کیا پھر آواز کو اتارتے ہوئے بے حد پست کر کے باللہ کو ادا کیا۔ میں نے اعوذ باللہ سن کر ہی ان کو روک دیا کہ بس آگے قرآن کو بھی اسی طرز سے پڑھیں گے میں سننا نہیں چاہتا، کیونکہ اس طرح قرآن پڑھنا بھی حرام اور اس کا سننا بھی حرام۔ خان صاحب بگڑ گئے اور کہنے لگے واہ صاحب میں نے بہت سے علماء کو قرآن سنایا ہے کسی نے بھی مجھ پر

اعتراض نہیں کیا، میں نے کہا خان صاحب میں نے اسی لیے متنبہ کیا ہے کہ آپ مجھ کو اس فہرست میں شمار نہ فرماویں، ان علماء ہی نے آپ کو یہ جرأت دلائی ہے کہ آج آپ میرے سامنے بھی پڑھنے کو تیار ہو گئے، اگر ان میں سے کوئی آپ کی خیر خواہی کرتا اور آپ کے عیب پر متنبہ کر دیتا تو آج آپ کو یہ نوبت نہ آتی...... قرآن ایک شاہی فرمان ہے اس کو اس طرح پڑھنا چاہیے جس سے سننے والوں کو اس کا شاہی فرمان ہونا معلوم ہو...... بادشاہ کے کلام کو اس طرح پڑھنا چاہیئے جس سے اس کی عظمت وصولت ظاہر ہو، نہ اس طرح جس طرح غزلیں پڑھی جاتی ہیں، تو دیکھئے ان خان صاحب کو میری تنبیہ اس لیے منکر معلوم ہوئی کہ دوسرے علماء نے ان کا قرآن سن لیا اور متنبہ نہ کیا، اسی سکوت (اور خاموشی) نے تو عوام کا دماغ بگاڑ دیا ہے (خطبات حکیم الامت ج ۱۴، بعنوان جزاوسزا وعظ جمال الجلیل، ص ۴۰، ۴۱ ملخصاً)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

حُسنِ صوت اور گانے میں فرق ظاہر ہے، یعنی گانے میں تو لہجہ مقصود اور دوسرے قواعد تابع ہوتے ہیں، اگر لہجہ کے بنانے میں قواعد رہ جائیں تو پروا نہیں کی جاتی اور تحسینِ صوت میں قواعد مقصود اور حُسنِ صوت (یعنی اچھی آواز) تابع ہے یعنی اگر قواعد کو محفوظ رکھ کر خوش آوازی ہو سکے تو اس کی رعایت کی جاتی ہے ورنہ اس کی پروا نہیں کی جاتی (تحفۃ العلماء جلد ا صفحہ ۶۶، علوم وفنون ونصابِ تعلیم، بحوالہ اصلاحِ انقلابِ امت صفحہ ۴۵)

اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

تلاوتِ قرآن میں حُسنِ صوت اور اچھا لہجہ جس سے دل کشی پیدا ہو ایک درجہ میں مطلوب ومحبوب ہے، بشرطیکہ آج کل کے قرّاء کی طرح اس میں غلو نہ ہو کہ صرف آواز ہی سنوارنے اور لوگوں کو لبھانے کی فکر رہ جائے، تلاوت کا اصل مقصد ہی غائب ہو جائے (معارف القرآن، جلد ۶ صفحہ ۲۱۱، سورۃ الانبیاء، آیت ۷۹)

اور مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بعض لوگ جو حقیقتاً قواعدِ تجوید سے واقف نہیں۔قواعدِ موسیقی کے مطابق سُر ملا کر پڑھتے ہیں، جس سے بعض حروف کو زیادہ دراز کرتے ہیں۔حالانکہ وہ مد نہیں، بعض کو جلدی سے پڑھ جاتے ہیں، حالانکہ وہ مد ہے اور بھی اسی طرح متعدد قسم کے تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ راگ گانے میں ہوتا ہے، اس طرح پڑھنا یقیناً ناجائز ہے، اس سے معنیٰ میں کافی تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور الفاظ بھی مسخ ہو جاتے ہیں (فتاویٰ محمودیہ جلد ا صفحہ ۲۹)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

قرآن مجید کو بہتر اور عمدہ آواز سے پڑھنا مطلوب اور پسندیدہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''قرآن کو اپنی آواز سے زینت دو''لیکن قرآن پڑھنے میں بے جا تکلف، غنائیت اور موسیقیت پیدا کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے (جدید فقہی مسائل ج ا ص ۱۷۶، مطبوعہ زمزم پبلشرز کراچی۔تاریخ اشاعت جون ۲۰۰۵ء)

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (۸۴۹۔۹۱۱) نے''جمال القراء''سے نقل کیا ہے کہ قرآن مجید کو ترنم ریز آواز (اصواتُ الغناء) میں پڑھنا بدعت ہے۔اس طرح نغمگی کے ساتھ پڑھنے کی کئی صورتیں ہیں اور سب ہی ناپسندیدہ ہیں:

(ا) ترعید: اپنی آواز میں ایسا لرزہ پیدا کیا جائے جو ٹھنڈک وغیرہ کی وجہ سے ہو جایا کرتا ہے۔

(۲) ترقیص: حرفِ ساکن پر دیر تک سکون کا تلفظ کیا جائے۔پھر حرکت کے ساتھ آگے بڑھا جائے۔

(۳) تطریب: قرآن مجید کو اس طرح ترنم سے پڑھنا کہ جہاں مد نہ ہو وہاں مد آ جائے اور جہاں مد ہو وہاں مناسب مقدار سے زیادہ کھینچ دیا جائے۔

(۴) تحزین: مصنوعی طور پر ایسی غمگین آواز سے پڑھنا کہ گویا خشوع وخضوع کے باعث بے ساختہ رویا چاہتا ہے۔

اس کے علاوہ اس طرح پڑھنا کہ کوئی حرف کٹ جائے مثلاً افلا تعقلون کو افل تعقلون اور قالو اامنا کو قال امنا یہ طریقہ اس قابل ہے کہ اسے تحریف قرار دیا جائے ''الاتقان فی علوم القرآن : ج ۱، ص ۱۰۱، ۱۰۲، النوع الرابع والثلاثون''

(جدید فقہی مسائل ج۱ص ۱۷۷، مطبوعہ زمزم پبلشرز کراچی۔ تاریخ اشاعت جون ۲۰۰۵ء)

آج کل جو اسپیکر بہت سے مقامات پر محفلِ حسنِ قرائت ومحفلِ حمد ونعت وغیرہ میں استعمال کیے جاتے ہیں جن کو ''اِیکو ساؤنڈ سسٹم'' کہا جاتا ہے، یہ آلاتِ غناء وموسیقی میں داخل ہیں، کیونکہ ان کی وضع کا مقصد غناء وموسیقی ہے، اس طرح کے آلاتِ موسیقی کو قرائت وغیرہ کے دوران استعمال کرنا بھی مکروہ ہے۔

لہٰذا آواز میں گانے والا اتار چڑھاؤ پیدا کرنا اور پھر مزید براں موسیقی والے اسپیکر حمد ونعت خوانی یا قرآن مجید کی تلاوت کے دوران استعمال کرنا جائز نہیں، اسی طرح موسیقی کے انداز میں کسی صاحب کا ساتھ ساتھ مختلف قسم کی آوازیں نکالنا بھی جائز نہیں۔ [۱]

---

[۱] والفسوق المعاصی وهو منهی عنه فی الإحرام وغیره إلا أنه فی الإحرام أشد کلبس الحریر فی الصلاة والتطریب فی قراء ة القرآن (البحر الرائق، ج۲ ص۳۴۷، کتاب الحج، باب الاحرام)

(قوله :ولحن) قال الشیخ باکیر -رحمه الله -عند قوله بلا ترجیع ولحن یقال لحن فی القراء ة طرب وترنم مأخوذ من ألحان الأغانی فلا ینقص شیئا من حروفه ولا یزید فی أثنائه حرفا، وکذا لا یزید ولا ینقص من کیفیات الحروف کالحرکات والسکنات والمدات وغیر ذلک لتحسین الصوت فأما مجرد تحسین الصوت بلا تغییر فإنه حسن .اهـ(حاشیه الشلبی علیٰ تبیین الحقائق، ج ۱ ص ۹۰، کتاب الصلاة، باب الاذان)

وأما التکلیف بأوزان الموسیقی فمن أسوأ البدع فیجب علی التالی التعزیر وعلی السامع النکیر (بریقة محمودیة فی شرح طریقة محمدیة، ج ۳، ص ۲۱۴، الباب الثانی، الفصل الثالث، النوع الثالث، الصنف الثانی، القسم الثانی، المحبث الاول، السابع عشر الغناء)

التغنی وهو الترنم والتنغیم مع التحریف والتغییر والتبدیل کما هو المعهود بین أهل الموسیقی فإن ذلک من إثارة الشهوات الخفیة بالقلوب اللاهیة والأفئدة الساهیة تتزین للناس ولا تطرد الخناس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کو موسیقی کے طرز پر پڑھنا جائز نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتزيد فى الوسواس(بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية، ج٣،ص ٢١٤،الباب الثانى، الفصل الثالث، النوع الثالث،الصنف الثانى، القسم الثانى، المحبث الاول،السابع عشرالغناء)

(والثالث أن الفقهاء صرحوا بكون التالى بالتغنى والسامع له آثمين)............(قال البزازى -رحمه الله -قراءة القرآن بالألحان معصية والتالى والسامع آثمان وكذا فى مجمع الفتاوى(بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية، ج٣،ص٢١٧،الباب الثانى، الفصل الثالث، النوع الثالث،الصنف الثانى، القسم الثانى، المحبث الاول،السابع عشرالغناء)

(وأقبح التغنى ما كان فى القرآن والذكر والدعاء وقد مر شىء منه فى آفات اللسان)(بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية، ج٣،ص٥٣،الباب الثانى، الفصل الثالث، النوع الثالث،الصنف الثانى،رفع الصوت عند قراء ة القرآن والجنازة والزحف والتذكير)

وقد تقدم مثال ذلك:مما هو معلوم موجود اليوم بيننا فى المساجد وغيرها من التغنى بالقرآن والزيادة فيه بالمد الفاحش والنقص بحسب ما يوافق نغماتهم فى الطريقة التى ارتكبوها ومضت عليها سنتهم الذميمة (المدخل لابن الحاج ،ج ا ص ١٥١،الاجتناب والكراهة لما يباشر فى المساجد من البدع)

وهذا الخلاف إنما هو ما لم يبهم معنى القرآن بترديد الأصوات وكثرة الترجيعات فإذا زاد الأمر على ذلك حتى لا يعرف معناه فذلك حرام باتفاق كما يفعله القراء بالديار المصرية الذين يقرء ون أمام الملوك والجنائز ويأخذون عليهما الأجور والجوائز ضل سعيهم وخاب عملهم فيستحلون بذلك تغيير كتاب الله تعالى ويهونون على أنفسهم الاجتراء على الله بأن يزيدوا فى تنزيله ما ليس فيه جهلا بدينهم ومروقا عن سنة نبيهم ورفضا لسير الصالحين فيه من سلفهم وتزييغا إلى ما يزين لهم الشيطان من أعمالهم وهم يحسبون أنهم يحسنون صنعا فهم فى غيهم يترددون وبكتاب الله يتلاعبون فإنا لله وإنا إليه راجعون (المدخل لابن الحاج ج ا ص٥٣و٥٤،الاجتناب والكراهة لما يباشر فى المساجد من البدع)

(فصل) فإن سألوا عن معنى قراء ة القرآن بالألحان :فالجواب أن مالكا قال :ولا تعجبنى القراء ة بالألحان، ولا أحبه فى رمضان، ولا غيره؛ لأنه يشبه الغناء ، ويضحك بالقرآن، فيقال :فلان أقرأ من فلان قال :وبلغنى أن الجوارى يعلمن ذلك كما يعلمن الغناء (المدخل لابن الحاج، ج٣ ص ١١٠، فصل قراء ة القرآن بالالحان،السماع وكيفيتهٗ)

وقال بعض الصالحين :من تلذذ بألحان القرآن حرم فهم القرآن، وقال :أبو هريرة فأنتم أقرأ ألسنة، ونحن أقرأ قلوبا، وقال :ابن مسعود نحن قوم ثقلت علينا قراء ة القرآن، وخف علينا العمل به، وسيجىء قوم يخف عليهم قراء ة القرآن، ويثقل عليهم العمل به، وقال كعب الأحبار :ليقرأن رجال القرآن هم أحسن أصواتا من المعازف، ومن حداة الإبل لا ينظر الله إليهم يوم القيامة (المدخل لابن الحاج، ج٣ ص ١١٢، فصل قراء ة القرآن بالالحان،السماع وكيفيتهٗ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا قرآن مجید کو موسیقی کے طرز پر پڑھنے سے بچنا چاہیے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعلى كل حال، فقد ثبت أن تحسين الصوت بالقرآن، وتطريبه، مستحب غير مكروه، ما لم يخرج ذلک إلى تغيير لفظه، وزيادة حروفه(المغنى لابن قدامة، ج۲ ص ۱۲۹ ، فصل القراء ةبالالحان)

ويسن تحسين الصوت بالقرء ان للأحاديث الصحيحة المشهورة فيه :وقد أوضحتها فى التبيان وسأبسطها إن شاء الله تعالى فى هذا الكتاب حيث ذكر المصنف المسألة فى كتاب الشهادات قالوا فإن لم يكن حسن الصوت حسنه ما استطاع ولا يخرج بتحسينه عن حد القراء ة إلى التمطيط المخرج له عن حدوده (المجموع شرح المهذب، ج۲ ص ۱٦٤ ، كتاب الطهارت، باب مايوجب الغسل)

قال فى جمال القراء :قد ابتدع الناس فى قراء ة القرآن أصوات الغناء ويقال :إن أول ما غنى به من القرآن قوله تعالى :(أما السفينة فكانت لمساكين يعملون فى البحر) ،نقلوا ذلک من تغنيهم بقول الشاعر:أما القطاة فإنى سوف أنعتها نعتا يوافق عندى بعض ما فيها

وقد قال صلى الله عليه وسلم فى هؤلاء " :مفتونة قلوبهم وقلوب من يعجبهم شأنهم ."

ومما ابتدعوه شيء سموه الترعيد وهو أن يرعد صوته كالذى يرعد من برد أو ألم.

وآخره سموه الترقيص وهو أن يروم السكون على الساكن ثم ينفر مع الحركة كأنه فى عدو أو هرولة.

وآخر يسمى التطريب وهو أن يترنم بالقرآن ويتنغم به فيمد فى غير مواضع المد ويزيد فى المد على ما لا ينبغى.

وآخر يسمى التحزين وهو أن يأتى على وجه حزين يكاد يبكى مع خشوع وخضوع.

ومن ذلک نوع أحدثه هؤلاء الذين يجتمعون فيقرؤون كلهم بصوت واحد فيقولون فى قوله تعالى : (أفلا تعقلون) " أفل تعقلون "بحذف الألف،وقال :(آمنا) بحذف الواو ويمدون ما لا يمد ليستقيم لهم الطريق التى سلكوها وينبغى أن يسمى التحريف .انتهى(الاتقان فى علوم القرآن للسيوطى ج ا ص ۳۵۱، ۳۵۲،النوع الرابع والثلاثون :فى كيفية تحمله)

التغنى بالقرآن الكريم:

ذهب جمهور الفقهاء :إلى عدم جواز تلاوة القرآن الكريم أو الاستماع إليه بالترجيع والتلحين المفرط.

أما تحسين الصوت بقراء ة القرآن من غير مخالفة لأصول القراء ة فهو مستحب واستماعه حسن، لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم :زينوا القرآن بأصواتكم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۱،ص۲۹۷ ،مادة " غناء ")

(فصل نمبر 3)

طالبِ دنیا وطالبِ آخرت اور مومن ومنافق کی قرائت

قرآن وسنت میں جہاں ایک طرف قرآن مجید کی قرائت وسماعت کی فضیلت کا ذکر آیا ہے، وہاں دوسری طرف احادیث میں دنیا کی خاطر قرائت کرنے اور بدنیت وبدعمل قراء کی مذمت اور برائی کا بھی ذکر آیا ہے، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

قرآن کی قرائت سے دنیا حاصل کرنے والوں کی مذمت

حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّهُ مَرَّ عَلٰى قَارِءٍ يَقْرَأُ، ثُمَّ سَأَلَ فَاسْتَرْجَعَ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ بِهٖ، فَإِنَّهُ سَيَجِيْءُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک قاری کے پاس سے گزرے جو قرائت کررہا تھا، پھر (قرائت سے فارغ ہوکر) اُس نے لوگوں سے مانگنا شروع کیا، تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا، اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

---

[1] رقم الحدیث ۲۹۱۷، ابواب فضائل القرآن، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۹۸۸۵.

قَال الترمذی:

هذا حدیث حسن لیس إسناده بذاک.

قال شعیب الارنؤوط:

حسن لغیره (حاشیة مسند احمد)

جو قرآن پڑھے، اُسے چاہیے کہ قرآن کے ذریعے اللہ سے سوال کرے، کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے، جو قرآن کی قرائت کرکے اس کے ذریعے لوگوں سے سوال کریں گے (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ لوگوں سے مال حاصل کرنے کی خاطر قرآن مجید کی قرائت کرنا منع ہے، اس کے بجائے قرائت کرنے والے کو اللہ سے مانگنا اور اسی کے سامنے اپنی حاجات کو رکھنا چاہئے۔ [1]

حضرت عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِقْرَءُ وُا الْقُرْآنَ، وَلَا تَغْلُوْا فِيْهِ، وَلَا تَجْفُوْا عَنْهُ، وَلَا تَأْكُلُوْا بِهٖ، وَلَا تَسْتَكْثِرُوْا بِهٖ

(مسند أحمد، رقم الحديث ١٥٥٢٩) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم قرآن کی قرائت کرو، اور اُس (کے الفاظ اور معانی) میں غلو (اور حد سے تجاوز) نہ کرو، اور

---

[1] (وعن عمران بن حصين أنه مر على قاص) بتشديد الصاد :أى يحكى القصص والأخبار (يقرأ) : أى القرآن حال، أو استئناف (ثم يسأل) : أى يطلب منهم شيئا من الرزق (فاسترجع) : أى عمران يعنى قال " :إنا لله وإنا إليه راجعون "لأنه بدعة وظهور معصية وأمارة القيامة (ثم قال) : أى عمران (سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول :من قرأ القرآن فليسأل الله به) : أى فليطلب من الله تعالى بالقرآن ما شاء من أمور الدنيا والآخرة لا من الناس، أو المراد أنه إذا مر بآية رحمة فليسألها من الله تعالى أو بآية عقوبة فيتعوذ إليه بها منها، وإما بأن يدعو الله عقيب القراء ة بالأدعية المأثورة، وينبغى أن يكون الدعاء فى أمر الآخرة وإصلاح المسلمين فى معاشهم ومعادهم (فإنه) أى الشأن (سيجىء أقوام يقرء ون القرآن يسألون به الناس): أى بلسان القال أو ببيان الحال (مرقاة المفاتيح، ج٣ ص١٥١٣، كتاب فضائل القرآن)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد قوى، رجاله ثقات رجال الشيخين، غير أبى راشد الحُبرانى، فقد روى له البخارى فى "الأدب المفرد"، وأبو داود، والترمذى، وابن ماجه، وروى عنه جمع، ووثقه العجلى، وابن حبان، والحافظ ابن حجر فى "التقريب."

اس کی تلاوت سے غفلت اختیار نہ کرو، اور اُس کے ذریعے سے نہ کھاؤ، اور نہ اُس کے ذریعے سے مال بڑھاؤ (مسند احمد)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو کھانے اور مال بنانے کا ذریعہ بنانا منع ہے۔ [1]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَنَحْنُ نَقْتَرِءُ، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، كِتَابُ اللّٰهِ وَاحِدٌ، وَفِيْكُمُ الْأَبْيَضُ وَفِيْكُمُ الْأَسْوَدُ، اِقْرَأُوْهُ قَبْلَ أَنْ يَّقْرَأَهُ أَقْوَامٌ يُقَوِّمُوْنَهُ، كَمَا يُقَوَّمُ السَّهْمُ، يَتَعَجَّلُ أَحَدُهُمْ أَجْرَهُ، وَلَا يَتَأَجَّلُهُ (المعجم الكبير للطبراني) [2]

ترجمہ: ایک دن ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور ہم (اس وقت قرآن مجید کی) قرائت کر رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "الحمد للہ" کتابُ اللہ ایک ہے، اور تم میں سفید بھی ہیں اور کالے بھی ہیں،

---

[1] (اقرأوا القرآن واعملوا به) بامتثال أمره وتجنب نهيه (ولا تجفوا عنه) أى لا تبعدوا عن تلاوته (ولا تغلوا فيه) تجاوزوا حده من حيث لفظه أو معناه بأن تتأولوه بباطل أو المراد لا تبذلوا جهدكم فى قراء ته وتتركوا غيره من العبادات فالجفاء عنه التقصير والغلو التعمق فيه وكلاهما شنيع وقد أمر الله بالتوسط فى الأمور فقال (لم يسرفوا ولم يقتروا) (ولا تأكلوا به ولا تستكثروا به) أى لا تجعلوه سببا للإكثار من الدنيا ومن الآداب المأمور بها :القصد فى الأمور وكلا فى طرفى قصد الأمور ذميم .وقال الطيبى :يريد لا تجفوا عنه بأن تتركوا قراء ته وتشتغلوا بتأويله وتفسيره .ولا تغلوا فيه بأن تبذلوا جهدكم فى قراء ته وتجويده من غير تفكر كما قال فى الحديث الآخر لم يفقه من قرأ القرآن فى أقل من ثلاث.(حم ع طب) عن (عبد الرحمن بن شبل) بكسر المعجمة وسكون الموحدة ابن عمرو بن يزيد الأنصارى أحد النقباء فقيه حمصى قال الهيثمى رجال أحمد ثقات. وقال ابن حجر فى الفتح سنده قوى(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١٣٣٨)

[2] رقم الحديث ٦٠٢٤، ج٦ ص٢٠٧، ابنِ حبان، رقم الحديث ٧٦٠، سنن ابى داود، رقم الحديث ٨٣١.

قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح (حاشية ابنِ حبان)

و قال ايضاً:

حسن بما قبله (حاشية سنن ابى داود)

تم اس (اللہ کی کتاب) کی قرائت کرو! اس سے پہلے کہ قرآن کی ایسے لوگ قرائت کریں، جو اسے اس طرح سیدھا کردیں، جس طرح تیر سیدھا ہوتا ہے، اُن میں سے ہرایک اس کا بدلہ جلدی حاصل کرنا چاہے گا، اور (بدلہ میں آخرت کے اجروثواب کی شکل میں) دیر نہ (برداشت) کرے گا (طبرانی، ابنِ حبان)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَفِيْنَا الْعَجَمِيُّ، وَالْأَعْرَابِيُّ، قَالَ: فَاسْتَمَعَ فَقَالَ: اِقْرَءُوْا فَكُلٌّ حَسَنٌ، وَسَيَأْتِيْ قَوْمٌ يُقِيْمُوْنَهٗ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُوْنَهٗ، وَلَا يَتَأَجَّلُوْنَهٗ (مسند احمد، رقم الحديث ١٥٢٧٣) [1]

ترجمہ: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور ہم (اس وقت قرآن مجید کی) قرائت کررہے تھے، اور ہم میں عربی اور غیرعربی (دیہاتی وغیرہ) دونوں قسم کے لوگ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرائت سن کر فرمایا کہ تم قرائت کرتے رہو! سب اچھے خاصے (پڑھ رہے) ہو، اور عنقریب کچھ لوگ ایسے آئیں گے کہ جو اس کے یوں بَل نکالیں گے، جس طرح تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے، اُن میں سے ہرایک اس کا بدلہ (دنیا میں) جلدی حاصل کرنا چاہے گا، اور (آخرت کے ثواب میں) دیر (برداشت) نہیں کرے گا (مسند احمد)

دنیا میں جلدی بدلہ حاصل کرنے میں قرآن کی قرائت سے مال حاصل کرنا بھی داخل ہے، اور فخر وتفاخر اور ریاکاری کے طور پر قرائت کرنا بھی داخل ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

بہرحال مذکورہ احادیث سے دنیا اور جاہ وعزت طلبی کی خاطر قرآن مجید پڑھنے کی برائی معلوم

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

ہوئی، جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔ [1]

قرائت کرنے والے تین قسم کے لوگ

حضرت ایاس بن عامر سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

إِنَّکَ إِنْ بَقِيتَ سَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةُ أَصْنَافٍ: فَصِنْفٌ لِلّٰهِ، وَصِنْفٌ لِلْجِدَالِ، وَصِنْفٌ لِلدُّنْيَا، وَمَنْ طَلَبَ بِهٖ أَدْرَکَ (سنن الدارمی) [2]

ترجمہ: بے شک آپ اگر زندہ رہے، تو عنقریب (آپ دیکھیں گے کہ) تین قسم کے لوگ قرآن کی قرائت کریں گے، ایک قسم کے لوگ تو اللہ کے لئے، اور دوسری قسم کے لوگ جھگڑا (اور بحث مباحثہ) کرنے کے لئے، اور تیسری قسم کے لوگ دنیا کے لئے، اور جو اس کے ذریعہ سے (دنیا کو) طلب کرے گا، تو وہ اسے حاصل ہو جائے گی (لیکن وہ ثواب سے محروم ہوگا) (دارمی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَكُوْنُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّيْنَ سَنَةً أَضَاعُوا الصَّلَاةَ، وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ، فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ

---

[1] (اقرأوا القرآن وابتغوا به الله تعالى) على الكيفية التى يسهل على ألسنتكم النطق بها مع اختلافها فصاحة ولكنة ولثغة بلا تكلف ولا مشقة ولا مبالغة (من قبل أن يأتى قوم) أى قرون متتالية (يقيمونه إقامة القدح) بكسر القاف :السهم الذى يرمى به (يتعجلونه) أى يطلبون بقراء ته العاجلة من عرض الدنيا والرفعة فيه ولفظ رواية أحمد يتعجلان أجره (ولا يتأجلونه) أى لا يريدون به الآجلة وهو جزاء الآخرة فمن أراد بها الدنيا فهو متعجل وإن ترسل فى قراء ته ومن أراد به الآخرة فهو متأجل ومن أسرع فى قراء ته بعد إعطاء الحروف حقها .ومن قال أن المراد يتعجلون العمل بالقرآن ولا يؤخرونه فكأنه لم يتأمل السوق إذ الخبر مسوق لذم أؤلئک الآتين وأما إرادة مدحهم فبعيد عن المقام وهذه معجزة لوقوع ما أخبر به (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١٣٤١)

[2] رقم الحديث ٣٣٧٢، كتاب فضائل القرآن، باب فضل من قرأ القرآن.

قال حسين سليم اسد الدارانى:

إسناده صحيح (حاشية سنن الدارمى)

غَيًّا، ثُمَّ يَكُوْنُ خَلْفٌ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ، لَا يَعْدُوْ تَرَاقِيَهُمْ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةٌ: مُؤْمِنٌ، وَمُنَافِقٌ، وَفَاجِرٌ قَالَ بَشِيْرٌ: فَقُلْتُ لِلْوَلِيْدِ: مَا هؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ، فَقَالَ: اَلْمُنَافِقُ كَافِرٌ بِهٖ، وَالْفَاجِرُ يَتَأَكَّلُ بِهٖ، وَالْمُؤْمِنُ يُؤْمِنُ بِهٖ (مسند أحمد، رقم الحديث ١١٣٤٠) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے نااہل لوگ آئیں گے، جو نماز کو ضائع کریں گے، اور (نفسانی) شہوتوں کو پورا کریں گے، پھر عنقریب وہ ہلاکت میں مبتلا ہوں گے، پھر اس کے بعد ایسے نااہل لوگ آئیں گے جو قرآن کو پڑھیں گے، مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور قرآن کو تین قسم کے لوگ پڑھتے ہیں، ایک مومن، دوسرے منافق، اور تیسرے فاجر (یعنی گناہ گار)

بشیر راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ولید سے عرض کیا (جنہوں نے یہ حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنی ہے) کہ وہ تین قسم کے لوگ کون ہیں؟ تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ منافق تو (اپنے دل سے) قرآن کا منکر ہے، اور فاجر (یعنی گناہ گار) قرآن کے ذریعہ سے کھاتا (یعنی مال حاصل کرتا) ہے، اور مومن اس کے مطابق ایمان رکھتا ہے (مسند احمد)

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: تَعَلَّمُوْا الْقُرْآنَ وَسَلُوْا بِهِ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَنْ يَتَعَلَّمَ قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَ بِهِ الدُّنْيَا، فَإِنَّ الْقُرْآنَ يَتَعَلَّمُهٗ ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ يُبَاهِيْ بِهٖ، وَرَجُلٌ يَسْتَأْكِلُ بِهٖ، وَرَجُلٌ يَقْرَأُ لِلّٰهِ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

عَزَّ وَجَلَّ (شعب الایمان للبیھقی) [1]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم قرآن کی تعلیم حاصل کرو، اوراس کے ذریعہ سے جنت کا سوال کرو، اس سے پہلے کہ کچھ لوگ قرآن کی تعلیم حاصل کریں، جس کے ذریعہ سے دنیا کا سوال کریں، پس قرآن کی تعلیم تین قسم کے لوگ حاصل کرتے ہیں، ایک آدمی تو اس کے ذریعہ سے تکبر (اور بڑائی اختیار) کرتا ہے، اورایک آدمی اس کے ذریعہ سے کھاتا (یعنی مال حاصل کرتا) ہے، اورایک آدمی اللہ عزوجل کی رضا کے لئے (اوراخلاص کے ساتھ) قرائت کرتا ہے (بیہقی)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی قرائت کرنے والے لوگ مختلف طرح کے ہوتے ہیں، جن میں صحیح اور بہتر وہ شخص ہے، جو اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید کی قرائت کرے اور جو دل سے قرآن پر ایمان نہ رکھے، وہ بدترین منافق ہے اور جو دنیا یعنی مال حاصل کرنے یا نام آوری کے لئے قرائت کرے، وہ سخت گناہ گار ہے۔

قیامت کے دن ریاکار قاری کی پیشی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی فِیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ثَلَاثَۃٌ: رَجُلٌ اُسْتُشْھِدَ، فَأُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ،

---

[1] رقم الحدیث ۲۳۸۹، فصل فی ترک قراءۃ القرآن فی المساجد والاسواق لیعطی ولیستأکل بہ.

قال الالبانی:

وھذا سند ضعیف، من أجل ابن لھیعۃ، فإنہ سیئ الحفظ، لکنہ لم یتفرد بہ کما یأتی فالحدیث جید .وأبو الھیثم اسمہ سلیمان بن عمرو العتواری المصری(سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ،تحت رقم الحدیث ۲۵۸)

فَعَرَفَهَا، فَقَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ:قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى قُتِلْتُ: قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَرِيْءٌ، فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ أَمَرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ، فَعَرَفَهَا، فَقَالَ: مَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ فِيْكَ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ، وَقَرَأْتُ فِيْكَ الْقُرْآنَ فَقَالَ كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ لِيُقَالَ : هُوَ عَالِمٌ، فَقَدْ قِيْلَ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِءٌ، فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ أَمَرَ بِهٖ، فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، فَقَالَ: مَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيْهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ.قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَوَّادٌ، فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ أَمَرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٨٢٧٧) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کا فیصلہ ہوگا وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے، ایک تو وہ آدمی جو شہید ہوگا، اسے لایا جائے گا، اللہ اس پر (اپنی عطا کردہ) نعمتیں شمار کرائے گا، وہ ان سب نعمتوں کا اعتراف کرے گا، اللہ پوچھے گا کہ پھر تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل سرانجام دیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے آپ کی راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ میں شہید ہوگیا، اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے اس لئے قتال کیا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے، سو وہ (دنیا میں) کہا جاچکا (اب یہاں

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

تیرے لئے کوئی اجر وثواب نہیں ہے) اس کے بعد حکم ہوگا، اور اسے چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، دوسرا وہ آدمی جس نے علم سیکھا اور سکھایا ہوگا اور قرآن پڑھ رکھا ہوگا، اسے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اپنی نعمتوں کو شمار کروائے گا اور وہ ان سب کا اعتراف کرے گا، اللہ پوچھے گا کہ تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل سرانجام دیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم حاصل کیا اور تیری رضا کے لئے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لئے قرآن پڑھا، اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے علم اس لئے حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے سو وہ کہا جا چکا اور تو نے قرآن اس لئے پڑھا تھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو وہ (دنیا میں) کہا جا چکا، اس کے بعد حکم ہوگا اور اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ تیسرا وہ آدمی ہوگا جس پر اللہ نے کشادگی فرمائی ہوگی، اور اسے ہر قسم کا مال عطاء فرمایا ہوگا، اسے لایا جائے گا، اللہ اس کے سامنے اپنی نعمتوں کو شمار کروائے گا اور وہ ان سب کا اعتراف کرے گا، اللہ پوچھے گا کہ پھر تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل سرانجام دیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے آپ کے ہر پسندیدہ راستہ میں مال خرچ کیا، اور آپ کا پسندیدہ کوئی راستہ نہیں چھوڑا، اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ تجھے بڑا سخی کہا جائے سو وہ کہا جا چکا۔ اس کے بعد حکم ہوگا اور اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دیا جائے گا (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریا کاری و دکھلاوے اور بڑا بننے یا اونچے قاری کا نام کمانے کے لئے قرآن مجید کی قرائت کرنا اللہ کی سخت ناراضگی اور عذاب کا باعث ہے، لہٰذا قرآن مجید کی قرائت کرنے والے کو اپنے اندر اخلاص اور رضائے الٰہی کا جذبہ پیدا کرنا چاہئے۔

مومن قاری اور منافق قاری و غیر قاری کی مثال

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْأُتْرُجَّۃِ، رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا طَیِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ التَّمْرَۃِ، لَا رِیْحَ لَھَا وَطَعْمُھَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرَّیْحَانَۃِ، رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ، لَیْسَ لَھَا رِیْحٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، ترنج (یعنی نارنجی) کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ بھی عمدہ ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہے، اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہ پڑھے، اس کھجور کی طرح ہے، جس کا ذائقہ میٹھا ہے، لیکن اس میں خوشبو نہیں، اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، ریحانہ (یعنی تلسی یا Basil) کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو اچھی ہے اور ذائقہ کڑوا ہے، اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا، حنظلہ (یعنی اندرائن کے پھل یا Colocynth) کی طرح ہے، جس کا ذائقہ بھی کڑوا ہے اور اس میں خوشبو بھی نہیں (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْأُتْرُجَّۃِ، رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا طَیِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ

---

[1] رقم الحدیث ۵۴۲۷، کتاب النکاح، باب ذکر الطعام.

الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ التَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَیِّبٌ، وَلَا رِیْحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَةِ، رِیْحُهَا طَیِّبٌ، وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ، وَلَا رِیْحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ کَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْکِ، إِنْ لَمْ یُصِبْکَ مِنْهُ شَیْءٌ أَصَابَکَ مِنْ رِیْحِهٖ، وَمَثَلُ جَلِیْسِ السُّوْءِ کَمَثَلِ صَاحِبِ الْکِیْرِ، إِنْ لَمْ یُصِبْکَ مِنْ سَوَادِهٖ أَصَابَکَ مِنْ دُخَانِهٖ(سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مومن جو قرآن پڑھتا ہے، اس کی مثال ترنج کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو بھی پاکیزہ ہے اور اس کا ذائقہ بھی عمدہ ہوتا ہے، اور وہ مومن جو قرآن نہیں پڑھتا، اس کی مثال کھجور کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ تو عمدہ ہوتا ہے، لیکن اس میں خوشبو نہیں، اور اس فاجر کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، ریحانہ (یعنی تلسی یا Basil) کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے، لیکن اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے، اور وہ فاجر آدمی جو قرآن کی تلاوت نہیں کرتا، اس کی مثال حنظل (یعنی اندرائن کے پھل یا Colocynth) کی ہے کہ اس کا ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے اور اس میں خوشبو نہیں ہوتی، اور نیک آدمی کے ہم نشین کی مثال مشک (یعنی کستوری) والے کی طرح ہے کہ اگر تجھے اس مشک میں سے کچھ بھی نہ ملے تو اس کی خوشبو تو تجھے پہنچ ہی جائے گی، اور برے آدمی کے ہم نشین کی مثال بھٹی والے کی طرح ہے کہ اگر اس کی سیاہی تجھے نہ بھی لگے، اس کا دھواں تو تجھے ضرور پہنچے گا (ابوداؤد)

---

[1] رقم الحديث ۴۸۲۹، کتاب الادب، باب من يؤمر أن يجالس.

قال شعيب الارنوؤط:

إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داود)

اس طرح کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

مذکورہ احادیث سے مومن اور منافق، قاری وغیر قاری کی حقیقت واضح ہوگئی، لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو مومن قاری کی فہرست میں شامل کرنے کی کوشش کرے۔

قرآن کے منافق قراء اور غلط معنیٰ بیان کرنے والے علماء

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّيْ أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِيْ اثْنَتَيْنِ: اَلْقُرْآنَ وَاللَّبَنَ، أَمَّا اللَّبَنُ فَيَبْتَغُوْنَ الرِّيْفَ وَيَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ وَيَتْرُكُوْنَ الصَّلَوَاتِ، وَأَمَّا الْقُرْآنُ فَيَتَعَلَّمُهُ الْمُنَافِقُوْنَ فَيُجَادِلُوْنَ بِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ (مسنداحمد، رقم الحديث ١٧٤٢١) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے متعلق کتاب اور دودھ سے خطرہ ہے، جہاں تک دودھ کا تعلق ہے، تو لوگ سبزہ (و چارہ اور کھیتی) تلاش کریں گے، اور شہوتوں کی پیروی (واتباع) کریں گے، اور نمازوں کو چھوڑ دیں گے، اور جہاں تک قرآن کا تعلق ہے، تو اس کو منافقین سیکھیں گے، پھر اس کے ذریعہ سے مومنوں سے جھگڑا کریں گے (مسند احمد)

اور مستدرک حاکم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] عن علي، قال: مثل الذي أوتي الإيمان ولم يؤت القرآن مثل التمرة طعمها طيب ولا ريح لها، ومثل الذي أوتي القرآن ولم يؤت الإيمان مثل الريحانة الآسة ريحها طيب، وطعمها مر، ومثل الذي أوتي القرآن والإيمان مثل الأترجة ريحها طيب وطعمها طيب، ومثل من لم يؤت الإيمان ولا القرآن مثل الحنظلة ريحها خبيث، وطعمها خبيث (سنن الدارمي، رقم الحديث ٣٤٠٧)

قال حسين سليم اسد الداراني: إسناده صحيح (حاشية سنن الدارمي)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن (حاشية مسند احمد)

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: سَيَهْلِكُ مِنْ أُمَّتِيْ أَهْلُ الْكِتَابِ وَأَهْلُ اللَّبَنِ قَالَ عُقْبَةُ: مَا أَهْلُ الْكِتَابِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَتَعَلَّمُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ يُجَادِلُوْنَ بِهِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا قَالَ: فَقُلْتُ: مَا أَهْلُ اللَّبَنِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ وَيُضِيْعُوْنَ الصَّلَوَاتِ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب میری امت میں سے کتاب (یعنی قرآن) والے اور دودھ والے لوگ ہلاک ہوں گے، حضرت عقبہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کتاب والے کس طرح ہلاک ہوں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہوں گے، جو کتابُ اللہ (یعنی قرآن مجید) کا علم حاصل کریں گے، مگر اس کے ذریعہ وہ (قرآن کا غلط استعمال کر کے) مومنوں سے جھگڑا کریں گے، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! دودھ والے کس طرح ہلاک ہوں گے؟ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہوں گے، جو شہوتوں کی پیروی (واتباع) کریں گے، اور نمازوں کو ضائع کریں گے (حاکم)

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِيْ الْكِتَابَ وَاللَّبَنَ. قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا بَالُ الْكِتَابِ؟ قَالَ:

---

[1] رقم الحديث ٣٤١٧، كتاب التفسير، تفسير سورة مريم.
قال الحاكم:
هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.
وقال الذهبي في التلخيص:
صحيح.

يَتَعَلَّمُهُ الْمُنَافِقُوْنَ ثُمَّ يُجَادِلُوْنَ بِهِ الَّذِيْنَ آمَنُوا. فَقِيْلَ: وَمَا بَالُ اللَّبَنِ؟ قَالَ: أُنَاسٌ يُحِبُّوْنَ اللَّبَنَ، فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ الْجَمَاعَاتِ وَيَتْرُكُوْنَ الْجُمُعَاتِ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۳۱۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت پر کتاب (یعنی قرآن مجید) اور دودھ کا خوف کرتا ہوں، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کتاب (یعنی قرآن مجید) سے کس طرح کا خوف ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتاب (یعنی قرآن مجید) کو منافق لوگ سیکھیں گے، پھر اس کے ذریعہ سے (اس کا ناجائز استعمال کر کے) ان لوگوں سے جھگڑا (اور بحث) کریں گے، جو کہ مومن ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ دودھ سے کس طرح کا خوف ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہوں گے، جو دودھ سے محبت رکھیں گے، پھر وہ جماعت کی نمازیں چھوڑ کر نکل جائیں گے، اور جمعہ کی نمازوں کو بھی ترک کر دیں گے (مسند احمد)

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ مضمون اس طرح سے آیا ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَلَاكُ أُمَّتِيْ فِي الْكِتَابِ وَاللَّبَنِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالْكِتَابُ وَاللَّبَنُ؟ قَالَ: يَتَعَلَّمُوْنَ الْقُرْآنَ فَيَتَأَوَّلُوْنَهُ عَلٰى غَيْرِ مَاأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَيُحِبُّوْنَ اللَّبَنَ فَيَدَعُوْنَ الْجَمَاعَاتِ وَالْجُمَعَ وَيَبْدُوْنَ (مسند احمد) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن، ابن لهيعة -وإن كان سيء الحفظ -قد روى عنه هذا الحديث عبد الله بن يزيد المقرىء كما سيأتي، وروايته عنه صالحة، وهو متابع أيضاً (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۱۷۴۱۵؛ مسند ابويعلیٰ رقم الحديث ۱۷۰۶، شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ۲۷۴۹)
قال شعيب الارنؤوط:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کی ہلاکت کتاب (یعنی قرآن مجید) اور دودھ کی وجہ سے ہوگی، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کتاب (یعنی قرآن مجید) اور دودھ سے کس طرح ہلاکت ہوگی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن سیکھ کر پھر (اس کے بعد بعض) لوگ اس کے ایسے معنیٰ بیان کریں گے، جو اللہ عزوجل کی مراد نہیں ہوں گے، اور وہ دودھ کی محبت کی وجہ سے جمعہ اور جماعت کی نماز چھوڑ دیں گے، اور بادیہ نشینی اختیار کریں گے (زراعت اور مال مویشی کی وجہ سے آبادیوں سے دور گاؤں، دیہاتوں میں رہیں گے) (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ قرآن مجید کا ناجائز استعمال کریں گے، اس کے غلط معنیٰ بیان کریں گے، اور جانوروں کے دودھ کی خاطر ڈھور ڈنگروں کے ساتھ گاؤں دیہات میں رہ بس کر، مگن ہوکر جمعہ کی نماز اور جماعت کو چھوڑ دیں گے، اور جانوروں کے پاس وقت گزاریں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اسناداه حسنان (حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمي:

رواه أبو يعلى وأحمد وفيه ابن لهيعة وقال أبو قبيل :لم أسمع من عقبة إلا هذا الحديث (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٣١٨٣، باب فيمن فاتته الجمعة)

و قال الالباني:

قلت :وهذا الحديث من أحاديث ابن لهيعة الصحيحة، لأنه من رواية أبى عبد الرحمن عنه، واسمه عبد الله بن يزيد المقرىء المكى، وهو ثقة من رجال الشيخين ومن كبار شيوخ البخارى، وقد ذكروا أنه من العبادلة الذين رووا عن ابن لهيعة قبل احتراق كتبه وأنه صحيح الحديث فيما رووه عنه .وقد روى هذا بإسنادين :الأول :عن أبى قبيل عن عقبة .والآخر :عن يزيد بن أبى حبيب عن أبى الخير عن عقبة .وهذا إسناد صحيح، لأن من فوق ابن لهيعة ثقتان من رجال الشيخين أيضا وأبو الخير اسمه مرثد بن عبد الله اليزنى .وأما إسناده الأول فحسن لأن أبا قبيل واسمه حيى بن هانى المعافرى وثقه جماعة منهم أحمد، وضعفه بعضهم، وقال الحافظ فى "التقريب " :"صدوق يهم ". فهو حسن الحديث على الأقل، والله أعلم (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٧٧٨)

گے، دیہات اور گاؤں میں رہنے بسنے کی وجہ سے اچھے اخلاق، اچھی تمدنی ومعاشرت، افادہ و استفادہ، تعلیم وتعلّم کی متنوع شکلوں سے محروم رہیں گے، جس کی طرف بعض دوسری احادیث میں بھی اشارہ ملتا ہے۔ [1]

اس امت کے اکثر منافقوں کے قراء ہونے کی احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ أَكْثَرَ مُنَافِقِيْ أُمَّتِيْ قُرَّآؤُهَا (مسند احمد، رقم الحدیث ٦٦٣٣) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے اکثر منافق قرّاء (یعنی قرآن مجید کی قرائت کرنے والے) ہوں گے (مسند احمد)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: إِنَّ أَكْثَرَ

---

[1] عن ابن عباس، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :من سكن البادية، جفا، ومن اتبع الصيد، غفل، ومن أتى السلطان، افتتن (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٣٣٦٢)

قال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره، وهذا سند ضعيف لجهالة أبى موسى فإنه لم يروعنه غير سفيان، ولم يوثقه غير ابن حبان، وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين(حاشية مسند احمد)

قال بعض العلماء والمراد أن الشيطان يحبب إليهم اللبن فيخرجون إلى البادية ويتركون الجمعة والجماعة(الآداب الشرعية والمنح المرعية لابن مفلح، ج٣ص٢٩٨،فصل فتن المال والنساء والبداوة والأمراء المضلين والعلماء المنافقين)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح، وهذا اسناد حسن(حاشية مسند احمد)

وقال الالبانى:

قلت :وبالجملة فالحديث صحيح بالطرق التى قبل هذه .والله أعلم(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٧٥٠)

مُنَافِقِیْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ لَقُرَّاؤُهَا (مسند احمد، رقم الحديث ١٧٤١١) ١

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے اکثر منافق قرّاء (یعنی قرآن مجید کے قاری) ہوں گے (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ٢

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کے اکثر منافق قرآن کے قاری لوگ ہوں گے،

---

١ قال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره، وهذا إسناد حسن فى المتابعات والشواهد من أجل مِشْرَح بن هاعان، فقد اختلف فيه، وهو حسن الحديث فى المتابعات والشواهد لا سيما فى عقبة، وباقى رجال الإسناد ثقات(حاشية مسند احمد)

وقال الالبانى:

قلت :وهذا إسناد جيد، الوليد بن المغيرة ثقة .وأبو سلمة الخزاعى -واسمه منصور بن سلمة -ثقة ثبت كما فى "التقريب ."ومشرح عرفت حاله وصدقه(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٧٥٠)

٢ حدثنا أبو عبد الرحمن، حدثنا ابن لهيعة، حدثنى أبو المصعب، قال :سمعت عقبة، يقول :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :أكثر منافقى هذه الأمة قراؤها "(مسند احمد، رقم الحديث ١٧٤١٠)

قال شعيب الارنؤوط:حسن لغيره، وهذا إسناد حسن فى المتابعات والشواهد(حاشية مسند احمد)

وقال الالبانى:وهذا إسناد حسن، مشرح ثقة، وفيه كلام يسير من قبل حفظه، لا يضر، وابن لهيعة ثقة إذا روى عنه أحد العبادلة، وهذا قد رواه عنه العبادلة الثلاثة:عبد الله بن يزيد عند أحمد، وابن المبارك عند الفريابى، وابن وهب عند ابن بطة، لاسيما وقد توبع، وهو فيما يأتى(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٧٥٠)

عن عصمة قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :أكثر منافقى أمتى قراؤها(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٤٧١)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى، وفيه الفضل بن المختار، وهو ضعيف(مجمع الزوائد، رقم الحديث ١٠٤١٥)

وحدثنى موسى بن محمد بن كثير الجدى قال :حدثنا حفص بن عمر العدنى قال : حدثنا الحكم بن أبان،، عن عكرمة، عن ابن عباس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أكثر منافقى أمتى قراؤها قال :ولا يتابع على هذا أيضا من حديث ابن عباس وقد روى هذا عن عبد الله بن عمرو، عن النبى عليه السلام بإسناد صالح(الضعفاء الكبير للعقيلى، ج ١ ص ٢٧٤، تحت ترجمة حفص بن عمر العدنى ، باب الحاء)

یعنی وہ اوپر سے تو مومن ہوں گے،اوردل سے مومن نہ ہوں گے۔

مگر بہت سے اہلِ علم حضرات کے نزدیک مذکورہ احادیث میں منافق سے مراد وہ مومن قاری ہے، جو عملی طور پر نفاق اختیار کرے،یعنی وہ قرآن مجید کی تلاوت وقرائت کرے،لیکن اس میں اخلاص نہ ہو، ریاءکاری اوردنیا کی طلب پیشِ نظر ہو۔ [1]

قرآن کی قرائت سے اثر قبول نہ کرنے کا وبال

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ:رَجُلًا فَاجِرًا جَرِيئًا،يَقْرَأُ كِتَابَ اللّٰهِ وَلَا يَرْعَوِي إِلٰى شَيْءٍ مِّنْهُ (مسند أحمد، رقم الحديث ١١٣١٩) [2]

---

[1] وقوله " :أكثر منافقى أمتى قراؤها "فهو أن يعتاد ترك الإخلاص فى العمل ، كما جاء ": التاجر فاجر(شرح السنة للبغوى، ج ا ص٧٧، كتاب الايمان ، باب علامات النفاق)

(أكثر منافقى أمتى قراؤها) تقدم تفسير النفاق وليس المراد هنا نفاق الشرك بل نفاق العمل وهو التصنع ببعض الأعمال الدينية لنيل الدنيا وهذا واقع فى القراء المتصلين بأهل الدنيا وملوكها الطالبين لما فى أيديهم والوعيد فى الأحاديث على ذلك كثير وليس المراد كل القراء (حم طب هب عن ابن عمرو) رمز المصنف لصحته(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، تحت رقم الحديث ١٣٧٨)

(أكثر منافقى أمتى قراؤها) أى الذين يتأولونه على غير وجهه ويضعونه فى غير مواضعه أو يحفظون القرآن تقية للتهمة عن أنفسهم وهم معتقدون خلافه فكان المنافقون فى عصر النبى صلى الله عليه وسلم بهذه الصفة .ذكره ابن الأثير .وقال الزمخشرى :أراد بالنفاق الرياء لأن كلا منهما إرادة ما فى الظاهر خلاف ما فى الباطن .اه .وبسطه بعضهم فقال :أراد نفاق العمل لا الاعتقاد ولأن المنافق أظهر الإيمان بالله لله وأضمر عصمة دمه وماله .والمرائى أظهر بعلمه الآخرة وأضمر ثناء الناس وعرض الدنيا والقارء أظهر أنه يريد الله وحده وأضمر حظ نفسه وهو الثواب ويرى نفسه أهلا له وينظر إلى عمله بعين الإجلال فأشبه المنافق واستويا فى مخالفة الباطن(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١٣٨٤)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: اور بدترین آدمی وہ فاجر (وگناہ گار) شخص ہے جو گناہوں پر جری ہو، اللہ کی کتاب کی قرائت کرتا ہو، لیکن اس سے کوئی اثر قبول نہ کرتا ہو (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید کا قاری وعالم ہو، اور وہ گناہوں سے نہ ڈرتا ہو، اور قرآن مجید سے اثر قبول نہ کرتا ہوں، وہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بدترین آدمی شمار ہوتا ہے۔ [1]

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ قرآن پڑھ کر اس پر عمل نہ کرنے والا ایسا ہے، جیسا کہ یہود ونصاریٰ کہ وہ تورات اور انجیل کو پڑھتے ہیں، مگر ان سے صحیح نفع نہیں اٹھاتے۔ [2]

---

[1] (ألا أخبركم بخير الناس) أى بمن هو من خير الناس إذ ليس الغازى أفضل من جميع الناس مطلقا وكذا قوله (وشر الناس) إذ الكافر شر منه (إن من خير الناس رجلا عمل فى سبيل الله عز وجل) أى جاهد الكفار لإعلاء كلمة الله (على ظهر فرسه أو على ظهر بعيره) أى راكبا على واحد منهما وخصهما لأنهما مراكب العرب غالبا إن لم يكن دائما فالراكب على بغل أو برذون أو حمار أو فيل فى الفضل المذكور كذلك (أو على ظهر قدميه) أى ماشيا على قدميه ولفظ الظهر مقحم ويستمر ملازما على ذلك (حتى يأتيه الموت) بالقتل فى سبيل الله أو بغيره (وإن من شر الناس رجلا فاجرا) أى منبعثا فى المعاصى (جريئا) بالهمز على فعيل اسم فاعل من جرؤ جراءة مثل ضخم ضخامة والاسم الجرأة كالغرفة وجرأته عليه بالتشديد فتجرأ واجترأ على القول أسرع بالهجوم عليه من غير توقف والمراد هنا هجام قوى الإقدام (يقرأ كتاب الله) القرآن (لا يرعوى) أى لا ينكف ولا ينزجر (إلى شىء منه) أى من مواعظه وزواجره وتقريعه وتوبيخه ووعيده> .تنبيه <قد أشار هذا الخبر وما قبله إلى أن من الناس من هو خير بالطبع ومنهم من هو شر بالطبع أو ومنهم متوسط وجرى عليه طائفة مستدلين له بهذا الحديث ونحوه .وقال قوم :الناس يخلقون أخيارا بالطبع ثم يصيرون أشرارا بمجالسة أهل الشره والميل إلى الشهوات الرديئة التى لا تنقمع بالتأديب واستدلوا بخبر كل مولود يولد على الفطرة وقال آخرون :الناس خلقوا من الطينة السفلى وهى كدر العالم فمنهم باعتبار ذلك أشرار بالطبع لكن فيهم أخيار بالتأديب ومنهم من لا ينتقل عن الشر مطلقا واستدلوا بقوله تعالى :(إن الإنسان لفى خسر إلا الذين آمنوا وعملوا الصالحات) قال فى الفردوس :الارعواء الندم على الشىء والانصراف عنه والترك له (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٢٨٥٨)

[2] عن زياد بن لبيد، قال :ذكر النبى صلى الله عليه وسلم شيئا قال " :وذاك عند أوان ذهاب العلم "قال :قلنا يا رسول الله، يذهب العلم ونحن نقرأ القرآن ونقرئه أبناء نا، ويقرئه أبناؤنا أبناء هم إلى يوم القيامة؟ قال " :ثكلتك أمك يا ابن أم لبيد، إن كنت لأراك من أفقه رجل بالمدينة، أوليس هذه اليهود والنصارى يقرء ون التوراة والإنجيل، فلا ينتفعون مما فيهما بشىء (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٧٩١٩)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

قرآن پڑھ کر اس سے علیٰحدگی اختیار کرنے کا خوف

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلًا قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتّٰى إِذَا رُئِيَ عَلَيْهِ بَهْجَتُهُ، وَكَانَ رِدْءًا لِلْإِسْلَامِ اعْتَزَلَ إِلٰى مَا شَاءَ اللّٰهُ، وَخَرَجَ عَلٰى جَارِهٖ بِسَيْفِهٖ، وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ (مسند البزار، رقم الحديث ٢٧٩٣، ج٧ص ٢٠، مسند حذيفة بن اليمان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمہارے اوپر سب سے زیادہ خوف اس آدمی کا ہے، جس نے قرآن کو پڑھا، یہاں تک کہ جب اس پر قرآن کی تازگی نظر آئی، اور وہ اسلام کا مددگار بننے کے قابل ہوا، تو اس نے (سوادِ اعظم سے) علیٰحدگی اختیار کر کے وہ راستے اور طریقے اختیار کر لئے جو اللہ کی مشیت میں (پہلے سے ہی) تھے، اور اپنے پڑوسی پر تلوار لے کر نکل پڑا، اور اس پر شرک کا حکم لگا دیا (بزار)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت میں ایسے شخص کے پیدا ہونے کا بہت زیادہ خوف تھا کہ جو قرآن کو پڑھے، اس کی قرائت کرے، یہاں تک کہ قرآن کی تروتازگی اس پر نظر آنے لگے، اور وہ اسلام کا معین و مددگار معلوم ہونے لگے، لیکن فوراً ہی وہ قرآن و اسلام کے تقاضوں سے علیٰحدگی اختیار کر لے، اور اپنے پڑوسیوں، بھائی بندوں پر شرک و کفر کا حکم

---

[1] قال البزار:
وهذا الحديث بهذا اللفظ لا نعلمه يروى إلا عن حذيفة بهذا الإسناد، وإسناده حسن، والصلت هذا رجل مشهور من أهل البصرة، وما بعده فقد استغنينا عن تعريفهم؛ لشهرتهم(مسند البزار)
و قال الهيثمي:
رواه البزار، وإسناده حسن(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٨٩٠)

لگا کر ان سے قتل وقتال کرنے لگے، اس کو قتل کرنے کے لئے چڑھ دوڑے، عہد ماضی کے خوارج واہلِ اعتزال اور عہدِ رواں کے اہلِ قرآن اور عراق، شام، مصر اور خود وطنِ عزیز کے تکفیری گروہ جو بظاہر نماز، روزے وغیرہ اعمالِ شرعیہ کے پابند اور قرآن کو دستور بنا کر اس کے نفاذ کے مدعی، اور قرآن کے نام پر غلو کا یہ حال کہ پورے معاشرہ وسوسائٹی، ریاست اور اس کے تمام اداروں سے برسرِ پیکار اور قرآنی نصوص سے اپنے ہی بھائی بندوں پر واجب القتل ہونے کے فتوے لگا کر ان کی گردنیں ناپتے ہیں، وہ سب اس میں داخل ہیں۔

قرّاء کو دائیں بائیں بھٹکنے سے بچنے کی نصیحت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ:

يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ اسْتَقِيمُوا فَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبْقًا بَعِيدًا، فَإِنْ أَخَذْتُمْ يَمِينًا وَشِمَالًا، لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا (بخاری) [1]

ترجمہ: اے قراء کی جماعت تم سیدھی راہ اختیار کرو، اس لئے کہ تم بہت آگے اور دور تک سبقت لے جا چکے ہو، اگر تم دائیں بائیں ہٹ گئے، تو تم اس وقت بہت ہی دور کی گمراہی میں جا پڑو گے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ حاملین قرآن روحانی و دینی عظمتوں کے بلند سے بلند مراتب سر کر چکے ہیں اور بہت آگے نکل چکے ہیں، اس مقام پر بھٹکیں گے تو **فما ذا بعد الحق الا الضلال** کے مصداق واپس آنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا کہ ہدایت کے بلند ترین مراتب کو بھی اخذ کرنے کے بعد ٹھکرا دیا تو اب ہدایت کا مزید تو کوئی مرتبہ نہیں جو ان کو جذب وانگیز کر سکے، برخلاف عامۃ الناس کے کہ وہ ابھی ورطۂ غفلت یا جہالت میں ہی پڑے ہوتے ہیں، اس سے باہر ہدایت کی وسیع دنیا ان کے لئے کھلی ہوتی ہے، احساسِ زیاں ہونے پر توبہ تائب ہو کر وہ دین و

---

[1] رقم الحدیث ۷۲۸۲، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

ایمان کی طرف پلٹتے اور لوٹتے ہیں نہ کہ الحاد و زندقہ کی طرف۔ [1]

قاری کا بدعت ایجاد کرنا

حضرت یزید بن عمیرہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ:

إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ، وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ حَتّٰى يَأْخُذَهُ الرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ وَالْحُرُّ وَالْعَبْدُ وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ، فَيُوشِكُ الرَّجُلُ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ الْقُرْآنَ فَمَا لِلنَّاسِ لَا يَتَّبِعُونِي وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ؟ ثُمَّ يَقُولُ: مَا هُمْ مُتَّبِعِيَّ حَتّٰى أَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ فَإِيَّاكُمْ، وَمَا ابْتَدَعَ فَإِنَّ مَا ابْتَدَعَ ضَلَالَةٌ، اِتَّقُوا زَلَّةَ الْحَكِيمِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يُلْقِي عَلٰى فِيِّ الْحَكِيمِ الضَّلَالَةَ، وَيُلْقِي لِلْمُنَافِقِ كَلِمَةَ الْحَقِّ (مستدرک حاکم) [2]

---

[1] (يا معشر القراء) بضم القاف وتشديد الراء مهموزا جمع قارء، والمراد العلماء بالقرآن والسنة العباد (استقيموا) اسلكوا طريق الاستقامة بأن تتمسكوا بأمر الله فعلا وتركا (فقد سبقتم) بضم السين وكسر الموحدة مصححا عليه فى الفرع كأصله مبنيا للمفعول أى لازموا الكتاب والسنة فإنكم مسبوقون (سبقا بعيدا) أى ظاهرا ووصفه بالبعد لأنه غاية شأو المتسابقين، ولأبى ذر: سبقتم بفتح السين والموحدة .قال فى الفتح :وبه جزم ابن التين وهو المعتمد، وزاد محمد بن يحيى الذهلى عن أبى نعيم شيخ البخارى فيه، فإن استقمتم فقد سبقتم أخرجه أبو نعيم فى مستخرجه وخاطب بذلك من أدرك أوائل الإسلام، فإذا تمسك بالكتاب والسنة سبق إلى كل لأن من جاء بعده إن عمل بعمله لم يصل إلى ما وصل إليه من سبقه إلى الإسلام إلا فهو أبعد منه حسا وحكما (فإن) خالفتم الأمر (أخذتم يمينا وشمالا) عن طريق الاستقامة (لقد ضللتم ضلالا بعيدا (ارشاد السارى، ج١٠، ص ٣٠٥، كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله -صلى الله عليه وسلم)

[2] رقم الحديث ٨٤٢٢، كتاب الفتن والملاحم،ابو داؤد، رقم الحديث ٤٦١٣.
قال الحاكم:
هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: بے شک تمہارے سامنے بہت سے فتنے ہوں گے، جن میں مال کی کثرت ہوجائے گی اور قرآن کو خوب کھولا جائے گا، یہاں تک کہ اس کو ہر آدمی اور عورت اور آزاد اور غلام اور چھوٹا اور بڑا حاصل کرے گا، پس قریب ہے کہ (ان میں سے) ایک آدمی یہ کہے کہ میں نے قرآن پڑھا ہے پھر لوگوں کو کیا ہوا کہ میری اتباع نہیں کرتے؟ پھر وہ کہے گا کہ یہ لوگ اس وقت تک میری اتباع نہیں کریں گے، جب تک کہ میں ان کے لیے قرآن کے علاوہ کچھ اور (نئی چیز) ایجاد نہ کردوں، پس تم اس سے اور اس کی ایجاد کردہ بدعت سے بچ کر رہنا، کیونکہ اس نے جو بات ایجاد کی ہے، وہ گمراہی ہے، اور میں تمہیں عالم کی کجروی سے ڈراتا ہوں، کیونکہ کبھی شیطان عالم کے منہ میں بھی گمراہی کی بات ڈال دیتا ہے، اور کبھی منافق پرحق بات القاء کردیتا ہے (حاکم، ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ ایک دور میں مومن اور منافق اور چھوٹے اور بڑے سب قرآن کو پڑھیں گے، پھر ان میں سے بعض لوگ جب یہ دیکھیں گے کہ لوگ ان کی اتباع اور پیروی نہیں کررہے اور ان کے عقیدت مند نہیں بن رہے، تو وہ قرآن کے علاوہ کوئی نئی بدعت والی چیز (مثلاً گانا، اور خلافِ شرع شعروشاعری یا پھر قرآن مجید کی موسیقی کے طرز پر قرائت وغیرہ) ایجاد کرلیں گے، اور ان کی زبان سے بعض اوقات حق بات بھی صادِر ہوجائے گی، جو شیطان کی القاء کردہ ہوگی، ان سے مومنوں کو ہوشیار اور بچ کر رہنے کی ضرورت ہوگی۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

و قال الذهبی فی التلخیص:

علی شرط البخاری ومسلم.

وقال شعیب الارنؤوط:

أثر إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داود)

[2] (إن من ورائكم -يعنى :أمامكم -فتناً يكثر فيها المال) أى :يفيض فيها المال على الناس.

قوله :((ويفتح فيها القرآن، حتى يأخذه المؤمن والمنافق، والرجل والمرأة، والصغير والكبير))

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اللہ تعالیٰ سب کو حق و سچ بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أی :كلهم يقرأ القرآن، فالمؤمن يقرأ القرآن، والمنافق يقرأ القرآن، والصغير يقرأ القرآن، والكبير يقرأ القرآن، والمرأة تقرأ القرآن، والرجل يقرأ القرآن، فكل هؤلاء يكونون على علم ومعرفة بالقرآن.

قوله :(فيوشک قائل أن يقول :ما بال الناس لا يتبعونی وقد قرأت القرآن؟ !) معنى ذلک :أنه يدعوهم إلى القرآن وإلى ما فيه فلا يستجيبون له، ثم بعد ذلک يقوم بأمر منكر، وهو :أنه يفكر أو تحدثه نفسه بأن يحدث لهم شيئاً غير القرآن حتى يتبعوه؛ لأنهم لم يتبعوه على الحق.

قوله :(ما هم بمتبعی حتى أبتدع لهم غيره)، فيبتدع لهم بدعة فيدعوهم إليها، وعند ذلک قال معاذ :(فإياكم وما ابتدع) وهذا فيه تحذير وترهيب مما ابتدعه المبتدع ودعاهم إليه.

قوله :(فإن ما ابتدع ضلالة)؛ لأن كل بدعة ضلالة، وقد قال رسول الله صلى الله وسلم :(وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة)

قوله :(وأحذركم زيغة الحكيم) وهو الإنسان الذی عنده حكمة، وعنده كلام حسن جميل، فيحصل منه خطأ وزلل، أو يغويه الشيطان فيحصل منه سوء فهم، فيأتی بكلام باطل يعتبر زيغة وزلة من هذا الحكيم، فيجب أن يحذر من تلک الزلات، ويجب أن تجتنب حتى لا يغتر بها.

قوله :(فإن الشيطان قد يقول كلمة الضلالة على لسان الحكيم) أی :إن الشيطان قد يضل الإنسان حتى يقول كلمة الباطل والضلال، مع أنه معروف بالكلام الطيب والجميل، فإنه يحذر من زلله وخطئه وزيغه، وعكس ذلک أن المنافق قد يقول كلاماً حسناً جميلاً، فالحق يؤخذ ممن جاء به، والباطل يترک ممن جاء به(شرح سنن أبی داود،لعبد المحسن العباد البدر،باب لزوم السنة)

(إن من ورائكم) أی بعدكم (فتنا) بكسر ففتح جمع فتنة وهی الامتحان والاختبار بالبلية (ويفتح) بصيغة المجهول وهو كناية عن شيوع إقراء القرآن وقراء ته وكثرة تلاوته لأن من لازم شيوع الإقراء والقراء ة وكثرة التلاوة أن يفتح القرآن.

والمعنى أن فی أيام هذه الفتن يشيع إقراء القرآن وقراء ته ويروج تلاوته بحيث يقرؤه المؤمن والمنافق والرجل والمرأة والكبير والصغير والعبد والحر (حتى أبتدع لهم) أی أخترع لهم البدعة (غيره) أی غير القرآن ويقول ذلک لما رآهم يتركون القرآن والسنة ويتبعون الشيطان والبدعة (فإياكم وما ابتدع) أی احذروا من بدعته (فإن ما ابتدع) بصيغة المجهول أو المعلوم (زيغة الحكيم) أی انحراف العالم عن الحق.

والمعنى أحذركم مما صدر من لسان العلماء من الزيغة والزلة وخلاف الحق فلا تتبعوه (عون المعبود، ج١٢ ص٢٣٧، كتاب السنة، باب من دعا إلى السنة)

(فصل نمبر 4)

خوارج اور قرآن حلق سے نیچے نہ اترنے والوں کی قرائت

کئی احادیث وروایات میں خوارج اور قرآن حلق سے نیچے نہ اترنے والوں کی قرائت اور ساتھ ہی ایسے لوگوں کی کچھ دیگر علامات اور نشانیوں کا تذکرہ آیا ہے،اس طرح کی چند احادیث وروایات ذکر کی جاتی ہیں،جن سے حاصل شدہ کچھ فوائد کا ساتھ ساتھ اور اجمالی فوائد کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں کیا جائے گا۔

(1)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ (فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ)فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:يَكُوْنُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّيْنَ سَنَةً أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا، ثُمَّ يَكُوْنُ خَلْفٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يَعْدُوْ تَرَاقِيَهُمْ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةٌ مُؤْمِنٌ وَمُنَافِقٌ وَفَاجِرٌ قَالَ بَشِيْرٌ:فَقُلْتُ لِلْوَلِيْدِ:مَا هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ؟ فَقَالَ:اَلْمُنَافِقُ كَافِرٌ، وَالْفَاجِرُ يَتَأَكَّلُ بِهٖ، وَالْمُؤْمِنُ يُؤْمِنُ بِهٖ (مستدرک حاکم) [1]

---

[1] رقم الحديث ٣٤١٦،كتاب التفسير، تفسير سورة مريم،ج٢ص٤٠٦، مسند احمد، رقم الحديث ١١٣٤٠.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح رواته حجازيون وشاميون أثبات ولم يخرجاه .

وقال الذهبي فى التلخيص:

صحيح.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے (سورہ مریم کی یہ) آیت تلاوت فرمائی کہ ''فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ'' (یعنی پھر ایسے بُرے پیروکار آئیں گے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے بُرے پیروکار آئیں گے، جو نماز کو ضائع کریں گے، اور اپنی خواہشوں کی اتباع کریں گے، سو یہ لوگ عنقریب ہلاکت میں مبتلا ہوں گے، پھر اس کے بعد ایسے بُرے پیروکار لوگ آئیں گے، جو قرآن کو پڑھیں گے، مگر قرآن اِن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور قرآن کو تین قسم کے لوگ پڑھتے ہیں، ایک مومن، دوسرے کافر، تیسرے فاجر (یعنی گناہ گار)

بشیر (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے ولید (راوی) سے عرض کیا کہ یہ تین قسم کے لوگ کون سے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ منافق تو (اللہ کے نزدیک) کافر ہے (کہ اس کا دل سے قرآن پر ایمان نہیں ہوتا، اگرچہ وہ زبان سے الفاظ تلاوت کرے) اور فاجر (یعنی گناہ گار) قرآن کے ذریعہ سے کھاتا (اور مال بٹورتا) ہے، اور مومن اس پر ایمان لاتا ہے (حاکم)

معلوم ہوا کہ قرآن کی قرائت ایسا شخص بھی کرسکتا ہے کہ جو منافق ہو، اور اس کے دل میں ایمان نہ ہو، وہ الگ بات ہے کہ اس پر کفر کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جاسکتا، جب تک ظاہر میں کوئی کفر والی ایسی بات سامنے نہ آجائے، جس میں تاویل نہ ہوسکتی ہو۔

(2)...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَخْرُجُ فِيْكُمْ قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ، وَعَمَلَكُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ، وَيَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَنْظُرُ فِي النَّصْلِ فَلَا يَرٰى

شَيْئًا، وَيَنْظُرُ فِي الْقِدْحِ فَلَا يَرٰى شَيْئًا، وَيَنْظُرُ فِي الرِّيْشِ فَلَا يَرٰى شَيْئًا، وَيَتَمَارٰى فِي الْفُوْقِ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تم میں ایک قوم نکلے گی، تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلہ میں اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلہ میں اور دیگر اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلہ میں کم تر اور حقیر سمجھو گے، اور وہ قرآن پڑھیں گے، جو اِن کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے وہ ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے (آر پار) نکل جاتا ہے کہ شکاری کو نہ تیر کے اگلے حصہ میں کچھ (خون وغیرہ کا اثر) نظر آتا ہے اور نہ تیر کے اوپر والے حصہ میں کچھ (خون وغیرہ کا اثر) نظر آتا ہے، اور نہ تیر پر نظر آتا ہے، البتہ اس کے اوپر کچھ (خون وغیرہ لگنے کا) شبہ سا ہوتا ہے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ اس امت میں کچھ ایسے لوگ برآمد ہوں گے، جو نماز، روزہ بہت اچھے طریقوں پر کریں گے، جن پر دوسرے مومنوں کو رشک محسوس ہوگا اور وہ قرآن کی قرائت کی بھی کریں گے، مگر اس کا اثر دل میں نہ ہوگا، اور یہ لوگ یکلخت دین سے نکل جائیں گے، اور ان پر بعد میں دین کا کوئی اثر نظر نہیں آئے گا، جس طرح سے شکار سے آر پار نکلنے والے تیر پر کوئی خون وغیرہ کا اثر نظر نہیں آتا۔

(3)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، وَيَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتّٰى يَعُوْدَ السَّهْمُ إِلٰى فُوْقِهٖ،

---

[1] رقم الحديث ٥٠٥٨، كتاب تفسير القرآن، باب إثم من راء ى بقراء ة القرآن أو تأكل به أو فخر به.

قِيْلَ مَا سِيْمَاهُمْ؟ قَالَ: سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ أَوْ قَالَ :التَّسْبِيْدُ(بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مدینہ منورہ سے) مشرق کی طرف (مثلاً نجد اور عراق وغیرہ) سے کچھ لوگ نکلیں گے اور قرآن پڑھیں گے، جو اِن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح تیر شکار سے (آر پار ہوکر) نکل جاتا ہے، پھر وہ لوگ دین میں لوٹ کر نہیں آئیں گے، جب تک کہ تیر اپنی جگہ پر نہ لوٹ آئے (اور تیر کے چلنے کے بعد واپس اپنی جگہ لوٹ کر آنا ممکن نہیں، اسی طرح ان کا بھی دین کی طرف لوٹ کر آنا ممکن نہیں ہوگا) عرض کیا گیا کہ ان کی نشانی کیا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحلیق (یعنی بال منڈانا) یا فرمایا کہ تسبید (یعنی بال دور کرنا) (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی نشانی وعلامت یہ ہوگی کہ وہ لوگ بال منڈوائیں گے، اور سر وغیرہ کے بالوں کو صفاچٹ کر کے رکھیں گے۔

(4)......حضرت یزید فقیر سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِأَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ إِنَّ مِنَّا رِجَالًا هُمْ أَقْرَؤُنَا لِلْقُرْآنِ، وَأَكْثَرُنَا صَلَاةً، وَأَوْصَلُنَا لِلرَّحِمِ، وَأَكْثَرُنَا صَوْمًا، خَرَجُوْا عَلَيْنَا بِأَسْيَافِهِمْ، فَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ، كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ (مسند احمد،رقم الحديث ١١٤٨٨) [2]

---

[1] رقم الحديث ٧٥٦٢، كتاب التوحيد، باب قراء ة الفاجر والمنافق، وأصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم.

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہم میں کچھ آدمی ہیں، جو ہم سب سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرتے تھے، اور ہم سب سے زیادہ نماز پڑھتے تھے، اور ہم سب سے زیادہ (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی (اور اچھا برتاؤ) کرتے تھے، اور ہم سب سے زیادہ روزے رکھتے تھے، لیکن اب وہ ہمارے اوپر (جنگ کرنے کے لئے) تلواریں سونت کر آ گئے ہیں، تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (اس امت میں) کچھ ایسے لوگ برآمد ہوں گے، جو قرآن تو پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے (آناً فاناً) نکل کر آر پار ہو جاتا ہے (مسند احمد)

یہ لوگ جو (حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں) صحابۂ کرام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی تلواریں سونت کر نکلے تھے، خوارج تھے۔

(5)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قَسْمًا، أَتَاهُ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ، وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِعْدِلْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْلَكَ وَمَنْ يَّعْدِلُ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ؟ قَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ائْذَنْ لِيْ فِيْهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : دَعْهُ، فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ

مِنَ الرَّمِيَّةِ، يُنْظَرُ إِلٰى نَصْلِهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلٰى رِصَافِهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ وَهُوَ الْقِدْحُ ،ثُمَّ يُنْظَرُ إِلٰى قُذَذِهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ، سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ، إِحْدَى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ، أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَتَدَرْدَرُ، يَخْرُجُوْنَ عَلٰى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ.

قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ:فَأَشْهَدُ أَنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَاتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ، فَأَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ، فَوُجِدَ، فَأُتِيَ بِهٖ، حَتّٰى نَظَرْتُ إِلَيْهِ، عَلٰى نَعْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ نَعَتَ(مسلم) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت (لوگوں میں) مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کے پاس ذوالخویصرہ جو بنی تمیم کا قبیلہ ہے، میں سے ایک شخص آیا اور، اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! انصاف کرو (تقسیم کرنے میں ظلم و ناانصافی سے کام نہ لو) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو، اگر میں انصاف نہ کروں گا، تو کون ہے جو (میرے مقابلہ میں) انصاف کرے گا، اور اگر میں نے عدل وانصاف نہ کیا، تو میں بدنصیب اور نقصان اٹھانے والا ہو گیا، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو، پس بے شک اس کے ساتھی ایسے ہیں کہ تمہارا ایک آدمی اپنی نماز کو ان کی نماز سے حقیر و کمتر تصور کرتا ہے، اور اپنے روزے کو ان کے روزے سے حقیر و کمتر تصور کرتا ہے، یہ لوگ

---

[1] رقم الحديث ١٠٦٤ ''١٤٨'' كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم.

قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے گلوں سے آگے نہ بڑھے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسا کہ تیر شکار سے (آر پار ہوکر) نکل جاتا ہے کہ تیر انداز تیر کے بھالہ کو دیکھتا ہے تو اس میں کوئی چیز (خون کا نشان وغیرہ) نہیں پاتا، پھر تیر کے کنارے کو دیکھتا ہے، تو اس میں کوئی چیز (خون کا نشان وغیرہ) نہیں پاتا، پھر اس تیر کی لکڑی کو دیکھتا ہے تو کچھ (خون کا نشان وغیرہ) نہیں پاتا، حالانکہ تیر پیٹ کی گندگی اور خون سے گزر کر نکل چکا ہوتا ہے، ان لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ ان میں سے ایک آدمی سیاہ رنگ کا ہوگا، اور اس کا ایک شانہ عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگا جو تھرتھراتا ہوگا، یہ اس وقت نکلیں گے جب لوگوں میں پھوٹ (اور تفرقہ بازی) ہوگی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے قتال کیا اور میں آپ کے ساتھ تھا تو آپ نے اس (طرح کے) آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفات بیان فرمائی تھیں) وہ آدمی ملا تو اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، یہاں تک کہ میں نے اسے ویسا ہی پایا، جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا تھا (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خارجیوں کی جو علامت ونشانی بیان فرمائی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کے مقابلہ میں اس علامت کے مطابق خارجی لوگ آئے تھے، جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتال کیا تھا۔ [1]

---

[1] (قال أبو سعيد) أی :الخدری راوی الحديث (أشهد) أی :أحلف (أنی سمعت هذا من رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وأشهد أن علی بن أبی طالب قاتلهم وأنا معه) ، أی :فهو ومن معه خير

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(6)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَعَثَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ بِالْيَمَنِ بِذَهَبَةٍ فِيْ تُرْبَتِهَا، إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ: اَلْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيُّ، وَعُيَيْنَةُ بْنُ بَدْرٍ الْفَزَارِيُّ وَعَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيُّ ثُمَّ أَحَدُ بَنِيْ كِلَابٍ، وَزَيْدُ الْخَيْرُ الطَّائِيُّ، ثُمَّ أَحَدُ بَنِيْ نَبْهَانَ، قَالَ: فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ، فَقَالُوْا: أَتُعْطِيْ صَنَادِيْدَ نَجْدٍ وَتَدَعُنَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّيْ إِنَّمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِأَتَأَلَّفَهُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ كَثُّ اللِّحْيَةِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ، نَاتِءُ الْجَبِيْنِ، مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ، فَقَالَ: اِتَّقِ اللّٰهَ، يَا مُحَمَّدُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ إِنْ عَصَيْتُهُ، أَيَأْمَنُنِيْ عَلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُوْنِيْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ، فَاسْتَأْذَنَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فِيْ قَتْلِهٖ، يَرَوْنَ أَنَّهٗ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ ضِئْضِءِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ، وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ (مسلم) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الفرقة (فأمر) أى :على (بذلک الرجل) أى :بطلب ذلک الرجل الذى آيتهم وعلامتهم (فالتمس) بصيغة المجهول أى فطلب وأخذ (فأتى به حتى نظرت إليه على نعت النبى -صلى الله عليه وسلم -الذى نعته) . أى سابقا(مرقاة المفاتيح، ج۹ص۳۷۹۷، كتاب الفضائل، باب فى المعجزات)

[1] رقم الحديث۱۰۶۳ "۱۴۳" كتاب الزكاة،باب ذكر الخوارج وصفاتهم.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن کا کچھ سونا مٹی میں ملا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار آدمیوں اقرع بن حابس حنظلی اور عیینہ بن بدر فزاری اور علقمہ بن علاثہ عامری کو اور ایک بنی بن کلاب کے آدمی کو، اور زید الخیر الطائی کو، پھر ایک بنی نبہان کو دے دیا، تو قریش اس بات پر ناراض ہوئے، اور انہوں نے کہا کہ آپ نجد کے سرداروں کو دیتے اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایسا ان کی تالیفِ قلبی (یعنی دلجوئی) کے لئے کیا ہے، پھر ایک آدمی گھنی ڈاڑھی والا اور پھولے ہوئے رخسار والا، جس کی آنکھیں اندر گھسی ہوئی تھیں، اور پیشانی اُبھری ہوئی تھی، اور سر کے بال مونڈے ہوئے تھے، اس نے آ کر کہا کہ اے محمد! اللہ سے ڈرو (اور انصاف کرو) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں (ظلم وناانصافی کر کے) اللہ کی نافرمانی کروں، تو پھر کون ہے جو اللہ کی فرمانبرداری (اور عدل وانصاف) کرے، یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے، اللہ نے مجھے امین بنایا اہلِ زمین پر، اور تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے، وہ آدمی چلا گیا تو قوم میں سے ایک شخص نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) اس کے قتل کرنے کی اجازت طلب کی جو کہ غالباً حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آدمی کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے، جو قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا، وہ لوگ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے، اور بت پرستوں (یعنی مشرکوں) کو چھوڑیں گے، اور وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں جس طرح تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، اگر میں ان کو پاتا تو انہیں قومِ عاد کی طرح (یعنی سب کو) قتل کرتا (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوارج کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے، اور

مشرکوں اور بت پرستوں کو چھوڑیں گے۔ ؎۱

(7)......اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

بَعَثَ عَلِيُّ بُنُ أَبِيُ طَالِبٍ إِلٰى رَسُوُلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ، بِذَهَبَةٍ فِيُ أَدِيُمٍ مَقُرُوُظٍ لَمُ تُحَصَّلُ مِنُ تُرَابِهَا، قَالَ: فَقَسَمَهَا بَيُنَ أَرُبَعَةِ نَفَرٍ: بَيُنَ عُيَيُنَةَ بُنِ حِصُنٍ، وَالْأَقُرَعِ بُنِ حَابِسٍ، وَزَيُدِ الْخَيُلِ، وَالرَّابِعُ إِمَّا عَلُقَمَةُ بُنُ عُلَاثَةَ، وَإِمَّا عَامِرُ بُنُ الطُّفَيُلِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنُ أَصُحَابِهِ: كُنَّا نَحُنُ أَحَقَّ بِهٰذَا مِنُ هٰؤُلَاءِ، قَالَ: فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَلَا تَأْمَنُوُنِيُ؟ وَأَنَا أَمِيُنُ مَنُ فِي السَّمَاءِ، يَأْتِيُنِيُ خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيُنَيُنِ، مُشُرِفُ الْوَجُنَتَيُنِ، نَاشِزُ الْجَبُهَةِ، كَثُّ اللِّحُيَةِ، مَحُلُوُقُ الرَّأْسِ، مُشَمَّرُ الْإِزَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُوُلَ اللّٰهِ، اِتَّقِ اللّٰهَ، فَقَالَ: وَيُلَكَ أَوَلَسُتُ أَحَقَّ أَهُلِ الْأَرُضِ أَنُ يَّتَّقِيَ اللّٰهَ قَالَ: ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ، فَقَالَ خَالِدُ بُنُ الْوَلِيُدِ: يَا رَسُوُلَ اللّٰهِ، أَلَا أَضُرِبُ عُنُقَهٗ؟ فَقَالَ: لَا، لَعَلَّهٗ أَنُ يَكُوُنَ يُصَلِّيُ قَالَ خَالِدٌ: وَكَمُ مِنُ مُصَلٍّ يَقُوُلُ بِلِسَانِهٖ مَا لَيُسَ فِيُ قَلُبِهٖ، فَقَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ: إِنِّيُ لَمُ أُوُمَرُ أَنُ أَنُقُبَ عَنُ قُلُوُبِ النَّاسِ، وَلَا أَشُقَّ بُطُوُنَهُمُ قَالَ: ثُمَّ نَظَرَ إِلَيُهِ وَهُوَ مُقَفٍّ، فَقَالَ: إِنَّهٗ يَخُرُجُ مِنُ ضِئُضِءِ هٰذَا قَوُمٌ يَتُلُوُنَ كِتَابَ اللّٰهِ، رَطُبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمُ، يَمُرُقُوُنَ مِنَ الدِّيُنِ كَمَا يَمُرُقُ السَّهُمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ قَالَ: أَظُنُّهٗ قَالَ: لَئِنُ أَدُرَكُتُهُمُ لَأَقُتُلَنَّهُمُ قَتُلَ ثَمُوُدَ (مسلم) ؎۲

؎۱ آج بھی کئی ایسے ہی نام نہاد مسلمان ہیں، جو جہاد وقتال کا لیبل لگا کر مسلمانوں کو قتل کرتے اور مارتے ہیں، اور مشرکوں اور ہندوؤں کو کچھ نہیں کہتے، بلکہ ان کے ساتھ مل کر یا ان کے کہنے پر ایسا کرتے ہیں۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

؎۲ رقم الحدیث ۱۰۶۴ "۱۴۴" "کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتھم.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچھ سونا سرخ رنگے ہوئے کپڑے میں بند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا، جس کو مٹی سے الگ نہیں کیا گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار آدمیوں عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید خیل اور چوتھے علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل کے درمیان تقسیم کر دیا، تو آپ کے پاس موجود ساتھیوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ ہم اس کے (ملنے کے) زیادہ حقدار تھے، یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے؟ حالانکہ میں آسمانوں کا امین ہوں، میرے پاس آسمان کی خبریں صبح شام آتی ہیں، تو ایک آدمی دھنسی ہوئی آنکھوں والا، بھرے ہوئے گالوں والا، ابھری ہوئی پیشانی والا، گھنی داڑھی والا، مونڈے ہوئے سر والا، اونچے ازار والا (یعنی جس کی لنگی ٹخنوں سے خوب اوپر تھی) کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈرو (اور عدل وانصاف سے کام لو) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو، کیا میں زمین والوں سے زیادہ حقدار نہیں ہوں کہ اللہ سے ڈروں، پھر وہ آدمی لوٹ گیا، تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں اس کی گردن نہ مار ڈالوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں شاید کہ یہ نماز پڑھتا ہو، حضرت خالد بن ولید نے عرض کیا کہ نماز پڑھنے والے کتنے ایسے ہیں جو زبان سے اقرار (اور ایمان کا اظہار) کرتے ہیں، لیکن دل سے نہیں مانتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دلوں کو چیرنے اور ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دیکھ کر فرمایا جبکہ وہ پشت پھیر کر جا رہا تھا کہ اس آدمی کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی جو عمدہ انداز سے اللہ کی کتاب (یعنی

قرآن مجید) کی تلاوت (وقرائت) کرے گی، لیکن اللہ کی کتاب ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گی، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں ان کو پاؤں تو انہیں قومِ ثمود کی طرح (یعنی سب کے سب کو) قتل کردوں گا (مسلم)

(8)......مستدرک حاکم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ فَجَعَلَ يَضْرِبُ بِيَدِهِ فِيْهِ، فَيُعْطِيْ يَمِيْنًا وَشِمَالًا، وَفِيْهِمْ رَجُلٌ مُقَلَّصُ الثِّيَابِ، ذُوْ سِيْمَاءَ، بَيْنَ عَيْنَيْهِ أَثَرُ السُّجُوْدِ، فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْرِبُ يَدَهُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا حَتّٰى نَفِدَ الْمَالُ، فَلَمَّا نَفِدَ الْمَالُ وَلّٰى مُدْبِرًا، وَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا عَدَلْتَ مُنْذُ الْيَوْمِ .قَالَ: فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُ كَفَّهُ وَيَقُوْلُ: إِذَا لَمْ أَعْدِلْ فَمَنْ ذَا يَعْدِلُ بَعْدِيْ، أَمَا إِنَّهُ سَتَمْرُقُ مَارِقَةٌ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ حَتّٰى يَرْجِعَ السَّهْمُ عَلٰى فُوْقِهِ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يُحْسِنُوْنَ الْقَوْلَ، وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ، فَمَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيُقَاتِلْهُمْ، فَمَنْ قَتَلَهُمْ فَلَهُ أَفْضَلُ الْأَجْرِ، وَمَنْ قَتَلُوْهُ فَلَهُ أَفْضَلُ الشَّهَادَةِ، هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ، بَرِيءَ اللّٰهُ مِنْهُمْ، يَقْتُلُهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ (مستدرک حاکم) [1]

---

[1] رقم الحديث ٢٦٥٩، كتاب قتال أهل البغى وهو آخر الجهاد.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح، ولم يخرجاه بهذه السياقة، وعبد الملك بن أبى نضرة من أعز البصريين حديثا، ولا أعلم أنى علوت له فى حديث غير هذا "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے، پھر اپنے ہاتھ اس (مالِ غنیمت) میں ڈالے اور دائیں بائیں طرف کے لوگوں کو کچھ دینے لگے، اور وہاں ایک ایسا آدمی بھی تھا، جس کے کپڑے تنگ تھے، نشانی والا (یعنی عبادت والا) تھا، اس کی آنکھوں کے درمیان سجدہ کا نشان تھا (یعنی بظاہر بڑا دیندار وعبادت گزار معلوم ہو رہا تھا) خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں بائیں لوگوں میں مال تقسیم کیا، یہاں تک کہ وہ مال ختم ہو گیا، جب مال ختم ہو گیا، تو وہ آدمی پیٹھ پھرا کر جانے لگا اور کہنے لگا کہ (اے محمد) اللہ کی قسم! آپ نے آج عدل وانصاف نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے اپنے ہاتھ پلٹ کر فرمایا کہ اگر میں انصاف نہیں کروں گا، تو میرے بعد کون انصاف کرے گا، یاد رکھو کہ بے شک دین سے نکلنے والا (ایک گروہ) نکلے گا، یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طریقہ سے تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، پھر یہ لوگ دین کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے، یہاں تک کہ تیر واپس اپنی جگہ لوٹ کر نہ آ جائے (یعنی ان کا دین کی طرف لوٹ کر آنا اسی طرح ناممکن ہوگا، جس طرح تیر کے چلنے کے بعد اپنی جگہ واپس آنا ممکن نہیں ہوتا) یہ لوگ قرآن کو پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان کی باتیں (بظاہر) اچھی ہوں گی، اور فعل (یعنی اندر سے عمل) بُرا ہوگا، پس جو شخص ان سے ملاقات کرے، تو اسے چاہئے کہ ان سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الذهبی فی التلخیص:

صحیح.

وقال أبو حذیفة، نبیل بن منصور بن یعقوب بن سلطان البصارة الکویتی:

أخرجه الحاکم (۲/۱۵۴) عن مکرم بن أحمد بن محمد بن مکرم القاضی ثنا أبو قِلابة عبد الملک بن محمد بن عبد الله الرقاشی ثنا أبو عتاب به.وقال :هذا حدیث صحیح" قلت :إسناده حسن، سهل وعبد الملک صدوقان، والباقون ثقات(انیس الساری فی تخریج احادیث فتح الباری، ج۸ص ۵۷۹۴، حرف الهاء)

قتال (یعنی جنگ) کرے، اور جو شخص ان کو قتل کرے گا، تو اس کو افضل ترین اجر حاصل ہوگا، اور جس کو یہ لوگ قتل کریں گے، تو اس کو افضل شہادت حاصل ہوگی، یہ لوگ مخلوق میں بدترین ہوں گے، اللہ ان سے بری ہے، ان کو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ قریب والی جماعت قتل کرے گی (حاکم)

معلوم ہوا کہ خارجیوں کی جماعت بظاہر دیندار اور عبادت گزار لوگوں کی ہوگی، اور وہ لوگ قرآن بھی پڑھیں گے، لیکن یکدم اور آناً فاناً اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، کہ ان پر اسلام کا نشان بھی باقی نہیں ہوگا، اور پھر وہ کسی طرح بھی سمجھانے بجھانے کے باوجود، دین اسلام کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت نے قتل کیا تھا، اس لئے وہ جماعت حق کے زیادہ قریب تھی۔ [1]

(9)......حضرت انس اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما دونوں سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَيَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ اِخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ، قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ، وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ، يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ ، يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ ، ثُمَّ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَرْتَدَّ عَلٰى فُوْقِهِ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ، طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ، يَدْعُوْنَ إِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ، مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلٰى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ . قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا سِيْمَاهُمْ ؟

[1] أولى الطائفتين بالحق أخرجه هكذا مختصرا من وجهين وفى هذا وفى قوله صلى الله عليه وسلم تقتل عمارا الفئة الباغية دلالة واضحة على أن عليا ومن معه كانوا على الحق وأن من قاتلهم كانوا مخطئين فى تأويلهم والله أعلم (فتح البارى لابن حجر، ج٦، ص ٦١٩، قوله باب علامات النبوة فى الإسلام، الحديث الثانى والثلاثون حديث أبى سعيد فى ذكر ذى الخويصرة)

قَالَ: اَلتَّحْلِيْقُ (مسنداحمد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ بازی ہوگی، اور (ایسے وقت) ان میں ایک قوم ایسی نکلے گی جو قرآن پڑھتی ہوگی، لیکن وہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، تم ان کی نمازوں کے آگے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو حقیر و کمتر سمجھو گے (کیونکہ وہ بظاہر بڑی اچھی نماز پڑھیں گے، اور روزے رکھیں گے) وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، اور پھر یہ لوگ (دین کی طرف) واپس نہیں لوٹیں گے، یہاں تک کہ تیر (چلنے کے بعد) اپنی کمان میں واپس آ جائے (مطلب یہ ہے کہ جس طرح تیر چلنے کے بعد اپنی کمان میں کبھی واپس نہیں آ سکتا، یہ لوگ بھی دین میں کبھی واپس نہ آئیں گے) یہ لوگ (انسانوں اور جانوروں میں) بدترین مخلوق ہوں گے، اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو انہیں قتل کرے اور وہ اسے قتل کریں (یعنی ان کو قتل کرنا بھی خوشخبری اور بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے، اور جس شخص کو یہ لوگ قتل کریں گے، اس کی شہادت بھی بڑے اجر و ثواب والی ہے) وہ کتابُ اللہ (یعنی قرآن مجید) کی طرف دعوت دیتے ہوں گے (مثلاً قرآن مجید کی جہاد و قتال والی آیات پیش کر کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں سے قتال کرنے کی دعوت دیں گے) لیکن ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا (کیونکہ وہ قرآن مجید سے غلط مطلب

---

[1] رقم الحديث ١٣٣٣٨، مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ٣١١٧، مستدرک حاکم، رقم الحديث ٢٦٤٩.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده عن أنس صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين(حاشية مسند احمد)

وقال حسين سليم أسد الدارانی:

إسناده صحيح(حاشية ابی يعلیٰ)

نکالیں گے) جوان سے قتال کرے گا وہ اللہ کا بہت مقرب ہوگا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ان کی علامت اور نشانی کیا ہوگی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی علامت بال منڈوانا ہوگی (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگ نماز روزہ جیسے اعمال اور قرآن مجید کی قرائت کے اعتبار سے بظاہر دیندار ہوں گے بلکہ نماز روزہ کے اتنے پابند ہوں گے کہ صحابہ کرام کو اپنے اعمال ان کے سامنے تھوڑے معلوم ہوں گے، مگر وہ دین سے یکلخت نکل جائیں گے، اور قرآن مجید کو ڈھال بنا کر لوگوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کریں گے، لیکن درحقیقت قرآن سے ان کا حقیقی تعلق نہ ہوگا، اور ان کی نشانی بال منڈانا ہوگی، اور یہ جس مسلمان کو قتل کریں گے، اس کو عمدہ شہادت حاصل ہوگی، رہا ان کو قتل کرنے کا معاملہ تو بعض روایات میں ان کے قتل کرنے کی ممانعت آئی ہے، اور بعض میں ان کو قتل کرنے کا حکم آیا ہے۔

دونوں قسم کی روایات کے پیش نظر محدثین نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمانوں کے خلاف قتال کے لئے اٹھ کھڑے ہوں تو پھر ان کو باغی ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا، اسی طرح اگر ان سے اسلام کے خلاف ایسی بات ظاہر ہو، کہ جو کفر کا باعث ہو اور کوئی تاویل بھی نہ ہو سکتی ہو، تب بھی اسلامی حکومت ثبوت کے بعد قتل کا حکم دے گی، ورنہ ان کو قتل نہ کیا جائے گا، جیسا کہ آخر میں آتا ہے۔

(10)......حضرت شریک بن شہاب سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ أَتَمَنّٰى أَنْ أَرَى رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُحَدِّثَنِيْ عَنِ الْخَوَارِجِ قَالَ: فَلَقِيْتُ أَبَا بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ يَوْمِ عَرَفَةَ فِيْ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهٖ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا بَرْزَةَ، حَدِّثْنَا بِشَيْءٍ سَمِعْتَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الْخَوَارِجِ: قَالَ: أُحَدِّثُكَ مَا سَمِعَتْ أُذُنَايَ، وَرَأَتْ عَيْنَايَ، أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَنَانِيْرَ مِنْ أَرْضٍ فَكَانَ يَقْسِمُهَا وَعِنْدَهُ رَجُلٌ أَسْوَدُ مَطْمُوْمُ الشَّعْرِ، عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَبْيَضَانِ، بَيْنَ عَيْنَيْهِ أَثَرُ السُّجُوْدِ، فَتَعَرَّضَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ، فَلَمْ يُعْطِهٖ شَيْئًا، فَأَتَاهُ مِنْ قِبَلِ شِمَالِهٖ، فَلَمْ يُعْطِهٖ شَيْئًا، فَأَتَاهُ مِنْ خَلْفِهٖ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ مَا عَدَلْتَ مُنْذُ الْيَوْمِ فِي الْقِسْمَةِ .فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:اَ تَجِدُوْنَ بَعْدِيْ أَحَدًا أَعْدَلَ عَلَيْكُمْ قَالَهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ:يَخْرُجُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ قَوْمٌ كَأَنَّ هٰذَيْهِمْ هٰكَذَا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَرْجِعُوْنَ إِلَيْهِ، وَوَضَعَ يَدَهُ عَلٰى صَدْرِهٖ، سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ، لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ(مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: میں یہ تمنا کیا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں سے

---

[1] رقم الحديث ٢٦٤٧، كتاب قتال أهل البغي وهو آخر الجهاد،مُصنف ابن أبي شيبة،رقم الحديث ٣٩٠٧٢.

قال الحاكم :

هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.

وقال أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل البوصيري:

رواه أبوبكر بن أبي شيبة والنسائي في الكبرى ورواته ثقات(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، تحت رقم الحديث ٧٥٠٠"١"،باب في التلاعن وتحريم دم المسلم)

وقال ابن حجر :

شريك بن شهاب الحارثي البصري مقبول من الرابعة(تقريب التهذيب، ج ١،ص٢١٧)

وقال الالباني:

قال الحاكم " :صحيح على شرط مسلم "، وأقره الذهبي فلم يتعقبه بشيء ، والأزرق هذا لم يخرج له مسلم شيئا وإنما هو من رجال البخاري، فالحديث صحيح فقط(سلسلة الأحاديث الصحيحة،تحت رقم الحديث ٢٤٠٦)

کسی کو دیکھوں، اور وہ مجھ سے خوارج (یعنی خارجیوں) کے بارے میں حدیث بیان کرے، تو میں نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے یومِ عرفہ میں ان کے چند ساتھیوں کی معیت میں ملاقات کی، تو میں نے (موقع غنیمت سمجھتے ہوئے) عرض کیا کہ اے ابو برزہ! ہم سے خوارج (یعنی خارجیوں) کے بارے میں وہ چیز بیان کیجئے، جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، تو حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ سے وہ چیز بیان کروں گا، جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنی اور اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی علاقہ سے کچھ دنانیر (یعنی اس زمانہ کے سونے کے سکّے) لائے گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو (مستحقین میں) تقسیم فرمارہے تھے، آپ کے پاس اس وقت ایک ایسا کالا شخص تھا، جس کے بال اکھڑے ہوئے تھے (یعنی بالکل بال نہیں تھے) اس نے دو سفید کپڑے پہن رکھے تھے، اس کی آنکھوں کے درمیان سجدہ کا نشان تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے چہرے کی طرف سے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ نہیں دیا، پھر آپ کی بائیں طرف سے آیا، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ نہیں دیا، پھر آپ کی پچھلی جانب سے آیا، اور کہا کہ اللہ کی قسم! اے محمد! آپ نے آج مال تقسیم کرنے میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر غصہ آ گیا، اور فرمایا کہ تم میرے بعد کسی کو بھی مجھ سے (زیادہ) عدل وانصاف کرنے والا نہیں پاؤ گے، یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مدینہ منورہ سے) مشرق کی طرف سے کچھ لوگ نکلیں گے، جن کا طریقہ اسی طرح قرآن کو پڑھنا ہوگا، مگر وہ قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جس

طرح سے کہ تیر آناً فاناً شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، پھر وہ دین کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھا، اور فرمایا کہ ان کی علامت بال منڈانا ہوگا، وہ اسی طرح برقرار رہیں گے، یہاں تک کہ ان میں آخری شخص برآمد ہوگا، پس جب تم ان لوگوں کو دیکھو، تو ان کو قتل کر دو (حاکم)

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خارجی لوگ اس امت میں باقی رہیں گے، اور کئی دوسری روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ دجال کی آمد تک نکلتے رہیں گے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(11)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِيْكُمْ قَوْمًا يَتَعَبَّدُوْنَ حَتّٰى يُعْجِبُوْا النَّاسَ وَتُعْجِبَهُمْ أَنْفُسُهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ (مسند أبي يعلى، رقم الحديث ٤٠٦٦) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اندر کچھ لوگ پیدا ہوں گے، جو ایسی عبادت کریں گے کہ دوسرے لوگوں کو ان کی عبادت پر (بظاہر اچھی ہونے کی وجہ سے) تعجب ہوگا، اور وہ لوگ اپنے آپ کو اچھا (اور درست وصحیح راستہ پر) سمجھیں گے، مگر وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح سے یکا یک تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے (ابو یعلیٰ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کی عبادت بظاہر اچھی بھلی ہوگی، اور وہ بھی اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا سمجھیں گے، مگر وہ لوگ دین سے نکل جائیں گے۔

(12)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ اِخْتِلَافٌ

---

[1] قال حسين سليم أسد الداراني:
إسناده صحيح (حاشية مسند ابي يعلىٰ)

وَفُرْقَةٌ، يَخْرُجُ مِنْهُمْ قَوْمٌ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، سِيْمَاهُمُ الْحَلْقُ وَالتَّسْبِيْتُ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَأَنِيْمُوْهُمُ التَّسْبِيْتُ يَعْنِيْ: اِسْتِئْصَالَ الشَّعْرِ الْقَصِيْرِ (مسنداحمد، رقم الحديث ١٣٠٣٦) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ بازی ہوگی، اور (اختلاف وتفرقہ بازی کے وقت) ان میں ایک قوم ایسی نکلے گی جو قرآن پڑھتی ہوگی، لیکن وہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان کی نشانی بال منڈوانا اور تسبیت ہوگا، جب تم انہیں دیکھو تو قتل کر دو، اور تسبیت کا مطلب چھوٹے بالوں کو جڑ سے ختم کرنا ہے (مسند احمد)

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کا خروج اس وقت ہوگا، جب امت میں اختلاف وانتشار ہوگا، اور ان کی علامت بال صاف کرنا اور منڈانا ہوگی، جس کا کئی دوسری روایات میں بھی ذکر آیا ہے۔

(13)...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَخْرُجُ قَوْمٌ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ، أَوْ فِيْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، أَوْ حُلُوْقَهُمْ، سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ، إِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ أَوْ إِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں یا اس امت میں کچھ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ١٧٥، كتاب افتتاح الكتاب فى الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب فى ذكر الخوارج.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

لوگ نکلیں گے، جو قرآن کی قرائت کریں گے، قرآن اُن کے گلے یا حلق سے آگے نہیں بڑھے گا، ان کی نشانی بال منڈانا ہے، جب تم انہیں دیکھو، یا ان سے ملاقات کرو، تو ان کو قتل کر دو (ابنِ ماجہ)

(14)...... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ مُنْصَرَفَهُ مِنْ حُنَيْنٍ، وَفِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّةٌ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ مِنْهَا، يُعْطِي النَّاسَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اِعْدِلْ، قَالَ: وَيْلَكَ وَمَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ؟ لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: دَعْنِيْ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَقْتُلَ هٰذَا الْمُنَافِقَ، فَقَالَ: مَعَاذَ اللّٰهِ، أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنِّيْ أَقْتُلُ أَصْحَابِيْ، إِنَّ هٰذَا وَأَصْحَابَهُ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ (مسلم) [1]

ترجمہ: مقامِ جعرانہ پر ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غزوۂ حنین سے لوٹے تھے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مٹھی بھر بھر کر (مستحق) لوگوں کو دے رہے تھے، اس آنے والے آدمی نے کہا کہ اے محمد! انصاف کیجئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے لئے ویل (وہلاکت) ہو، کون ہے جو انصاف کرے، جب میں انصاف نہ کروں، اور اگر میں عدل و انصاف نہ کروں، تو خائب و خاسر (یعنی نقصان و خسارہ اٹھانے والا) ہوں گا، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے

---

[1] رقم الحدیث ۱۰۶۳ ''۱۴۲'' کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتہم.

اجازت دیجئے، تاکہ میں اس منافق کو قتل کردوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ! لوگ باتیں کریں گے کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھتے ہیں لیکن وہ ان کے گلوں سے تجاوز نہیں کرتا (یعنی حلق سے آگے نہیں بڑھتا) اور یہ لوگ قرآن سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر اپنے شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے (مسلم)

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے واقعات دونوں الگ الگ ہیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے واقعے میں علی رضی اللہ عنہ کے سونا بھیجنے کا ذکر ہے، جبکہ مذکورہ روایت میں جعرانہ پر حنین کا مالِ غنیمت تقسیم کرنے کا ذکر ہے۔

اس روایت میں خارجیوں کے قرآن سے نکلنے کا ذکر ہے اور دوسری کئی روایات میں اسلام سے نکلنے کا ذکر ہے، دونوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ قرآن سے نکلنا، اسلام سے نکلنا ہے اور اسلام سے نکلنا، قرآن سے نکلنا ہے۔

(15)...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: يَأْتِيْ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ، حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (صحيح البخاری) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ نوعمر کم عقل پیدا ہوں گے، جو تمام مخلوق سے بہترین باتیں کریں گے،

---

[1] رقم الحديث ٣٦١١، كتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام.

مگر وہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر اپنے شکار سے نکل کر آر پار ہوجاتا ہے،ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، جہاں کہیں تم ان سے ملو تو ان کو قتل کردو، قیامت کے دن اس شخص کے لئے بڑا اجر ہے جو اُن کو قتل کرے گا(بخاری)

(16)......اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ فِيْ قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۳۲۴) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ نوعمر کم عقل برآمد ہوں گے، جو تمام مخلوق سے بہترین باتیں کریں گے،قرآن کو پڑھیں گے،مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، جب تم ان سے ملو تو ان کو قتل کردو، کیونکہ ان کو قتل کرنے پر قیامت کے دن اللہ کے نزدیک قتل کرنے والے کو بڑا اجر وثواب ملے گا(ابویعلیٰ)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کے طبقہ میں کم عمر اور نوجوان ہوں گے، اور ان میں عقل کی کمی ہوگی، اور وہ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں انتہائی عمدہ، مثلاً قتال وجہاد اور قربانی کی باتیں کریں گے،قرآن کو پڑھیں گے،مگر وہ ان کے حلق سے نیچے اثر انداز نہ ہوگا۔

(17)......حضرت یسیر بن عمرو رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] قال حسين سليم أسد الدارانی:
إسناده صحيح(حاشية مسند ابی يعلیٰ)

يَقُولُ:فِي الْخَوَارِجِ شَيْئًا؟ قَالَ:سَمِعْتُهُ يَقُولُ، وَأَهْوٰى بِيَدِهِ قِبَلَ الْعِرَاقِ: يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، لاَ يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ(صحيح البخاری) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا کہ کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوارج (یعنی خارجیوں) کے متعلق کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے اپنا ہاتھ عراق کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ وہاں سے ایک قوم نکلے گی وہ لوگ اس طرح قرآن پڑھیں گے کہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے کہ جس طرح تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے (بخاری)

(18)......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَيَقْرَأَنَّ الْقُرْآنَ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي، يَمْرُقُونَ مِنْ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں کچھ لوگ قرآن کو ضرور بالضرور پڑھیں گے، مگر وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے (آر پار ہو کر بے نشان) نکل جاتا ہے (ابنِ ماجہ)

---

[1] رقم الحديث ٦٩٣٤، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب من ترك قتال الخوارج للتألف، وأن لا ينفر الناس عنه.

[2] رقم الحديث ١٧١، كتاب افتتاح الكتاب فى الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب فى ذكر الخوارج.

قال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

(19)...... حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِيْ أُمَّتِيْ قَوْمًا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ فَإِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ فَإِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ (كتاب السنة لابنِ ابی عاصم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں کچھ لوگ قرآن کو اس طرح پڑھیں گے کہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، پس جب وہ خروج کریں، تو تم ان کو قتل کردو، پھر جب وہ خروج کریں، تو تم ان کو قتل کردو (ابنِ ابی عاصم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگ صرف ایک مرتبہ ہی خروج نہیں کریں گے، بلکہ وہ ایک سے زیادہ مرتبہ خروج کریں گے، لہٰذا یہ سمجھنا درست نہیں کہ خارجی لوگ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں برآمد ہوئے تھے، اور بس ان کا قصہ تا قیامت ختم ہوگیا۔

(20)...... حضرت مسلم بن ابی بکرہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ وَالِدِیْ أَبَا بَكْرَةَ، يَقُوْلُ: عَنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا إِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ أُمَّتِيْ أَقْوَامٌ أَشِدَّاءُ أَحِدَّاءُ، ذَلِقَةٌ أَلْسِنَتُهُمْ بِالْقُرْآنِ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، أَلَا فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَأَنِيْمُوْهُمْ، ثُمَّ إِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَأَنِيْمُوْهُمْ، فَالْمَأْجُوْرُ قَاتِلُهُمْ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٤٤٦) [2]

---

[1] رقم الحديث ٩٣٦، باب المارقة والحرورية والخوارج السابق لها خذلان خالقها.
قال الالبانی:
إسناده جيد رجاله ثقات رجال مسلم غير هارون بن محمد وهو ابن بكار بن بلال العاملی الدمشقی وأبيه وهما ثقتان.
وللحديث طريقان آخران تقدم أحدهما برقم٩٢٧ ويأتی الآخر بعده (ظلال الجنة فی تخريج السنة، تحت رقم الحديث ٩٣٦)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوی على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں نے اپنے والد حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے (خوارج کے بارے میں) سنا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایسی قوم نکلے گی، جو بہت تیز اور سخت (یعنی انتہا وتشدد پسند) ہوگی، ان کی زبان قرآن پڑھنے میں تیز ہوگی، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، جب تمہارا ان سے سامنا ہو، تو تم انہیں قتل کردینا، پھر جب تمہارا ان سے سامنا ہو، تو تم انہیں قتل کردینا، ان کے قتل کرنے والے کو اجر وثواب دیا جائے گا (مسند احمد)

اس روایت سے خارجیوں کی ایک علامت یہ معلوم ہوئی کہ وہ بہت سخت اور تیز ہوں گے، یعنی دین کے معاملہ میں بظاہر مسلمانوں کے مقابلہ میں تشدد وانتہا پسندی کریں گے اور قرآن پڑھنے میں بھی ان کی زبان تیز ہوگی۔

(21)...... حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَنَانِيْرَ، فَجَعَلَ يَقْبِضُ قَبْضَةً قَبْضَةً، ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ يَمِيْنِهِ كَأَنَّهُ يُؤَامِرُ أَحَدًا: مَنْ يُعْطِيْ ؟ قَالَ عَفَّانُ فِيْ حَدِيْثِهِ:يُؤَامِرُ أَحَدًا، ثُمَّ يُعْطِيْ، وَرَجُلٌ أَسْوَدُ مَطْمُوْمٌ ، عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَبْيَضَانِ بَيْنَ عَيْنَيْهِ أَثَرُ السُّجُوْدِ، فَقَالَ: مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ، فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: مَنْ يَعْدِلُ عَلَيْكُمْ بَعْدِيْ؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلَا نَقْتُلُهُ؟ فَقَالَ: لَاثُمَّ قَالَ لِأَصْحَابِهٖ هٰذَا وَأَصْحَابُهُ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا يَتَعَلَّقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ بِشَيْءٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۰۴۳۴) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ دینار (یعنی اس زمانہ کے سونے کے سکّے) آئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مٹھی بھر بھر کر ان کو

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

(مستحقین میں) تقسیم فرما رہے تھے، پھر اپنی دائیں طرف دیکھ رہے تھے، گویا کہ آپ کسی سے مشورہ فرما رہے تھے کہ کس کو دیں؟ عفان (راوی) نے اپنی (روایت کردہ) حدیث میں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے مشورہ فرماتے تھے پھر دیتے تھے، اور وہاں ایک سیاہ آدمی بھی تھا، جس کے بال مونڈے ہوئے تھے، اس نے دو سفید کپڑے پہن رکھے تھے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (یعنی پیشانی پر عبادت کرنے کی وجہ سے) سجدے کا نشان تھا، تو اس نے کہا کہ (اے محمد) آپ نے تقسیم کرنے میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیا، یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوگئے، اور فرمایا کہ میرے بعد تمہارے ساتھ کون انصاف کرسکتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم اس کو قتل نہ کردیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ یہ شخص اور اس کے ساتھی دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح سے کہ تیر شکار سے آر پار ہوکر نکل جاتا ہے، ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہے گا (مسند احمد)

اس طرح کی روایات میں خارجیوں کو قتل نہ کرنے کا ذکر ہے، اور دونوں قسم کی روایات کا مطلب محدثین نے جو بیان فرمایا ہے، وہ گزر چکا ہے اور آخر میں بھی آتا ہے۔

(22)...... حضرت عقبہ بن وساج رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ صَاحِبٌ لِيْ يُحَدِّثُنِيْ عَنْ شَأْنِ الْخَوَارِجِ وَطَعْنِهِمْ عَلٰى أُمَرَائِهِمْ فَحَجَجْتُ فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو فَقُلْتُ لَهُ: أَنْتَ مِنْ بَقِيَّةِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ جَعَلَ اللهُ عِنْدَكَ عِلْمًا وَأُنَاسٌ بِهٰذَا الْعِرَاقِ يَطْعَنُوْنَ عَلٰى أُمَرَائِهِمْ وَيَشْهَدُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالضَّلَالَةِ فَقَالَ لِيْ: أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ

أَجْمَعِيْنَ أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَلِيْدٍ مِنْ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ فَجَعَلَ يَقْسِمُهَا بَيْنَ أَصْحَابِهِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ: وَاللّٰهِ لَئِنْ أَمَرَكَ اللّٰهُ أَنْ تَعْدِلَ فَمَا أَرَاكَ أَنْ تَعْدِلَ فَقَالَ: وَيْحَكَ مَنْ يَعْدِلُ عَلَيْهِ بَعْدِيْ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ: رُدُّوْهُ رُوَيْدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِيْ أُمَّتِيْ أَخًا لِهٰذَا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ كُلَّمَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ ثَلاثًا (كتاب السنة لابنِ ابى عاصم) [1]

ترجمہ: میرے ایک ساتھی تھے جو خارجیوں کی حالت اور ان کی حکمرانوں پر طعن وتشنیع کے بارے میں حدیث بیان کرتے تھے (کہ خارجی لوگ حکمرانوں پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، اور حکمرانوں کی اطاعت نہیں کرتے) پھر میں نے حج کیا، تو میری حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی باقیات میں سے ہیں، اور اللہ نے آپ کو بہت علم عطا فرمایا ہے، اور یہاں عراق میں چند لوگ اپنے حکمرانوں پر طعن وتشنیع کرتے ہیں، اور ان کے خلاف گمراہی کی گواہی دیتے ہیں (اور لوگوں کو ان حکمرانوں کے خلاف خروج وقتال کرنے پر اُکساتے ہیں) تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مالِ غنیمت میں) کچھ سونا اور

---

[1] رقم الحديث ٩٣٤، باب المارقة والحرورية والخوارج السابق لها خذلان خالقها.
قال الالباني: إسناده صحيح على شرط البخارى . والحديث أخرجه البزار فى مسنده ص ـ ٢٠٧ زوائده : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ ثنا معاذ ابن هشام به (ظلال الجنة فى تخريج السنة، تحت رقم الحديث ٩٣٤)

چاندی آیا،جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کے درمیان تقسیم کرنا شروع کیا،تو ایک دیہاتی آدمی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے محمد! اللہ کی قسم! آپ کو اللہ نے تو عدل وانصاف کا حکم دیا ہے،اور میرے خیال میں آپ عدل وانصاف نہیں کرتے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے لئے ہلاکت ہے، میرے بعد کون عدل وانصاف کرے گا؟ پھر جب وہ جانے لگا،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے تھوڑی دیر کے لئے روکو، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں اس کے ایسے بھائی ہوں گے، جو قرآن کو پڑھیں گے، مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، جب کبھی وہ خروج کریں،تو تم ان کو قتل کر دو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی (ابنِ ابی عاصم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ مسلمان حکمران کی اطاعت اختیار نہیں کرتے،اور ان کے خلاف مختلف قسم کی تاویلات کر کے جنگ وقتال کے لئے خروج اختیار کرتے ہیں،اور حکمرانوں کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں،آج بھی دنیا میں شدت پسندوں کا ایک جذباتی طبقہ نوجوان اور کم عقل لوگوں کا جو بظاہر دیندار ہیں، ایسا ہے، جو مسلمان حکمرانوں کو کافر ومرتد قرار دے کر ان کے خلاف جنگ وجدل میں مصروف ہے اور وہ کسی کی بات سننے کے لئے آمادہ نہیں۔

(23)......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ نَاسٌ مِّنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا قُطِعَ قَرْنٌ نَشَأَ قَرْنٌ، حَتّٰى يَكُوْنَ مَعَ بَقِيَّتِهِمُ الدَّجَّالُ (المعجم الكبير للطبرانی) [1]

---

[1] رقم الحديث ۱۴۵۴۰، مسند ابی داؤد الطيالسی، رقم الحديث ۲۴۰۷،مستدرک حاکم،رقم الحديث۸۵۵۸.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مشرق کی طرف سے ایک قوم نکلے گی، یہ لوگ قرآن تو پڑھتے ہوں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، جب بھی ان کی ایک نسل ختم ہوگی، تو دوسری پیدا ہو جائے گی، یہاں تک کہ ان کے آخر میں سے (قیامت کے قریب) دجال نکل آئے گا (طبرانی،طیالسی)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کی جب ایک نسل ختم ہوگی، تو دوسری پیدا ہو جائے گی، اور یہ سلسلہ دجال کے ظہور تک جاری رہے گا، بلکہ دجال کا خروج بھی ان ہی لوگوں میں سے ہوگا۔

اور ان کی ظاہری حالت دینداروں کی ہوگی، جس کا کئی روایات میں صاف طور پر ذکر آیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الهيثمي:

رواه الطبراني، وإسناده حسن(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٤١٧)

وقال أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل البوصيري:

رواه أبوداود الطيالسي، ورواته ثقات، وروى أبوداود في سننه منه "يخرج ناس "... إلى آخره دون بقيته(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، تحت رقم الحديث ٧٦٢٢،باب في التلاعن وتحريم دم المسلم)

وقال الالباني:

وله شاهد من حديث شهر بن حوشب عن عبد الله بن عمرو مرفوعا بلفظ " :يخرج ناس من قبل المشرق يقرء ون القرآن لا يجاوز " ...الحديث .أخرجه الحاكم(٤ / ٤٨٦ ـ ٤٨٧) والطيالسي في "مسنده(٢٢٩٣) "وأحمد (٢/١٩٨ ـ ١٩٩ و ٢٠٩) من طريق قتادة عنه .وخالفه أبو جناب يحيى بن أبي حية عن شهر بن حوشب :سمعت عبد الله بن عمر ...فذكره نحوه .أخرجه أحمد(٢/٨٤)في "مسند عبد الله بن عمر بن الخطاب "

.والصواب رواية قتادة لأن أبا جناب ضعيف لكثرة تدليسه كما في "التقريب ."

وشهر لا بأس به في الشواهد، وبعضهم يحسن حديثه، ولعله لذلك سكت عنه الحاكم والذهبي .قوله :(أعراضهم) : جمع عرض بفتح وسكون، بمعنى الجيش العظيم وهو مستعار من العرض بمعنى ناحية الجبل، أو بمعنى السحاب الذي يسد الأفق .قاله السندي(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٢٤٥٥)

(24)...... حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَنْشَأُ نَشَأٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ، أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِيْنَ مَرَّةً، حَتّٰى يَخْرُجَ فِيْ عِرَاضِهِمُ الدَّجَّالُ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (میری امت میں) کچھ لوگ پیدا ہوں گے، جو قرآن کو پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، جب بھی وہ ابھریں گے، تو کاٹ دیئے جائیں گے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب ان میں سے کوئی جماعت خروج کرے گی، اس کو کاٹ دیا جائے گا (اور ایسا) بیس مرتبہ سے زیادہ ہوگا، یہاں تک کہ ان کی جماعت میں سے (قربِ قیامت میں) دجال کا خروج ہوگا (ابنِ ماجہ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کا خروج کئی مرتبہ ہوگا، لیکن ان کا جب بھی خروج ہوگا، ان کو مسلمانوں کی طرف سے ختم کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ بالآخر انہی خوارج کے کسی خروج کے دورانیہ میں اور اس کے پسِ منظر و تناظر میں دجال کا بھی خروج ہوگا۔

---

[1] رقم الحديث ۱۷۴، كتاب افتتاح الكتاب فى الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب فى ذكر الخوارج.

قال أحمد بن أبى بكر بن إسماعيل الكنانى:

هذا إسناد صحيح احتج البخارى بجميع رواته (مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجه، ج ا ص ٢٦، كتاب افتتاح الكتاب فى الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب فى ذكر الخوارج)

وقال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن (حاشية سنن ابنِ ماجه)

(25)...... حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ مِنْ أُمَّتِي قَوْمٌ يُسِيْئُوْنَ الْأَعْمَالَ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ ، قَالَ يَزِيْدُ: لَا أَعْلَمُ إِلَّا قَالَ: يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ عَمَلَهُ مِنْ عَمَلِهِمْ، يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ، فَإِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ، ثُمَّ إِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ، ثُمَّ إِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ، فَطُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ، وَطُوْبٰى لِمَنْ قَتَلُوْهُ، كُلَّمَا طَلَعَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قَطَعَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ، فَرَدَّدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِيْنَ مَرَّةً أَوْ أَكْثَرَ وَأَنَا أَسْمَعُ (مسند احمد، رقم الحديث ٥٥٦٢) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں کچھ لوگ ایسے نکلیں گے، جو (درحقیقت) برے اعمال کا ارتکاب کریں گے، (اگرچہ وہ بظاہر کچھ اچھے اعمال بھی کریں گے، چنانچہ) وہ قرآن کی قرائت کریں گے، مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

یزید راوی کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے عمل کو ان کے عمل کے مقابلہ میں حقیر وکم تر سمجھے گا، وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے (مگر مشرکوں اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے) پس جب وہ خروج اختیار کریں، تو تم ان کو قتل کردو، پھر جب وہ خروج اختیار کریں، تو تم ان کو قتل کردو، پھر جب وہ خروج اختیار کریں، تو تم ان کو قتل کردو، جو ان کو قتل کرے گا، اس کے لئے خوشخبری ہے، اور جس کو وہ قتل کردیں، اس کے لئے بھی خوشخبری ہے، ان میں سے جب جب بھی کوئی فرقہ ظاہر ہوگا، اس کو اللہ عزوجل قطع کردے گا، رسول اللہ صلی

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بیس مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ دہرائی، اور میں ہر مرتبہ اس بات کو سن رہا تھا (مسند احمد)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ خارجی لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے، حالانکہ وہ قرآن پڑھنے کے ساتھ ساتھ بظاہر دوسرے کئی نیک اعمال اختیار کریں گے، اور خارجیوں کے فرقے مختلف شکلوں میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے، لیکن ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے ان کو قطع وختم فرماتا رہے گا، اور جو لوگ شرعی اصولوں کے مطابق ان سے مقابلہ کریں گے، ان کے لئے بڑا اجر وانعام ہے۔

(26)...... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بَعْـدِيْ مِنْ أُمَّتِيْ أَوْ سَيَكُوْنُ بَعْدِيْ مِنْ أُمَّتِيْ قَوْمٌ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حَلَاقِيْمَهُمْ، يَـخْـرُجُـوْنَ مِـنَ الدِّيْنِ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْـهِ، هُـمْ شَـرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ فَقَالَ ابْنُ الصَّامِتِ: فَلَقِيْتُ رَافِعَ بْنَ عَـمْـرٍو الْغِفَارِيَّ، أَخَا الْحَكَمِ الْغِفَارِيِّ، قُلْتُ: مَا حَدِيْثٌ سَمِعْتُهُ مِنْ أَبِيْ ذَرٍّ: كَـذَا وَكَذَا؟ فَذَكَرْتُ لَـهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ، فَقَالَ: وَأَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسلم)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد میری امت میں ایسی قوم پیدا ہوگی، جو قرآن پڑھے گی، لیکن قرآن اس کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا، اور وہ قوم دین سے اس طرح نکل جائے گی، جیسا کہ تیر اپنے شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، پھر وہ لوگ دین میں نہیں لوٹیں گے، وہ لوگوں میں اور ساری مخلوق میں سب سے زیادہ شریر ہوں گے، حضرت ابنِ صامت کہتے ہیں کہ

---

[1] رقم الحديث ١٠٦٧ "١٥٨" كتاب الزكاة، باب الخوارج شر الخلق والخليقة.

پھر میں نے حضرت رافع بن عمرو غفاری سے جو ''حکم غفاری'' کے بھائی ہیں، ملاقات کی، اور ان سے کہا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اس طرح کی حدیث سنی ہے، اور میں نے یہ (گزشتہ) حدیث ان کو بتائی (تاکہ ان سے اس حدیث کی تصدیق کروں) تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے (مسلم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ خارجی لوگ بظاہر قرآن مجید پڑھیں گے، مگر وہ صرف زبانی کلامی معاملہ ہوگا، ان کے دل میں اس کا اثر یا اس کے مطابق عقیدہ نہ ہوگا، اور یہ لوگ قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کرنے کے باوجود، مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے۔

(27)......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ أُنَاسًا مِنْ أُمَّتِي سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ، يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۱۵۳۱)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ جن کی علامت سر منڈوانا ہوگی، قرآن تو پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، وہ لوگوں اور ساری خلقت میں بدترین مخلوق ہوں گے (مسند احمد)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کی ایک نشانی بال منڈانا ہوگا اور وہ دین سے بڑی جلدی نکل جائیں گے، باوجودیکہ وہ قرآن کو پڑھیں گے، اور اپنے عمل کی قرآن سے دلیل پکڑیں گے، اور وہ مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے۔

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

(28)...... حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَدِمَ أَبُو ذَرٍّ عَلٰى عُثْمَانَ مِنَ الشَّامِ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اِفْتَحِ الْبَابَ حَتّٰى يَدْخُلَ النَّاسُ، أَتَحْسِبُنِىْ مِنْ قَوْمٍ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتّٰى يَعُوْدَ السَّهْمُ عَلٰى فُوْقِهٖ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ، وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوْ امَرْتَنِىْ أَنْ أَقْعُدَ، لَمَا قُمْتُ، وَلَوْ أَمَرْتَنِىْ أَنْ أَكُوْنَ قَائِمًا، لَقُمْتُ مَا أَمْكَنَتْنِىْ رِجْلَاىَ، وَلَوْ رَبَطْتَنِىْ عَلٰى بَعِيْرٍ لَمْ أُطْلِقْ نَفْسِىْ حَتّٰى تَكُوْنَ أَنْتَ الَّذِىْ تُطْلِقُنِىْ، ثُمَّ اسْتَأْذَنَهُ أَنْ يَّأْتِىَ الرَّبَذَةَ، فَأَذِنَ لَهٗ، فَأَتَاهَا، فَإِذَا عَبْدٌ يَؤُمُّهُمْ، فَقَالُوْا: أَبُوْ ذَرٍّ، فَنَكَصَ الْعَبْدُ، فَقِيْلَ لَهٗ: تَقَدَّمْ، فَقَالَ: أَوْصَانِىْ خَلِيْلِىْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: أَنْ أَسْمَعَ وَأُطِيْعَ وَلَوْ لِعَبْدٍ حَبَشِيٍّ مُجَدَّعِ الْأَطْرَافِ، وَإِذَا صَنَعْتَ مَرَقَةً، فَأَكْثِرْ مَاءَهَا، ثُمَّ انْظُرْ جِيْرَانَكَ، فَأَنِلْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ، وَصَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا، فَإِنْ أَتَيْتَ الْإِمَامَ وَقَدْ صَلّٰى كُنْتَ قَدْ أَحْرَزْتَ صَلَاتَكَ، وَإِلَّا فَهِىَ لَكَ نَافِلَةً (صحيح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ شام سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، اور انہوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! دروازہ کھول دیجئے، تاکہ لوگ اندر تشریف لے آئیں، کیا آپ مجھے ایسی قوم کا آدمی سمجھتے ہیں، جو قرآن کو پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور وہ لوگ

---

[1] رقم الحديث ۵۹۶۴، باب ما جاء فى الفتن.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن الصامت، فمن رجال مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

دین سے اس طریقہ سے نکل جائیں گے، جس طریقہ سے تیر شکار سے آر پار نکل جاتا ہے، پھر وہ دین کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے، یہاں تک کہ تیر اپنی جگہ لوٹ کر نہ آ جائے (یعنی جس طرح تیر کا واپس لوٹنا ممکن نہیں ہے، اسی طرح ان کا دین کی طرف واپس لوٹنا ممکن نہیں ہوگا) وہ لوگوں اور مخلوق میں سب سے بدتر لوگ ہوں گے۔

اور (پھر حضرت ابو ذر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں ان خارجی لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ جو امیر المؤمنین کی اطاعت نہیں کرتے) قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر آپ مجھے بیٹھنے کا حکم دیں گے، تو میں کھڑا نہیں ہوں گا، اور اگر آپ مجھے کھڑے ہونے کا حکم دیں گے، تو جب تک میرے پیروں میں طاقت ہوگی میں کھڑا رہوں گا، اور اگر آپ مجھے اونٹ پر باندھ دیں گے، تو میں اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا، جب تک کہ آپ مجھے نہ کھول دیں۔

پھر حضرت ابو ذر نے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ''ربذۃ'' مقام پر جانے کی اجازت طلب کی، ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (وہاں جانے کی) اجازت دے دی، وہ ''ربذۃ'' مقام پر جس وقت پہنچے، تو وہاں ایک غلام لوگوں کی نماز میں امامت کر رہا تھا، لوگوں نے کہا کہ حضرت ابو ذر آ گئے، تو وہ غلام پیچھے ہٹ گیا۔

پھر حضرت ابو ذر سے کہا گیا کہ آپ آگے بڑھ جایئے، تو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے میرے دوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی تھی، ایک تو یہ کہ میں (اپنے حکمران کی) بات سنوں، اور اطاعت کروں (اور اس کو اپنا حکمران تسلیم کروں) اگرچہ (وہ حکمران) حبشی غلام ہاتھ پاؤں کٹا ہوا ہی کیوں نہ ہو، اور دوسرے یہ کہ آپ جب شوربا بناؤ، تو اس میں زیادہ

پانی ڈال لو، پھر اپنے پڑوسی کو دیکھو، اور اس میں سے ضرورت مند پڑوسیوں کو اچھے طریقہ سے دے دو، اور نماز کو اپنے وقت پر پڑھو، پھر اگر حکمران کے پاس آجاؤ، اور وہ نماز پڑھ چکا ہے، تو تم اپنی نماز کو پہلے پڑھ چکے ہو، ورنہ وہ تیرے لئے نفل نماز ہوجائے گی (مگر حکمران سے کوئی تعرض اور چھیڑ چھاڑ نہ کرو) (ابنِ حبان)

خارجی لوگ مسلمان حکمرانوں کی اطاعت سے خروج اختیار کرتے ہیں، بلکہ وہ مسلمان حکمرانوں کے خلاف جنگ وقتال کرتے ہیں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کے مقابلہ میں حکمران کی اطاعت کی حدیث سنائی، اگرچہ وہ ادنیٰ غلام ہی کیوں نہ ہو، جس سے خارجیوں کے طرزِ عمل کی واضح طور پر تردید ہوگئی۔

نیز اس روایت سے خوارج کی مذمت اور امیر (مسلمان حاکم) کی اطاعت کی اہمیت وتاکید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اس پر بھرپور اہتمام کے ساتھ عمل درآمد کرنے سے معلوم ہوتی ہے، خلیفۂ وقت کے حکم سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بلا چوں وچرا مدینۃ الرسول سے نکل کر مقام ''ربذہ'' پر منتقل ہونا جو مشہور واقعہ ہے، اس حدیث میں اس کا بھی ذکر ہے۔ [1]

---

[1] اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق حکمرانوں کی بھی جائز کاموں میں اطاعت کا حکم دیا ہے۔

عن أبی سلام، قال :قال حذیفة بن الیمان :قلت :یا رسول الله، إنا کنا بشر، فجاء الله بخیر، فنحن فیه، فهل من وراء هذا الخیر شر؟ قال :نعم، قلت :هل وراء ذلک الشر خیر؟ قال :نعم، قلت :فهل وراء ذلک الخیر شر؟ قال :نعم، قلت :کیف؟ قال :یکون بعدی أئمة لا یهتدون بهدای، ولا یستنون بسنتی، وسیقوم فیهم رجال قلوبهم قلوب الشیاطین فی جثمان إنس، قال :قلت :کیف أصنع یا رسول الله، إن أدرکت ذلک؟ قال :تسمع وتطیع للأمیر، وإن ضرب ظهرک، وأخذ مالک، فاسمع وأطع(مسلم، رقم الحدیث ۱۸۴۷ "۵۲")

عن عدی بن حاتم، قال :قلنا :یا رسول الله لا نسألک عن طاعة من اتقی، ولکن من فعل وفعل، فذکر الشر، فقال :اتقوا الله، واسمعوا وأطیعوا(السنة لابنِ ابی عاصم، رقم الحدیث ۱۰۶۹،المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۲۴۰)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(29)...... حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا خَرَجَتِ الْخَوَارِجُ بِالنَّهْرَوَانِ قَامَ عَلِيٌّ فِيْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: إِنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَدْ سَفَكُوْا الدَّمَ الْحَرَامَ، وَأَغَارُوْا فِيْ سَرْحِ النَّاسِ، وَهُمْ أَقْرَبُ الْعَدُوِّ إِلَيْكُمْ، وَأَنْ تَسِيْرُوْا إِلٰى عَدُوِّكُمْ أَنَا أَخَافُ أَنْ يَّخْلُفَكُمْ هٰؤُلَاءِ فِيْ أَعْقَابِكُمْ، إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: تَخْرُجُ خَارِجَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ، لَيْسَ صَلَاتُكُمْ إِلٰى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صِيَامُكُمْ إِلٰى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا قِرَاءَ تُكُمْ إِلٰى قِرَاءَ تِهِمْ بِشَيْءٍ، يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ وَآيَةُ ذٰلِكَ أَنَّ فِيْهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَ لَهَا ذِرَاعٌ، عَلَيْهَا مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ، عَلَيْهَا شَعَرَاتٌ بِيْضٌ، لَوْ يَعْلَمُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الالبانی: حدیث صحیح ورجال إسناده رجال الشیخین غیر عثمان بن قیس وهو ابن محمد بن الأشعث الكندی فهو مجهول أورده ابن أبی حاتم ۳/۱/۱۶۵ بروایة حفص هذا عنه .ولم یزد. وأبوه قیس بن محمد لم یوثقه غیر ابن حبان وأحادیث الباب تشهد له ...(ظلال الجنة فی تخریج السنة لابنِ ابی عاصم)

عن ابن عباس، عن النبی صلى الله علیه وسلم، قال :من كره من أمیره شیئا فلیصبر، فإنه من خرج من السلطان شبرا مات میتة جاهلیة(بخاری، رقم الحدیث ۷۰۵۳، مسلم، رقم الحدیث ۱۸۴۹ "۵۶")

عن هشام، قال :سمعت أنس بن مالک رضی الله عنه، یقول :قال النبی صلى الله علیه وسلم للأنصار :إنكم ستلقون بعدی أثرة، فاصبروا حتى تلقونی وموعدكم الحوض (بخاری، رقم الحدیث ۳۷۹۳)

عن حذیفة رضی الله عنه، قال :كیف بكم إذا سئلتم الحق فأعطیتموه، وإذا سألتم حقكم فمنعتموه قالوا :نصبر، قال :دخلتموها ورب الكعبة(رقم الحدیث ۸۴۶۲، مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۸۳۱۴)

قال الحاكم: هذا حدیث صحیح على شرط الشیخین، ولم یخرجاه.

وقال الذهبی: على شرط البخاری ومسلم.

الْجَيْشُ الَّذِيْنَ يُصِيْبُوْنَهُمْ مَا لَهُمْ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ لَاتَّكَلُوْا عَلَى الْعَمَلِ، فَسِيْرُوْا عَلٰى اسْمِ اللّٰهِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ (مسند احمد، رقم الحديث ٧٠٦) [1]

ترجمہ: جب نہروان (کے علاقہ) میں خوارج (یعنی خارجیوں) نے خروج کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ان لوگوں نے ناحق (مسلمانوں کا) خون بہایا ہے، لوگوں کے مال مویشی کو لوٹا ہے، اور یہ تمہارے قریب ترین دشمن ہیں (کیونکہ ہمارے اندر ہی رہتے بستے ہیں، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے یہ بدترین حرکت کرتے ہیں) اگر تم اپنے دشمنوں کی طرف کوچ کرو (اور ان کو ویسے ہی چھوڑ دو گے تو) مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ لوگ پیچھے سے تم پر نہ آپڑیں اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ایک ایسا گروہ ظاہر ہوگا، جس کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی بظاہر کوئی وقعت نہ ہوگی، جن کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی وقعت نہ ہوگی، جن کی تلاوت کے سامنے تمہاری تلاوت کی کچھ وقعت نہ ہوگی، وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے یہ سمجھتے ہوں گے کہ اس پر انہیں ثواب ملے گا، حالانکہ وہ ان کے لیے باعثِ عذاب ہوگا، کیونکہ وہ قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے اور ان کی علامت یہ ہوگی کہ ان میں ایک ایسا آدمی بھی ہوگا، جس کا بازو تو ہوگا، لیکن کہنی نہ ہوگی، اس کے ہاتھ پر عورت کی چھاتی کی گھنڈی جیسا نشان ہوگا، جس کے اردگرد سفید رنگ کے کچھ بالوں کا گچھا ہوگا، اگر کسی ایسے لشکر کو جو ان پر حملہ آور ہو، اس ثواب کا پتہ چل جائے جو ان کے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده قوي (حاشية مسند احمد)

نبی کی زبانی ان سے بیان کیا گیا ہے،تو وہ (اس ثواب کی اہمیت کی خاطر) صرف اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں، اس لئے اللہ کا نام لے کر (ان سے قتال کرنے کے لئے) روانہ ہو جاؤ، پھر آگے لمبا واقعہ اس میں مذکور ہے (مسند احمد)

وہ لوگ بظاہر دیندار تھے،لیکن مسلمانوں کے خلاف خروج اختیار کر رہے تھے،اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کے فساد و فتنہ برپا کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے متعلق حدیث سننے کی وجہ سے ان سے قتال کے لئے لوگوں کو آمادہ کیا۔

(30)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَيَأْتِيْ عَلٰى أُمَّتِيْ زَمَانٌ تَكْثُرُ فِيْهِ الْقُرَّاءُ، وَتَقِلُّ الْفُقَهَاءُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا: وَمَا الْهَرْجُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلْقَتْلُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ يَأْتِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ زَمَانٌ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ رِجَالٌ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ زَمَانٌ يُجَادِلُ الْمُنَافِقُ الْكَافِرُ الْمُشْرِكُ بِاللّٰهِ الْمُؤْمِنَ بِمِثْلِ مَا يَقُوْلُ

(مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر ایک زمانہ آئے گا، جس میں ''قرّاء'' (یعنی قرآن کی قرائت کرنے والے تعداد میں) بہت ہوں گے،مگر ''فقہاء'' (یعنی شرعی احکام کی سمجھ رکھنے والے تعداد میں) کم ہوں گے،اور علم کا قحط ہو جائے گا، اور ہرج کی کثرت ہو جائے گی۔صحابہ نے عرض کیا کہ ہرج کیا ہوگا؟ فرمایا کہ آپس میں قتل وقتال کرنا، پھر اس کے بعد ایک اور زمانہ آئے گا

---

[1] رقم الحديث ۸۴۱۲، كتاب الفتن والملاحم.
قال الحاكم:
هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه (مستدرک حاکم)
و قال الذهبي في التلخيص:
صحيح.

جس میں میری امت کے ایسے لوگ قرآن پڑھیں گے، جن کے حلق سے نیچے قرآن نہیں اُترے گا، پھر ایک اور زمانہ آئے گا جس میں منافق، اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والا کافر شخص، ایمان والے شخص سے جھگڑا کرے گا (حاکم)

(31)......حضرت عمیر بن اسحاق سے روایت ہے کہ:

ذَكَرُوْا الْخَوَارِجَ عِنْدَ أَبِیْ هُرَيْرَةَ ، قَالَ: أُولٰئِکَ شِرَارُ الْخَلْقِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۹۰۴۰، کتاب الجمل،باب ما ذکر فی الخوارج)

ترجمہ: لوگوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے خوارج (یعنی خارجیوں) کا ذکر کیا، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خوارج (یعنی خارجی لوگ) مخلوق میں بدترین لوگ ہیں (ابنِ ابی شیبہ)

(32)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَخْرُجُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ (سنن ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک قوم پیدا ہوگی، جو نوعمر اور کم عقل ہوں گے، قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، یہ لوگ بظاہر خیر والی بات کہیں گے (لیکن (دین سے آناً فاناً) اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے (آر پار ہوکر) نکل جاتا ہے (ترمذی)

---

[1] رقم الحدیث ۲۱۸۸،ابواب الفتن، باب فی صفة المارقة.
قال الترمذی:
وفی الباب عن علی، وأبی سعید، وأبی ذر وهذا حدیث حسن صحیح .

مطلب یہ ہے کہ خارجی لوگ نوجوان اور کم عقل قسم کے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن حلق سے نیچے اثرانداز نہ ہوگا،اور بظاہر چکنی چپڑی باتیں کریں گے،جن سے کم علم اور جذباتی نوجوان متاثر ہوں گے۔اوران کے اکسانے پر مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے،لیکن وہ لوگ دین سے بڑی جلدی نکل جائیں گے۔

(33)......حضرت ابو خالد سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى عَبُدِ اللّٰهِ فَقَالَ:يَا أَبَا عَبُدِ الرَّحُمٰنِ، فُلَانٌ يَقُرَأُ الْقُرُآنَ وَهُوَ رَاكِعٌ وَيَقُرَأُ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَقَالَ عَبُدُ اللّٰهِ: إِنَّ رِجَالًا يَقُرَءُ وُنَ الْقُرُآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمُ، فَإِذَا دَخَلَ فِي الْقَلُبِ فَرَسَخَ فِيُهِ نَفَعَ(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث ۹۳۴۱،ج۹ص ۲۶۹) [1]

ترجمہ:ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا،اوراس نے عرض کیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مسعود)! فلاں آدمی قرآن پڑھتا ہے اور سجدے کی حالت میں بھی قرآن پڑھتا ہے،تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں،مگر قرآن ان کے حلق سے نہیں اترتا، پس قرآن جب دل میں داخل ہوتا ہے،اور پھر اس میں راسخ ہوجاتا ہے،تو نفع پہنچاتا ہے(طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ قرآن کی اصل خاصیت یہ ہے کہ جب اس کی قرائت کی جاتی ہے،تو وہ دل میں اثر اور گھر کرلیتا ہے،مگر بعض لوگ ظاہری طور پر تو قرائت کرتے ہیں،اور قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا،اوران کے دل میں اثر نہیں کرتا،جیسا کہ خوارج۔

(34)......حضرت عمرو بن سلمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الهيثمي:
رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح إلا أن أبا خالد لم أجد من ترجمه(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٢٧٨٧)

كُنَّا نَجْلِسُ عَلٰى بَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، فَإِذَا خَرَجَ مَشَيْنَا مَعَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ ، فَجَاءَ نَا أَبُوْ مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ فَقَالَ : أَخَرَجَ إِلَيْكُمْ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بَعْدُ؟ قُلْنَا:لَا ، فَجَلَسَ مَعَنَا حَتّٰى خَرَجَ ، فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا إِلَيْهِ جَمِيْعاً ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْ مُوسٰى :يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنِّيْ رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ آنِفاً أَمْراً أَنْكَرْتُهُ ، وَلَمْ أَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ إِلَّا خَيْرًا .قَالَ :فَمَا هُوَ؟ فَقَالَ :إِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاهُ ،قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ قَوْماً حِلَقاً جُلُوْساً يَنْتَظِرُوْنَ الصَّلَاةَ ، فِيْ كُلِّ حَلْقَةٍ رَجُلٌ ، وَفِيْ أَيْدِيْهِمْ حَصًى فَيَقُوْلُ: كَبِّرُوْا مِائَةً ، فَيُكَبِّرُوْنَ مِائَةً ، فَيَقُوْلُ:هَلِّلُوْا مِائَةً ، فَيُهَلِّلُوْنَ مِائَةً ، وَيَقُوْلُ :سَبِّحُوْا مِائَةً فَيُسَبِّحُوْنَ مِائَةً.

قَالَ:فَمَاذَا قُلْتَ لَهُمْ؟ قَالَ:مَا قُلْتُ لَهُمْ شَيْئاً انْتِظَارَ رَأْيِكَ أَوِ انْتِظَارَ أَمْرِكَ .قَالَ:أَفَلَا أَمَرْتَهُمْ أَنْ يَعُدُّوْا سَيِّئَاتِهِمْ وَضَمِنْتَ لَهُمْ أَنْ لَّا يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ،ثُمَّ مَضٰى وَمَضَيْنَا مَعَهُ حَتّٰى أَتٰى حَلْقَةً مِنْ تِلْكَ الْحِلَقِ ، فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ:مَا هٰذَا الَّذِيْ أَرَاكُمْ تَصْنَعُوْنَ؟ قَالُوْا:يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَصًى نَعُدُّ بِهِ التَّكْبِيْرَ وَالتَّهْلِيْلَ وَالتَّسْبِيْحَ ،قَالَ: فَعُدُّوْا سَيِّئَاتِكُمْ فَأَنَا ضَامِنٌ أَنْ لَّا يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَيْءٌ ، وَيْحَكُمْ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ مَا أَسْرَعَ هَلَكَتَكُمْ ، هٰؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَافِرُوْنَ وَهٰذِهِ ثِيَابُهُ لَمْ تَبْلَ وَآنِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ فِيْ يَدِهِ إِنَّكُمْ لَعَلٰى مِلَّةٍ هِيَ أَهْدٰى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ ، أَوْ مُفْتَتِحِيْ بَابِ ضَلَالَةٍ،قَالُوْا:وَاللّٰهِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا أَرَدْنَا إِلَّا الْخَيْرَ ،قَالَ:وَكَمْ مِنْ مُّرِيْدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُصِيْبَهُ ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَنَّ قَوْماً يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ ، وَايْمُ اللهِ مَا أَدْرِىْ لَعَلَّ أَكْثَرَهُمْ مِنكُمْ ،ثُمَّ تَوَلّٰى عَنْهُمْ ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ: رَأَيْنَا عَامَّةَ أُولٰئِكَ الْحِلَقِ يُطَاعِنُوْنَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ(سنن الدارمی) [1]

ترجمہ: ہم فجر کی نماز سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے

---

[1] رقم الحديث ۲۱۰، المقدمة،باب فی كراهية اخذالرأی.

قال حسين سليم اسد الدارانی:

إسناده جيد(حاشية سنن الدارمی)

وقال الالبانی:

قلت :و السياق للدارمی و هو أتم ,إلا أنه ليس عنده فی متن الحديث " :يمرقون ... من الرمية . "و هذا إسناد صحيح ,إلا أن قوله " :عمر بن يحيى "أظنه خطأ من النساخ ,و الصواب " :عمرو بن يحيى , "و هو عمرو بن يحيى بن عمرو بن سلمة ابن الحارث الهمدانی .كذا ساقه ابن أبی حاتم فی كتابه "الجرح و التعديل(۳/۱/۲۶۹) "و ذكر فی الرواة عنه جمعا من الثقات منهم ابن عيينة ,و روى عن ابن معين أنه قال فيه " :صالح . "و هكذا ذكره على الصواب فی الرواة عن أبيه , فقال(۴/۲/۱۷۶) " يحيى بن عمرو بن سلمة الهمدانی ,و يقال :الكندی .روى عن أبيه روى عنه شعبة و الثوری و المسعودی و قيس بن الربيع و ابنه عمرو بن يحيى . "و لم يذكر فيه جرحا و لا تعديلا ,و يكفی فی تعديله رواية شعبة عنه ,فإنه كان ينتقی الرجال الذين كانوا يروى عنهم ,كما هو مذكور فی ترجمته ,و لا يبعد أن يكون فی " الثقات "لابن حبان ,فقد أورده العجلی فی "ثقاته "و قال " :كوفی ثقة . "و أما عمرو بن سلمة ,فثقة مترجم فی "التهذيب "بتوثيق ابن سعد ,و ابن حبان(۵/۱۷۲)و فاته أن العجلی قال فی "ثقاته(۳۶۴/۱۲۶۳)" : "كوفی تابعی ثقة . "و قد كنت ذكرت فی "الرد على الشيخ الحبشی "(ص۴۵) أن تابعی هذه القصة هو عمارة بن أبی حسن المازنی ,و هو خطأ لا ضرورة لبيان سببه ,فليصحح هناك .و للحديث طريق أخرى عن ابن مسعود فی "المسند(۱/۴۰۴)"و فيه الزيادة ,و إسنادها جيد ,و قد جاء ت أيضا فی حديث جمع من الصحابة خرجها مسلم فی "صحيحه(۳/۱۰۹-۱۱۷)" و إنما عنيت بتخريجه من هذا الوجه لقصة ابن مسعود مع أصحاب الحلقات , فإن فيها عبرة لأصحاب الطرق و حلقات الذكر على خلاف السنة ,فإن هؤلاء إذا أنكر عليهم منكر ما هم فيه اتهموه بإنكار الذكر من أصله(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۰۰۵)

پر بیٹھتے تھے، جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر سے تشریف لاتے تو ہم ان کے ساتھ (فجر کی نماز کے لئے) مسجد جایا کرتے تھے، اسی دوران ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ کیا ابوعبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) آپ کی طرف تشریف لے آئے؟ ہم نے کہا کہ نہیں، تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نکلنے تک ہمارے ساتھ بیٹھ گئے، پھر جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے، تو ہم سب ان کی طرف کھڑے ہوگئے، پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن میں نے ابھی مسجد میں ایک ایسی بات دیکھی ہے، جو میں نے اوپری (یعنی اجنبی) سمجھی (کیونکہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے ثابت نہیں) اورالحمدللہ میری نیت خیراور بھلائی یعنی اصلاح کی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کیا بات ہے؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی زندگی رہی تو آپ بھی جلد ہی دیکھ لیں گے، وہ یہ ہے کہ میں نے مسجد میں لوگوں کو نماز کے انتظار میں اس حال میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے حلقے بنا رکھے ہیں اور ہر حلقے میں ایک آدمی ہے اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں اور وہ شخص کہتا ہے کہ سو مرتبہ اللہ اکبر کہو تو لوگ سو مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ لَاإِلٰـــهَ إِلَّا اللہ کہو تو وہ سو مرتبہ لَاإِلٰـــهَ إِلَّا اللہ کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو دفعہ سُبْحَانَ اللہ کہو تو وہ سو دفعہ سُبْحَانَ اللہ پڑھتے ہیں۔

اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پھر آپ نے ان لوگوں کو کیا کہا؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی رائے یا آپ کے حکم کے انتظار میں کچھ نہیں کہا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے انہیں یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ وہ (موجودہ طرزِ عمل یعنی اس طرح تسبیح کرنے کے بجائے) اپنے گناہ شمار کریں اور آپ نے ان کو یہ ضمانت کیوں نہ دی کہ (اپنے گناہ شمار کرنے کی صورت میں) ان کی کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چلے اور ہم بھی ان کے ساتھ چلے یہاں تک کہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہوئے، پھر ان سے فرمایا کہ میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کنکریاں ہیں جن پر تکبیر، تہلیل اور تسبیح شمار کر کے پڑھ رہے ہیں (اور ہم کوئی گناہ والا کام نہیں کر رہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنے گناہوں کو شمار کرو، اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس صورت میں تمہاری کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔ اے امتِ محمد! تم پر افسوس ہے کہ کتنی جلدی تمہاری بربادی ہو گئی، کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ صحابہ کثیر تعداد میں موجود ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے (اور تم اتنی جلدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے طریقہ سے ہٹ گئے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایسے طریقے پر ہو جس میں (نعوذ باللہ تعالیٰ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے زیادہ ہدایت ہے (کیونکہ یہ طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹ کر ہے) یا پھر تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو (کیونکہ یہ عمل بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے) انہوں نے جواب میں کہا کہ اے عبداللہ بن مسعود! اللہ کی قسم، ہم

نے تو فقط خیر کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے ایسے ہیں جن کو ہرگز خیر حاصل نہیں ہوتی (لہٰذا تمہارا خیر کا ارادہ کرنے سے یہ بدعت والا کام ثواب کا شمار نہیں ہوگا)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا (اس لئے ان کے حق میں یہ قرآن پڑھنا، جو کہ کارِ خیر ہے، ہدایت کا ذریعہ نہیں ہوگا) اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ ان کی اکثریت تم ہی لوگوں میں سے ہو۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس سے چلے گئے۔ حضرت عمرو بن سلمہ (اس روایت کے راوی) فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کی اکثریت خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگِ نہروان میں لڑ رہی تھی (دارمی)

یہ لوگ جو اجتماعی انداز میں مسجد میں ذکر کر رہے تھے، ان کے طرزِ عمل کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بدعت قرار دیا، اور پھر بالآخر یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک پائے گئے، جس سے معلوم ہوا کہ خارجیوں کے ظاہری دین سے متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ [1]

(35)......خوارج سے متعلق اس طرح کی احادیث اور بھی کئی سندوں سے مروی ہیں۔ [2]

---

[1] اگر کوئی کسی اجتماعی یا دوسری قید کے بغیر تسبیح لیکر ذکر کرے، اس کی ممانعت نہیں۔

[2] عبد العزيز بن عبد الملك بن مليل السليحى، وهم إلى قضاعة، قال :حدثنى أبى، قال: كنت مع عقبة بن عامر جالسا قريبا من المنبر يوم الجمعة، فخرج محمد بن أبى حذيفة، فاستوى على المنبر، فخطب الناس، ثم قرأ عليهم سورة من القرآن -قال: وكان من أقرإ الناس -قال :فقال عقبة بن عامر :صدق الله ورسوله، إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :ليقرأن القرآن رجال لا يجاوز تراقيهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية "(مسند احمد، رقم الحديث ١٧٣٠٨)

قال شعيب الارنؤوط:المرفوع منه صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

شهر بن حوشب قال :كنت بدمشق، فجاء وا برء وس فوضعوها على درج مسجد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فائدہ: مذکورہ احادیث وروایات میں جو مضامین بیان کئے گئے ہیں، آگے فرداً فرداً اُن کی بطور خلاصہ اجمالی تشریح ذکر کی جاتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ دمشق، فرأيت أبا أمامة يبكى فقلت له :ما يبكيك يا أبا أمامة؟ قال :إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :إنه سيكون فى أمتى أناس يقرء ون القرآن لا يتجاوز تراقيهم ينثرونه، كما ينتثر الدقل، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية، ثم لا يعودون فيه حتى يعود السهم على فوقه شر قتلى تحت السماء، طوبى لمن قتلهم وقتلوه(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٧٥٥٣)

عن أبى أمامة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :تخرجون من الإسلام كما يخرج السهم من الرمية، لا ترجعون فيه حتى يرجع السهم على فوقه كلاب النار(المعجم الكبير للطبرانى،رقم الحديث ٨٠٤٥)

محمد بن عمر الكلاعى، قال :سمعت الحسن بن أبى الحسن، يحدث أن الصرم، لقى عبد الله بن خباب بالمذار قرية بالبصرة، وهو متوجه إلى على بالكوفة، معه امرأته وولده وجاريته فقال :هذا رجل من أصحاب محمد نسأله عن حالنا وأمرنا، ومخرجنا، فقالوا : بلى فانصرفوا إليه، فقالوا :ألا تخبرنا هل سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم فينا شيئا ؟ قال :أما فيكم بأعيانكم فلا، ولكنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :يكون من بعدى قوم يقرء ون القرآن، لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الدين ثم لا يعودون فيه حتى يعود السهم إلى فوقه، طوبى لمن قتلهم، وطوبى لمن قتلوه، شر قتلى أظلتهم السماء وأقلتهم الأرض، كلاب أهل النار "(معرفة الصحابة،لأبى نعيم، رقم الحديث ٤٠٩٩)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى، وفيه محمد بن عمر الكلاعى وهو ضعيف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٤١٩)

عن طلق بن على قال :بينا نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال لنا :يوشك أن يجىء قوم يقرء ون القرآن، لا يجاوز تراقيهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية، طوبى لمن قتلهم، وطوبى لمن قتلوه .ثم التفت إلى، فقال :أما إنهم سيخرجون بأرضك يا تهامى يقاتلون بين الأنهار .قلت :بأبى وأمى، ما بها أنهار قال : إنها ستكون(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٨٢٦٠)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى من طريق على بن يحيى بن إسماعيل عن أبيه، ولم أعرفهما(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٤٣٠)

عن تبيع الهجرى، أنه سمع عبد الرحمن بن عديس البلوى، يقول :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول " :يخرج ناس يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية، يقتلون بجبل لبنان، وبجبل الخليل "وقال ابن لهيعة :وقتل ابن عديس بجبل الخليل(معرفة الصحابة،لأبى نعيم، رقم الحديث ٤٦٧٠)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(1)...... احادیث میں جو یہ فرمایا گیا کہ اس امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ جو قرآن کو پڑھیں گے، مگر قرآن ان کے حلق اور گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان کی قرائت کا اثر ان کے دِلوں اور اعمال میں نہیں ہوگا، بلکہ صرف حلق اور گلے تک الفاظ کی ادائیگی کی شکل میں ظاہر ہوگا، کیونکہ ان کا دل سے قرآن مجید پر عقیدہ وایمان نہ ہوگا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال ابوحذيفة نبيل بن منصور: أخرجه أبو القاسم البغوى فى "الصحابة(١٩٤٣)"من طريق نعيم بن حماد المروزى ثنا ابن وهب به. ونعيم مختلف فيه، والباقون ثقات. -ورواه عبد الله بن لهيعة عن يزيد بن أبى حبيب واختلف عنه: فقال عبد الله بن يوسف التِّنِّيسى :ثنا ابن لهيعة عن يزيد بن أبى حبيب أنّ عبد الرحمن بن شِمَاسة حدثه عن تبيع الحجرى عن عبد الرحمن بن عديس . أخرجه الطبرانى فى "الأوسط(٣٣١٣)"عن بكر بن سهل الدمياطى ثنا عبد الله بن يوسف به . ورواه أبو نعيم فى "الصحابة(٤٦٧٠)"عن الطبرانى به. وقال الطبرانى :لا يروى هذا الحديث عن عبد الرحمن بن عديس إلا بهذا الإسناد قلت :بكر بن سهل قال النسائى :ضعيف. وقال أبو الأسود النضر بن عبد الجبار المصرى :عن ابن لهيعة عن يزيد بن أبى حبيب عن ابن شماسة عن رجل حدثه أنه سمع عبد الرحمن بن عديس . أخرجه ابن عبدالحكم فى "فتوح مصر "(ص٢٠٧) ويعقوب بن سفيان (الإصابة٦/٣٠٢) عن أبى الأسود به. وأخرجه أبو القاسم البغوى(١٩٤٤)عن محمد بن إسحاق ثنا أبو الأسود به. وإسناده ضعيف لضعف ابن لهيعة. وتبيع الحجرى ذكره ابن حبان فى "الثقات "ولم يذكر عنه راويًا إلا ابن شماسة، فهو مجهول(انيس السارى فى تخريج احاديث فتح البارى، ج ١١ ص١٤٧٨، كتاب استتابة المرتدين،باب قتل الخوارج والملحدين)

أخبرنا أبو جعفر محمد بن أحمد بأصبهان أن فاطمة أخبرتهم أبنا محمد أبنا سلمان بن أحمد الطبرانى ثنا الحسين ين إسحاق التسترى ثنا على بن المنذر ثنا محمد بن الفضيل ثنا الوليد بن جميع عن عامر بن واثلة قال لما كان يوم حنين أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجل مجزوز الرأس أو محلوق الرأس قال ما عدلت فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم (إذا لم أعدل أنا فمن يعدل) قال فغفل عن الرجل فذهب فقال أين الرجل) فطلب فلم يدرک فقال (إنه سيخرج من أمتى قوم سيما هذا يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية نظر فى قدحه فلم ير شيئا نظر فى رصافه فلم ير شيئا نظر فى فوقه فلم ير شيئا) له شاهد فى (الصحيحين) بنحوه من حديث أبى سلمة بن عبد الرحمن عن أبى سعيد الخدرى(الأحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة مما لم يخرجه البخارى ومسلم فى صحيحيهما، لضياء الدين المقدسى، رقم الحديث ٢٧٤)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٤١٨)

یا یہ مطلب ہے کہ ایمان و اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ان کی قرائت کو اللہ قبول نہیں فرمائے گا۔

یا یہ مطلب ہے کہ ان کو قرائت پر ثواب حاصل نہیں ہوگا، سوائے زبان اور حلق سے الفاظ ادا کرنے کے، یا یہ مطلب ہے کہ ان کی قرائت میں لذت اور آواز میں خوبصورتی ہوگی، اور اس سے زیادہ کچھ نہ ہوگا۔

جس کی مزید وضاحت ایک روایت میں یہ آئی ہے کہ قرآن کی اصل خاصیت یہ ہے کہ جب وہ دل میں داخل ہوتا ہے، اور پھر اس میں راسخ ہوجاتا ہے، تو نفع پہنچاتا ہے، مگر یہ لوگ اس نعمت سے محروم ہوں گے۔ [1]

---

[1] (يقرؤون القرآن لا يجاوز حناجرهم) قال القاضي فيه تأويلان أحدهما معناه لا تفقهه قلوبهم ولا ينتفعون بما تلوا منه ولا لهم حظ سوى تلاوة الفم والحنجرة والحلق إذ بهما تقطيع الحروف والثانى معناه لا يصعد لهم عمل ولا تلاوة ولا يتقبل قوله صلى الله عليه وسلم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج۷ص ۱۵۹، كتاب الزكاة، باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه ان لم يعط)

يقرؤون القرآن ولا يجاوز تراقيهم بمثناة وقاف جمع ترقوة بفتح أوله وسكون الراء وضم القاف وفتح الواو وهى العظم الذى بين نقرة النحر والعاتق والمعنى أن قراء تهم لا يرفعها الله ولا يقبلها وقيل لا يعملون بالقرآن فلا يثابون على قراء ته فلا يحصل لهم إلا سرده وقال النووى المراد أنهم ليس لهم فيه حظ إلا مروره على لسانهم لا يصل إلى حلوقهم فضلا عن أن يصل إلى قلوبهم لأن المطلوب تعقله وتدبره بوقوعه فى القلب قلت وهو مثل قوله فيهم أيضا لا يجاوز إيمانهم حناجرهم أى ينطقون بالشهادتين ولا يعرفونها بقلوبهم ووقع فى رواية لمسلم يقرؤون القرآن رطبا قيل المراد الحذق فى التلاوة أى يأتون به على أحسن أحواله وقيل المراد أنهم يواظبون على تلاوته فلا تزال ألسنتهم رطبة به وقيل هو كناية عن حسن الصوت به حكاها القرطبى ويرجح الأول ما وقع فى رواية أبى الوداک عن أبى سعيد عند مسدد يقرؤون القرآن كأحسن ما يقرؤه الناس ويؤيد الآخر قوله فى رواية مسلم عن أبى بكرة عن أبيه قوم أشداء أحداء ذلقة ألسنتهم بالقرآن أخرجه الطبرى وزاد فى رواية عبد الرحمن بن أبى نعم عن أبى سعيد يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان يمرقون وأرجحها الثالث(فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۲ ص۲۹۳، ۲۹۴، كتاب الديات،قوله باب من ترک قتال الخوارج للتألف وان لاينفر الناس عنه)

(وعن أبى سعيد الخدرى وأنس بن مالک عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :سيكون فى أمتى اختلاف وفرقة) بضم الفاء أى أهل اختلاف وافتراق وقوله (قوم يحسنون القيل) أى القول يقال قلت قولا وقالا وقيلا قال تعالى (ومن أصدق من الله قيلا)(ويسيئون الفعل) بدل منه وموضح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(2)......بعض روایات میں یہ بھی فرمایا گیا کہ وہ لوگ قرآن مجید کی طرف دعوت دیں گے، لیکن ان کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی قرآن مجید کی طرف دعوت دینا صرف اوپر اوپر سے اور ظاہری انداز میں ہوگا، اور درحقیقت وہ قرآن کے خلاف دعوت دینے والے ہوں گے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ له وقوله (يقرء ون القرآن) استئناف بيان أو بدل على مذهب الشاطبى ومن يجوزه أو المراد به نفس الاختلاف أى سيحدث فيهم اختلاف وتفرق فيفترقون فرقتين فرقة حق وفرقة باطل قال الطيبى :ويؤيد هذا التأويل قوله صلى الله عليه وسلم فى الفصل الأول :تكون أمتى فرقتين فيخرج من بينهما مارقة يلى قتلهم أولاهم بالحق، فقوم مبتدأ موصوف بما بعده والخبر قوله :يقرء ون القرآن وهو بيان لإحدى الفرقتين وتركت الثانية للظهور اهـ، وأما ما وقع فى بعض النسخ ويقرء ون بواو العطف فهو خطأ (لا يجاوز) أى قرآنهم أو قراء تهم (تراقيهم) بفتح أوله وكسر القاف ونصب الياء على المفعولية فى النهاية وهى جمع الترقوة وهى العظم الذى بين نقرة النحر والعاتق وهما ترقوتان من الجانبين ووزنها فعلوة بالفتح اهـ كلامه .وفى المغرب يقال لها بالفارسية جنبر كردن قال الطيبى :وفيه وجوه أحدها أنه لا يتجاوز أثر قراء تهم عن مخارج الحروف والأصوات ولا يتعدى إلى القلوب والجوارح -فلا يعتقدون وفق ما يقتضى اعتقادا ولا يعملون بما يوجب عملا، وثانيها أن قراء تهم لا يرفعها الله ولا يقبلها فكأنها لم تتجاوز حلوقهم، وثالثها لأنهم لا يعملون بالقرآن فلا يثابون على قراء تهم ولا يحصل لهم غير القراء ة (يمرقون) بضم الراء أى يخرجون (من الدين) أى من طاعة الإمام (مروق السهم) بالنصب أى كمروقه (من الرمية) قال الطيبى :مروق السهم مصدر أى مثل مروق السهم، ضرب مثلهم فى دخولهم فى الدين وخروجهم منه بالسهم الذى لا يكاد يلاقيه شىء من الدم لسرعة نفوذه تنبيها على أنهم لا يتمسكون من الدين بشىء ولا يلوون عليه وقد أشار إلى هذا المعنى فى غير هذه الرواية بقوله سبق الفرث والدم (لا يرجعون) أى إلى الدين لإصرارهم على(مرقاة المفاتيح، ج٦، ص١٥ ٢٣، كتاب الديات، باب قتل أهل الردة والسعاية بالفساد)

(يقرء ون القرآن) : استئناف بيان أى :يداومون على تلاوته، ويبالغون فى تجويده، وترتيله، ومراعاة مخارج حروفه وصفاته (لا يجاوز تراقيهم) ، أى :حال كونهم لا يتجاوز مقروء هم عن حلوقهم، وهو كناية عن عدم صعود عملهم، ونفى قبول قراء تهم .قال شارح :والتراقى جمع ترقوة، وهى العظام بين نقرة الحلق والعاتق، يريد أنه لا يتخلص عن ألسنتهم وآذانهم إلى قلوبهم وأفهامهم . وقال القاضى أى :لا تتجاوز قراء تهم عن ألسنتهم إلى قلوبهم، فلا تؤثر فيها، أو لا تتصاعد من مخرج الحروف وحيز الصوت إلى محل القبول والإنابة (مرقاة المفاتيح، ج ٩، ص٣٧٩٧، كتاب الفضائل، باب فى المعجزات)

[1] (يدعون) أى الناس (إلى كتاب الله) أى إلى ظاهره (ويتركون سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم) وأحاديثه المبينة بقوله تعالى (لتبين للناس ما نزل إليهم) وبقوله عز وجل (وما آتاكم الرسول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(3)......بعض روایات میں یہ بھی فرمایا گیا کہ وہ لوگ بظاہر دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں نیکی اور خیر والی بات کہیں گے، جو قرآن یا سنت کی بات معلوم ہوگی، مگر وہ بات درحقیقت قرآن وسنت کے خلاف ہوگی۔

نیز وہ زبان سے اللہ کے کلام اور قرآن کو پڑھیں گے، جو کہ سب سے اچھا کلام ہے، لیکن حقیقت میں وہ قرائت ان کے دل سے نہیں ہوگی۔ [1]

چنانچہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے سُبْحَانَ اللہِ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اور اَللّٰہُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا واتقوا الله)أى فى مخالفة كتابه ورسوله وقد قال على كرم الله وجهه لابن عباس جادلهم بالحديث .وفى المثل صاحب البيت أدرى بما فيه ولذا قال (وليسوا منا فى شىء) أى فى شىء معتد من طريقتنا وهدينا الجامع بين الكتاب والسنة قال الأشرف :هذا القول بعد قوله يدعون إلى كتاب الله إرشاد إلى شدة العلاقة بين النبى صلى الله عليه وسلم وبين كتاب الله وإلا فمقتضى التركيب وليسوا من كتاب الله فى شىء قال الطيبى :لو قيل وليسوا من كتاب الله فى شىء لأوهم أن يكونوا جهالا ليس لهم نصيب من كتاب الله قط كأكثر العوام وقوله ليسوا منا فى شىء يدل على أنهم ليسوا من عداد المسلمين ولا لهم نصيب من الإسلام وهو ينظر إلى معنى قوله يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٦،ص ٢٣١٦،كتاب الديات،باب قتل أهل الردة والسعاية بالفساد)

[1] قوله :(يقولون من قول خير البرية) أى :من السنة، وهو قول محمد صلى الله عليه وسلم خير الخليقة، قال الكرمانى :ويروى :من خير قول البرية، أى :من القرآن، ويحتمل أن تكون الإضافة من باب ما يكون المضاف داخلا فى المضاف إليه، وحينئذ يراد به السنة لا القرآن، هو كما قال الخوارج :لا حكم إلا لله، فى قضية التحكيم، وكانت كلمة حق ولكن أرادوا بها باطلا(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج١٦،ص ١٤٤،كتاب المناقب،باب علامات النبوة فى الإسلام)

(يقولون من خير قول البرية) بالهمزة وبالتشديد وهو أكثر بمعنى الخليقة أى ينقلون من خير ما يتكلم به الخلائق ويدعون التخلص من العلائق والعوائق واعلم أن متن المشكاة :من خير قول البرية .بتقدم الخير على القول، وفى المصابيح :من قول خير البرية .قال الأشرف :المراد بخير البرية النبى صلى الله عليه وسلم .وقال المظهر :أراد بخير قول البرية القرآن .قال الطيبى :وهذا الوجه أولى ;لأن يقولون بمعنى يحدثون أو يأخذون أى يأخذون من خير ما تتكلم به البرية، وينصره ما روى فى شرح السنة :وكان ابن عمر يروى :الخوارج شرار خلق الله .وقال :إنهم انطلقوا إلى آيات نزلت فى الكفار فجعلوها على المؤمنين .وما ورد فى حديث أبى سعيد :يدعون إلى كتاب الله وليسوا منا فى شىء (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٦،ص ٢٣١١،كتاب الديات،باب قتل أهل الردة والسعاية بالفساد)

اَکْبَـــرُ وغیرہ اذکار کو اجتماعی شکل اور ایک آواز میں پڑھنے والوں کو بدعت ایجاد کرنے والا قرار دیا۔

اور فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا، حضرت عمرو بن سلمہ (اس روایت کے راوی) فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کی اکثریت خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگِ نہروان میں لڑ رہی تھی۔

(4)...... احادیث میں یہ بھی فرمایا گیا کہ ان کے مقابلے میں تم اپنے نماز روزے اور دیگر اعمال کو کمتر وحقیر سمجھو گے، یعنی وہ لوگ نماز، روزہ اور چند دیگر اعمال کو بظاہر بہت اچھے طریقہ پر کریں گے، جن کے مقابلہ میں مومنوں کو اپنی نماز روزہ اور دیگر اعمال کی حیثیت کمتر اور ادنیٰ معلوم ہوگی۔ [1]

---

[1] قوله تحقرون بفتح أوله أى تستقلون قوله صلاتكم مع صلاتهم زاد فى رواية الزهرى عن أبى سلمة كما فى الباب بعده وصيامكم مع صيامهم وفى رواية عاصم بن شميخ عن أبى سعيد تحقرون أعمالكم مع أعمالهم ووصف عاصم أصحاب نجدة الحرورى بأنهم يصومون النهار ويقومون الليل ويأخذون الصدقات على السنة أخرجه الطبرى ومثله عنده من رواية يحيى بن أبى كثير عن أبى سلمة وفى رواية محمد بن عمرو عن أبى سلمة عنده يتعبدون يحقر أحدكم صلاته وصيامه مع صلاتهم وصيامهم ومثله من رواية أنس عن أبى سعيد وزاد فى رواية الأسود بن العلاء عن أبى سلمة وأعمالكم مع أعمالهم وفى رواية سلمة بن كهيل عن زيد بن وهب عن على ليست قراء تكم إلى قراء تهم شيئا ولا صلاتكم إلى صلاتهم شيئا أخرجه مسلم والطبرى وعنده من طريق سليمان التيمى عن أنس ذكر لى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن فيكم قوما يدأبون ويعملون حتى يعجبوا الناس وتعجبهم أنفسهم ومن طريق حفص بن أخى أنس عن عمه بلفظ يتعمقون فى الدين وفى حديث بن عباس عند الطبرانى فى قصة مناظرته للخوارج قال فأتيتهم فدخلت على قوم لم أر أشد اجتهادا منهم أيديهم كأنها ثفن الإبل ووجوههم معلمة من آثار السجود وأخرج بن أبى شيبة عن بن عباس أنه ذكر عنده الخوارج واجتهادهم فى العبادة فقال ليسوا أشد اجتهادا من الرهبان(فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۲ ص ۲۸۹، قوله باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم)

(فإن له أصحابا يحقر أحدكم) بكسر القاف يستقل (صلاته مع صلاتهم وصيامه مع صيامهم .(وعند الطبرى من رواية عاصم بن شميخ عن أبى سعيد :تحقرون أعمالكم مع أعمالهم .ووصف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(5)......بعض روایات میں یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ اس وقت نکلیں گے جب لوگوں میں اختلاف اور پھوٹ ہوگی۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمانوں میں اختلاف و انتشار ہوگا، اور پھوٹ پڑی ہوگی، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی ہوا، اور آج بھی اختلاف عروج پر ہے، ایسے حالات میں وہ لوگ ظاہر ہوں گے۔ ؎[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عاصم أصحاب نجدة الحروری بأنهم یصومون النهار ویقومون اللیل .وفی حدیث ابن عباس عند الطبرانی فی قصة مناظرته للخوارج قال :فأتیتهم فدخلت علی قوم لم أر أشد اجتهادا منهم، والفاء فی قوله فإن له أصحابا لیست للتعلیل بل لتعقیب الأخبار أی قال :دعه ثم عقب مقالته بقصتهم (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری للقسطلانی، ج٦،ص٥٨، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام)

(یخرج فیکم قوم تحقرون صلاتکم) بکسر القاف (مع صلاتهم وصیامکم مع صیامهم وعملکم مع عملهم) من عطف العام علی الخاص (ویقرؤون القرآن لا یجاوز حناجرهم) أی لا تفقهه قلوبهم ولا ینتفعون بما تلوه منه أو لا تصعد تلاوتهم فی جملة الکلم الطیب إلی الله تعالی (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری للقسطلانی، ج٧، ص٤٨٦، کتاب فضائل القرآن، باب من رایا بقراء ة القرآن أو تأکل به أو فخر به)

[1] قوله :(یخرجون علی خیر فرقة) أی :أفضل طائفة، وهذه روایة الکشمیهنی، وفی روایة غیره: یخرجون علی حین فرقة، بالحاء المهملة والنون أی :علی زمان افتراق الأمة(عمدة القاری للعینی، ج٢٢ص١٩٣، کتاب الادب، باب ما جاء فی قول الرجل :ویلک)

(ویخرجون) : عطف علی یمرقون (علی خیر فرقة) . أی فی زمانهم (من الناس) : یرید علیا وأصحابه رضی الله عنهم .وفی روایة :علی حین فرقة بضم الفاء فعلی بمعنی (فی) أی :یظهرون فی حین تشتت أمر الناس واضطراب أحوالهم وظهور المحاربة فیما بینهم(مرقاة المفاتیح، ج٩ص٣٧٩٧، کتاب الفضائل، باب فی المعجزات)

(یخرجون علی حین فرقة من الناس) بکسر الحاء المهملة وبعد التحتیة الساکنة نون وبضم فاء فرقة أی زمان افتراق الناس ولأبی ذر عن المستملی علی خیر فرقة بالخاء المعجمة وبعد التحتیة راء وفرقة بکسر الفاء .قال فی فتح الباری :والأول المعتمد وهو الذی فی مسلم وغیره وإن کان الآخر صحیحا أی أفضل طائفة(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری للقسطلانی، ج١٠ ص٨٨، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم،باب من ترک قتال الخوارج للتألف وأن لا ینفر الناس عنه)

(یخرجون علی حین فرقة من الناس) ضبطوه فی الصحیح بوجهین أحدهما حین فرقه بحاء مهملة مکسورة ونون وفرقة بضم الفاء أی فی وقت افتراق الناس أی افتراق یقع بین المسلمین وهو الافتراق الذی کان بین علی ومعاویة رضی الله عنهما والثانی خیر فرقة بخاء معجمة مفتوحة وراء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(6)......بعض روایات میں یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ لوگ مشرق کی طرف سے نکلیں گے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات مدینہ منورہ میں بیان فرمائی، اور مدینہ منورہ سے مشرق کی طرف نجد کا علاقہ اور اس کے بعد کے علاقے ہیں، مثلاً عراق وغیرہ۔
یہ لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی نکل آئے تھے، جنہوں نے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دیا، اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اور ان پر بھی نعوذ باللہ کفر کا حکم لگا دیا۔ [1]
(7)......کئی احادیث میں ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا گیا کہ ان کی نشانی بال منڈانا ہوگا۔
یعنی وہ یا ان میں سے بعض لوگ سر پر بال نہ رکھیں گے، بلکہ سر کے بال منڈا کر رکھیں گے، یہ مطلب نہیں کہ جو بھی بال منڈائے، وہ ان ہی میں سے ہوگا، البتہ ان لوگوں کی دوسری علامتوں کی طرح ایک علامت بال منڈانا بھی ہوگی۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وفرقة بكسر الفاء أى أفضل الفرقتين والأول أشهر وأكثر ويؤيده الرواية التى بعد هذه يخرجون فى فرقة من الناس فإنه بضم الفاء بلا خلاف ومعناه ظاهر وقال القاضى على رواية الخاء المعجمة المراد وخير القرون وهم الصدر الأول قال أو يكون المراد عليا وأصحابه فعليه كان خروجهم حقيقة لأنه كان الإمام حينئذ وفيه حجة لأهل السنة أن عليا كان مصيبا فى قتاله والآخرون بغاة لاسيما مع قوله صلى الله عليه وسلم يقتلهم أولى الطائفتين بالحق وعلى وأصحابه الذين قتلوهم (شرح النووى على مسلم، ج۷ص ۱۶۶، كتاب الزكاة، باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه ان لم يعط)

[1] (يخرج ناس من قبل المشرق) أى من جهة مشرق المدينة كنجد وما بعده وهم الخوارج ومن معتقدهم تكفير عثمان -رضى الله عنه -وأنه قتل بحق ولم يزالوا مع على حتى وقع التحكيم بصفين فأنكروا التحكيم وخرجوا على على و كفروه (ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج۱۰ ص ۴۷۹، كتاب التوحيد، باب قراء ة الفاجر والمنافق وأصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم)
قوله يخرج ناس من قبل المشرق تقدم فى كتاب الفتن أنهم الخوارج وبيان مبدأ أمرهم وما ورد فيهم وكان ابتداء خروجهم فى العراق وهى من جهة المشرق بالنسبة إلى مكة المشرفة (فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۳ ص ۵۳۶، كتاب التوحيد، قوله باب قراء ة الفاجر والمنافق وأصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم)

[2] قوله محلوق سيأتى فى أواخر التوحيد من وجه آخر أن الخوارج سيماهم التحليق وكان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جہاں تک فی نفسہٖ مرد کو سر کے بال منڈانے کے حکم کا تعلق ہے، تو اس طرح کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ السلف يوفرون شعورهم لا يحلقونها وكانت طريقة الخوارج حلق جميع رؤوسهم(فتح البارى لابنِ حجر، ج٨ص٦٨، ٦٩، قوله باب بعث على بن أبى طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع)

قوله قيل ما سيماهم بكسر المهملة وسكون التحتانية أى علامتهم والسائل عن ذلك لم أقف على تعيينه قوله التحليق أو قال التسبيد شك من الراوى وهو بالمهملة والموحدة بمعنى التحليق وقيل أبلغ منه وهو بمعنى الاستئصال وقيل إن نبت بعد أيام وقيل هو ترك دهن الشعر وغسله قال الكرمانى فيه إشكال وهو أنه يلزم من وجود العلامة وجود ذى العلامة فيستلزم أن كل من كان محلوق الرأس فهو من الخوارج والأمر بخلاف ذلك اتفاقا ثم أجاب بأن السلف كانوا لا يحلقون رؤوسهم إلا للنسك أو فى الحاجة والخوارج اتخذوه ديدنا فصار شعارا لهم وعرفوا به قال ويحتمل أن يراد به حلق الرأس واللحية وجميع شعورهم وأن يراد به الإفراط فى القتل والمبالغة فى المخالفة فى أمر الديانة قلت الأول باطل لأنه لم يقع من الخوارج والثانى محتمل لكن طرق الحديث المتكاثرة كالصريحة فى إرادة حلق الرأس والثالث كالثانى والله أعلم (فتح البارى لابنِ حجر، ج١٣ص٥٣٧،قوله باب قراء ة الفاجر والمنافق وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم)

قال فى الخوارج :سيماهم التسبيد، وهو حلق الشارب من أصله .قلت :قال ابن الأثير :معناه الحلق واستئصال الشعر، ولم يقيد بالشارب وهو أعم منه ومن غيره، وقال أيضا :قيل :التسبيد هو ترك التدهن وغسل الرأس .قلت :يدل على صحته حديث آخر وهو قوله :سيماهم التحليق، والتسبيد بعطف التسبيد على التحليق وهو غيره، ومادة التسبيد السين والدال المهملتان بينهما الباء الموحدة(عمدة القارى للعينى، ج٢٢ص٤٤،باب قص الشارب)

قوله :ما سيماهم؟ بكسر المهملة مقصورا وممدودا :العلامة .قوله :التحليق هو إزالة الشعر .قوله: أو التسبيد بالمهملة والباء الموحدة وهو استيصال الشعر .فإن قلت :يلزم من وجود العلامة وجود ذى العلامة، فكل محلوق الرأس منهم لكنه خلاف الإجماع .قلت :كان فى عهد الصحابة لا يحلقون رؤوسهم إلا فى النسك أو الحاجة، وأما هؤلاء فقد جعلوا الحلق شعارهم، ويحتمل أن يراد به حلق الرأس واللحية وجميع شعورهم(عمدة القارى للعينى، ج٢٥ص٢٠١،قوله باب قراء ة الفاجر والمنافق وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم)

(قالوا :يا رسول الله ما سيماهم) أى علامتهم التى يتميزون بها عن غيرهم (قال :التحليق) أى علامتهم التحليق وهو استئصال الشعر والمبالغة فى الحلق كما هو مستفاد من صيغة التفعيل التى للتكرير والتكثير قال الطيبى :وإنما أتى بهذا البناء إما لتفريق متابعتهم فى الحلق أو لإكثارهم منه وفيه وجهان أحدهما استئصال الشعر من الرأس وهو لا يدل على أن الحلق مذموم فإن الشيم والحلى المحمودة قد يتزيا بها الخبيث ترويجا لخبثه وإفساده على الناس وهو كوصفهم بالصلاة والقيام، وثانيهما أن يراد به تحليق القوم وإجلاسهم حلقا حلقا(مرقاة المفاتيح، ج٦ص٢٣١٦، كتاب الديات،باب قتل أهل الردة والسعاية بالفساد)

احادیث سے اس کا عدمِ جواز ثابت نہیں ہوتا۔ [1]

اور فقہائے کرام کا سر کے بال منڈانے کے متعلق اختلاف ہے، بعض فقہائے کرام اس کے جائز ہونے کے قائل ہیں، البتہ بعض حضرات عام حالات میں سر کے بال منڈانے کو ناپسند و مکروہ قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ [2]

(8)......بعض روایات میں فرمایا گیا کہ یہ لوگ نوعمر اور کم عقل ہوں گے۔

یعنی عمر اُن لوگوں کی کم ہوگی، زیادہ تر جوانوں کا طبقہ ہوگا، مگر عقل سے کورے یا کم تر ہوں گے، اسی وجہ سے یہ دوسروں کی صحیح وحق بات کو غلط قرار دیں گے، اور اپنی

---

[1] والمراد بالتحليق حلق الرأس ولا دلالة فيه على كراهة الحلق فإن كون الشيء علامة لهم لا ينافي الاباحةلقوله صلى الله تعالى عليه وسلم وآيتهم رجل أسود إحدى عضديه مثل ثدى المرأة ومعلوم أن هذا ليس بحرام ولا مكروه وقد جاء فى سنن أبى داود بإسناد صحيح أنه صلى الله تعالى عليه وسلم رأى صبيا قد حلق بعض رأسه فقال احلقوه كله أو اتركوه كله وهذا صريح فى إباحة حلق الرأس لا يحتمل تأويلا وقد يناقش فى الاستدلال على أصول مذهب النووى بأنه يجوز عندهم تمكين الصغير مما يحرم على البالغ كالحرير والذهب فليتأمل(حاشية السندى على سنن النسائى، ج٧ص ١٢٠، كتاب تحريم الدم)

[2] اختلف الفقهاء فى حلق الرأس :فذهب الحنفية إلى أن السنة فى شعر الرأس بالنسبة للرجل إما الفرق أو الحلق، وذكر الطحاوى أن الحلق سنة .

وذهب المالكية كما جاء فى الفواكه الدوانى إلى أن حلق شعر الرأس بدعة غير محرمة، لأنه صلى الله عليه وسلم لم يحلق رأسه إلا فى التحلل من الحج، قال القرطبى :كره مالك حلق الرأس لغير المتحلل من الإحرام، وقال الأجهورى :إن القول بجواز حلقه ولو لغير المتعمم أولى بالاتباع فهو من البدع الحسنة حيث لم يفعله لهوى نفسه وإلا كره أو حرم .

وصرح ابن العربى من المالكية بأن الشعر على الرأس زينة، وحلقه بدعة، ويجوز أن يتخذ جمة وهى ما أحاط بمنابت الشعر، ووفرة وهو ما زاد على ذلك إلى شحمة الأذنين، وأن يكون أطول من ذلك .

ويرى الشافعية أنه لا بأس بحلق جميع الرأس لمن أراد التنظيف. واختلفت الرواية عن أحمد فى حلق الرأس :فعنه أنه مكروه، لما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال فى الخوارج :سيماهم التحليق فجعله علامة لهم.

وروى عنه أنه لا يكره ذلك، لكن تركه أفضل، قال حنبل :كنت أنا وأبى نحلق رء وسنا فى حياة أبى عبد الله، فيرانا ونحن نحلق فلا ينهانا .

واتفق الفقهاء على أنه يكره القزع، وهو أن يحلق بعض الرأس دون بعض .وقيل :أن يحلق مواضع متفرقة منه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨ ،ص ٩٥ ،مادة " حلق")

بات کے غلط وناحق ہونے کے باوجود، اپنی غلطی کوتسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوں گے،اورطرح طرح کی بے تکی تاویلات کریں گے۔ ل

(9)......بعض روایات میں ان لوگوں کی علامت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ان میں ایک ایسا آدمی بھی ہوگا، جس کا بازوتو ہوگا،لیکن کہنی نہ ہوگی،اس کے ہاتھ پرعورت کی چھاتی کی گھنڈی جیسا نشان ہوگا،جس کے اردگرد سفید رنگ کے کچھ بالوں کا گچھا ہوگا۔

یہ بھی ان لوگوں کی ایک علامت ہے، جوکسی دور میں بھی پوری ہوسکتی ہے،بعض روایات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو خارجیوں کی جماعت نکلی،ان میں ایسا شخص موجود تھا۔ ۲

(10)......بعض روایات میں یہ بھی فرمایا گیا کہ وہ مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے۔

ل قوله :(حدثاء الأسنان) أى :الصغار، وقد يعبر عن السن بالعمر، والحدثاء جمع :حديث السن، وكذا يقال :غلمان حدثان بالضم، قوله :(سفهاء الأحلام) أى :ضعفاء العقول، والسفهاء جمع سفيه وهو خفيف العقل(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج١٦،ص١٤٤،كتاب المناقب،باب علامات النبوة فى الإسلام)

(حداث الأسنان) بضم الحاء وتشديد الدال المهملتين جمع حديث على غير قياس وفى النهاية : حداثة السن كناية عن الشباب وأول العمر قال ابن الملك :وفى رواية :حدثاء الأسنان .جمع حديث هو نقيض القديم كما يجمع صغير على صغراء (سفهاء الأحلام) أى ضعفاء العقول والسفه فى الأصل الخفة والطيش وسفه فلان رأيه إذا كان مضطربا لا استقامة فيه، والأحلام العقول واحدها حلم بالكسر (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،ج٦،ص٢٣١١،كتاب الديات،باب قتل أهل الردة والسعاية بالفساد)

۲ وغاية ذلك أن فيهم رجلا له عضد ليس له ذراع على رأس عضده مثل حلمة الثدى عليه شعرات بيض وعند الطبرى من وجه آخر فيهم رجل مجدع اليد كأنها ثدى حبشية وفى رواية أفلح بن عبد الله فيها شعرات كأنها سخلة سبع وفى رواية أبى بكر مولى الأنصار كثدى المرأة لها حلمة كحلمة المرأة حولها سبع هلبات وفى رواية عبيد الله بن أبى رافع عن على عند مسلم منهم أسود إحدى يديه طبى شاة أو حلمة ثدى فأما الطبى فهو بضم الطاء المهملة وسكون الموحدة وهى الثدى وعند الطبرى من طريق طارق بن زياد عن على فى يده شعرات سود والأول أقوى وقد ذكر صلى الله عليه وسلم للخوارج علامة أخرى(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١٢،ص٢٩٥، كتاب الديات، قوله باب من ترك قتال الخوارج للتأليف ولئلا ينفر الناس عنه)

یعنی انسانوں اور جانوروں میں سب سے بدتر ہوں گے، اور بظاہر نیکی والے کام اور بات کریں گے، اور اوپر سے مومن اور متقی نظر آئیں گے۔ [1]

(11)......بعض احادیث میں یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ فرقہ جب بھی پیدا ہوگا، تو اہلِ حق ان کا سر کچل دیں گے، جلد یا بدیر اللہ ان کو قطع فرمادے گا، اور ایسا بیس مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ ہوگا، لیکن اس کے باوجود ان میں کچھ لوگ باقی رہیں گے، یہاں تک کہ ان میں سے ہی دجال کا بھی خروج ہوگا، جس سے معلوم ہوا کہ خارجیوں کا خروج کسی نہ کسی شکل میں دجال کی آمد تک ہوتا رہے گا۔ [2]

---

[1] (هم شر الخلق والخليقة) فى النهاية الخلق الناس والخليقة البهائم وقيل :هما بمعنى واحد ويريد بهما جميع الخلائق قال التوربشتى :الخليقة فى الأصل مصدر وإنما جاء باللفظين تأكيدا للمعنى الذى أراده وهو استيعاب أصناف الخلائق ويحتمل أنه أراد بالخليقة من خلق وبالخلق من سيخلق قال القاضى :هم شر الخلق لأنهم جمعوا بين الكفر والمراء اة فاستبطنوا الكفر وزعموا أنهم أعرف الناس فى الإيمان وأشد تمسكا بالقرآن فضلوا وأضلوا(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٦،ص ٢٣١٦، كتاب الديات،باب قتل أهل الردة والسعاية بالفساد)

[2] قوله :كلما خرج قرن قطع الخ أى أهلك ودمر ولفظ عشرين مرة يحتمل ان يكون مقولة بن عمر فيكون سماع بن عمر هذا الكلام منه صلى الله عليه وسلم أكثر من عشرين مرة ويحتمل ان يكون من مقولة النبى صلى الله عليه وسلم فالمراد منه والله أعلم ان أهل الحق يقاتلونهم ويقطعون دابرهم أكثر من عشرين مرة فى كل قرن ومع ذلک يبقى منهم فرقة حتى يخرج فى عراضهم ومواجهتهم الدجال الحاصل ان أهل الأهواء وان قاتلهم أهل الحق فى قرن واحد أكثر من عشرين مرة لا يتركون اهواء هم (انجاح الحاجة لمحمد عبدالغنى المجددى، ج ا ص ١٦ ، باب اتباع السنة)

قوله (ينشأ نشء) فى القاموس :الناشء بهمزة فى آخره الغلام والجارية جاوز حد الصغر والجمع نشوة ويحرک وفى الصحاح الأول كصحب جمع صاحب والثانى كجمع طلبة قوله (كلما خرج قرن) أى ظهرت طائفة منهم (قطع) استحق أن يقطع وكثيرا ما يقطع أيضا كالحرورية قطعهم على (فى عراضهم) فى خداعهم أى أن آخرهم يقابلهم ويناظرهم فى الأعلام وفى بعض النسخ أعراضهم وهو جمع عرض بفتح فسكون بمعنى الجيش العظيم وهو مستعار من العرض بمعنى ناحية الجبل أو بمعنى السحاب الذى يسد الأفق وهذه النسخة أظهر معنى وفى الزوائد إسناده صحيح وقد احتج البخارى بجميع رواته(حاشية السندى علىٰ سنن ابنِ ماجه ،ج ا ص ٧٤، كتاب المقدمة، باب فى ذكر الخوارج)

قال الجامع عفا الله تعالى عنه :الذى يظهر لى أن معناه إخبار بأنهم يقطعهم الله، يدل على ذلک ما فى رواية الإمام أحمد فى "مسنده "بلفظ" :كلما طلع منهم قرن قطعه الله -عز وجل."-

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(12)...... بعض روایات میں یہ بھی فرمایا گیا کہ قیامت کے قریب ان کی جماعت میں سے دجال کا خروج ہوگا۔

جس سے پتہ چلا کہ دجال بھی ان خارجیوں کی جماعت میں سے نکلے گا، جو ان لوگوں کے بدترین مخلوق ہونے کی نشانی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾(قال ابن عمر) رضی الله عنهما (سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يقول" :كلما خرج قرن قطع- "أكثر من عشرين مرة-) يعنى أنه ردده كثيرا حتى جاوز عشرين، ولفظ أحمد من طريق شهر بن حوشب، عن ابن عمر رضى الله عنهما " :فردد ذلك رسول الله -صلى الله عليه وسلم -عشرين مرة أو أكثر، وأنا أسمع "("حتى يخرج فى عراضهم الدجال) بكسر العين المهملة، جمع عرض، بضم فسكون، وهو الناحية، هكذا يستفاد من عبارة "القاموس" ، والمعنى أن الدجال يخرج فى جملة هؤلاء النشء الخارجين.

وقال السندى :أى خداعهم، أى أن آخرهم يقابلهم، ويناظرهم فى الأعمال، وفى بعض النسخ "أعراضهم "وهو جمع عرض، بفتح فسكون بمعنى الجيش العظيم، وهو مستعار من العرض بمعنى ناحية الجبل، أو بمعنى السحاب الذى يسد الأفق، وهذه النسخة أظهر معنى .انتهى .

قال الجامع عفا الله عنه :قوله" :أى خداعهم إلخ "لا يظهر لى معناه، ولا أدرى من أين له هذا المعنى، بل المعنى الذى قدمته هو الأوضح، فتأمله .والله تعالى أعلم.

وقال صاحب "إنجاح الحاجة : "ما نصه :قوله" :كلما خرج قرن قطع إلخ "أى أهلك، ودمر، ولفظ "عشرين مرة "يحتمل أن يكون مقولة ابن عمر، فيكون سماع ابن عمر هذا الكلام منه -صلى الله عليه وسلم -أكثر من عشرين مرة، ويحتمل أن يكون من مقولة النبى -صلى الله عليه وسلم- فالمراد منه -والله أعلم -أن أهل الحق يقاتلونهم، ويقطعون دابرهم أكثر من عشرين مرة فى كل قرن، ومع ذلك يبقى منهم فرقة حتى يخرج فى عراضهم ومواجهتهم الدجال، والحاصل أن أهل الأهواء وإن قاتلهم أهل الحق فى قرن واحد أكثر من عشرين مرة لا يتركون أهواء هم .انتهى.

قال الجامع عفا الله عنه :قوله :ويحتمل أن يكون من مقولة النبى -صلى الله عليه وسلم -إلخ مما لا وجه له، بل الاحتمال الأول هو الصواب، فقد سبق فى رواية أحمد بيانه، حيث رواه بلفظ " :فردد ذلك رسول الله -صلى الله عليه وسلم -عشرين مرة أو أكثر، وأنا أسمع"، فهذا صريح فى كونه من كلام ابن عمر رضى الله عنهما، فلا وجه لترديد الاحتمالات، فتبصر، والله تعالى أعلم بالصواب، وإليه المرجع والمآب، وهو حسبنا ونعم الوكيل(مشارق الأنوار الوهاجة ومطالع الأسرار البهاجة فى شرح سنن الإمام ابن ماجه، لمحمد بن على بن آدم بن موسى، ج٣ص ٥١٣، ٥١٤، كتاب المقدمة، باب فى ذكر الخوارج)

[1] (ينشأ نشء يقرء ون القرآن لا يجاوز تراقيهم، كلما خرج قرن قطع) قال ابن عمر رضى الله عنه :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :(كلما خرج قرن قطع) أكثر من عشرين مرة، (حتى يخرج فى عراضهم الدجال). ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(13)...... احادیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر اپنے شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی تیر یا بندوق کی گولی شکار یا نشانہ سے آر پار ہو کر نکلتا ہے، وہ تیزی سے نکلتا ہے، اور اس پر خون یا اس چیز کا نشان نہیں ہوتا، جس سے وہ آر پار نکلا ہے، اسی طرح یہ لوگ دین سے بہت جلد نکل جائیں گے، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ يعني :أن الخوارج يتأخرون، وأنهم يستمرون حتى وقت خروج الدجال، فيخرج في عراضهم، يعني :في خداعهم.
أي :أن آخرهم يقابله ويناظره، وفي بعض النسخ :(أعراضهم) وهو جمع عرض بفتح فسكون، بمعنى :الجيش العظيم، وهو مستعار من العرض، بمعنى :ناحية الجبل.
فالخوارج يستمرون حتى يخرج في زمانهم الدجال(شرح سنن ابنِ ماجه للراجحي، ج ١١ ص ١٠، باب ذكر الخوارج)
("حتى يخرج في عراضهم الدجال) بكسر العين المهملة، جمع عرض، بضم فسكون، وهو الناحية، هكذا يستفاد من عبارة "القاموس"، والمعنى أن الدجال يخرج في جملة هؤلاء النشء الخارجين.
وقال السندي :أي خداعهم، أي أن آخرهم يقابلهم، ويناظرهم في الأعمال، وفي بعض النسخ "أعراضهم "وهو جمع عرض، بفتح فسكون بمعنى الجيش العظيم، وهو مستعار من العرض بمعنى ناحية الجبل، أو بمعنى السحاب الذي يسد الأفق، وهذه النسخة أظهر معنى .انتهى .
قال الجامع عفا الله عنه :قوله" :أي خداعهم إلخ "لا يظهر لي معناه، ولا أدري من أين له هذا المعنى، بل المعنى الذي قدمته هو الأوضح، فتأمله .والله تعالى أعلم.
وقال صاحب "إنجاح الحاجة : "ما نصه :قوله" :كلما خرج قرن قطع إلخ "أي أهلك، ودمر، ولفظ "عشرين مرة "يحتمل أن يكون مقولة ابن عمر، فيكون سماع ابن عمر هذا الكلام منه -صلى الله عليه وسلم -أكثر من عشرين مرة، ويحتمل أن يكون من مقولة النبي -صلى الله عليه وسلم- فالمراد منه -والله أعلم -أن أهل الحق يقاتلونهم، ويقطعون دابرهم أكثر من عشرين مرة في كل قرن، ومع ذلك يبقى منهم فرقة حتى يخرج في عراضهم ومواجهتهم الدجال، والحاصل أن أهل الأهواء وإن قاتلهم أهل الحق في قرن واحد أكثر من عشرين مرة لا يتركون أهواء هم .انتهى.
قال الجامع عفا الله عنه :قوله :ويحتمل أن يكون من مقولة النبي -صلى الله عليه وسلم -إلخ مما لا وجه له، بل الاحتمال الأول هو الصواب، فقد سبق في رواية أحمد بيانه، حيث رواه بلفظ " :فردد ذلك رسول الله -صلى الله عليه وسلم -عشرين مرة أو أكثر، وأنا أسمع"، فهذا صريح في كونه من كلام ابن عمر رضي الله عنهما، فلا وجه لترديد الاحتمالات، فتبصر، والله تعالى أعلم بالصواب، وإليه المرجع والمآب، وهو حسبنا ونعم الوكيل(مشارق الأنوار الوهاجة ومطالع الأسرار البهاجة في شرح سنن الإمام ابن ماجه،لمحمد بن علي بن آدم بن موسى، ج٣ص ٥١٣، ٥١٤، باب في الخوارج)

ان پر بھی پھر ایمان کا کوئی نشان باقی نہیں ہوگا کیونکہ ایمان تو اعمالِ صالحہ پر مزاولت اور مداومت سے تبدریج طبیعتوں میں رسوخ اور جڑ پکڑتا ہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی حدیث العہد بالایمان لوگوں کے عدمِ رسوخ کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام کے نفاذ میں ان کی رعایت کرتے کہ یہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ [1]

---

[1] قوله يمرقون من الدين فى رواية سعيد بن مسروق من الإسلام وفيه رد على من أول الدين هنا بالطاعة وقال إن المراد أنهم يخرجون من طاعة الإمام كما يخرج السهم من الرمية وهذه صفة الخوارج الذين كانوا لا يطيعون الخلفاء والذى يظهر أن المراد بالدين الإسلام كما فسرته الرواية الأخرى وخرج الكلام مخرج الزجر وأنهم بفعلهم ذلك يخرجون من الإسلام الكامل وزاد سعيد بن مسروق فى روايته يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان وهو مما أخبر به صلى الله عليه وسلم من المغيبات فوقع كما قال(فتح البارى لابنِ حجر، ج٨ص ٦٩، قوله باب بعث على بن أبى طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع)

وقوله يمرقون من الدين إن كان المراد به الإسلام فهو حجة لمن يكفر الخوارج ويحتمل أن يكون المراد بالدين الطاعة فلا يكون فيه حجة وإليه جنح الخطابى وقوله الرمية بوزن فعيلة بمعنى مفعولة وهو الصيد المرمى شبه مروقهم من الدين بالسهم الذى يصيب الصيد فيدخل فيه ويخرج منه ومن شدة سرعة خروجه لقوة الرامى لا يعلق من جسد الصيد شيء وقوله ينظر فى نصله أى حديدة السهم ورصافه بكسر الراء ثم مهملة ثم فاء أى عصبه الذى يكون فوق مدخل النصل والرصاف جمع واحدة رصفة بحركات ونضيه بفتح النون وحكى ضمها وبكسر المعجمة بعدها تحتانية ثقيلة قد فسره فى الحديث بالقدح بكسر القاف وسكون الدال أى عود السهم قبل أن يراش وينصل وقيل هو ما بين الريش والنصل قاله الخطابى قال بن فارس سمى بذلك لأنه برى حتى عاد نضوا أى هزيلا وحكى الجوهرى عن بعض أهل اللغة أن النضى النصل والأول أولى والقذذ بضم القاف ومعجمتين الأولى مفتوحة جمع قذة وهى ريش السهم يقال لكل واحدة قذة ويقال هو أشبه به من القذة بالقذة لأنها تجعل على مثال واحد(فتح البارى لابنِ حجر، ج٦،ص ٦١٩، قوله باب علامات النبوة فى الإسلام)

(يمرقون من الدين) أى الإسلام وبه يتمسك من يكفر الخوارج أو المراد طاعة الإمام فلا حجة فيه لتكفيرهم (كما يمرق السهم من الرمية) شبه مروقهم من الدين بالسهم الذى يصيب الصيد فيدخل فيه ويخرج منه والحال أنه لسرعة خروجه من شدة قوة الرامى لا يعلق من جسد الصيد بشيء (ينظر) الرامى (فى النصل) الذى هو حديد السهم هل يرى فيه شيئا من أثر الصيد دما أو نحوه (فلا يرى) فيه (شيئا وينظر فى القدح) بكسر القاف السهم قبل أن يراش ويركب سهمه أو ما بين الريش والنصل هل يرى فيه أثرا (فلا يرى) فيه (شيئا وينظر فى الريش) الذى على السهم (فلا يرى) فيه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(14)...... بعض احادیث میں یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ لوگ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے، اور بت پرستوں، مشرکوں کو چھوڑیں گے۔

جس سے معلوم ہوا کہ خارجیوں کی ایک نشانی مشرکوں اور ہندوؤں سے گٹھ جوڑ کرنا، اور ان کو قتل نہ کرنا، اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کو قتل کرنا ہے، آج کے دور میں بھی بعض ایسے جذباتی وانتہاء پسند نام نہاد مسلمان موجود ہیں، جو مسلمان عوام یا حکمرانوں کو قتل کرتے ہیں، اور غیر مسلموں سے گٹھ جوڑ رکھتے ہیں، اور ان کا خروج بھی عراق اور شام وغیرہ کی طرف سے ہوا ہے، اور کئی خطوں اور علاقوں تک ان کا اثر ورسوخ پہنچ چکا ہے۔ [1]

(15)...... بعض روایات میں ان لوگوں کو قتل کرنے کی ممانعت آئی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دلوں کو چیرنے اور ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

جبکہ بعض روایات میں ان کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

جس کے جواب میں اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ قتل کرنے کا حکم اس وقت ہے،

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(شيئا ويتمارى) بفتح التحتية والفوقية والراء أى يشك الرامى (فى الفوق) وهو مدخل الوتر منه هل فيه شىء من أثر الصيد يعنى نفذ السهم المرمى بحيث لم يتعلق به شىء ولم يظهر أثره فيه فكذلك قراء تهم لا يحصل لهم منها فائدة(ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج٧، ص ٤٨٦، كتاب فضائل القرآن، باب من رايا بقراء ة القرآن أو تأكل به أو فخر به)

[1] قوله :(يقتلون أهل الإسلام) ، كذلك فعل الخوارج .قوله :(ويدعون) ، أى :يتركون أهل الأوثان وهو جمع وثن، وهو كل ما له جثة معمولة من جواهر الأرض أو من الخشب والحجارة كصورة الآدمى، يعمل وينصب فيعبد، وهذا بخلاف الصنم فإنه الصورة بلا جثة، ومنهم من لم يفرق بينهما(عمدة القارى للعينى، ج١٥ ص ٢٣١، كتاب بدء الخلق، باب قول الله عز وجل وأما عاد فأهلكوا بريح صرصر شديدة)

(يقتلون أهل الإسلام) لتكفيرهم إياهم بسبب الكبائر (ويدعون أهل الأوثان) بفتح الدال أى يتركون أهل عبادة الأصنام وغيرهم من الكفار(عون المعبود، ج١٣ ص٧٨، كتاب السنة ، باب فى قتل الخوارج)

جبکہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں قتال کے لئے کھڑے ہو جائیں۔

لیکن جب تک وہ ایسا نہ کریں، اور ان سے واضح کفر کی کوئی دلیل ظاہر نہ ہو، اور اس کے برعکس وہ مسلمانوں والے کام کرتے رہیں، اس صورت میں ان کو ظاہر پر عمل کرتے ہوئے قتل کرنا جائز نہیں۔ [1]

ملحوظ رہے کہ ہر دور کے خوارج میں مذکورہ تمام علامات کا پایا جانا ضروری نہیں، بلکہ بعض علامات کا پایا جانا بھی کافی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ اکثر فقہائے کرام خوارج کی علی الاطلاق تکفیر کے قائل نہیں بلکہ ان کے مختلف گروہوں میں فرق کرتے ہیں اور ضروریات وقطعیات دین کے پیمانے سے ان کی تاویلات واعتقادات کو جانچتے ہیں، البتہ اگر وہ مسلمانوں کے خلاف قتل وغارت گری اور خروج اختیار کریں، تو ان کے باغی ہونے اور ان پر بغاوت کے احکام لاگو ہونے اور بغاوت

---

[1] قوله وأظنه قال لئن أدركتهم لأقتلنهم قتل ثمود فى رواية سعيد بن مسروق لئن أدركتهم لأقتلنهم قتل عاد ولم يتردد فيه وهو الراجح وقد استشكل قوله لئن أدركتهم لأقتلنهم مع أنه نهى خالدا عن قتل أصلهم وأجيب بأنه أراد إدراك خروجهم واعتراضهم المسلمين بالسيف ولم يكن ظهر ذلك فى زمانه وأول ما ظهر فى زمان على كما هو مشهور وقد سبقت الإشارة إلى ذلك فى علامات النبوة (فتح البارى لابنِ حجر، ج٨ص ٦٩، قوله باب بعث على بن أبى طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع)

قوله فإن له أصحابا هذا ظاهره أن ترك الأمر بقتله بسبب أن له أصحابا بالصفة المذكورة وهذا لايقتضى ترك قتله مع ما أظهره من مواجهة النبى صلى الله عليه وسلم بما واجهه فيحتمل أن يكون لمصلحة التألف كما فهمه البخارى لأنه وصفهم بالمبالغة فى العبادة مع إظهار الإسلام فلو أذن فى قتلهم لكان ذلك تنفيرا عن دخول غيرهم فى الإسلام ويؤيده رواية أفلح ولها شواهد ووقع فى رواية أفلح سيخرج أناس يقولون مثل قوله (فتح البارى لابنِ حجر، ج١٢ ص٢٩٣، كتاب الديات،قوله باب من ترك قتال الخوارج للتألف وان لاينفر الناس عنه)

فإن قلت : كيف منع من قتله مع أنه قال :لئن أدركتهم لأقتلنهم؟ أجاب فى شرح السنة :بأنه إنما أباح قتلهم إذا كثروا وامتنعوا بالسلاح واستعرضوا للناس، ولم تكن هذه المعانى موجودة حين منع من قتلهم، وأول ما نجم ذلك فى زمان على -رضى الله عنه -فقاتلهم حتى قتل كثيرا منهم .انتهى (ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج٦ ص٥٨، باب علامات النبوة فى الاسلام)

کے نتیجہ میں ان کو قتل کرنے کے قائل ہیں۔ [1]

آخر میں عرض ہے کہ پہلے بھی جہاد وقتال اور اسلام کے نام پر جذباتی گروہ نکلتے رہے ہیں، جو مسلمانوں کو قتل کرتے رہے ہیں، اور اب پھر کچھ عرصہ سے منظّم انداز میں خاص طور پر مسلمانوں کے ملک میں اس طرح کے جذباتی اور مسلح گروہ برسرِ پیکار ہیں، جو مسلمانوں کو انتہائی جابرانہ وظالمانہ طریقہ پر قتل کرتے ہیں، ان پر مختلف تاویلیں کر کے کفر وارتداد کا حکم لگاتے ہیں، اور نوجوان مسلمانوں کو اسلام کے نفاذ اور قرآن وسنت کے دلائل دے کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] بغاة:التعريف:يقال فى اللغة :بغى على الناس بغيا :أى ظلم واعتدى، فهو باغ والجمع بغاة، وبغى :سعى بالفساد، ومنه الفئة الباغية.

والفقهاء لا يخرجون فى الجملة عن هذا المعنى إلا بوضع بعض قيود فى التعريف فقد عرفوا البغاة بأنهم :الخارجون من المسلمين عن طاعة الإمام الحق بتأويل، ولهم شوكة.

ويعتبر بمنزلة الخروج :الامتناع من أداء الحق الواجب الذى يطلبه الإمام، كالزكاة.

ويطلق على من سوى البغاة اسم (أهل العدل) وهم الثابتون على موالاة الإمام .

الألفاظ ذات الصلة:

الخوارج -:يقول الجرجانى :هم الذين يأخذون العشر من غير إذن السلطان وهم فى الأصل كانوا فى صف الإمام على رضى الله عنه فى القتال، وخرجوا عليه لما قبل التحكيم .قالوا :لم تحكم وأنت على حق.

ويقول ابن عابدين :إنهم يرون على بن أبى طالب رضى الله عنه على باطل بقبوله التحكيم، ويوجبون قتاله، ويستحلون دماء أهل العدل، ويسبون نساء هم وذراريهم؛ لأنهم فى نظرهم كفار . وأكثر الفقهاء يرون أنهم بغاة، ولا يرون تكفيرهم.

وذهبت طائفة من أهل الحديث إلى أنهم كفار مرتدون .وقال ابن المنذر :لا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وذكر ابن عبد البر أن الإمام عليا رضى الله عنه سئل عنهم :أكفار هم؟ قال :من الكفر فروا .قيل :فمنافقون؟ قال :إن المنافقين لا يذكرون الله إلا قليلا .قيل فما هم؟ قال :هم قوم أصابتهم فتنة، فعموا وصموا، وبغوا علينا، وقاتلوا فقاتلناهم .وقال لهم :لكم علينا ثلاث :لا نمنعكم مساجد الله أن تذكروا فيها اسم الله، ولا نبدؤكم بقتال، ولا نمنعكم الفيء ما دامت أيديكم معنا.

ويقول الماوردى :إن تظاهر الخوارج باعتقادهم، وهم على اختلاط بأهل العدل، جاز للإمام أن يعزرهم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨،ص ١٣١ ،مادة " بغاة")

(فصل نمبر 5)

محفلِ حُسنِ قرائت کا مفصّل ومدلّل حکم

سوال

آج کل متعدد مقامات پر محفلِ حسنِ قرائت منعقد کی جاتی ہے، جس میں مختلف قرّاء حضرات دوسروں کے سامنے قرآن مجید کی قرائت کرتے ہیں، اور سامعین ان کی قرائت کو سنتے ہیں، اس سلسلہ میں سوال یہ ہے کہ شرعی وفقہی اعتبار سے محفلِ حسنِ قرائت کا منعقد کرنا کیسا ہے؟ بعض اہلِ علم حضرات اس سے منع کرتے ہیں، جب کہ بعض اس کو جائز قرار دیتے ہیں، اس سلسلہ میں شرعی تحقیق مطلوب ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

قرآن کریم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسروں کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کرنے کو، نبوت کے ایک اہم مقصد میں سے ذکر کیا گیا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

رَبَّنَا وَابُعَثُ فِيهِمُ رَسُولًا مِّنُهُمُ يَتُلُو عَلَيُهِمُ آيَاتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الُكِتَابَ وَالُحِكُمَةَ وَيُزَكِّيُهِمُ إِنَّکَ أَنُتَ الُعَزِيُزُ الُحَكِيُمُ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور بھیج دیجئے ان میں رسول ان ہی میں سے، جو تلاوت کرے ان پر آپ کی آیات، اور تعلیم دے ان کو کتاب کی، اور حکمت کی، اور تزکیہ کرے ان کا، بے شک تو ہی عزیز ہے، حکیم ہے (سورہ بقرہ)

اس طرح کا مضمون اور بھی کئی آیات میں آیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو دوسروں کے سامنے تلاوت کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اہم مقاصد میں سے ہونے کی وجہ سے فی نفسہٖ جائز اور باعثِ ثواب بلکہ سنت عمل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟ قَالَ :فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ، حَتّٰى بَلَغْتُ (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا)قَالَ: أَمْسِكْ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ(بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سنایئے، میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں؟ حالانکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دوسرے سے قرآن سننا پسند کرتا ہوں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کی اور جس وقت اس آیت پر پہنچا (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: وہ کیسا وقت ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے، اور آپ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس کرو، تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہہ رہے تھے (بخاری)

عمدۃ القاری شرح بخاری میں مذکورہ حدیث کی شرح میں ہے کہ:

إِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ أَنْ يَّسْمَعَ الْقُرْآنَ مِنْ غَيْرِهٖ لِيَكُوْنَ

---

[1] رقم الحدیث ۴۵۸۳، کتاب تفسیر القرآن، باب فکیف إذا جئنا من کل أمة بشهيد وجئنا بک علی هؤلاء شهيدا.

عَرْضُ الْقُرْآنِ سُنَّةً، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَّكُوْنَ لِأَجْلِ تَدَبُّرِهٖ وَزِيَادَةِ تفَهُّمِهٖ، لِأَنَّ الْمُسْتَمِعَ أَقْوٰى عَلٰى ذٰلِكَ وَأَنْشَطُ مِنَ الْقَارِئِ لِاشْتِغَالِهٖ بِالْقِرَاءَةِ(عمدة القارى شرح صحيح البخارى) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند فرمایا کہ قرآن کو دوسرے سے سنیں، تاکہ قرآن کا (دوسرے پر) پیش کرنا (یعنی دوسرے کو سنانا) سنت ہوجائے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ قرآن میں غور وفکر اور زیادتِ فہم کی خاطر دوسرے سے قرآن مجید سننے کو پسند کیا ہو، کیونکہ اس مقصد میں قرآن مجید کو سننے والا، پڑھنے والے کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور زیادہ نشاط والا ہوتا ہے، کیونکہ پڑھنے والا تو قرائت میں مشغول ہوتا ہے (عمدۃ القاری)

اور مشکاۃ کی شرح، مرقاۃ میں ہے کہ:

(أَنْ أَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِيْ) جَمْعًا بَيْنَ الْفَضِيْلَتَيْنِ حَتّٰى قِيْلَ إِنَّ الْإِسْتِمَاعَ أَفْضَلُ، وَلٰكِنْ يُحْمَلُ عَلٰى أَنَّهٗ إِذَا كَانَ لِلتَّعْلِيْمِ عَلَى الْوَجْهِ الْأَكْمَلِ، وَبِهٰذَا أَخَذَ الْخَلَفُ مِنَ الْقُرَّاءِ وَالْمُحَدِّثِيْنَ حَيْثُ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ وَالْحَدِيْثَ مِنَ التَّلَامِذَةِ وَالطَّالِبِيْنَ، وَهٰذَا أَقْرَبُ إِلَى الضَّبْطِ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى فَهْمِ الْمُتَأَخِّرِيْنَ، وَالْأَوَّلُوْنَ حَيْثُ كَانُوْا فِيْ مَرْتَبَةِ الْأَعْلٰى فَكَانُوْا يُدْرِكُوْنَ بِالسِّمَاعِ الْحَظَّ الْأَوْفَرَ وَالنَّصِيْبَ الْأَعْلٰى (مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۴۹۸، كتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ) مجھے دوسرے سے قرآن سننا اچھا معلوم ہوتا ہے، اس میں دو فضیلتوں کو جمع کرنا ہے (یعنی سننا اور تدبر کرنا) یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ قرآن کا سننا افضل ہے، لیکن یہ اس صورت پر محمول ہے، جبکہ

---

[1] ج۲۰، ص۵۶، كتاب فضائل القرآن، باب من أحب أن يسمع القرآن من غيره.

کامل طریقہ پر تعلیم کے لئے ہو، اور اسی سے بعد کے حضرات نے قرّاء اور محدثین سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کو، شاگردوں اور طلبۂ کرام سے سنتے ہیں، اور یہ ضبط کے زیادہ قریب ہوتا ہے، بنسبت متاخرین کی فہم کے، اور پہلے لوگ اعلیٰ مرتبہ پر تھے، پس وہ سن کر اعلیٰ درجہ کا حظ اور اعلیٰ درجہ کا حصہ پاتے تھے (مرقاۃ)

اور ریاضُ الصالحین کی شرح دلیلُ الفالحین میں ہے کہ:

قَالَ : إِنِّیْ أَحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِیْ لِكَوْنِهٖ أَبْلَغَ مِنَ التَّفْهِيْمِ وَالتَّدْبِيْرِ لِأَنَّ الْقَلْبَ حِيْنَئِذٍ يَخْلُصُ لِتَعَلُّقِ الْمَعَانِيْ وَالْقَارِئُ مَشْغُوْلٌ بِضَبْطِ الْأَلْفَاظِ وَأَدَائِهَا حَقَّهَا وَلِأَنَّهٗ اِعْتَادَ سِمَاعَهٗ مِنْ جِبْرِيْلَ وَالْعَادَةُ مَحْبُوْبَةٌ بِالطَّبْعِ، وَلِهٰذَا كَانَ عَرْضُ الْقُرْآنِ عَلَى الْغَيْرِ سُنَّةً . قَالُوْا :وَمِنْ فَوَائِدِ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَلتَّنْبِيْهُ عَلٰى أَنَّ الْفَاضِلَ لَا يَأْنَفُ مِنَ الْأَخْذِ عَنِ الْمَفْضُوْلِ (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين لمحمد على بن محمد بن علان البكرى، ج٤ص ١٣٦١، تحت رقم الحديث ١٤٤٦،باب فضل البكاء من خشية الله تعالى)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے دوسرے سے قرآن سننا اچھا معلوم ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے سے قرآن سننا، سمجھنے اور تدبر کرنے میں زیادہ پہنچ رکھتا ہے، کیونکہ سنتے وقت دل معانی کے ساتھ خالص ہوکر متعلق رہتا ہے، جبکہ قرائت کرنے والا الفاظ اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے ضبط کرنے میں مشغول ہوتا ہے، اور یہ وجہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام سے قرآن مجید سننے کی عادت تھی، اور عادت، طبیعت کو محبوب ہوا کرتی ہے، اور اسی وجہ سے قرآن کا دوسرے پر پیش کرنا سنت ہے، اور اہلِ علم نے فرمایا

کہ اس حدیث سے جو فوائد معلوم ہوتے ہیں، ان میں یہ بھی ہے کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ فضیلت والا شخص اپنے سے کم درجہ کے شخص سے لینے (اور قرآن سننے و سیکھنے) کو معیوب نہ سمجھے (دلیل الفالحین)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسُوْا كَانَ حَدِيْثُهُمْ يَعْنِي الْفِقْهَ إِلَّا أَنْ يَقْرَأَ رَجُلٌ سُوْرَةً أَوْ يَأْمُرَ رَجُلًا بِقِرَاءَةِ سُوْرَةٍ (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٣٢٢، كتاب العلم، المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث ٣٢٣) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام جب کوئی مجلس قائم فرماتے تھے، تو اُن کی گفتگو فقہ کے متعلق ہوتی تھی، مگر یہ کہ کوئی ایک آدمی (قرآن مجید کی) کوئی سورت قرأت کرتا (اور دوسرے قرأت کو سنتے) یا وہ کسی آدمی کو کسی سورت کی قرأت کا حکم فرماتے (تاکہ دوسرے سنیں) (حاکم، بیہقی)

مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مجالس دین سیکھنے اور سکھانے کے لئے منعقد ہوتی تھیں، پھر بعض اوقات کوئی ایک قرآن مجید کی قرائت کرتا، اور دوسرے اس کی قرائت کو خاموشی سے سنتے تھے، اور اس سے تذکیر حاصل کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب جمع ہوتے تھے، تو وہ یا تو فقہ و دین کے متعلق مذاکرہ فرماتے تھے، یا کوئی ایک قرآن مجید پڑھتا، اور باقی سنتے تھے، جس سے قرآن مجید دوسرے سے سننے کا جواز بلکہ مستحب ہونا معلوم ہوا۔

---

[1] قال الحاكم:
هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه وله شاهد موقوف عن أبي سعيد.
وقال الذهبي في التلخيص:
على شرط مسلم.

حضرت ابو مشجعہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يُقَدِّمُ الشَّابَّ الْحَسَنَ الصَّوْتَ لِحُسْنِ صَوْتِهِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ (مستخرج ابی عوانة) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اچھی آواز والے نوجوان کو اس کی اچھی آواز کی وجہ سے مہاجرین اور انصار (صحابۂ کرام) کے (امامت و نماز پڑھانے وغیرہ کے لئے) آگے کرتے (ابو عوانہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اچھی آواز والے قاری کی اس سے افضل بزرگوں کی امامت کرانا اور قرآن سنوانا جائز ہے۔

اور ایک کے قرآن مجید پڑھنے اور باقی کے خاموشی سے سننے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید ایک حیثیت سے وعظ و تذکیر میں داخل ہے، اور اسی وجہ سے جب قرآن مجید پڑھا جائے، تو اسے خاموشی کے ساتھ سننے کا حکم ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۲۰۴)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو توجہ سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (سورہ اعراف)

علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

اَللّٰهُ سُبْحَانَهُ شَرَعَ لِلْأُمَّةِ مَا أَغْنَاهُمْ بِهِ عَمَّا لَمْ يَشْرَعْهُ حَيْثُ أَكْمَلَ الدِّيْنَ وَأَتَمَّ عَلَيْهِمُ النِّعْمَةَ وَرَضِيَ لَهُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا وَهُوَ سَمَاعُ الْقُرْآنِ الَّذِيْ شَرَعَهُ لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ الَّتِيْ هِيَ عِمَادُ دِيْنِهِمْ وَفِيْ غَيْرِ

[1] رقم الحديث ۳۹۲۶، كتاب الحج، باب بيان نزول الملائكة لقراءة سورة البقرة ودنوها من القارء، وفضل البيت الذى تقرأ فيه سورة البقرة على غيره.

الصَّلاۃِ مُجْتَمِعِیْنَ وَمُنْفَرِدِیْنَ حَتّٰی کَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ إِذَا اجْتَمَعُوْا أَمَرُوْا وَاحِدًا مِّنْهُمْ اَنْ یَّقْرَأَ وَالْبَاقُوْنَ یَسْمَعُوْنَ (الاستقامة، لا بن تیمیة، ج ۱، ص ۳۰۲، فصل یتعلق بالسماع قال أبو القاسم القشیری فی باب السماع قال الله)

ترجمہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس امت کے لئے ایسی چیزیں مشروع کر دی ہیں کہ جو اُن کو، ان چیزوں سے بے نیاز کر دیتی ہیں، جو غیر شرعی ہیں، کیونکہ دین کامل کر دیا گیا ہے، اور ان پر نعمت کو مکمل کر دیا گیا ہے، اور اللہ، ان کے لئے اسلام کے دین ہونے سے راضی ہو چکا ہے، اور وہ قرآن کا سماع ہے، جوامت کے لئے نماز میں مقرر کیا گیا ہے، جو کہ دین کا ستون ہے، اور نماز کے علاوہ میں بھی مقرر کیا گیا ہے، جمع ہو کر اور تنہائی کی حالت میں دونوں طرح، یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام جب جمع ہوتے تھے، تو وہ اپنے میں سے ایک کو قرائت کا حکم دیتے تھے، اور باقی سنتے تھے (الاستقامہ)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی سماعت انفراداً واجتماعاً جائز ہے۔

چونکہ قرآن مجید کی ایک حیثیت ''ذکر'' کی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہی قرآن مجید کو ''ذکر'' سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

اور قرآن مجید کی دوسری حیثیت وعظ وتذکیر کی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہی قرآن مجید کے لئے ''ذکر'' کا لفظ وعظ وتذکیر کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوا ہے۔ [1]

---

[1] إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (سورة الحجر، رقم الآية ۹)
وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (سورة النحل، رقم الآية ۴۴)
وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ (سورة يٰسٓ، رقم الآية ۶۹)
اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بلکہ قرآن مجید اور اس کی آیات کو صراحت کے ساتھ ''تذکرہ'' اور ''تذکیر'' اور ''مَوْعِظَۃ'' بھی قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى. إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى (سورة طٰهٰ، رقم الآية ۲، ۳)

ترجمہ: نہیں نازل کیا ہم نے آپ پر قرآن، تاکہ آپ مشقت میں پڑ جائیں، مگر نصیحت کے واسطے اس کے لئے جو ڈرتا ہے (سورہ طہ)

اور سورہ حاقہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِکَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ (سورة الزمر، رقم الآية ۲۳)

وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَکَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ . وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (سورة القلم، رقم الآيات ۵۱، ۵۲)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (سورة القمر آيت ۱۷)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (سورة القمر آيت ۲۲)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (سورة القمر آيت ۳۲)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (سورة القمر آيت ۴۰)

وقال تعالىٰ: قَالُوا سُبْحَانَکَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِکَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا (سورة الفرقان آيت ۱۸)

(قَالُواْ سبحانک) تنزيهاً لک عما لا يليق بک (مَا كَانَ يَنبَغِي) يستقيم (لَنَآ أَن نَّتَّخِذَ مِن دُونِکَ) أى غيرک (مِنْ أَوْلِيَآءَ) مفعول أول لنتخذ و من زائدة لتأكيد النفى، وما قبله الثانى فكيف نأمر بعبادتنا؟ (ولكن مَّتَّعْتَهُمْ وَءَابَآءَهُمْ) من قبلهم بإطالة العمر وسعة الرزق (حتى نَسُواْ الذكر) تركوا الموعظة والإيمان بالقرآن (وَكَانُواْ قَوْماً بُوراً) هلكى (تفسير الجلالين، تحت آيت ۱۸ من سورة الفرقان)

وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ (سورة ص آيت ۱)

(والقرءان ذِى الذكر) أى البيان أو الشرف، وجواب هذا القسم محذوف أى ما الأمر كما قال كفار مكة من تعدّد الآلهة (تفسير الجلالين، تحت آيت ۱ من سوة ص)

إِنَّ فِي ذَلِکَ لَذِكْرَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ (سورة الزمر آيت ۲۱)

إِنَّ فِي ذَلِکَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (سورة ق آيت ۳۷)

وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورة الحاقة، رقم الآية ۴۸)

ترجمہ: اور بلاشبہ یہ (قرآن) یقینی نصیحت ہے، متقیوں کے لئے (سورہ حاقہ)

اور سورہ عبس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (سورة عبس، رقم الآيات ۱۱)

ترجمہ: ہرگز نہیں، بلاشبہ یہ (قرآن) نصیحت ہے (سورہ عبس)

اور سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورة آل عمران، رقم الآية ۱۳۸)

ترجمہ: یہ (قرآن) بیان ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے، متقیوں کے لئے (سورہ آلِ عمران)

اور سورہ ھود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَجَاءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (سورة هود، رقم الآية ۱۲۰)

ترجمہ: اور آ گیا تمہارے پاس اس (قرآن) میں حق اور نصیحت اور عبرت مومنوں کے لئے (سورہ ہود)

اور سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (سورة يونس، رقم الآية ۵۷)

ترجمہ: اے لوگو! آ چکی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی جانب سے اور شفاء ان (بیماریوں) کے لئے جو سینوں میں ہیں، اور ہدایت اور رحمت مومنین کے لئے (سورہ یونس)

اور سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ(سورة النور،رقم الآية ۳۴)

ترجمہ: اور یقیناً بلاشبہ نازل کردیں، ہم نے تمہاری طرف روشن آیات اور مثل ان لوگوں کی جو گزر چکے تم سے پہلے، اور نصیحت متقیوں کے لئے (سورہ نور)

اس طرح کی آیات سے قرآن اور اس کی سورتوں اور آیات کا مخلوق کے لئے وعظ ونصیحت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ [1]

اور سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهٖ فَأَعْرَضَ عَنْهَا (سورة الكهف،رقم الآية۵۷)

ترجمہ: اور کون ہوگا زیادہ ظالم اس سے، جسے تذکیر (یعنی نصیحت) کی جائے، اس کے رب کی آیات کے ذریعہ، پھر وہ اعراض کرے ان سے (سورہ کہف)

سورہ سجدہ میں بھی اسی طرح کا ارشاد ہے۔ [2]

---

[1] إنها أى السورة أو آيات القرآن تذكرة أى موعظة وتبصرة للخلق (فمن شاء ذكره) أى اتعظ بالقرآن (تفسير القرطبى، سورة عبس، تحت رقم الآية ۱۱)

يا أيها الناس قد جاء تكم موعظة من ربكم يعنى القران على لسان محمد صلى الله عليه وسلم -فانها موعظة يعنى تنبيه وتذكير يدعو الى كل مرغوب ويزجر عن كل مرهوب -وذلك بالأوامر والنواهى فان الأمر من الحكيم العليم الجواد يقتضى حسن المأمور به.فيكون مرغوبا ويترتب عليه اجر مرغوب والنهى يقتضى قبحه فهو مرهوب يترتب عليه اجر مرهوب وشفاء اى دواء موجب للشفاء لما فى الصدور اى فى صدوركم من الأمراض القلبية يعنى العقائد الفاسدة وتعلقات القلوب بما سوى الله تعالى(التفسير المظهرى،ج۵،ص۳۵،سورة يونس)

قوله تعالى :(يا أيها الناس) يعنى قريشا .(قد جاء تكم موعظة) أى وعظ .(من ربكم) يعنى القرآن، فيه مواعظ وحكم .(وشفاء لما فى الصدور) أى من الشك والنفاق والخلاف، والشقاق .(وهدى) أى ورشدا لمن اتبعه .(ورحمة) أى نعمة .(للمؤمنين) خصهم لأنهم المنتفعون بالإيمان، والكل صفات القرآن، والعطف لتأكيد المدح(تفسير القرطبى،ج۸،ص۳۵۳،سورة يونس)

[2] وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهٖ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا(سورة السجدة،رقم الآية ۲۲)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی ایک حیثیت ''ذکر'' کی ہے، اور دوسری حیثیت ''تذکرہ'' اور ''تذکیر'' یا ''وعظ و نصیحت'' کی ہے۔ [1]

اس کے علاوہ قرآن مجید کی ایک صفت سراپا باعثِ ہدایت ہونا ہے، قرآن مجید میں جا بجا اس صفت کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْهِ . هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (سورة البقرة، رقم الآیة ۲)

ترجمہ: یہ کتاب ایسی ہے کہ کوئی شک نہیں اس میں، ہدایت ہے متقیوں کے لئے (سورہ بقرہ)

اور سورہ نمل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

تِلْکَ آیَاتُ الْقُرْآنِ وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ. هُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ (سورة النمل، رقم الآیات ۱ تا ۳)

ترجمہ: یہ آیات ہیں قرآن اور واضح کتاب کی، جو ہدایت ہے، اور خوشخبری ہے مؤمنوں کے لئے (سورہ نمل)

اور سورہ نمل میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ فَمَنِ اهْتَدٰی فَإِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ (سورة النمل، رقم الآیة ۹۲)

ترجمہ: اور یہ بھی (مجھے حکم دیا گیا ہے) کہ میں قرآن کی تلاوت کروں، پس جو

---

[1] الموعظة هی النصح والتذکیر بالعواقب، والأمر بالطاعة .قال الخلیل :هی التذکیر بالخیر فیما یرق له القلب(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۱۹، ص ۱۷۶، مادة " خطبة")

والاسم :الموعظة، وهی ما یوعظ به من قول أو فعل، والواعظ من ینصح ویذکر ویأمر بالمعروف وینهی عن المنکر.

وفی الاصطلاح هو التذکیر بالخیر فیما یرق له القلب(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۴۴، ص ۸۰، مادة " وعظ ")

ہدایت حاصل کرے گا، تو بس وہ ہدایت حاصل کرے گا اپنے فائدہ کے لئے، اور جو گمراہی اختیار کرے گا، تو آپ فرما دیجئے کہ بس میں تو ڈرانے والوں میں سے ہوں (سورہ نمل)

اور قرآن مجید عربی زبان میں ہونے کے باوجود سب لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان رکھتا ہے، خواہ کوئی عربی دان نہ ہو، یہ قرآن مجید اور اللہ کے کلام کی ایسی صفت ہے، جو کسی اور کلام کو حاصل نہیں۔

چنانچہ سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ

(سورة الشورى، رقم الآية ٧)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے وحی کی آپ کی طرف عربی قرآن کی تاکہ ڈرائیں آپ مکہ والوں کو اور ان کو جو مکہ کے اردگرد ہیں اور ڈرائیں آپ جمع ہونے (یعنی قیامت) کے دن سے بھی، کوئی شک نہیں اس (قیامت کے دن) میں ایک فریق جنت میں اور ایک فریق جہنم میں ہوگا (سورہ شوریٰ)

قرآن مجید کے نازل ہونے کی ابتداء مکہ مکرمہ سے ہوئی تھی، اور مکہ مکرمہ تمام آبادیوں کی ماں ہے، اور اسی کے نیچے سے تمام زمین کو وسیع کر کے پھیلایا گیا ہے، اور یہ زمین کے وسط میں واقع ہے، اور دنیا کی تمام آبادیاں اس کے اردگرد ہیں، اس لئے اس کو اُمُّ القریٰ کہا جاتا ہے۔

اور مکہ کے اردگرد سے مراد بہت سے مفسرین کے نزدیک دنیا کے تمام علاقے اور خطے ہیں، جن میں عرب و عجم سب شامل ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید، عرب و عجم سب کے

لئے وعظ ونصیحت کا سامان رکھتا ہے۔ [1]

واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید، اللہ کی ذات وصفات، اللہ کے رسولوں، جنت وجہنم اور دنیا وآخرت وغیرہ کے مضامین پر مشتمل ہے، اور قرآن مجید کے الفاظ اور اس کی ترتیب بھی معجزانہ ہے، جس کے الفاظ سننے سے ہی ان چیزوں پر ایمان کے حصول اور اس کی ترغیب وترہیب پیدا ہوتی ہے، خواہ کسی کے غیر عربی یعنی عجمی ہونے کی وجہ سے اس کے مکمل مضامین سمجھ نہ آئیں۔

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں عربی وعجمی دونوں قسم کے حضرات تھے، جو کہ قرآن مجید کو پڑھتے اور سنتے تھے، اور اس سے ہدایت حاصل کرتے تھے۔ [2]

اور اسی وجہ سے قرآن مجید کے ذریعہ سے اللہ کا خوف اور خشیت پیدا ہوتی ہے، اور اس سے

---

[1] أم القرى يعنى مكة سميت بها لان الأرض دحيت من تحتها فهى كالاصل لجميع الأرض او لانها قبلة اهل القرى وموضع حجهم ومرجع لاهل جميع الأرض والمضاف محذوف يعنى لتنذر اهل أم القرى ومن حولها الى الشرق والغرب وأطراف الأرض (التفسير المظهرى، ج۳ص۲۶۷، سورة الانعام، رقم الآية ۹۲)

(وكذلك) مثل ذلك الإيحاء (أوحينا إليك قرآنا عربيا لتنذر) تخوف (أم القرى ومن حولها) أى أهل مكة وسائر الناس (وتنذر) الناس (يوم الجمع) يوم القيامة تجمع فيه الخلائق (لا ريب) شك (فيه فريق) منهم (فى الجنة وفريق فى السعير) النار(تفسير الجلالين،سورة الشورى، رقم الآية ۷)

لتنذر أم القرى وهى مكة ومن حولها أى من سائر البلاد شرقا وغربا(تفسيرابنِ كثير، ج۷ص۱۷۵،سورة الشورى،رقم الآية ۷)

[2] عن جابر بن عبد الله، قال :خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نقرأ القرآن وفينا الأعرابى والأعجمى، فقال :اقرء وا فكل حسن وسيجىء أقوام يقيمونه كما يقام القدح يتعجلونه ولا يتأجلونه (سنن أبى داود، رقم الحديث ۸۳۰،باب ما يجزء الأمىَّ والأعجمىَّ من القراءة)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابى داوٗد)

(عن جابر قال :خرج علينا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -ونحن نقرأ القرآن وفينا) ، أى: معشر القراء (الأعرابى) ، أى :البدوى (والعجمى) وفى نسخة والأعجمى، أى :غير العربى من الفارسى، والرومى، والحبشى كسليمان وصهيب وبلال قاله الطيبى(مرقاة المفاتيح، ج۴،ص۱۵۰۴، كتاب فضائل القرآن)

ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

چنانچہ سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ إِيْمَانًا فَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ. وَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلٰى رِجْسِهِمْ (سورة التوبة، رقم الآيات، ۱۲۴، ۱۲۵)

ترجمہ: اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورت، تو ان (لوگوں) میں سے بعض لوگ (یعنی منافق مذاق کے طور پر) یہ کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے؟ پس وہ لوگ جو ایمان لائے، تو ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے، اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے، تو ان کی پہلی ناپاکی میں اور ناپاکی زیادہ ہو جاتی ہے (سورہ توبہ)

اور سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ. أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا. لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (سورة الأنفال، رقم الآيات ۲ الیٰ ۴)

ترجمہ: بس مومن تو وہی ہیں کہ جب ذکر کیا جائے اللہ کا، ڈر جائیں ان کے دل، اور جب تلاوت کی جائیں ان پر اللہ کی آیتیں، زیادہ ہو جائے ان کا ایمان، اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، جو قائم کرتے ہیں نماز کو، اور ہم نے جو ان کو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہی مومن ہیں برحق، ان کے لئے درجات ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے، اور رزق ہے عزت والا (سورہ انفال)

اور سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَللّٰہُ نَزَّلَ أَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتَابًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّھُمۡ ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُھُمۡ وَقُلُوۡبُھُمۡ إِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھۡدِیۡ بِهٖ مَنۡ یَّشَاءُ وَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَهٗ مِنۡ ھَادٍ (سورة الزمر، رقم الآیة ۲۳)

ترجمہ: اللہ ہی نے نازل کیا ہے بہترین کلام یعنی کتاب جو باہم ملتی جلتی ہے، دہرائی جاتی ہے (یعنی اُس کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور بعض جگہ مکرر ہیں) کانپ جاتی ہیں اس سے کھالیں اُن لوگوں کی جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے، پھر نرم ہو جاتی ہیں ان کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف، یہ اللہ کی ہدایت ہے، ہدایت دیتا ہے وہ اس کے ذریعے سے جسے چاہتا ہے، اور جس کو گمراہ کر دے اللہ، تو نہیں ہے اس کو کوئی ہدایت دینے والا (سورہ زمر)

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی ایک حیثیت ''ذکر'' سے زائد ''تذکیر'' اور وعظ و نصیحت کی بھی ہے، اسی لئے قرآن مجید کو عام ذکر کے مقابلہ میں جہراً پڑھنا باعثِ ثواب ہے۔

چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے کہ:

قُلۡتُ لَا شَکَّ اَنَّ فِی الۡجَھۡرِ بِالۡقُرۡآنِ أَحَادِیۡثُ کَثِیۡرَۃٌ وَالۡآثَارُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیۡنَ اَکۡثَرُ مِنۡ اَنۡ تُحۡصٰی لٰکِنۡ فِیۡمَنۡ لَا یَخَافُ رِیَاءً وَلَا إِعۡجَابًا وَلَا غَیۡرَھُمَا مِنَ الۡقَبَائِحِ وَلَا یُؤۡذِیۡ جَمَاعَةً یَلۡبِسُ عَلَیۡھِمۡ صَلَوَاتُھُمۡ وَیَخۡلُطُھَا عَلَیۡھِمۡ فَمَنۡ خَافَ شَیۡئًا مِنۡ ذٰلِکَ فَلَا یَجُوۡزُ لَهُ الۡجَھۡرُ وَاِنۡ لَّمۡ یَخَفۡ اِسۡتَحَبَّ الۡجَھۡرُ فَاِنۡ کَانَتِ الۡقِرَاءَ ۃُ فِیۡ جَمَاعَةٍ مُجۡتَمِعِیۡنَ مُسۡتَمِعِیۡنَ تَأَکَّدَ اِسۡتِحۡبَابُ الۡجَھۡرِ لٰکِنۡ لَا یَجُوۡزُ کَمَالُ الۡجَھۡرِ وَاَنۡ یَّجۡھَدَ الرَّجُلُ نَفۡسَهٗ فِی الۡجَھۡرِ لِقَوۡلِهٖ تَعَالٰی وَدُوۡنَ الۡجَھۡرِ

مِنَ الْقَوْلِ رَوٰى مُحَمَّدٌ فِیْ مُوَطَّاهُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَمِّهٖ اَبِیْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فِی الصَّلَاةِ وَاِنَّهٗ كَانَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ عُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ عِنْدَ دَارِ اَبِیْ جُهَيْمٍ فَقَالَ مُحَمَّدٌ اَلْجَهْرُ بِالْقُرْآنِ فِی الصَّلَاةِ فِيْمَا يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ حَسَنٌ مَا لَمْ يَجْهَدِ الرَّجُلُ نَفْسَهٗ ،وَاللّٰهُ اَعْلَمُ. [1]

فَاِنْ قِيْلَ اَلْجَهْرُ بِالذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ بِدْعَةٌ وَالسُّنَّةُ فِيْهِمَا اَلْإِخْفَاءُ كَمَا مَرَّ الْمَسْأَلَةُ فِیْ تَفْسِيْرِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً فَمَا وَجْهُ الْفَرْقِ بَيْنَ الذِّكْرِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ مَعَ اَنَّ الْقِرَاءَةَ اَيْضًا ذِكْرٌ .

قُلْنَا: اَلْقُرْآنُ مُشْتَمِلٌ عَلَى الْوَعْظِ وَالْقِصَصِ الْمُوْجِبَةِ لِلْعِبْرَةِ وَالْاَحْكَامِ وَنَظْمُهٗ مُعْجِزٌ جَاذِبٌ لِلْقُلُوْبِ السَّقِيْمَةِ اِلَى الْإِسْلَامِ وَلِذَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ وَقِرَاءَتُهٗ بِاللِّسَانِ عِبَادَةٌ زَائِدَةٌ عَلَى الذِّكْرِ الَّذِیْ هُوَ عِبَادَةٌ عَنْ طُرُدِ الْغَفْلَةِ عَنِ الْجَنَانِ وَإِسْمَاعُهٗ غَيْرَهٗ عِبَادَةٌ اُخْرٰى مَرْغُوْبَةٌ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ بِخِلَافِ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ فَإِنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الدُّعَاءِ اَلْإِجَابَةُ وَمِنَ الذِّكْرِ اَلنِّسْيَانُ عَمَّا يَشْغُلُهٗ مِنَ الْعَزِيْزِ الْمَنَّانِ حَتّٰى يَسْقُطَ عَنْ بَصِيْرَتِهٖ نَفْسُ الذِّكْرِ بَلِ الذَّاكِرُ اَيْضًا وَلَا يَبْقٰى فِیْ بَصِيْرَتِهٖ اِلَّا الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (التفسير المظهری، ج۳ص ۴۵۴،تحت آیت ۲۰۵، من سورة الاعراف)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید کو جہر کے ساتھ پڑھنے کے

---

[1] أی :لم يتحمل على نفسه جهرا ومشقة بالجهر المفرط لقوله تعالى :(ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها وابتغ بين ذلک سبيلا)(التعليق الممجد، حاشية مؤطا امام محمد، تحت حديث رقم ۱۳۵ ،باب الجهر فی القراءة فی الصلاة وما يستحب من ذلک)

بارے میں کثرت سے احادیث اور صحابہ اور تابعین کے اتنے آثار ہیں، کہ جو شمار سے زیادہ ہیں، لیکن اس شخص کے حق میں کہ جس کو ریاکاری اور عُجب وخود پسندی وغیرہ جیسے قبائح (اور برائیوں کے لازم آنے) کا خوف نہ ہو، اور نہ دوسرے لوگوں کو ایذاء پہنچے کہ ان پر ان کی نماز میں التباس اور اختلاط پیدا ہو جائے، پس جو شخص ان میں سے کسی چیز کا خوف رکھتا ہے، تو اس کے لئے جہر جائز نہیں، اور اگر خوف نہیں رکھتا، تو جہر مستحب ہے، پھر اگر قرآن مجید کی قرأت چند ایسے لوگوں میں ہو، جو سب اکٹھے ہوں، اور قرآن مجید کو سن رہے ہوں، تو اس میں جہر کے مستحب ہونے کی تاکید ہوگی، لیکن جہر کی انتہاء جائز نہ ہوگی، اور نہ ہی یہ چیز جائز ہے کہ آدمی جہر کرنے میں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ''وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ'' اور امام محمد نے مؤطا میں امام مالک سے اور انہوں نے اپنے چچا ابو سہیل سے، اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز میں جہری قرأت فرماتے تھے، اور وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قرأت دارِ ابی جہیم کے پاس سنتے تھے، پھر امام محمد نے فرمایا کہ نماز میں قرآن کو جہراً پڑھنا اُن نمازوں میں بہتر ہے، جن میں قرآن مجید کو جہراً پڑھا جاتا ہے، جب تک کہ آدمی اپنے ساتھ مجاہدہ (یعنی مشقت وغلو) نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

اور اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ذکر اور دعاء تو جہراً کرنا بدعت ہے، اور ان کو خفیہ کرنا سنت ہے، جیسا کہ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ کے قول ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً'' کی تفسیر کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ [1]

---

[1] جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

ثم اجمع العلماء علی ان الذکر سرا هو الأفضل والجهر بالذکر بدعة الا فی مواضع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تو پھر ذکر اور قرآن مجید کی قرأت میں کیا فرق ہوا (کہ اس میں جہر کو بدعت کے بجائے مستحب قرار دیا گیا ہے) جب کہ قرأت بھی ذکر ہے؟

ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ قرآن مجید دراصل وعظ اور ایسے قصوں پر مشتمل ہے، جن سے عبرت حاصل ہوتی ہے، اور شریعت کے احکام معلوم ہوتے ہیں، نیز قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب اور انداز بھی معجزانہ ہے، جو کمزور دلوں کو اسلام کی طرف کھینچ کر لاتا ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ (سورة التوبة آيت ٦)

''اور اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیجئے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے'' [1]

اور کلامُ اللہ کی، زبان سے قرأت کرنا اس (دوسرے) ذکر سے زائد عبادت ہے، جو کہ دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے، اور اس (کلامُ اللہ) کا دوسرے کو سنانا ایک الگ عبادت ہے، جو رحمٰن کے نزدیک مرغوب ہے، بخلاف ذکر اور دعاء کے (کہ یہ دوسرے کو سنانا عبادت نہیں، بلکہ صرف دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے) کیونکہ دعاء سے مقصود قبولیت اور ذکر سے مقصود ان چیزوں کو بھلا دینا ہے، جو اسے اللہ عزیز منان سے غافل کردیں، یہاں تک کہ اس کی خود ذکر بلکہ ذکر کرنے والے سے بھی توجہ ہٹ کر اس کی توجہ میں صرف اور صرف اللہ واحد قہار ہی باقی رہ جائے (لہٰذا اس کے لئے نہ دوسرے کو سنانے کی ضرورت ہے، اور

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مخصوصة مسّت الحاجة فيها الى الجهر به كالاذان والاقامة وتكبيرات التشريق وتكبيرات الانتقال فى الصلاة للامام والتسبيح للمقتدى إذا ناب نائبة والتلبية فى الحج ونحو ذلك (التفسير المظهرى، ج٣ص ٣٦١، تحت آيت ۵۵ من سورة الاعراف)

[1] مشرکین کو پناہ دینے کی غایت کلامُ اللہ کی سماعت کو قرار دیا گیا ہے۔

نہ مجمع کی)(تفسیر مظہری)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید دوسرے کو سنانے کے لئے جہراً پڑھنا اور تلاوت کرنا بھی تذکیر وتبلیغ میں داخل ہے، اور اس کی حیثیت دوسرے اذکار کی طرح نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی سماعت کا حکم ہے، اور قرآن مجید کی تلاوت کی طرح اس کی سماعت بھی مقصود ومطلوب ہے، جیسا کہ تراویح میں قرآن مجید کا پڑھنا اور سننا دونوں مقصود ہیں۔

لیکن قرآن مجید کی طرح دوسرے اذکار کی سماعت کا حکم نہیں، بلکہ ان میں اصل مقصود ان کا کرنا ہے۔

علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں کہ:

وَالْمَقْصُوْدُ أَنَّ سِمَاعَ خَاصَّةِ الْخَاصَّةِ الْمُقَرَّبِيْنَ هُوَ سِمَاعُ الْقُرْآنِ بِالِاعْتِبَارَاتِ الثَّلَاثَةِ : إِدْرَاكًا وَفَهْمًا، وَتَدَبُّرًا، وَإِجَابَةً . وَكُلُّ سِمَاعٍ فِي الْقُرْآنِ مَدَحَ اللّٰهُ أَصْحَابَهُ وَأَثْنٰى عَلَيْهِمْ، وَأَمَرَ بِهٖ أَوْلِيَاءَهٗ فَهُوَ هٰذَا السِّمَاعُ.

وَهُوَ سِمَاعُ الْآيَاتِ، لَا سِمَاعُ الْأَبْيَاتِ، وَسِمَاعُ الْقُرْآنِ، لَا سِمَاعُ مَزَامِيْرِ الشَّيْطَانِ، وَسَمَاعُ كَلَامِ رَبِّ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ لَا سِمَاعُ قَصَائِدِ الشُّعَرَاءِ، وَسِمَاعُ الْمَرَاشِدِ، لَا سِمَاعُ الْقَصَائِدِ، وَسِمَاعُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، لَا سِمَاعُ الْمُغَنِّيْنَ وَالْمُطْرِبِيْنَ.

فَهٰذَا السِّمَاعُ حَادٍ يَحْدُوَ الْقُلُوْبَ إِلٰى جِوَارِ عَلَّامِ الْغُيُوْبِ، وَسَائِقٌ يَسُوْقُ الْأَرْوَاحَ إِلٰى دِيَارِ الْأَفْرَاحِ، وَمُحَرِّكٌ يُثِيْرُ سَاكِنَ الْعَزَمَاتِ إِلٰى أَعْلَى الْمَقَامَاتِ وَأَرْفَعِ الدَّرَجَاتِ، وَمُنَادٍ يُنَادِيْ لِلْإِيْمَانِ، وَدَلِيْلٌ يَسِيْرُ بِالرَّكْبِ فِيْ طَرِيْقِ الْجِنَانِ، وَدَاعٍ يَدْعُو الْقُلُوْبَ بِالْمَسَاءِ وَالصَّبَاحِ، مِنْ قِبَلِ فَالِقِ الْإِصْبَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلٰى

الْفَلاحِ.

فَلَمْ يُعْدَمْ مَنِ اخْتَارَ هٰذَا السَّمَاعَ إِرْشَادًا لِحُجَّةٍ، وَتَبْصِرَةً لِعِبْرَةٍ، وَتَذْكِرَةً لِمَعْرِفَةٍ، وَفِكْرَةً فِيْ آيَةٍ، وَدَلَالَةً عَلٰى رُشْدٍ، وَرَدًّا عَلٰى ضَلَالَةٍ، وَإِرْشَادًا مِنْ غَيٍّ، وَبَصِيْرَةً مِنْ عَمًى، وَأَمْرًا بِمَصْلِحَةٍ، وَنَهْيًا عَنْ مَضَرَّةٍ وَمَفْسَدَةٍ، وَهِدَايَةً إِلٰى نُوْرٍ، وَإِخْرَاجًا مِنْ ظُلْمَةٍ، وَزَجْرًا عَنْ هَوًى، وَحَثًّا عَلٰى تُقًى، وَجَلَاءً ا لِبَصِيْرَةٍ، وَحَيَاةً لِقَلْبٍ، وَغِذَاءً ا وَدَوَاءً ا وَشِفَاءً ا، وَعِصْمَةً وَنَجَاةً، وَكَشْفَ شُبْهَةٍ، وَإِيضَاحَ بُرْهَانٍ، وَتَحْقِيْقَ حَقٍّ، وَإِبْطَالَ بَاطِلٍ (مدارج السالكین لابن القیم، ج ۱، ص ۴۸۳، فصل السماع الذی یمدحه الله)

ترجمہ: مقصود یہ ہے کہ خاص الخاص مقربین کا سماع وہ قرآن ہی کا سماع ہے، تینوں جہات سے، سمجھ اور فہم کے اعتبار سے، اور غور وفکر کے اعتبار سے، اور قبولیت کے اعتبار سے، اور قرآن کے سب سماع کرنے والوں کی اللہ نے تعریف بیان کی ہے، اور ان کی خوبی بیان کی ہے، اور اپنے ولیوں کو اس کا حکم دیا ہے، پس وہ یہی سماع ہے۔

اور یہ آیات کا سماع ہے، نہ کہ اشعار کا سماع، اور قرآن کا سماع ہے، نہ کہ شیطانی باجوں کا سماع، اور آسمان اور زمین کے رب کے کلام کا سماع ہے، نہ کہ شاعروں کے قصیدوں کا سماع، اور ہدایت والی چیزوں کا سماع ہے، نہ کہ قصیدوں کا سماع، اور انبیاء اور رسولوں کا سماع ہے، نہ کہ گویّوں اور قوّالوں کا سماع۔

پس یہ سماع ایسی ''حدی'' ہے، جو دلوں کو علامُ الغیوب کی جوارِ رحمت کی طرف دوڑاتی ہے، اور ایسا ہانکنے والا ہے، جو روحوں کو خوشی والے گھر کی طرف لے کر چلتا ہے، اور ایسا محرک ہے، جو ٹھہرے ہوئے ارادوں کو اعلیٰ مقامات کی طرف اور

بلند درجات کی طرف آمادہ کرتا ہے، اور ایسا منادی ہے، جو ایمان کی نداء دیتا ہے، اور ایسی دلیل ہے، جو سوار کو جنت کے راستوں پر چلاتی ہے، اور ایسا داعی ہے، جو دلوں کو صبح اور شام دعوت دیتا ہے، صبح کو پیدا کرنے والے کی جانب سے کہ آؤ کامیابی کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف۔

پس جو اس سماع کو اختیار کرے گا، وہ دلیل کی ہدایت سے محروم نہیں رہے گا، اور عبرت حاصل کرنے کے لئے تبصرہ سے محروم نہیں ہوگا، اور معرفت حاصل کرنے کے لئے تذکرہ سے بھی محروم نہیں ہوگا، اور نشانی میں غور کرنے سے بھی محروم نہیں ہوگا، اور ہدایت کی دلیل سے بھی محروم نہیں ہوگا، اور گمراہی سے واپس لوٹنے سے اور سرکشی سے ہدایت پانے سے اور اندھے پن سے دیکھنے سے اور مصلحت کے حکم سے اور مضرّت اور مفسدہ کے رکنے سے، اور نور کی ہدایت سے، اور ظلمت سے نکلنے سے، اور خواہش کی تنگی سے، اور تقویٰ پر اُبھار سے، اور بصیرت کی روشنی سے، اور دل کی حیات سے، اور غذا اور دواء اور شفاء سے، اور حفاظت اور نجات سے، اور شبہ کے دور ہونے سے، اور برھان کے واضح ہونے سے، اور حق کی تحقیق سے، اور باطل کے بطلان سے بھی محروم نہیں ہوگا (مدارج السالکین)

اور نصابُ الاحتساب میں ہے کہ:

إِنْ كَانَ السَّمَاعُ سِمَاعَ الْقُرْآنِ أَوِ الْمَوْعِظَةِ يَجُوْزُ وَيُسْتَحَبُّ وَإِنْ كَانَ سِمَاعَ الْغِنَاءِ فَهُوَ حَرَامٌ لِأَنَّ التَّغَنِّيَ وَاِسْتِمَاعَ الْغِنَاءِ حَرَامٌ أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ وَبَالَغُوْا فِيْهِ (نصاب الاحتساب ، لعمر بن محمد بن عوض السنامی الحنفی ، ج ۱ ، ص ۱۲۳ ، الباب السادس فی الاحتساب علی الفقراء)

ترجمہ: اگر سماع، قرآن کا سماع ہو، یا وعظ کا سماع ہو، تو جائز بلکہ مستحب ہے، اور اگر گانے کا سماع ہو، تو وہ حرام ہے، اس لئے کہ گانے کو گانا اور گانے کو سننا حرام

ہے، جس پر علماء کا اجماع ہے، اور اس پر انہوں نے بہت مبالغہ کیا ہے (نصاب الاحتساب)

تاتارخانیہ اور ردُّ المحتار میں بھی اسی طرح سے ہے۔ [1]

اور امام نووی فرماتے ہیں کہ:

اِعْلَمْ أَنَّ جَمَاعَاتٍ مِّنَ السَّلَفِ كَانُوْا يَطْلُبُوْنَ مِنْ أَصْحَابِ الْقِرَاءَةِ بِالْأَصْوَاتِ الْحَسَنَةِ أَنْ يَّقْرَؤُوْا وَهُمْ يَسْتَمِعُوْنَ وَهٰذَا مُتَّفَقٌ عَلٰى اِسْتِحْبَابِهٖ وَهُوَ عَادَةُ الْأَخْيَارِ وَالْمُتَعَبِّدِيْنَ وَعِبَادُ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ. وَهِيَ سُنَّةٌ ثَابِتَةٌ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ............ وَقَدْ اِسْتَحَبَّ الْعُلَمَاءُ أَنْ يَّسْتَفْتِحَ مَجْلِسَ حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيَخْتِمَ بِقِرَاءَةِ قَارِءٍ حَسَنِ الصَّوْتِ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ إِنَّهُ يَنْبَغِيْ لِلْقَارِءِ فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاطِنِ اَنْ يَّقْرَأَ مَا يَلِيْقُ بِالْمَجْلِسِ وَيُنَاسِبُهٗ وَأَنْ تَكُوْنَ قِرَاءَتُهٗ فِيْ آيَاتِ الرَّجَاءِ وَالْخَوْفِ وَالْمَوَاعِظِ وَالتَّزْهِيْدِ فِي الدُّنْيَا وَالتَّرْغِيْبِ فِي الْآخِرَةِ وَالتَّأْهِيْبِ لَهَا وَقَصْرِ الْأَمَلِ وَمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ(التبيان فی آداب حملة القرآن) [2]

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہئے کہ سلف کی جماعت کے لوگ قرّاء حضرات سے اچھی آواز کے ساتھ قرائت کرایا کرتے تھے، اور وہ قرآن کی قرائت کو سنا کرتے تھے، اور اس کے مستحب ہونے پر اتفاق ہے، اور یہ نیک اور عبادت گزار لوگوں اور اللہ کے صالح بندوں کی عادت ہے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت

---

[1] قلت :وفی التتارخانية عن العيون إن كان السماع سماع القرآن والموعظة يجوز، وإن كان سماع غناء فهو حرام بإجماع العلماء (رد المحتار على الدر المختار، ج٦، ص ٣٤٩، كتاب الحظر والإباحة)

[2] ص ١١٣، ١١٤، الباب السادس فی آداب القرآن، فصل فی استحباب تحسين الصوت بالقراءة.

شدہ سنت ہے.........اور علماء نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مجلس کی ابتداء اور اس کا اختتام اچھی آواز والے قاری کی قرائت پر ہونا چاہئے، جو بھی قرآن کی قرائت بآسانی کی جاسکے، البتہ ان مواقع پر قاری کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ ایسی قرائت کرے، جو اس مجلس کی شان اور حالات کے مناسب ہو، اور یہ کہ اس کی قرائت امید اور خوف اور مواعظ اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت اور اس کے ڈر اور امیدوں کے کم کرنے اور اچھے اخلاق کے مضامین پر مشتمل ہو (تبیان)

اور علامہ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ:

وَقَدُ تَقَدَّمَ فِیُ بَابِ مَنُ لَمُ یَتَغَنَّ بِالْقُرُآنِ نَقُلُ الْإِجُمَاعِ عَلٰی اسُتِحُبَابِ سِمَاعِ الْقُرُآنِ مِنُ ذِی الصَّوُتِ الْحَسَنِ وَأَخُرَجَ بُنُ أَبِی دَاوُدَ مِنُ طَرِیُقِ بُنِ أَبِی مُسُجِعَةَ قَالَ کَانَ عُمَرُ یُقَدِّمُ الشَّابَّ الْحَسَنَ الصَّوُتِ لِحُسُنِ صَوُتِهٖ بَیُنَ یَدَیِ الْقَوُمِ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۹، ص۹۲، کتاب فضائل القرآن، قولہ باب الترجیع)

ترجمہ: اور ''مَنُ لَمُ یَتَغَنَّ بِالْقُرُآنِ'' کے باب میں گزر چکا ہے کہ قرآن کو اچھی آواز والے قاری سے سننے کے مستحب ہونے پر اجماع ہے، اور ابنِ ابی داؤد نے، ابنِ ابی مسجعہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اچھی آواز والے نوجوان کو، اس کی اچھی آواز کی وجہ سے لوگوں کے سامنے (قرائت کے لئے) پیش کیا کرتے تھے (فتح الباری)

اور علامہ ابنِ بطال فرماتے ہیں کہ:

إِنَّمَا فَضُلُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ عَلٰی غَیُرِهٖ، وَاللّٰهُ أَعُلَمُ، لِلْقُرُبِ مِنُ سِمَاعِ الْقُرُآنِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ وَالتَّکُبِیُرِ عِنُدَ تَکُبِیُرِهٖ وَالتَّأْمِیُنِ عِنُدَ فِرَاغِهٖ مِنُ

فَاتِحَةِ الْكِتَابِ (شرح صحیح البخاری لابن بطال) ؎1

ترجمہ: پہلی صف کی دوسری صف پر فضیلت کی وجہ ''واللہ اعلم'' یہ ہے کہ امام کے قریب ہونے کی وجہ سے امام کی قرائت کی سماعت ہوتی ہے، جب کہ امام جہری قرائت کرے، اور امام کی تکبیر کے وقت میں تکبیر ہوتی ہے، اور امام کے سورہ فاتحہ سے فراغت کے وقت آمین ہوتی ہے (ابن بطال)

اور تفسیرِ مظہری میں ہے کہ:

عِنْدَ اِسْتِمَاعِ الْقُرْآنِ وَتِلَاوَتِهٖ تَتَنَزَّلُ الْبَرَكَاتُ الْاَصْلِيَّةُ الْمُتَعَلِّقَةُ بِالتَّجَلِّيَاتِ الذَّاتِيَةِ وَالصِّفَاتِ الْحَقِيْقِيَّةِ (التفسير المظهری، ج۸، ص ۲۰۹، سورة الزمر)

ترجمہ: قرآن سننے اور اس کی تلاوت کے وقت حقیقی برکات نازل ہوتی ہیں، جو تجلیاتِ ذاتی اور صفاتِ حقیقی سے تعلق رکھتی ہیں (تفسیر مظہری)

اس قسم کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ قاری سے قرآن مجید کی قرائت کا سننا شرعاً مطلوب و محمود ہے۔ ؎2

؎1 ج۲،ص ۳۴۶، کتاب الاذان،باب الصف الأول.

؎2 الإقراء لغة :الحمل على القراءة، يقال :أقرأ غيره يقرئه إقراء .وأقرأه القرآن فهو مقرء، وإذا قرأ الرجل القرآن أو الحديث على الشيخ يقول :أقرأني فلان، أى حملني على أن أقرأ عليه.
ولا يخرج استعمال الفقهاء له عن المعنى اللغوى .(الحمل على القراءة) سواء أكان ذلك بقصد الاستماع والذكر، أم كان بقصد التعليم والحفظ .
الألفاظ ذات الصلة:
أ -القراءة والتلاوة :القراءة والتلاوة بمعنى واحد، تقول :فلان يتلو كتاب الله :أى يقرؤه ويتكلم به، قال الليث :تلا يتلو تلاوة يعنى :قرأ، والغالب فى التلاوة أنها تكون للقرآن، وجعله بعضهم أعم من تلاوة القرآن وغيره.
ب -المدارسة:المدارسة هى :أن يقرأ الشخص على غيره، ويقرأ غيره عليه .
ج -الإدارة:الإدارة هى :أن يقرأ بعض الجماعة قطعة، ثم يقرأ غيرهم ما بعدها، وهكذا.
الحكم الإجمالى:الإقراء بقصد الذكر واستماع القرآن -وخاصة ممن كان صوته حسنا -أمر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن کی سماعت، شعر اور گانے کی سماعت کا عمدہ متبادل ہے، اور جو شخص شعر اور گانے سننے کا عادی ہو جاتا ہے، اس کو قرآن کی سماعت کی رغبت نہیں رہتی۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

فَالْعَبْدُ إِذَا أَخَذَ مِنْ غَيْرِ الْأَعْمَالِ الْمَشْرُوْعَةِ بَعْضَ حَاجَتِهٖ قَلَّتْ رَغْبَتُهٗ فِي الْمَشْرُوْعِ وَانْتِفَاعُهٗ بِهٖ بِقَدْرِ مَا اعْتَاضَ مِنْ غَيْرِهٖ بِخِلَافِ مَنْ صَرَفَ نُهْمَتَهٗ وَهِمَّتَهٗ إِلَى الْمَشْرُوْعِ فَإِنَّهٗ تَعْظُمُ مُحَبَّتُهٗ لَهٗ وَمَنْفَعَتُهٗ بِهٖ وَيَتِمُّ دِيْنُهٗ بِهٖ وَيَكْمُلُ إِسْلَامُهٗ .

وَلِهٰذَا تَجِدُ مَنْ أَكْثَرَ مِنْ سِمَاعِ الْقَصَائِدِ لِطَلَبِ صَلَاحِ قَلْبِهٖ تَنْقُصُ رَغْبَتُهٗ فِيْ سِمَاعِ الْقُرْآنِ حَتّٰى رُبَمَا يَكْرَهُهٗ (اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم، لابن تيمية ، ج ۱ ، ص ۵۴۳، القسم الثانی، فصل فی الاعیاد)

ترجمہ: پس بندہ جب اپنی کسی حاجت میں غیر شرعی اعمال کو اختیار کرتا ہے، تو شرعی اعمال میں اس کی رغبت کم ہو جاتی ہے، اور اس سے نفع اٹھانا بھی کم ہو جاتا ہے، جتنا بھی وہ غیر شرعی کام کو اختیار کرتا ہے (اسی نسبت سے اس میں شرعی اعمال کی رغبت میں کمی واقع ہوتی ہے) اور اس کے برخلاف جو شخص اپنی توجہ اور ہمت کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ مستحب .فعن ابن مسعود رضی الله تعالی عنه قال :قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم :اقرأ علی القرآن، فقلت :یا رسول الله أقرأ علیک، وعلیک أنزل؟ قال :إنی أحب أن أسمعه من غیری، قال :فقرأت علیه سورة النساء حتی جئت إلی هذه الآیة :(فکیف إذا جئنا من کل أمة بشهید وجئنا بک علی هؤلاء شهیدا) قال :حسبک الآن، فالتفت إلیه فإذا عیناه تذرفان . وفی ذلک تفصیل :(ر :استماع -قرآن).

والإقراء بقصد التعلیم والحفظ، ومنه قوله تعالی :(سنقرئک فلا تنسی) . فهو یعتبر فی الجملة من فروض الکفایة .جاء فی منح الجلیل :من فروض الکفایة القیام بعلوم الشرع ممن هو أهل له، غیر ما یجب عینا، وهو ما یحتاجه الشخص فی نفسه، ثم قال :والمراد بالقیام بها حفظها وإقراؤها وقراءتها وتحقیقها.

ویتعلق بذلک أحکام مختلفة کأخذ الأجرة علی ذلک(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۶، ص۴۵، مادة " إقراء")

شرعی کام میں خرچ کرتا ہے،تو اس کام سے اس کی محبت بڑھ جاتی ہے،اور اس سے فائدہ اٹھانے کی مقدار میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے،اور اس کے ذریعہ سے اس کا دین پورا اور اسلام مکمل ہوتا ہے۔

اور اسی وجہ سے جو لوگ اپنے دل کی اصلاح کی غرض سے قصائد اور اشعار سنتے ہیں،ان میں سے اکثر کو آپ اس حال میں پائیں گے کہ ان کے قرآن سننے کی رغبت کم ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات قرآن کے سننے سے (ان کو) نا گواری ہونے لگتی ہے(اقتضاء)

اور علامہ ابنِ تیمیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

اَلْقَلْبُ إِذَا تَعَوَّدَ سِمَاعَ الْقَصَائِدِ وَالْأَبْيَاتِ وَالْتَذَّ بِهَا حَصَلَ لَهُ نُفُوْرٌ عَنْ سِمَاعِ الْقُرْآنِ وَالْآيَاتِ فَيَسْتَغْنِیْ بِسِمَاعِ الشَّيْطَانِ عَنْ سِمَاعِ الرَّحْمٰنِ (مجموع الفتاوی،لابن تیمیة) [1]

ترجمہ: دل جب قصیدوں اور شعروں کے سننے کا عادی ہو جاتا ہے،اور ان سے لذت محسوس کرتا ہے،تو اسے قرآن اور اس کی آیات کے سننے سے نا گواری ہونے لگتی ہے، پھر وہ رحمٰن کے سماع (یعنی قرآن کے سماع) سے بے نیاز ہو کر شیطان کے سماع کا دلدادہ ہو جاتا ہے(مجموع الفتاویٰ)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی دوسرے سے سماعت باعثِ فضیلت عمل ہے۔

لیکن یہ شرط ہے کہ اس موقع پر کوئی آلۂ موسیقی استعمال نہ کیا جائے،اور قرآن مجید کی قرائت موسیقی کے طرز پر نہ ہو، بلکہ تجوید کے اصولوں کا لحاظ کر کے ہو، جو کہ مقصود ہے، پھر اوپر سے قاری کی آواز اور لہجہ کا اچھا ہونا بھی محمود ہے،اور یہ بھی شرط ہے کہ قاری اخلاص کے ساتھ قرائت کرے،نام آوری یا مال طلبی پیشِ نظر نہ ہو۔

---

[1] ج ۱۱،ص ۵۳۲،فصل فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم "المرء مع بن احب"

حضرت عابس غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: بَادِرُوْا بِالْمَوْتِ سِتًّا: إِمْرَةَ السُّفَهَاءِ، وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ، وَقَطِيْعَةَ الرَّحِمِ، وَنَشْوًا يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْآنَ مَزَامِيْرَ يُقَدِّمُوْنَهُ يُغَنِّيْهِمْ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱٦۰۴۰)[1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے موت پر سبقت کرو (یعنی ان چیزوں کے ایجاد ہونے سے پہلے موت بہتر ہے) ایک تو بیوقوفوں کی حکومت سے، دوسرے پولیس کی کثرت سے، تیسرے فیصلوں کی خرید وفروخت سے، چوتھے خون (بہانے) کو ہلکا سمجھنے سے، پانچویں قطع رحمی سے، چھٹے ایسی (نوخیز) نسل کے لوگوں سے جو قرآن کو گانا بنائیں گے، گانے والے کو اپنے آگے کریں گے، اگرچہ یہ (قرآن کو گانے والا) ان میں دین کی سمجھ کے اعتبار سے کم ترین ہوگا (مسند احمد)

مشکاۃ کی شرح مرقاۃ میں ہے کہ:

وَأَمَّا التَّغَنِّيْ بِحَيْثُ يُخِلُّ بِالْحُرُوْفِ زِيَادَةً وَنُقْصَانًا فَهُوَ حَرَامٌ يُفَسَّقُ بِهِ الْقَارِئُ وَيَأْثَمُ بِهِ الْمُسْتَمِعُ وَيَجِبُ إِنْكَارُهُ فَإِنَّهُ مِنْ أَسْوَإِ الْبِدَعِ وَأَفْحَشِ الْإِبْدَاعِ (مرقاة المفاتيح، ج۴، ص ۱۵۰۱، کتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: اور قرآن کو اس طرح گا کر پڑھنا جو قرآن کے حروف میں خلل پیدا کردے، خواہ حروف زیادہ کر کے یا کم کر کے، تو یہ حرام ہے، اس طرح سے قرائت کرنے والا فاسق (اور گناہ گار) ہے، اور اس کی قرائت کو سننے والا بھی گناہ گار ہے، جس پر نکیر واجب ہے، کیونکہ یہ بدعتوں میں بری ترین اور فاحش ترین

[1] قال شعیب الارنؤوط:
حدیث صحیح (حاشیة مسند احمد)

بدعت ہے (مرقاۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ وَتَلَا هٰذِہِ الْآيَةَ (فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ)فَقَالَ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ:يَكُوْنُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّيْنَ سَنَةً أَضَاعُوْا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوْا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا، ثُمَّ يَكُوْنُ خَلْفٌ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يَعْدُوْ تَرَاقِيَهُمْ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةٌ مُؤْمِنٌ وَمُنَافِقٌ وَفَاجِرٌ قَالَ بَشِيْرٌ:فَقُلْتُ لِلْوَلِيْدِ:مَا هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ؟ فَقَالَ:اَلْمُنَافِقُ كَافِرٌ، وَالْفَاجِرُ يَتَأَكَّلُ بِهٖ، وَالْمُؤْمِنُ يُؤْمِنُ بِهٖ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے (سورہ مریم کی یہ) آیت تلاوت فرمائی کہ ''فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ'' (یعنی پھر ایسے بُرے پیروکار آئیں گے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے بُرے پیروکار آئیں گے، جو نماز کو ضائع کریں گے، اور اپنی خواہشوں کی اتباع کریں گے، سو یہ لوگ عنقریب ہلاکت میں مبتلا ہوں گے، پھر اس کے بعد ایسے بُرے پیروکار لوگ آئیں گے، جو قرآن کو پڑھیں گے، مگر قرآن اِن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور قرآن کو تین قسم کے لوگ پڑھتے ہیں، ایک مومن، دوسرے کافر، تیسرے فاجر (یعنی گناہ گار)

بشیر (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے ولید (راوی) سے عرض کیا کہ یہ تین قسم کے

---

[1] رقم الحدیث ۳۴۱۶، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ مریم، ج۲ص۴۰۶، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۱۳۴۰.

قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح رواتہ حجازیون وشامیون أثبات ولم یخرجاہ.

وقال الذھبی فی التلخیص: صحیح.

وقال شعیب الارنؤط: إسنادہ حسن (حاشیۃ مسند احمد)

لوگ کون سے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ منافق تو (اللہ کے نزدیک) کافر ہے (کہ اس کا دل سے قرآن پر ایمان نہیں ہوتا، اگرچہ وہ زبان سے قرآن کے الفاظ کی تلاوت کرے) اور فاجر (یعنی گناہ گار) قرآن کے ذریعہ سے کھاتا (اور مال بٹورتا) ہے، اور مومن اس پر (اخلاص کے ساتھ) ایمان لاتا ہے (حاکم)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ سَـمِـعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَسَلُوْا بِـهِ الْـجَـنَّةَ قَبْلَ أَنْ يَّتَعَلَّمَ قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَ بِهِ الدُّنْيَا، فَإِنَّ الْقُرْآنَ يَتَـعَـلَّـمُهُ ثَـلَاثَةٌ: رَجُلٌ يُبَاهِيْ بِهٖ، وَرَجُلٌ يَسْتَأْكِلُ بِهٖ، وَرَجُلٌ يَقْرَأُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (شعب الایمان للبیهقی) [1]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم قرآن کی تعلیم حاصل کرو، اور اس کے ذریعہ سے جنت کا سوال کرو، اس سے پہلے کہ کچھ لوگ قرآن کی تعلیم حاصل کریں، جس کے ذریعہ سے دنیا (یعنی پیسہ اور مال) کا سوال کریں، پس قرآن کی تعلیم تین قسم کے لوگ حاصل کرتے ہیں، ایک آدمی تو اس کے ذریعہ سے تکبر (یعنی بڑائی، شہرت اور نام آوری کو اختیار) کرتا ہے، اور ایک آدمی اس کے ذریعہ سے (مال) کھاتا (اور مال بٹورتا) ہے، اور ایک آدمی اللہ عزوجل کی رضا کے لئے قرائت کرتا ہے (بیہقی)

اور یہ بھی شرط ہے کہ قرآن کی قرائت کے وقت ادب واحترام کا لحاظ ہو، اور کوئی غیر شرعی

---

[1] رقم الحديث ٢٣٨٩، فصل فی ترک قراءة القرآن فی المساجد والاسواق ليعطى وليستأكل به.

قال الالبانی:

وهذا سند ضعيف، من أجل ابن لهيعة، فإنه سيىء الحفظ، لكنه لم يتفرد به كما يأتى فالحديث جيد. وأبو الهيثم اسمه سليمان بن عمرو العتوارى المصرى (سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ٢٥٨)

حرکت نہ ہو، مثلاً چیخنا، چلانا وغیرہ۔ [1]

بعض اہلِ علم حضرات نے لوگوں میں قرآن مجید کی تجوید کا شوق پیدا کرنے یا قرآن مجید کی عملی تبلیغ کرنے اور لوگوں کو تجوید کی تعلیم دینے کی غرض سے محافلِ قرائت منعقد کرنے کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ کوئی اور دوسری خرابی اس میں شامل نہ ہو۔

چنانچہ مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ محفلِ قرائت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

لوگوں میں تجویدِ قرآن کا شوق پیدا کرنا مقصود ہو تو جائز ہے۔

مگر مروجہ محافل میں عموماً درجِ ذیل مفاسد پائے جاتے ہیں:

(۱)......مردوں اور عورتوں کا بے حجابانہ اختلاط۔

(۲)......تصاویر کی لعنت۔

(۳)......خلافِ شرع دعوتیں۔

ان حالات میں احتراز لازم ہے (احسن الفتاویٰ جلد ۸ صفحہ ۱۵۹، کتاب الحظر والاباحۃ)

اور مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب ، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب وغیرہ زید مجدہم کی تصدیق سے جامعہ دارُالعلوم کراچی سے ایک

---

[1] والألحان تكره فى الشعر فكيف فى القرآن. فمن قصد إلى سماع القرآن بالصوت الحسن والقراءة المجودة فهو حسن (المقدمات الممهدات، لابى الوليد محمد بن أحمد بن رشد القرطبى، ج۳، ص ۴۶۳، فصل فى قراءة القرآن بالألحان)

وأما سماع القرآن بالحون المرجعة كترجيع الغناء فمن أقبح ما يسمع وأبشع ما يسمع لا سيما إذا كان يؤدى لتغيير نظم القرآن أو تضييع حروفه وإبدال بعضها أو إسقاطه أو يكون على هيئة تنفى الخشوع أو تدعو لنقيصة فإن ذلک كله ممنوع (شرح زروق على متن الرسالة لابن أبى زيد القيروانى، لشهاب الدين البرنسى الفاسى، ج۲، ص ۱۰۳۱، باب جمل من الفرائض ومن السنن الواجبة والرغائب)

رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مكروه، وما يفعله الذين يدعون الوجد والمحبة لا أصل له، ويمنع الصوفية من رفع الصوت وتخريق الثياب، كذا فى السراجية (الفتاوى الهندية، ج۵، ص ۳۱۹، كتاب الكراهية، الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح ورفع الصوت عند قراءة القرآن)

فتویٰ جاری ہوا جس میں مذکور ہے کہ:

محافلِ حسنِ قرائت کا انعقاد فی نفسہٖ جائز ہے، اس میں قرآن پاک کی عملی تبلیغ اور سامعین کا فائدہ ہے، البتہ چند باتوں کو ملحوظ رکھنا بہر حال ضروری ہے۔

(۱)......تلاوتِ کلام اللہ میں تجوید کے قواعد کی مکمل رعایت رکھی جائے۔

(۲)......قرآنِ پاک کے آداب کا قاری وسامعین کو خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۳)......مسجد میں محفل ہونے کی صورت میں مسجد کا ادب ملحوظ رکھا جائے۔

(۴)......پڑھنے والی عورت یا امرد نہ ہو۔

(۵)......ان مجالس میں مرد وخواتین کا اختلاط نہ ہو۔

(۶)......لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کا بقدرِ ضرورت استعمال ہو، اس سے اہلِ محلّہ کو اذیت نہ پہنچے کہ کسی کی عبادت یا آرام میں خلل ہو۔

(۷)......ان محافل سے مقصود، اللہ عزوجل کی رضا اور دین کی طرف رغبت دلانا ہو، نہ کہ ریا، نمود ونمائش اور دیگر زیبائش وآرائش کے لئے روشنی اور فضول خرچی نہ ہو۔

(۸)......قاری کی نیت صاف ہو، ریاء، سمعہ داد لینا یا تلاوت کا عوض مطلوب نہ ہو۔

(۹)......عوامی گزرگاہوں یا ایسی جگہوں پر محفل منعقد نہ کی جائے، جس سے لوگوں کو تکلیف ہو۔

(۱۰)......مجلسِ قرائت میں تالیاں نہ بجائیں۔

(۱۱)......تلاوت پر اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں، البتہ کسی دینی مصلحت سے کسی قاری صاحب کو دُور سے بلایا جائے، تو آمد ورفت اور خورد ونوش کا خرچہ ان کو دینا اجرت میں داخل نہیں (ماہنامہ ''البلاغ'' جامعہ دار العلوم، کراچی، شوال ۱۴۲۴ھ/ دسمبر ۲۰۰۳ء صفحہ ۵۸۔فتویٰ نمبر ۶۲۷/۴۱)

معلوم ہوا کہ مفاسد ومنکرات سے بچتے ہوئے اور شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے، محفلِ حسنِ

قرائت منعقد کرنا جائز ہے۔

البتہ بعض اہلِ علم حضرات نے دوسری خرابیوں سے قطع نظر کرتے ہوئے محفلِ قرائت کے منعقد کرنے کو ہی نا جائز قرار دیا ہے، اوراس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس میں ایک مستحب عمل کے لئے تداعی پائی جاتی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب زید مجدہٗ (لاہور) فرماتے ہیں کہ:
محفلِ قرائت کی مروّجہ صورت کے جواز کی کوئی دلیل موجود نہیں اور دیگر مفاسد سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس کے عدمِ جواز کی اصل دلیل یہ ہے کہ اس میں ایک مستحب کام کے لئے تداعی ہوتی ہے جو بذاتِ خود صحیح نہیں............

قرآن پڑھنے اور سننے کی دو صورتیں ہیں:

(۱)......تبلیغ کی، جیسا کہ قرآن پاک کے درس یا تجوید وغیرہ کی تعلیم میں ہوتی ہے کہ پڑھ کے بھی دکھایا جاتا ہے اور مشق بھی کرائی جاتی ہے۔

(۲)......ذکر کی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تم مجھ کو قرآن پڑھ کر سناؤ، انہوں نے کہا کہ کیا میں آپ کو سناؤں، حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں (محافل قرائت ص ۲۰)

اس صورت کو تعلیم پر محمول کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ ان دو میں سے پہلی صورت کی شرعی حیثیت واجب کی ہے، جبکہ دوسری صورت کی حیثیت مستحب کی ہے۔ ہماری بات سے یہ نتیجہ نکلا کہ قرآن پاک کی جو تلاوت دوسرے کے سامنے کی جائے اس کو یہ سمجھنا کہ وہ لامحالہ تبلیغ و تعلیم ہے، درست نہیں۔

اب ہم کہتے ہیں کہ محفلِ قرائت میں قرآن پاک پڑھنے اور سننے کی صورت تعلیم و تبلیغ کی نہیں بلکہ ذکر کی ہوتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک تو مشاہدہ بتاتا ہے کہ محفل میں اکثر تعداد اُن علماء، قراء اور طلبہ کی ہوتی ہے جو قرآن پاک کو صحیح طریقے سے پڑھنے کو پہلے ہی جانتے ہیں۔ دوسرے عوام بھی ہوں تو اُن کے پیشِ نظر حسنِ صوت اور حسنِ لہجہ ہوتا ہے، اس پر محفل میں پڑھنے والے اگر یہ کہیں کہ ہم تو تعلیم و تبلیغ کی نیت سے پڑھتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ لوگ بھی اپنی قرائت کو بہتر بنانے کی نیت سے سنتے ہوں گے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں قرآن پاک اور اُس کی تجوید کی تعلیم کے طریقے متعین اور معروف ہیں۔ محفلِ قرائت میں تعلیم کا تصور سرے سے معروف نہیں، لہٰذا یک طرفہ نیت سے محفل کی شرعی حیثیت نہیں بدلے گی (فقہی مضامین صفحہ ۱۲۰، تا ۱۲۱، ملخصاً، مطبوعہ: نشریاتِ اسلام، کراچی، تاریخ اشاعت: ۲۰۰۶ء)

ہمیں اس فائدے سے انکار نہیں، لیکن جب ہمیں مروّجہ محفلِ قرائت کی شرعی حیثیت معلوم ہوگئی کہ نا جائز ہے تو اس فائدے کو حاصل کرنے کے لئے نا جائز کو ذریعہ بنانا درست نہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر اس سلسلے میں ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایک حیثیت وعظ و نصیحت اور تذکیر و تبلیغ کی ہے، جو عام ذکر سے زائد صفت ہے، لہٰذا قرآن کی تلاوت اور اس کی سماعت کو عام ذکر پر قیاس کر کے حسنِ قرائت کے لئے تداعی کو ناجائز قرار دینا بظاہر راجح معلوم نہیں ہوتا۔

اور اس سلسلہ میں ہمارے نزدیک ''دارالعلوم کراچی'' کا مذکورہ فتویٰ راجح ہے، جس میں شرائط کا بھی ذکر ہے۔

چنانچہ تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت وسماعت مستقل عبادت ہے، جس کے لئے تداعی مشروع ہے، برخلاف دیگر عام سنن ونوافل کے کہ ان میں حنفیہ کے نزدیک تداعی مشروع نہیں، اور تداعی کی کراہت کو حنفیہ نے خود نوافل پر قیاس کیا ہے۔ فافترقا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اللہ نے میلادُ النبی کے سلسلہ میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی مکاتبت میں تحریر فرمایا کہ:

''فی الحقیقت جو امرِ خیر کہ بذریعہ نامشروع حاصل ہو وہ خود ناجائز ہے''

ورنہ تو محفلِ میلاد جو تداعی کر کے منعقد کی گئی ہو اُس میں بھی یہ فائدہ ہے کہ اُس کے ذریعہ سے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت معلوم کرنے کا شوق دلایا جا سکتا ہے (ایضاً صفحہ ۱۲۲)

صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے فارغ اوقات مسجد میں گزارتے تھے اور اس طرح مختلف حلقے خود بخود لگ جاتے تھے اور کسی بھی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ ذکر اور بصورتِ ذکر تلاوت کے لئے تداعی کی گئی ہو (ایضاً صفحہ ۱۲۳)

متبادل طریقے

(۱)...... مسجد کے امام وخطیب اگر خود اچھے قاری ہوں تو وہ کبھی کبھی نماز کے علاوہ بھی نماز سے متصل بعد لوگوں کو ایک دو رکوع اچھے انداز سے پڑھ کر سنا دیں۔

(۲)...... کبھی کوئی مہمان قاری آئے ہوں تو اُن سے پڑھوالیں۔

(۳)...... جن قاری صاحبان کے نزدیک اس طرح سے تبلیغ کی ضرورت ہے وہ وقتاً فوقتاً دوسری مساجد میں جا کر کسی تشہیر کے بغیر نماز کے بعد موجود لوگوں کو قرآن پاک سنائیں (فقہی مضامین صفحہ ۱۲۳، ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' اپریل ۲۰۰۶، صفحہ ۳۳)

[1] البتہ جب مقصود قرآن مجید کی تلاوت ہو، نہ کہ سماعت، تو بذاتِ خود تلاوت کے لئے تداعی واجتماع فقہائے کرام کے نزدیک مکروہ وبدعت ہے، کیونکہ اس وقت اس کی حیثیت ذکرِ محض کی ہے نہ کہ تذکیر کی۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جیسا کہ اس کے تفصیلی دلائل پہلے ذکر کیے جا چکے ہیں، اور صاحبِ مظہری کا یہ قول بھی گزر چکا ہے کہ:

اَلْقُرْآنُ مُشْتَمِلٌ عَلَى الْوَعْظِ وَالْقِصَصِ الْمُوْجِبَةِ لِلْعِبْرَةِ وَالْاَحْكَامِ وَنَظْمُهٗ مُعْجِزٌ جَاذِبٌ لِلْقُلُوْبِ السَّقِيْمَةِ اِلَى الْإِسْلَامِ وَلِذَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ وَقِرَاءَ تُهٗ بِاللِّسَانِ عِبَادَةٌ زَائِدَةٌ عَلَى الذِّكْرِ الَّذِیْ هُوَ عِبَادَةٌ عَنْ طَرْدِ الْغَفْلَةِ عَنِ الْجَنَانِ وَإِسْمَاعُهٗ غَيْرَهٗ عِبَادَةٌ أُخْرٰى مَرْغُوْبَةٌ عِنْدَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ:

قراءة الكافرون إلى الآخر مع الجمع مكروهة؛ لأنها بدعة لم تنقل عن الصحابة، ولا عن التابعين -رضي الله تعالى عنهم -، كذا في المحيط (الفتاویٰ الهندية، ج۵ ص۳۱۷، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح ورفع الصوت عند قراءة القرآن)

اور علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أما الحفاظ يجتمعون للقراءة يقرءون معا للثواب فليس من فعلهم ولا بمروی عنهم (المدخل لابن الحاج، ج۱ ص۹۴، فصل في العالم وكيفية نيته)

اور المحیطُ البرہانی میں ہے کہ:

قراءة الفاتحة بعد المكتوبة لأجل المهمات مخافتةً أو جهراً مع الجمع مكروهة، وكذلك قراءة الكافرون مع الجمع مكروهة؛ لأنها بدعة لم ينقل عن الصحابة، وعن التابعين رضوان الله عليهم أجمعين (المحيط البرهاني، ج۵ ص۳۱۲، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الرابع في الصلاة، والتسبيح، وقراءة القرآن، والذكر الخ، دار الكتب العلمية، بيروت)

اور امداد الفتاویٰ میں ایک سوال وجواب درج ذیل طریقہ پر ہے کہ:

سوال: سال کے اکثر حصوں میں بزرگوں کی ارواح کے ایصالِ ثواب کے لئے لوگوں کو جمع کر کے بلا کسی خاص انتظام واوقاتِ متعینہ کے قرآن شریف پڑھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اپنے دوست واحباب کو شمولیت کے لئے کہنا کیسا ہے؟

الجواب: یہ تداعی ہے غیر مقصود کے لئے جو بدعت اور مکروہ ہے، ۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ (امداد الفتاویٰ، ج۱ صفحہ ۵۳۹، ۵۴۰، باب الجنائز، وجلد ۴ صفحہ ۶۰۵ و۶۰۶)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ ''اجتماعی ذکر کی مجالس کا حکم'' اور ''مجالسِ ذکر و احادیثِ ذکر''

الرَّحْمٰنِ بِخِلافِ الذِّکْرِ وَالدُّعَاءِ (التفسیر المظهری، ج۳ص۴۵۴، تحت آیت ۲۰۵، من سورة الاعراف)

ترجمہ: قرآن مجید دراصل وعظ اور ایسے قصوں پر مشتمل ہے، جن سے عبرت حاصل ہوتی ہے، اور شریعت کے احکام معلوم ہوتے ہیں، نیز قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب اور انداز بھی معجزانہ ہے، جو کمزور دلوں کو اسلام کی طرف کھینچ کرلاتا ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْهُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ (سورة التوبة آیت ٦)

''اور اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیجئے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے''

اور کلام اللہ کی، زبان سے قرائت کرنا اس (دوسرے) ذکر سے زائد عبادت ہے، جو کہ دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے، اور اس (کلام اللہ) کا دوسرے کو سنانا ایک الگ عبادت ہے، جو رحمٰن کے نزدیک مرغوب ہے، بخلاف ذکر اور دعاء کے (کہ یہ دوسرے کو سنانا عبادت نہیں، بلکہ صرف دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے) (تفسیر مظہری)

لہٰذا تجوید کے ساتھ اور حسنِ صوت یعنی اچھی اور خوبصورت وعمدہ آواز والے قاری یا قراء سے قرائت کی سماعت کی غرض سے فی نفسہٖ مجلس کا انعقاد جائز ہونا چاہئے، جبکہ دوسری کوئی خرابی اور منکر شامل نہ ہو، قطع نظر اس سے کہ موجودہ دور میں محافلِ حسنِ قرائت میں منکرات وخرابیاں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟

ملحوظ رہے کہ آج کل متعدد محافلِ حسنِ قرائت میں جو قراءِ کرام قرائت کرتے ہیں ان میں مشہور ومقبول قاری وہ سمجھے جاتے ہیں جو آواز میں خوب بناوٹ اور تکلف پیدا کرتے ہیں،

دور سے قرائت سننے والوں کو الفاظ کم سمجھ آتے ہیں اور آواز کا اتار چڑھاؤ زیادہ سمجھ آتا ہے، بعض اوقات داد وصول کرنے اور عوام میں اپنی شہرت بڑھانے کے لئے آواز ایسی بنائی جاتی ہے اور ایسی کھینچ تان اور اتار چڑھاؤ آواز میں پیدا کیا جاتا ہے کہ تجوید کے قواعد کی بھی واضح خلاف ورزی ہوجاتی ہے اور گانے کا انداز پیدا ہوجاتا ہے، اور ایسی صورت میں تجوید اور مخارج کے ساتھ قرائت کا تو سامعین کو خود بھی پتہ نہیں ہوتا، کیونکہ وہ خود تجوید اور قرائت کے اصولوں سے واقف نہیں ہوتے، البتہ ساری توجہ آواز اور لہجہ کی طرف ہوتی ہے، آواز اور لہجہ پر ہی شاباش دی جاتی ہے۔

اوپر سے سانس کے لمبا ہونے کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جس کی فضیلت کا شرعی اصولوں سے ثبوت نہیں ملتا۔

نیز متعدد مقامات پر محفل حسنِ قرائت کے دوران ایسے اسپیکر استعمال کئے جاتے ہیں جن میں ایک خاص قسم کی دھن اور طرز ہوتی ہے، بولنے والے کی آواز سامعین تک جھنجناہٹ (یعنی اعادہ و تکرار) کے ساتھ پہنچتی ہے، ان اسپیکروں میں آواز کے اُتار چڑھاؤ کے اعتبار سے مختلف قسم کے چھوٹے چھوٹے اسپیکر ہوتے ہیں، اور اس کو آج کل کی زبان میں ''ایکو سسٹم'' کہا جاتا ہے، اور یہ آلہ بنیادی طور پر گانے کے لئے وضع ہوا ہے۔

کیونکہ یہ اسپیکر دراصل اس انداز کے بنائے گئے ہیں جو انداز موسیقی کا ہوتا ہے، ان میں آواز گم ہوکر اور اس طرح سے ٹکرا کر سنائی دیتی ہے، جیسے کسی ڈھول یا آلۂ موسیقی کا طرز ہو، جبکہ بعض جگہ یہ انداز اختیار کیا جاتا ہے کہ قاری کی قرائت کے ساتھ دوسرے مخصوص اسپیکر کے ذریعہ سے متعین حضرات مختلف قسم کی دَف کے انداز میں درمیان میں وقتاً فوقتاً آوازیں نکالتے ہیں، جس سے سامعین کو خاص حظ اور لُطف محسوس ہوتا ہے، یہ آوازیں بھی مخصوص اسپیکروں کے ذریعے سامعین تک پہنچائی جاتی ہیں۔

اس طرح موسیقی کے انداز میں قرائت کرنا اور سننا جائز نہیں۔

اوراسی طرح محفلِ حسنِ قرائت میں جس قاری کا قرائت سے مقصود پیسہ حاصل کرنا یا شہرت اور ریاء کاری ہو، یہ بھی جائز نہیں۔

جس کے متعلق بے شمار احادیث آئی ہیں۔ [1]

مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''قرآنِ پاک کوخوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرنے کی حدیث شریف میں تاکید آئی ہے اوراس پر بڑی بشارت ہے،اس کی تشریح محدثین نے اس طرح فرمائی ہے کہ قرآن پاک کی عظمت سے قلب بھرا ہوا ہو،خوف وخشیت طاری ہو،ہیبتِ الٰہی سے کانپتے ہوئے اس کی وعیدوں اور بشارتوں کا استحضار کر کے اس تصور سے تلاوت کرے کہ اللہ پاک کوسنا رہا ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہوں،ایسی تلاوت میں بڑی کشش ہوتی ہے،اللہ پاک اس سے بہت خوش ہوتے ہیں، صحابۂ کرام میں بھی یہ طریقہ جاری تھا کہ ایک نے تلاوت کی بقیہ سب سنتے اور ایمان کوتازہ کرتے رہتے۔

پیسہ کمانا یا اپنی تعریف وشہرت ہرگز مقصود نہ ہو،اگر قرآن پاک کی تلاوت کو خدانخواستہ روپیہ کمانے کا ذریعہ بنایا جاوے،خواہ وہ اہلِ قبور کوثواب پہنچانے کی شکل میں ہو،یا منبر پر بیٹھ کر جلسوں کی زینت بڑھانے کی صورت میں ہو،یا دوسرے قاریوں سے مقابلہ کر کے انعام حاصل کرنے کی صورت میں ہو،یا اپنی تعریف وشہرت حاصل کرنے کے لئے پڑھا جاوے،یا موسیقی (راگ) کے قواعد کے طور پر نشیب وفراز وزیر وبم کے ساتھ پڑھا جائے۔تو اس کی ہرگز اجازت

---

[1] آج کل متعدد محافلِ حسنِ قرائت کے لئے جومشہور قرّاء دور دراز سے مدعو کئے جاتے ہیں، وہ بھاری معاوضہ طلب کرتے ہیں،اوران کی وضع قطع بھی اسلامی نہیں ہوتی،اور وہ فرض نمازوں تک کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں،اس طرح کے قرّاء پر احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں،اوران کی تعظیم وتکریم کر کے عوام کے سامنے پیش کرنا بھی جائز نہیں۔ محمد رضوان۔

نہیں۔اس پر سخت وعید ہے'' (فتاویٰ محمودیہ، جلد۳صفحہ۴۸۱ تا ۴۸۳، کتاب العلم، باب ما یتعلق بالقرآن الکریم)

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ سے سوال کیا گیا کہ:

آج کل کراچی میں محافلِ قرائت ہو رہی ہیں، جن میں بیرون ملک سے قاری صاحبان آتے ہیں اور کلام پاک سناتے ہیں، اس پر زید اس طرح تبصرہ کرتا ہے ''یہ جو آج کل کراچی میں قرائت کی محفلیں منعقد ہو رہی ہیں، ان کی شکل بالکل مشاعروں کی طرح ہوتی ہے، جس طرح ایک شاعر اپنا کلام سنا کر دادِ تحسین حاصل کرتا ہے پھر دوسرا آتا ہے، اس طرح یہ سلسلہ چلتا ہے، جس شاعر کے کلام پر داد زیادہ ملتی ہے وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا، اور جس کلام پر واہ واہ نہیں ہوتی وہ منہ لٹکائے چلا جاتا ہے اور بہت دلگیر ہوتا ہے'' کیا قرآن پاک جو اللہ کا کلام ہے وہ اس حد تک نعوذ باللہ اتار دیا جائے کہ لوگ اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کریں اور مائک پر آکر گلے بازیاں کریں اور وہ قاری جس کی آواز اچھی ہو اس پر لوگ جھومنے لگیں اور جو سادہ پڑھے اس پر لوگ منہ بسورتے ہیں اور اس پر توجہ نہ دیں، کیا یہ قرآن کی بے حرمتی نہیں ہے؟ اگر ایسا شوق ہے تو جمعہ کے دن مساجد میں کسی قاری کو موقعہ دیا جائے اور لوگ سنیں، اس طرح قرآن کا احترام اور قاری کا احترام باقی رہے گا، مگر اس قسم کے مقابلوں میں لوگ مسلمان ہونے کی حیثیت سے براہ راست قرآن کو تو کچھ نہیں کہتے، مگر ان کے تاثرات سے قرآن کی عظمت کو ٹھیس پہنچتی ہے جو ایک مسلمان کے احساسِ قلب کے لئے تکلیف دہ ہے۔

اس قسم کے تبصرہ پر مجلس میں بہت سے لوگ بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ اس رائے کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ سب جہالت ہے، اس سے محفلِ قرائت کی مخالفت

ہوتی ہے وغیرہ۔ شرعی حکم کیا ہے؟

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ نے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

قرآنِ کریم کی تلاوت اور اس کا سننا کارِثواب ہے، البتہ اس میں صرف قاری کی خوش الحانی پر نگاہ رکھنا درست نہیں، اور نہ ایک سانس میں کئی آیتیں پڑھنے کو وجہٗ افضلیت قرار دینا درست ہے، اصل نظر قرآن کے مضامین پر ہونی چاہیے، اور جو نہ سمجھ سکیں وہ اس بات کی طرف نظر کریں کہ قرآن کریم کا صحیح تلفظ کس طرح ہوتا ہے۔

واللہ سبحانہٗ اعلم، احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۱۴۔۱۲۔۱۳۸۷ھ

اور مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ نے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

بلاشبہ داد لینے اور تعریف کرانے کے لئے تلاوت کرنا سخت منع ہے، اس نیت سے تلاوت کرنے والوں اور داد دینے والوں کے بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کے قلوب فتنے میں پڑے ہوں گے۔

فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: سَيَجِئُ اَقْوَامٌ يُقِيمُوْنَهٗ كَمَا يُقَامُ الْقَدْحُ يَتَعَجَّلُوْنَهٗ وَلَايَتَاَجَّلُوْنَهٗ وَفِىْ رِوَايَةٍ وَسَيَجِئُ بَعْدِىْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ، لَايُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ، وَقُلُوْبُ الَّذِيْنَ يُعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ" (رواه البيهقى فى شعب الايمان) مشكوٰة ص ۱۹۱ (طبع قديمى كتب خانه)

اور قرآن شریف کو کانوں کی نمائش کا ذریعہ بنانا ہی بے ادبی ہے نیتوں کو اللہ خوب جانتا ہے، سب اپنی اپنی نیت کا جائزہ لیں۔

کتبہ العبد الحقیر۔ محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفی عنہ۔۱۴۔۱۲۔۱۳۸۷ھ

(فتاویٰ عثمانی، جلد ۱ صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۲، کتاب العلم والتاریخ والطب)

آج کل اکثر و بیشتر خوش الحانی اور ایک سانس میں کئی کئی آیتیں پڑھنے پر ان محافلِ حُسنِ قرائت میں، حُسنِ قرائت کا مدار رکھا جاتا ہے، اور عموماً قرّ اء حضرات کا داد لینا و تعریف حاصل کرنا پیشِ نظر ہوتا ہے اور موسیقی کے انداز اور آلہ کو واسطہ بنا کر قرآن کو کانوں کی نمائش کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر ایک محفلِ قرائت میں صرف ایسے قراء حضرات کو جمع کیا جائے جو تجوید کے اصولوں کے عین مطابق قرائت کریں، مگر ان کی آواز اور لہجہ خوبصورت ودلکش نہ ہو اور دوسری محفلِ قرائت میں صرف ایسے قراء حضرات کو جمع کیا جائے جن کی آواز اور لہجہ تو خوبصورت ہو مگر تجوید کے قواعد کی رعایت نہ کریں، تو دوسری قسم کی محفل کو تو کامیابی کی نظر سے دیکھا جائے گا، اور پہلی محفل کو ناکامی کی نظر سے دیکھا جائے گا، جو کہ سخت بے اعتدالی پر مبنی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اخلاص کے ساتھ ہر قسم کے مفاسد ومنکرات سے بچتے ہوئے، اور مخصوص شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے (جن کا ذکر پہلے گزرا) محفلِ قرائت کا انعقاد فی نفسہٖ جائز ہے، مگر آج کل کی عام محفلِ قرائت میں متعدد مفاسد ومنکرات پیدا ہوگئے ہیں، جن سے بچنا اور ان خرابیوں کو دور کرنا، محفلِ قرائت منعقد کرنے سے زیادہ ضروری ہے، ورنہ نیکی برباد، گناہ لازم آنے کا اندیشہ ہے۔فقط۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲۴/ ذوالقعدۃ/ ۱۴۳۶ھ 09/ ستمبر/ 2015ء بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

(باب نمبر 2)

شعروشاعری کا حکم

شعر ایسے منظوم کلام کو کہا جاتا ہے، جو ایک خاص وزن کے ساتھ مقفّیٰ اور تیار کیا جاتا ہے۔
اور غناء یا گانا اس منظوم کلام کو ترنُّم اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کو کہا جاتا ہے، جس کے ساتھ بعض اوقات موسیقی شامل ہوتی ہے، اور بعض اوقات موسیقی شامل نہیں ہوتی۔ [1]
جائز مضمون پر مشتمل شعر سازی و شعر گوئی اور اس کو ایک حد تک ترنُّم اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا اگر آلاتِ موسیقی کے بغیر اور شرعی حدود میں رہ کر اعتدال کے ساتھ ہو، اور اس کو موسیقی

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ عربی میں غناء منظوم کلام کو مطلق ترنُّم کے ساتھ پڑھنے کو کہا جاتا ہے، جس کا اُردو میں بعض اوقات معنیٰ گانے سے کر دیا جاتا ہے، لیکن گانے کے یہ معنیٰ آج کل کے دور کے معروف ومشہور گانے کے مفہوم سے بالکل جدا ہیں، کیونکہ موجودہ معروف ومشہور گانا فسقیہ بلکہ بعض اوقات کفریہ مضامین پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ آلاتِ موسیقی سے مرکب ہوتا ہے، اور اس میں شہوت کو اُبھارنے کی تحریک پائی جاتی ہے، اور غناء یا گانے کی یہ صورت شرعاً جائز نہیں۔
جبکہ بعض احادیث وروایات سے جس طرح کے غناء کا جواز یا اجازت ملتی ہے، وہ ان چیزوں سے پاک ہے، جس کی تفصیل آگے الگ ابواب اور فصلوں کے تحت اپنے اپنے مقام پر آتی ہے۔ محمد رضوان۔

الغناء :التطريب والترنم بالكلام الموزون وغيره، يكون مصحوبا بالموسيقى وغير مصحوب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص١١٣، مادة " شعر")

فأما غناء الأعاجم بآلاتهم فلم تتناوله الرخصة، وإن سمى غناءً، وسميت آلاته دفوفا، لكن بينهما من التباين ما لا يخفى على عاقل، فإن غناء الأعاجم بآلاتها يثير الهوى، ويغير الطباع، ويدعو إلى المعاصي، فهو رقية الزنا .وغناء الأعراب المرخص به، ليس فيه شيء من هذه المفاسد بالكلية البتة، فلا يدخل غناء الأعاجم فى الرخصة لفظا ولا معنى، فإنه ليس هنالك نص عن الشارع بإباحة ما يسمى غناء ولا دفا، وإنما هى قضايا أعيان، وقع الإقرار عليها، وليس لها (من) عموم.وليس الغناء والدف المرخص فيهما فى معنى ما فى غناء الأعاجم ودفوفها المصلصلة، لأن غنائهم ودفوفهم تحرك الطباع وتهيجها إلى المحرمات، بخلاف غناء الأعراب، فمن قاس أحدهما على الآخر فقد أخطأ أقبح الخطأ، وقاس مع ظهور الفرق بين الفرع والأصل، فقياسه من أفسد القياس وأبعده عن الصواب.وقد صحت الأخبار عن النبى -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -بذم من يستمع القينات فى آخر الزمان، وهو إشارة إلى تحريم سماع آلات الملاهى الماخوذة عن الأعاجم (فتح البارى لابن رجب، ج٨، ص٤٣١، ابواب العيدين، باب سنة العيدين لأهل الإسلام)

اور گانے کے طرز پر نہ پڑھا جائے، تو فی نفسہٖ اس سے شریعت نے منع نہیں کیا۔

البتہ اگر اعتدال کے راستے سے ہٹا جائے، اور خاص طور پر جبکہ اس کو مشغلہ بنالیا جائے، اور اس میں بے جا تکلف وتصنع سے کام لیا جائے، یا اس میں موسیقی کو شامل کیا جائے، یا اس میں کفریہ وفسقیہ مضامین اور فحش گوئی، جھوٹ اور غلط بیانی وغیرہ جیسے منکَرات شامل ہوں، تو پھر یہ منع اور گناہ ہو جاتا ہے، اور جس درجہ کے اس میں منکَرات ومفاسد شامل ہوتے ہیں، اسی درجہ کا گناہ ہوتا ہے۔

لیکن چونکہ شعر وشاعری اور اس کو ترنم وخوش آوازی کے ساتھ پڑھنے میں عموماً مذکورہ شرائط کی پابندی نہیں ہوتی، اس لئے عام حالات میں شعر وشاعری کو شریعت نے پسند نہیں کیا، اور اس سے بچنے میں ہی عافیت وسلامتی سمجھی ہے۔

البتہ انسان کو ترنم اور خوش آوازی کے ساتھ کسی کلام کے پڑھنے اور سُننے کا طبعی طور پر تقاضا ہوتا ہے، اس کا عمدہ حل شریعت نے قرآن مجید کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے اور سُننے کی شکل میں تجویز کیا ہے، بشرطیکہ اس کو عام گانے کے انداز میں نہ پڑھا جائے، کیونکہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، جو اللہ کی یاد وذکر اور حق وسچ پر مبنی ہے، اور شعر وشاعری کی طرح تکلفات وتصنّعات اور تخیُّلات اور جھوٹ وغیرہ پر مشتمل نہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو شعر کے بجائے قرآن کی تعلیم دی، اور شعر وشاعری کی تعلیم کو نبی کی شان کے خلاف قرار دیا۔ [1]

تاہم اگر شرعی حدود وقیود کی پابندی کرتے ہوئے اتفاقاً اشعار پڑھے جائیں، تو ان کی بھی ایک حد تک اجازت ہے۔

آگے اس موضوع کی قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل وتشریح ذکر کی جاتی ہے۔

---

[1] وما علمناه الشعر عطف على قوله انک لمن المرسلين وفيه التفات من الخطاب الى الغيبة يعنى ما علمناه الشعر بتعليم القرآن فانه غير مقفى ولا موزون وليس معناه مثل معنى الاشعار من التخيلات المرغبة والمنفرة والأقوال الكاذبة وما ينبغى له اى ما يصح له ان يضيع وقته الشريف فى إنشاء الشعر ورعاية الوزن والقافية (التفسير المظهرى، ج۸ص ۹۶، ۹۷، تحت سورة يٰسن)

شعر وشاعری نبی کی شان نہیں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ. وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ (سورة الحاقة، رقم الآية ۴۰، ۴۱)

ترجمہ: بلاشبہ یہ (قرآن) قول ہے، رسولِ کریم کا، اور یہ قول نہیں کسی شاعر کا، کم ہی تم لوگ ایمان لاتے ہو (سورہ الحاقہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید، بحکمِ الٰہی رسولِ کریم کا قول ہے، اور کسی شاعر کا قول نہیں، گویا کہ قرآن مجید شعر وشاعری سے پاک ہے، اگر شعر وشاعری عام حالات میں اچھی چیز ہوتی، تو قرآن مجید کو شعر کے انداز میں نازل کرنے میں بھی عیب نہ ہوتا۔

قرآن مجید ہی میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْآنٌ مُّبِيْنٌ (سورة يٰسٓ، رقم الآية ۶۹)

ترجمہ: اور ہم نے نبی کو نہ تو شعر کی تعلیم دی، اور نہ نبی کے لئے یہ مناسب ہے، یہ (کلام) صرف ذکر اور واضح قرآن ہے (سورہ یٰس)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم دی، اور نہ ہی شعر وشاعری نبی کی شان ہے، اور قرآن مجید شعر کے بجائے، اللہ کے ذکر پر مشتمل اور اکثر شعر وشاعری میں پائے جانے والے عام تکلفات ومنکرات سے پاک ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شعر کے مضمون کو سمجھنا جتنا دشوار ہوتا ہے، قرآن مجید کے مضامین کو سمجھنا اتنا دشوار نہیں ہوتا، بلکہ قرآن مجید کے مضامین تدبر اور غور وفکر سے سمجھ میں آجاتے ہیں، اور اس کے برعکس سالہا سال تک شعر پڑھنے اور سننے کے باوجود اس کا مضمون ومفہوم سمجھ نہیں آتا۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے سورہ یٰسٓ کی مذکورہ آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ:

قِيلَ لِعَائِشَةَ: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَثَّلُ بِشَىْءٍ مِّنَ الشِّعْرِ؟ قَالَتْ: كَانَ أَبْغَضَ الْحَدِيثِ إِلَيْهِ، غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يَتَمَثَّلُ بِبَيْتِ أَخِي بَنِي قَيْسٍ، فَيَجْعَلُ آخِرَهُ أَوَّلَهُ، وَأَوَّلَهُ آخِرَهُ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّهُ لَيْسَ هٰكَذَا، فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ: إِنِّي وَاللّٰهِ مَا أَنَا بِشَاعِرٍ، وَلَا يَنْبَغِي لِي (تفسير الطبرى، ج ۱۹ ص ۴۸۰، سورة يسين) [1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی شعر بھی کہتے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام میں شعر سب سے زیادہ ناپسند کلام تھا، البتہ آپ بنی قیس کے شاعر کا کوئی (شعر کبھی کبھار) پڑھا کرتے تھے، مگر اس شعر کے آخری حصہ کو اول میں اور اول حصہ کو آخر میں کر دیا کرتے تھے (تاکہ موزونیت اور نغمگی ختم ہو کر نثر کی طرح رواں کلام ہو جائے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ شعر اس طرح نہیں ہے، تو اللہ کے نبی نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں شاعر نہیں ہوں، اور نہ شعر میری شان کے لائق ہے (طبری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپ اس کو مِن وعَن محفوظ رکھ کر بیان کر دیا کرتے تھے، اس لئے آپ کے لئے کسی ایک شعر کی ترتیب کو یاد رکھنا کوئی بھی مشکل کام نہ تھا، جس کا مطلب واضح طور پر یہی تھا کہ اللہ نے نبی کو نہ تو شعر کی تعلیم دی، اور نہ شعر وشاعری نبی کی شان ہے، بلکہ نبی کی شان اللہ کا ذکر اور واضح قرآن ہے، اور اس کے مقابلہ میں نبی کو شعر پسند نہیں، اس لئے شعر کی ترتیب کو ملحوظ ومحفوظ رکھنے کی ضرورت نہیں۔

---

[1] قال الالبانی:

أخرجه ابن جرير الطبرى فى "التفسير (۱۹/۲۳)" بسند صحيح عن قتادة، ولكنه لم يسمع من عائشة كما قال أبو حاتم، فهو مرسل منقطع، ولكنه - كشاهد - لا بأس به (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۰۹۵)

جبکہ شعروشاعری میں عام طور پر اللہ کے ذکر سے غفلت پائی جاتی ہے، اور اس کا مضمون بھی واضح نہیں ہوتا، جس کو بنانے اور سمجھنے، سمجھانے، سب ہی چیزوں میں تکلف کرنا پڑتا ہے، اور قرآن مجید اس قسم کے تکلفات سے پاک ہے، لہٰذا اس سے شعر اور قرآن میں واضح فرق بھی معلوم ہوا۔

شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ. اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ. وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ. اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (سورۃ الشعراء، رقم الآیات ۲۲۴ تا ۲۲۷)

ترجمہ: اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ (یعنی شاعر لوگ) ہر میدان میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور جو وہ کہتے ہیں کرتے نہیں۔ سوائے ان کے جو مؤمن ہیں، اور نیک اعمال کرتے ہیں، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں (سورہ شعراء)

مذکورہ آیات سے چند باتیں معلوم ہوئیں، ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ شاعروں کی پیروی اور اتباع گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں، نہ کہ ہدایت یافتہ لوگ، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ شاعروں کو پسند اور اُن کی اتباع کرنے والے معاشرے میں عام طور پر گمراہ لوگ ہی ہوتے ہیں، نہ کہ ہدایت یافتہ، اور دیندار لوگ۔

مذکورہ آیات سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ شعراء ہر میدان میں بھٹکتے ہیں، اور کسی متعین راستہ پر نہیں چلتے، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ شاعروں کا کوئی راستہ اور میدان متعین نہیں ہوتا، اُن کے شعروں میں اسی طرح ایران توران کی تخیلاتی اور کنائی و رمزی باتیں ہوتی ہیں، جن کو

سمجھنا اور اُن کی مناسب تاویل کرنا بھی بسا اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔

مذکورہ آیات سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ شعراء، جھوٹ بولتے ہیں، وہ کہتے کچھ ہیں، اور کرتے کچھ ہیں، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ شاعروں کے شعروں میں خلافِ حقیقت اور جھوٹی اور مبالغہ آمیز باتوں کی بھرمار ہوتی ہے، جن کو حقیقت پر منطبق کرنا انتہائی دُشوار ہوتا ہے، اور وہ جتنی بڑی بڑی اور جس جس قسم کی باتیں اپنے شعروں میں بیان کرتے ہیں، اُن کا تعلق زیادہ تر زبانی جمع خرچ کے ساتھ ہوتا ہے، اور اُن کے مختلف شعروں میں باہم بہت فرق اور تضاد نظر آتا ہے، اور اس کی وجہ شعروں میں جھوٹ اور خلافِ حقیقت و خلافِ واقعہ یا تخیلاتی باتوں کا شامل ہونا ہے۔ [1]

مذکورہ آیات سے چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ جو مؤمن لوگ ہیں، اور نیک اعمال کرتے ہیں، اور اپنے کلام اور شعر میں اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں، وہ مذکورہ بُری خصلتوں سے محفوظ ہیں۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جو لوگ مؤمن ہونے کے ساتھ نیک اعمال کرتے ہیں، اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں، ایسے حضرات اگر کبھی کوئی شعر بھی کہتے ہیں تو ان کے اشعار اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتے، اور ان کے شعر جھوٹ اور دوسرے منکرات سے پاک ہوتے ہیں، مگر ایسے حضرات استثنائی درجہ میں اور بہت تھوڑے ہیں۔ [2]

---

[1] اس پر ایک واقعہ یاد آیا کہ کسی زمانہ میں ایک شاعر نے بادشاہ کی شان میں بڑے عجیب و غریب اشعار کہے اور بادشاہ اور اس کی حکومت کی شعروں میں خوب تعریف کی، مثلاً یہ کہ بادشاہ سلامت کے تخت کا ایک پاؤں مشرق میں اور ایک مغرب میں ہے، اور بادشاہ کے تخت کے مقابلہ میں سورج اور چاند وغیرہ کی روشنی بھی ماند ہے، وغیرہ وغیرہ۔ بادشاہ نے اشعار سُن کر اس شاعر سے کہا کہ آپ نے ہمیں بہت خوش کیا، آپ ہمارے دربار میں فلاں دن آنا، ہم تمہیں فلاں فلاں انعام دیں گے۔ یہ شاعر جب مقررہ وقت پر انعام لینے حاضر ہوا، تو بادشاہ نے اس سے کہا کہ ہم نے تو انعام کا کہہ کر آپ کو زبان سے خوش کیا تھا، حقیقت میں انعام نہیں دینا تھا، جس طرح آپ نے زبان سے ہمیں خوش کیا تھا، وہ اشعار بھی حقیقت کے مطابق نہیں تھے۔

[2] قال الله سبحانه وتعالى :(والشعراء يتبعهم الغاوون ألم تر أنهم في كل واد يهيمون ، قال الأزهرى :إنما هو مثل كما تقول :أنا لک في واد، وأنت لي في واد، أى :أنا في صنف، وأنت في صنف آخر، والمعنى :أنهم يغلون في المدح والذم، يمدحون فيكذبون، ويذمون فيظلمون(شرح السنة،للبغوى، ج۱۲ ص ۳۸۰، كتاب الاستئذان،باب ما يكره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر حتى يصده عن ذكر الله عز وجل)

شعروشاعری کی ممانعت

حضرت ابوحریز رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَ النَّاسَ مُعَاوِيَةُ، بِحِمْصَ، فَذَكَرَ فِي خُطْبَتِهِ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ سَبْعَةَ أَشْيَاءَ، وَإِنِّي أُبَلِّغُكُمْ ذٰلِكَ وَأَنْهَاكُمْ عَنْهُ، مِنْهُنَّ:

اَلنَّوْحُ، وَالشِّعْرُ، وَالتَّصَاوِيرُ، وَالتَّبَرُّجُ، وَجُلُودُ السِّبَاعِ، وَالذَّهَبُ، وَالْحَرِيرُ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٩٣٥) [1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقامِ حمص میں لوگوں کو خطبہ دیا، پھر اپنے خطبہ میں یہ ذکر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، اور میں ان کو تم تک پہنچاتا ہوں، اور ان سے تمہیں منع کرتا ہوں، ان میں سے ایک چیز نوحہ (یعنی غم و مصیبت کے وقت آواز کے ساتھ کلام کرتے ہوئے رونا) ہے، اور ایک شعر ہے، اور ایک (جاندار چیز کی) تصاویر ہیں، اور ایک (زمانۂ جاہلیت کی طرح) عورتوں کا بے پردہ پھرنا ہے، اور ایک درندوں کی کھال پہننا ہے، ایک (مرد کو) سونا (پہننا) ہے، اور ایک (مرد کو) ریشم (کا پہننا) ہے (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ سَبْعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْهُنَّ: اَلنَّوْحِ وَالشِّعْرِ وَالْغِنَاءِ وَالتَّصَاوِيرِ وَجُلُودِ السِّبَاعِ وَالذَّهَبِ وَالْحَرِيرِ (مسند الشاميين للطبراني، رقم الحديث ١٤٢٢)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں سے منع فرمایا، اور میں بھی تمہیں ان سے منع کرتا ہوں، ان میں سے ایک چیز نوحہ (یعنی غم و مصیبت کے وقت آواز کے ساتھ کلام کرتے ہوئے رونا) ہے، اور ایک شعر ہے، اور ایک گانا ہے، اور ایک تصاویر ہیں، اور ایک درندے کی کھال (کا پہننا) ہے، اور ایک سونا ہے، اور ایک (مرد کے لئے) ریشم ہے (طبرانی)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ مزید سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ عام شعر و شاعری اور گانا شریعت کی نظر میں منع اور گناہ ہے۔ [2]

---

[1] عن كيسان، مولى معاوية، قال :خطب معاوية الناس، فقال " :يا أيها الناس إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن تسع، وأنا أنهاكم عنهن :النوح، والشعر، والتبرج، والتصاوير، وجلود السباع، والغناء ، والذهب، والحر، والحرير "(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۸۷۷)

عن كيسان، مولى معاوية قال :خطبنا معاوية فقال " :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن تسع، وأنا أنهاكم عنهن، ألا إن منهن :النوح، والغناء ، والتصاوير، والشعر، والذهب، والحر، والسروج، والحرير "(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۸۷۸، مكتبة ابن تيمية ، القاهرة)

قال الهيثمي:قلت رواه النسائي باختصار رواه الطبراني باسنادين رجال أحدهما ثقات(مجمع الزوائد، ج۸ص ۱۲۰ ، مكتبة القدسي، قاهرة)

عن كيسان مولى معاوية قال :خطبنا معاوية فقال " :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن سبع، وأنا أنهاكم عنهن، ألا إن منهن :النوح، والغناء ، والتصاوير، والشعر، والذهب، وجلود السباع، والتبرج ,والحرير "(مسند أبي يعلى الموصلي،رقم الحديث ۷۳۷۴، ج۱۳ ص ۳۶۴،دار المأمون للتراث -دمشق)

قال حسين سليم اسد الدارني:إسناده حسن(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

[2] (نهى عن النوح) على الميت (والشعر) أى انشائه او انشاده والمراد المذموم (والتصاوير) التى للحيوان التام الخلقة بخلاف نحو شجر وقمر (وجلود السباع) أن تفرش لأنه داب الجبابرة (والتبرج) اظهار المرأة زينتها ومحاسنها لاجنبى (والغناء) أى قوله واستماعه (والذهب) أى التحلى به لرجل (والخز والحرير) أى لبسه لرجل بلا عذر (حم عن معاوية) باسناد حسن(التيسير بشرح الجامع الصغير، ج۲،ص ۴۷۰،باب المناهى)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر سخت ناپسند تھے

حضرت ابونوفل بن ابی عقرب فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ، هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتَسَامَعُ عِنْدَهُ الشِّعْرُ ؟ قَالَتْ كَانَ أَبْغَضَ الْحَدِيْثِ إِلَيْهِ (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر سنے سنائے جاتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو شعر سب باتوں سے زیادہ ناپسند تھے (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام شعر وشاعری سخت ناپسند تھی۔

پیپ سے پیٹ بھرنا، شعر سے پیٹ بھرنے سے بہتر ہے

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

لَأَنْ يَّمْتَلِءَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّمْتَلِءَ شِعْرًا (بخاری) [2]

ترجمہ: تم میں سے کسی کا پیٹ پِیپ (یعنی پَس) سے بھر جائے، یہ بہتر ہے، اس سے کہ شعر سے بھر جائے (بخاری)

بعض روایات میں پیپ کے ساتھ خون کا بھی ذکر ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٢٥٠٢٠، مؤسسة الرسالة، بيروت.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٦١٥٤، كتاب الادب، باب ما يكره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر، دارطوق النجاة، بيروت.

[3] عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لأن يَّمْتَلِئَ جوف أحدكم قيحا أو دما خير له من أن يمتلء شعرا (سنن الدارمي، رقم الحديث ٢٧٤٧)
قال حسين سليم اسد الداراني: إسناده صحيح (حاشية سنن الدارمي)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَّمْتَلِءَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيْهِ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يَّمْتَلِءَ شِعْرًا (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے، جس کو وہ دیکھ رہا ہو، اس سے بہتر ہے کہ شعر سے پیٹ بھرے (بخاری)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ [2]

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَيْنَا نَحْنُ نَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ إِذْ عَرَضَ شَاعِرٌ يُنْشِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوْا الشَّيْطَانَ أَوْ أَمْسِكُوْا الشَّيْطَانَ لَأَنْ يَّمْتَلِءَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّمْتَلِءَ شِعْرًا (مسلم) [3]

ترجمہ: اس دوران کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرج نامی وادی میں چل رہے تھے، کہ ایک شاعر سامنے آیا، جو شعر پڑھ رہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کو پکڑو، یا شیطان کو روکو، آدمی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے، یہ بہتر ہے اس سے کہ شعر سے پیٹ بھرے (مسلم)

ان احادیث سے عام شعر و شاعری اور بطورِ خاص پیٹ بھرنے یعنی اس میں کثرت سے مشغول ہونے کی شدید بُرائی معلوم ہوئی۔ [4]

---

[1] رقم الحديث ٦١٥٥، كتاب الادب، باب ما يكره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر، دار طوق النجاة، بيروت.

[2] عن سعد، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لأن يمتلء جوف أحدكم قيحا يريه، خير من أن يمتلء شعرا (مسلم، رقم الحديث ٢٢٥٨ "٨")

[3] رقم الحديث ٢٢٥٩ "٩" كتاب الشعر، دار إحياء التراث العربى - بيروت.

[4] فى شرح مسلم قالوا: المراد منه أن يكون الشعر غالبا عليه مستوليا؛ بحيث يشغله عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شعر، شیطان کی جھاڑ پھونک ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء کی کہ:

اَللّٰھُمَّ إِنِّیۡ أَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ، وَھَمۡزِہٖ، وَنَفۡخِہٖ، وَنَفۡثِہٖ قَالَ: ھَمۡزُہٗ: اَلۡمُوۡتَۃُ، وَنَفۡثُہٗ الشِّعۡرُ، وَنَفۡخُہٗ اَلۡکِبۡرُ (سنن ابن ماجہ) [1]

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کے ذریعے سے شیطانِ رجیم سے پناہ چاہتا ہوں، اس کے وسوسہ سے اور اس کی پھونک (یعنی ہوا) سے اور اس کی جھاڑ پھونک سے۔

(پھر) فرمایا کہ شیطان کا وسوسہ جنون ہے اور شیطان کی جھاڑ پھونک، شعر وشاعری ہے اور شیطان کی پھونک (یعنی ہوا) کبر ہے (ابن ماجہ)

اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

شعر وشاعری کو شیطان کی جھاڑ پھونک اس لئے فرمایا گیا کہ عموماً شاعروں پر شیطان اپنی جھاڑ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القرآن أو غيره من العلوم الشرعية، وذكر الله تعالى وهو مذموم من أى شعر كان، وإلا فلا يضره حفظ اليسير من الشعر؛ لأن جوفه ليس ممتلئا شعرا وقيل :هذا الذم مختص بمعين كما يجيء في الفصل الثالث .وقال السيوطي :قيل :خاص بشعر هجي به النبي -صلى الله عليه وسلم -لرواية "شعرا هجيت به ."قلت :الظاهر الإطلاق وهو يدخل فيه دخولا أوليا، ولعل وجه تخصيصه بالذكر تنبيها على أنه أقبح أنواعه أو إشعارا بأن الشعر مذموم؛ لأنه قد يؤدي إلى ذلك، وإلا فلا يحتاج إلى قيد الامتلاء كما لا يخفى على أرباب الإملاء ، فإن هذا الشعر وما يلحق به من هجو مسلم أو افتراء مذموم، سواء امتلأ الجوف أم لا(مرقاة المفاتيح، ج٧ص٣٠١٧، كتاب الآداب،باب البيان والشعر)

[1] رقم الحديث ٨٠٨، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها،باب الاستعاذة فى الصلاة.

[2] عن عبد الله بن مسعود، عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه "كان يتعوذ من الشيطان من همزه، ونفثه، ونفخه "قال" :وهمزه :الموتة، ونفثه :الشعر، ونفخه: الكبرياء "(مسند احمد، رقم الحديث ٣٨٢٨)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد محتمل للتحسين(حاشية مسند احمد)

عن عطاء بن السائب، عن أبي عبد الرحمن، عن عبد الله، عن النبي صلى الله عليه وسلم "أنه كان يتعوذ من الشيطان الرجيم :من همزه ونفثه ونفخه "، قال :همزه: الموتة، ونفثه :السحر، ونفخه :الكبر(مسند ابى يعلىٰ ، رقم الحديث ٥٣٨٠)

قال حسين سليم أسد الداراني: رجاله ثقات(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

پھونک کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے عام طور پر شاعر اپنی شعروشاعری میں شیطانی اثر سے دوچار ہو کر جھوٹ، غلط بیانی، فحش گوئی اور شہوت انگیزی وغیرہ اور اس طرح کے دوسرے مضامین اور موسیقی کو شامل کرتا ہے۔ [1]

شعر، کلام کی طرح اچھا اور برا ہو سکتا ہے

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں شعروشاعری کو اسلام میں پسند نہیں کیا گیا، البتہ اگر کوئی شعر حکمت اور سچ وحق پر مبنی ہو، اور نہ تو اس میں غلط بیانی، جھوٹ، فحش گوئی اور

---

[1] (ونفثه) ، أى :سحره (وهمزه) ، أى :وسوسته، قال الطيبى :النفخ كناية عن الكبر، كان الشيطان ينفخ فيه بالوسوسة فيعظمه فى عينه ويحقر الناس عنده، والنفث عبارة عن الشعر؛ لأنه ينفثه الإنسان من فيه كالرقية اهـ، وقيل " :من نفخه "، أى :تكبره يعنى :مما يأمر الناس به من التكبر، "ونفثه "مما يأمر الناس بإنشاء الشعر المذموم مما فيه هجر مسلم أو كفر أو فسق، " وهمزه "، أى :من جعله أحدا مجنونا بنخسه وغمزه، (رواه أبو داود) : وقال ابن حجر :ورواه أحمد، وقال ميرك :وابن حبان فى صحيحه، والحاكم فى مستدركه (وابن ماجه إلا أنه) ، أى :ابن ماجه لم يذكر :(والحمد لله كثيرا) : ولا يضر؛ لأنه زيادة ثقة لا تعارض المزيد عليه فتقبل (وذكر فى آخره " :من الشيطان الرجيم) : وهى زيادة يعمل بها كذلك بأن يجمع بين الروايات بلحوق الزيادات أو باعتبار التارات، (وقال عمر) : قال ميرك :صوابه عمرو بالواو (نفخه) : بالرفع على الإعراب وبالجر على الحكايات (الكبر،ونفثه الشعر) ، أى :المذموم لخبر أبى داود :إن من الشعر حكمة، أى :مواعظ وأمثالا، وفى البخارى :إن من الشعر حكمة، أى :قولا صادقا مطابقا للحق، وروى البخارى فى الأدب، أنه عليه السلام استنشد من الشريدى شعر أمية بن أبى الصلت، فأنشده مائة قافية وردوا بهذا على من كره الشعر مطلقا، واحتجاجه بقول ابن مسعود :الشعر مزامير الشيطان، والخبر :إن إبليس لما هبط إلى الأرض قال :رب اجعل لى قرآنا، قال :قرآنك الشعر، مردود بأن الحديث ضعيف، وبفرض صحته محمول على الإفراط فيه، كذا ذكره ابن حجر، والأظهر أنه على تقدير صحته تحمل اللام على العهد وهو الشعر المذموم، أو على الجنس، ويستثنى منه المحمود جمعا بين الوارد والمورود والله أعلم(مرقاة المفاتيح، ج٢، ص ٦٧٩،كتاب الصلاة، باب ما يقرأ بعد التكبير)

قوله " :من نفخه "بدل اشتمال من الشيطان. ص -قال :نفثه :الشعر، ونفخه :الكبر، وهمزه : الموتة ش -أى نفث الشيطان الشعر،إنما سمى النفث شعرا لأنه كالشىء ينفثه الإنسان من فيه كالرقية، قيل :إن كان هذا التفسير من متن الحديث فلا معدل عنه، وإن من قول بعض الرواة فلعله يراد منه السحر، فإنه أشبه "شهد له التنزيل قال الله تعالى (ومن شر النفاثات فى العقد)(شرح ابو داؤد للعينى، ج٣، ص ٣٧٢،كتاب الصلاة، باب :ما يستفتح به الصلاة من الدعاء)

آلاتِ موسیقی وغیرہ جیسی چیزیں شامل ہوں، اور نہ بے جا تکلف وتصنع سے کام لیا جائے، اور نہ ہی اس میں غیر معمولی مشغولی اختیار کی جائے، تو اس حد تک شعر کی اجازت ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشِّعْرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ (سنن الدارقطنی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر کا تذکرہ کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعر ایک کلام ہے، جو اچھا ہو تو اچھا ہے، اور برا ہو تو برا ہے (دارقطنی)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشِّعْرُ بِمَنْزِلَةِ الْكَلَامِ حَسَنُهٗ كَحَسَنِ الْكَلَامِ وَقَبِيْحُهٗ كَقَبِيْحِ الْكَلَامِ (سنن الدارقطنی) [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۳۰۶، كتاب الوكالة، باب خبر الواحد يوجب العمل، مؤسسة الرسالة، بيروت، مسند ابی یعلیٰ رقم الحديث ۴۷۶۰، سنن البيهقی رقم الحديث ۲۱۶۴۳، الكامل لابنِ عدی ج۴ص۲۷۸.

قال البيهقی: وصله جماعة والصحيح عنه عن النبی -صلى الله عليه وسلم- مرسل (حواله بالا)

وقال الهيثمی: رواه أبو يعلى وفيه عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان وثقه دحيم وجماعة وضعفه ابن معين وغيره، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ج۸ص۱۲۲، باب الشعر فی الكلام، مكتبة القدسی، قاهرة)

وقال الالبانی: قلت: إذا لم يكن له علة غير ابن ثوبان هذا فهو حسن الإسناد (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۴۴۶)

وقال حسين سليم اسد الدارانی: اسناده حسن (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

[2] رقم الحديث ۴۳۰۸، كتاب الوكالة، باب خبر الواحد يوجب العمل، مؤسسة الرسالة، بيروت، الأدب المفرد للبخاری، رقم الحديث ۸۹۵، المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ۱۴۸۸، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث ۷۶۹۶.

قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الاوسط وقال لا يروى عن النبی صلى الله عليه وسلم الا بهذا الاسناد واسناده حسن (مجمع الزوائد ج۸ص۱۲۲، باب الشعر فی الكلام، مكتبة القدسی، قاهرة)

وقال الالبانی: له شواهد يصل بها إلى رتبة الحسن منها عن عائشة (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۴۴۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعر کلام کے درجے میں ہے، جو اچھا ہو تو اچھے کلام کی طرح ہے، اور برا ہو تو برے کلام کی طرح ہے (دارقطنی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ:

إِنَّ الشِّعْرَ كَلَامٌ وَإِنَّ مِنَ الْكَلَامِ حَقًّا وَّبَاطِلًا (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: شعر ایک کلام ہوتا ہے، اور کلام حق بھی ہوتا ہے، اور باطل بھی ہوتا ہے (عبد الرزاق)

مطلب یہ ہے کہ شعر کا مضمون کلام ہونے کی حیثیت سے اچھا بھی ہوسکتا ہے، اور برا بھی اور حق و سچ بھی ہوسکتا ہے اور باطل اور جھوٹ بھی۔

جو مضمون اور مفہوم بغیر نظم کے نثر کے انداز میں شرعی اصولوں کے خلاف ہو، اس کو نظم کے انداز میں ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔

بعض شعر حکمت پر مبنی اور سچے ہوتے ہیں

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض شعر حکمت پر مبنی ہوتے ہیں (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض شعر حکمت کے مضامین پر مشتمل ہوتے ہیں۔

بعض احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے شعر کی مثال بھی بیان فرمائی ہے۔

---

[1] رقم الحديث ١٩٧٤٠، كتاب الجامع للإمام معمر بن راشد الأزدي رواية الإمام عبد الرزاق الصنعاني، باب الغناء والدف.

[2] رقم الحديث ٦١٤٥، كتاب الادب، باب ما يجوز من الشعر والرجز والحداء وما يكره منه، دار طوق النجاة، بيروت.

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ (بخاری) [1]

ترجمہ: سب سے زیادہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا ہے، لبید کا یہ کلمہ ہے کہ:

خبردار اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل ہے (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید پر مشتمل شعر کو سچا قرار دیا، اگرچہ اس کے اچھے ہونے کی تحسین نہیں فرمائی، جس سے معلوم ہوا کہ جس شعر میں کفریہ اور فسقیہ بات، جھوٹ اور فحش گوئی اور موسیقی وغیرہ شامل نہ ہو، اور وہ سچائی اور صداقت اور توحید ورسالت اور شریعت کے اصولوں پر مبنی ہو، وہ جائز ہے۔

بعض اشعار زبانی جہاد کا درجہ رکھتے ہیں

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ:

أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، حِيْنَ أَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي الشِّعْرِ مَا أَنْزَلَ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدْ أَنْزَلَ فِي الشِّعْرِ مَا قَدْ عَلِمْتَ، وَكَيْفَ تَرٰى فِيْهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهِ وَلِسَانِهِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٥٧٨٥) [2]

ترجمہ: جب اللہ نے شعر وشاعری کے متعلق اپنا حکم نازل کیا (کہ اللہ نے نبی کو

---

[1] رقم الحديث ٦١٤٧، كتاب الادب، باب ما يجوز من الشعر والرجز والحداء وما يكره منه، دار طوق النجاة، بيروت.

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الشيخين، وسماع عبد الرحمن بن عبد الله بن كعب من جده كعب بن مالک، مختلف فيه، والصحيح سماعه منه (حاشية مسند احمد)

شعر کی تعلیم نہیں دی، اور یہ نبی کی شان نہیں) تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اللہ نے اشعار کے متعلق وہ باتیں نازل فرمادی ہیں جو آپ کو معلوم ہیں، اب شعر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان اپنی تلوار اور زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَنْزَلَ فِي الشِّعْرِ مَا أَنْزَلَ، فَقَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهِ وَلِسَانِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَكَأَنَّ مَا تَرْمُونَهُمْ بِهِ نَضْحَ النَّبْلِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۷۱۷۴) [1]

ترجمہ: جب اللہ نے شعروشاعری کے متعلق (قرآن میں) حکم نازل کیا، تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اللہ عزوجل نے اشعار کے متعلق وہ باتیں نازل فرمادی ہیں، جو کہ نازل فرمائی ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اور اپنی زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے، تم جو اشعار مشرکین کے متعلق کہتے ہو، ایسا لگتا ہے کہ تم ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر رہے ہو (مسند احمد)

مشرکین، نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام اور مسلمانوں کے متعلق طرح طرح کی باتیں اور اعتراضات کیا کرتے تھے، بعض صحابۂ کرام ان باتوں کا جواب اشعار کے ذریعہ سے دیتے تھے، جن سے مشرکین اور ان کے اعتراض کا پردہ چاک ہوتا تھا، اس کو تیروں کی بوچھاڑ بتلایا

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

گیا، جس سے معلوم ہوا کہ اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا اشعار میں معقول جواب دینا جائز بلکہ جہاد کا حصہ ہے۔ [1]

حضرت حسان بن ثابت کا نبی کے دفاع میں اشعار پڑھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اُهْجُوْا قُرَيْشًا، فَإِنَّهُ أَشَدُّ عَلَيْهَا مِنْ رَشْقٍ بِالنَّبْلِ فَأَرْسَلَ إِلَى ابْنِ رَوَاحَةَ فَقَالَ: اُهْجُهُمْ فَهَجَاهُمْ فَلَمْ يُرْضِ، فَأَرْسَلَ إِلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلٰى حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، قَالَ حَسَّانُ: قَدْ آنَ لَكُمْ أَنْ تُرْسِلُوْا إِلٰى هٰذَا الْأَسَدِ الضَّارِبِ بِذَنَبِهِ ، ثُمَّ أَدْلَعَ لِسَانَهُ فَجَعَلَ يُحَرِّكُهُ، فَقَالَ: وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَفْرِيَنَّهُمْ بِلِسَانِىْ فَرْىَ الْأَدِيْمِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَعْجَلْ، فَإِنَّ أَبَا

---

[1] (أنه قال) أى :كعب (للنبى صلى الله عليه وسلم :إن الله تعالى قد أنزل فى الشعر) أى :فى حقه (ما أنزل) أى :من الذم فكأنه لما سمع قوله تعالى (والشعراء يتبعهم الغاوون) أنكر على نفسه الشعر .(فقال النبى صلى الله عليه وسلم :إن المؤمن يجاهد بسيفه ولسانه، والذى نفسى بيده لكأنما ترمونهم) : اللام زائدة لتأكيد القسم، والتقدير والذى نفسى بيده إنما ترمونهم (به) أى: بالشعر أو باللسان (نضح النبل) : بالنصب أى :نضحا مثل نضح النبل.

وقال الطيبى أى :كنضح النبل؛ لأن أصل كأن زيدا الأسد إن زيدا كالأسد، فقدم حرف التشبيه اهتماما به ويدل عليه ما فى الفصل من قوله :والفصل بينه وبين الأصل أنك هاهنا بان كلامك على التشبيه من أول الأمر، وثم بعد مضى صدره على الإثبات .وقال القاضى :نضح النبل رميه مستعار من نضح الماء ، والمعنى أن هجاء هم يؤثر فيهم تأثير النبل، وقام قيام الرمى فى النكاية بهم .

وقال الطيبى :خلاصة جوابه -صلى الله عليه وسلم -أنه ليس فيه ذم الشعر على الإطلاق، فإن ذلك فى شأن الهائمين فى أودية الضلال، وأما المؤمن فهو خارج من ذلك الحكم؛ لأنه إحدى عدتيه فى ذب الكفار من اللسان والسنان، بل هو أعدى وأبلى، كما قال صلى الله عليه وسلم ": فإنه أشد عليهم من رشق النبل "وإليه ينظر قول الشاعر :جراحات السنان لها التئام ولا يلتام ما جرح اللسان(مرقاة المفاتيح، ج۷ص۳۰۱۷، ۳۰۱۸، كتاب الآداب، باب البيان والشعر)

بَكْرٍ أَعْلَمُ قُرَيْشٍ بِأَنْسَابِهَا، وَإِنَّ لِيْ فِيهِمْ نَسَبًا، حَتّٰى يُلَخِّصَ لَكَ نَسَبِيْ فَأَتَاهُ حَسَّانُ، ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ لَخَّصَ لِيْ نَسَبَكَ، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ لِحَسَّانَ: إِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ، مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، وَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى قَالَ حَسَّانُ:

(البحر الوافر)

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ … وَعِنْدَ اللّٰهِ فِيْ ذَاكَ الْجَزَاءُ

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا حَنِيْفًا … رَسُوْلَ اللّٰهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ

فَإِنَّ أَبِيْ وَوَالِدَهُ وَعِرْضِيْ … لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

ثَكِلْتُ بُنَيَّتِيْ إِنْ لَمْ تَرَوْهَا … تُثِيْرُ النَّقْعَ مِنْ كَنَفَيْ كَدَاءُ

يُبَارِيْنَ الْأَعِنَّةَ مُصْعِدَاتٍ … عَلٰى أَكْتَافِهَا الْأَسَلُ الظِّمَاءُ

تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ … تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

فَإِنْ أَعْرَضْتُمُوْ عَنَّا اعْتَمَرْنَا … وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الْغِطَاءُ

وَإِلَّا فَاصْبِرُوْا لِضِرَابِ يَوْمٍ … يُعِزُّ اللّٰهُ فِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

وَقَالَ اللّٰهُ: قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْدًا … يَقُوْلُ الْحَقَّ لَيْسَ بِهٖ خَفَاءُ

وَقَالَ اللّٰهُ: قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا … هُمُ الْأَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَاءُ

لَنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِنْ مَعَدٍّ … سِبَابٌ أَوْ قِتَالٌ أَوْ هِجَاءُ

فَمَنْ يَّهْجُوْ رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْكُمْ … وَيَمْدَحُهُ وَيَنْصُرُهُ سَوَاءُ

وَجِبْرِيْلٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْنَا … وَرُوْحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ

(صحیح مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (شعر کے ذریعہ سے) قریش کی ہجو (یعنی مذمت) کرو، کیونکہ یہ تیروں کی بوچھاڑ سے بھی زیادہ ان پر بھاری ہوتی ہے (اس غرض کے لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ رواحہ کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا کہ ان کی ہجو (یعنی مذمت) کرو، تو انہوں نے ہجو بیان کی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش نہ ہوئے، پھر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا، پھر حسان بن ثابت کو بلوایا، جب حسان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، تو انہوں نے عرض کیا کہ (اے اللہ کے رسول!) اب وہ وقت آ گیا ہے کہ اس دم ہلاتے ہوئے شیر کی (یعنی میری) طرف پیغام بھیجو پھر اپنی زبان کو نکالا اور اسے حرکت دینا شروع کر دیا اور عرض کیا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں ان (مشرکین) کو اپنی زبان سے چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا، جس طرح چمڑے کو چیر دیا جاتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ قریش کے شجر ہائے نسب کو خوب جانتے ہیں اور میں چونکہ قریش کا ہم نسب ہوں اس لئے جب تک حضرت ابوبکر میرا نسب قریش کے نسب سے ممیّز نہ کر دیں (کہ جس لڑی تک میں ان کے ساتھ شریک ہوں، کس لڑی میں ان سے الگ ہوں) تم (قریش کی ھجو و مذمت میں) جلد بازی نہ کرنا، پس حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پھر واپس گئے تو عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول بلاشبہ انہوں نے مجھے آپ کا نسب واضح کر دیا ہے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے، میں آپ کو اس سے

[1] رقم الحديث ٢٤٩٠ ”١٥٧“ كتاب الفضائل، باب فضائل حسان بن ثابت رضى الله عنه.

ایسے نکال لوں گا، جیسے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے (یعنی میں مشرکین اورقریش کی ہجواور مذمت اس انداز میں بیان کروں گا کہ آپ کا جونسب قریش سے متعلق ہے، اس پر قدغن نہیں آئے گی) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ جب تک آپ اللہ اوراس کے رسول کی طرف سے مدافعت کرتے رہیں گے، روح القدس (یعنی حضرت جبریل) برابر تمہاری نصرت و مدد کرتا رہے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ حسان نے کفار کی ہجو بیان کر کے مسلمانوں کو شفاء یعنی خوشی دی اوران کے دل کو ٹھنڈا کر دیا ہے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ذیل کے اشعار کہے:

تو نے محمد کی ہجو کی ہے ان کی طرف سے میں جواب دیتا ہوں۔

اوراس میں اللہ ہی کے پاس سے جزا اور بدلہ ہے۔

تو نے محمد کی ہجو کی جو پاکباز اور مؤحد ہیں۔

اللہ کے رسول ہیں، ایفائے عہد ان کی خاص صفت ہے۔

بے شک میرے والد اوراس کا باپ (یعنی میرا دادا) اور میری عزت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت، کو تم سے بچانے کے لئے آڑ اور ڈھال ہے۔

میں اپنی بیٹیوں کا ماتم کروں اگر تم یہ (خونی منظر) نہ دیکھو۔

کہ (فاتح لشکر کے) گھوڑے کداء (مکہ کے داخلی راستے) کے دونوں کناروں سے دھول اڑاتے آرہے ہیں۔

اس حال میں کہ وہ باگ چھڑانے کے لئے زور کریں۔

وہ گھوڑے جو باگوں پر زور کریں اپنی قوت و طاقت سے اوپر چڑھتے ہوئے ان کے کندھوں پر خون کے پیاسے نیزے ہیں اور دشمن کے علاقے کو پائمال کر کے،

فتح وسر بلندی پائیں۔

جبکہ خون آشام نیزے (اور تیر وتلوار) ان کے کاندھوں کو بوجھل کر رہے ہوں۔

(فاتح لشکر کے) اصیل گھوڑے (فتحیاب ہوکر) طمطراق سے آئیں گے اور ان کے نتھنے۔

(مفتوحین) کی عورتیں اپنے دوپٹوں سے صاف کریں گی۔

اگر تم ہم سے کھسیانے ہوکر اعراض کرو تو ہم عمرہ کریں گے اور فتح ہو جانے سے پردہ اٹھ جائے گا، ورنہ انتظار کی گھڑیاں گنو۔

اس دن کی مار و پھٹکار پانے کی جس دن اللہ جسے چاہے گا، عزت عطا کرے گا۔

اور اللہ نے فرمایا ہے بلاشبہ میں نے اپنا بندہ بھیجا ہے جو حق بات کہتا ہے جس میں کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے۔

اور اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک لشکر تیار کر دیا ہے اور انصار ومددگار ہیں کہ دشمن سے بھڑنا۔

ہم (دونوں فریق) ہر دن کسی نہ کسی مہم میں مشغول ہیں، کبھی باہمی سب وشتم، کبھی جنگ وقتال، کبھی ہجوگوئی ہے۔

پس تم میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرے، سب برابر ہے (یعنی تمہارا ان میں سے کوئی کام کرنا ہمیں فائدہ یا نقصان نہیں پہنچاتا)

ہم میں اللہ کا پیغام لانے والے جبرئیل وروح القدس موجود ہیں۔

جن کا کوئی ہمسر اور برابری کرنے والا نہیں ہے (مسلم)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مشرکین کی طرف سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم پر ہونے والے اعتراضات اور زبان درازیوں کا اشعار کے انداز میں بہتر طریقہ پر دفاع کیا، کیونکہ عرب شعر وشاعری سے بڑے متاثر ہوتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بوقتِ ضرورت اشعار میں اسلام کی حقانیت کا اظہار اور اعتراضات کا جواب دینا جائز اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ۱؎

۱؎ وقوله " :لأسلنك منهم كما تسل الشعرة من الخمير :"يريد :العجين المخمر، وقد قال فى رواية أخرى " :العجين "يريد :لاتلطفن فى تخليص نسبك منهم حتى لا يغمك هجوى لهم، ولا يلحق (بك سبى) إياهم، كما يتلطف فى إخراج الشعرة من العجين؛ لئلا ينقطع فيبقى فيه. وخص الخمير لأنه ألين وأهيأ لإخراج الشعرة منه من الفطير لقرحته وشدة عجينه.

وقوله " :اهجهم، فهى أشد عليهم من رشق النبل "بفتح الراء ، هو رميها، والاسم من ذلك بكسر الراء ، وهو رمى السهام على يد واحدة، لا يتقدم منها شىء على الآخر.

وفيه جواز هجو المشركين وأذاهم بكل ما يقدر عليه، وجواز سبهم وشتمهم فى وجوههم وظهورهم .وأنه لا غيبة فى كافر، ولا فاسق معلن بفسقه.

وأمر النبى -عليه الصلاة والسلام -بذلك وتوجيهه فيهم وأنه لم يرضه قول بعضهم حتى وجه لحسان فكلمه فى طلب النكاية فيهم، وكف أذاهم بهجوهم المسلمين إذا علموا أنهم يجازون على قولهم، ويجابون عن أشعارهم، وإلا فلم يكن -عليه الصلاة والسلام -فحاشا، ولا يأمر بالفحش، لكن لما ذكرناه من كف أذاهم ونكايتهم بذلك، وقد قال تعالى :(ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم) ولذلك يجب ألا يبتدأ المشركين بالسب والهجاء مخافة هذا، وتنزيها لألسنة المسلمين عن الفحش، إلا أن يدعوا إلى ذلك ضرورة لابتدائهم به لكف أذاهم ومجازاتهم.

وقوله " :قد آن لكم :"أى حان لكم "أن ترسلوا إلى هذا الأسد الضارب بذنبه يريد :لسانه. وشبهه بانتقامه وبطشه بالأسد إذا ضرب واغتاظ، وحينئذ يضرب بذنبه جنبيه كما مثل حسان ذلك بلسانه بقوله " :ثم أدلع لسانه فجعل يحركه "، وهذا يدل أن مراده بالأسد اللسان، وقد يحتمل أنه أراد بالأسد نفسه، وبذنبه لسانه .ومعنى "أدلع لسانه :"أخرجه، يقال :أدلع لسانه ودلعه، ودلع اللسان نفسه إذا أخرجه عن الشفتين.

وقوله " :لأفرينهم بلسانى فرى الأديم :"أى لأمزقن أعراضهم تمزيقا وتقطيعا كقطع الجلد.

قال الإمام :أى لأقطعنهم قطع الجلد .قال صاحب الأفعال :فريت الأديم :قطعته على جهة الإصلاح، والتقدير :فأفريت الشىء ، قطعته على جهة الإفساد .وأفريت أيضا :شققته.

قال القاضى :وقوله -عليه السلام " :-هجاهم حسان، فشفى (واشتفى) :" أى شفى المؤمنين من الغم والهم بهجوهم لهم وكف أذاهم، وشفى هو أيضا نفسه من ذلك .وأصله فى المرض، ويستعمل فى غيره، ورواه أبو عبيد الهروى " :وأشفى "، أى جعل هجوه شفاء للمؤمنين، يقال :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اچھے اشعار پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی جانب چلے، اس دوران کہ ہم رات میں جا رہے تھے کہ ایک شخص نے حضرت عامر سے کہا کہ اے عامر تم ہمیں اپنے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أشفيت المريض :إذا جعلت له دواء يشفيه وطلبته له .وقوله فى شعرة المهموز الذى ذكره مسلم:
هجوت محمدا برا تقيا،ويروى: هجوت مباركا برا حنيفا
والبر :الواسع الخير والنفع، وهو من البر بالكسر، وهو الاتساع فى الإحسان، وهو اسم جامع للخير كله، ويكون البر هنا أيضا بمعنى التقى المنزه عن المأثم، ومنه بيع مبرور :إذا لم يخالطه كذب ولا غش، وحج مبرور :إذا لم يخالطه مأثم .ومعنى "حنيفا "فى الرواية الأخرى :أى مستقيما، والحنف :الاستقامة، وسمى المائل الرجل أحنف، على طريق التفاؤل، وقيل :بل أصل الحنف :الميل، والحنيف :المائل إلى الشىء ، والمسلم حنف وملة إبراهيم الحنيفية، لميلها إلى الرشد والخير، والحنيف أيضا :الذى على دين إبراهيم وملته .وقوله: شيمته الوفاء أى خلقه، والشيمة :الخلق.
وقوله: فإن أبى ووالده وعرضى ...لعرض محمد منكم وفاء
مما احتج به ابن قتيبة على أن عرض الرجل نفسه لا أسلافه لأنه قد ذكر أسلافه مع عرضه وغيره يأبى ذلك، ويذهب إلى أن عرض الرجل أموره كلها التى يحمد بها ويذم من نفسه وأسلافه وكل ما لحقه نقص يعيبه، وحجتهم :قول مسكين الدارمى: رب مهزول سمين عرضه ...وسمين الجسم مهزول الحسب فقد أراد هنا بالعرض الحسب، ومنه قول النبى -عليه الصلاة والسلام " :-كل المسلم على المسلم حرام، دمه وعرضه)، فالدم كناية عن النفس، والعرض كناية عن أذاه بالقول .
ومعنى "وقاء :"الوقاء ممدود، والوقاية ما وقيت به الشىء وسترته مما يصيبه.
وقوله " :ثكلت وفقدت نفسى :"أى عدمت وفقدت .و "تثير النقع :"أى يقيم الغبار ويهيجه.
وقوله " :موعدها كداء "كذا رواه العذرى ولغيره " :من كنفى كداء "، أى من جانبيها .ورواه بعضهم " :غايتها كداء ."وكداء موضع ذكرناه فى الحج.
وقوله " :ينازعن الأعنة "، ويروى " :يبارين "، وهو الذى عند أكثر شيوخنا، والمراد (أنها) لصرامتها وقوة نفوسها تضاهى أعنتها بقوة جبذها لها .وهى منازعتها لها أيضا، كما قال الآخر:
وعض على بلس اللجام وعزنى ...على أمره اذود أهل الحقائق.
وقد يكون ذلك فى معنى علكها لها ومضغها إياها، وحمل قوتها لقوة الحديد، ومباراة صلابة أضراسها وقوة رؤوسها لصلابته، كما قال :وخيل تهلك اللجماء .وقد تكون مباراتها لها فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اشعار کیوں نہیں سناتے،اور حضرت عامر اشعار کہہ لیا کرتے تھے،یہ سن کر وہ نیچے اترے اور اس طرح شعر پڑھنے لگے کہ:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ۔۔۔ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ مَا أَبْقَيْنَا ۔۔۔ وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

وَأَلْقِيَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا ۔۔۔ إِنَّا إِذَا صِيحَ بِنَا أَبَيْنَا

وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوْا عَلَيْنَا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

انعطافها لينها وصبورها .ووقع في رواية ابن الحذاء " :مبارين الأسنة "وهي الرماح .فإن صحت هذه الرواية بمعناها أنهن يضاهين قوامها واعتدالها وعلو هوادجها.

وقوله " :مصعدات :"أي مقبلات إليكم متوجهات، يقال :يصعد في الأرض :إذا ذهب مبتديا للذهاب، ولا يقال ذلك في الرجوع .ومنه :(إذ تصعدون ولا تلوون على أحد)أما في صعود الجبل فيقال :صعد وأصعد، ووقع في بعض الروايات " :مصغيات "، وله وجه من الإصغاء والاستماع، أي إنها لحدة نفوسها مستمعة، والخيل توصف بذلك، وفي المثل :أسمع من فرس .وقد جاء بهذا اللفظ في شعر كعب بن مالك: ينازعن الأعنة مصغيات ...إذانادى إلى الفزع المنادى وقوله: على أكتافها الأسل الظماء الأسل :الرماح، ومعنى الظماء هنا :الرقاق .واللدنة .(كما سموها ذو إبل، يقال :عير ظمي، أي رقيقة الخفر، ووجه ظمآن :قليل اللحم والماء ، وأصله من الظماء ، وهو العطش، فكانت هذه لقلة مائها عاطشة.

وقد يكون مراده بالأسل الظماء هاهنا :العاطشة بدماء الأعادي، وهذا مما استعمله العرب في الرماح والسيوف، كما قال: وقد نهلت منا المنفقة بالشمر)

ووقع في بعض الروايات :الأسد الظما :(أي الرجال المشبهون بالأسد الظما) إلى دمائكم.

وقوله " :متمطرات :"أي سراع يسابق بعضها بعض.

وقوله: تلطمهن بالخمر النساء أي :تضربنها بخمرهن ليذهبن الغبار عنها، ويمسحنها بذلك لعزتها والخمر :جمع خمار، كذا رويناه .وذكره الخليل " :تطلمهن "بتقديم الطاء ، بمعنى ما تقدم من نفض الغبار عنها (قال ابن دريد :الطلم :ضم الخبزة بيدك لتنفض ما عليها من غبار) .

قال لي شيخي أبو الحسين :ويروى " :بالخمر "بفتح الميم جمع خمرة، وهي شبه حصير صغير تخمر وجه المصلي إذا سجد عليها.

وقوله " :عرضتها اللقاء "بضم العين :أي قصدها ومذهبها، يقال :اعترضت عرضه، أي قصدت قصده ونحوت نحوه .وقد يكون "عرضها "(بمعنى)) صولتها وقوتها في اللقاء ، يقال :فلان عرضه لكذا، أي قوي عليه (اكمال المعلم للقاضي عياض، ج۷ص۵۲۸ الیٰ ۵۳۲، كتاب الفضائل، باب فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه)

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ھٰذَا السَّائِقُ قَالُوْا عَامِرُ بْنُ الْأَکْوَعِ قَالَ یَرْحَمُہُ اللّٰہُ (بخاری) [1]

ترجمہ: اے اللہ! اگر آپ نہ ہوتے، تو ہم ہدایت نہ پاتے۔

اور نہ صدقہ دینے کی توفیق ہوتی اور نہ نماز پڑھنے کی۔

ہماری تاحیات مغفرت فرما، ہم آپ پر قربان۔

اور ہمیں دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھ اگر ہماری مڈبھیڑ ہو۔

اور ہمارے اوپر سکینہ نازل فرما۔

جب ہم پر وہ چنگھاڑے (ہمیں دبانے کے لئے سب کو پکار کر جمع کیا) تو ہم نے انکار کیا (ان کے ساتھ کفر میں ہمنوا ہونے یا ان کی ماتحتی قبول کرنے سے)

اور وہ شور وغوغا بلند کرتے (پروپیگنڈہ مہم چلا کر) ہمارے اوپر پلٹے (جھپٹے)

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کہ یہ شعر پڑھنے والا کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ عامر بن اکوع، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ان پر رحم کرے (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعاء دینا اس وجہ سے تھا کہ یہ اشعار علم وحکمت پر مبنی تھے، اور ان میں جہاد کا شوق دلانا پایا جاتا تھا، جس کے لئے یہ سفر ہو رہا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ علم وحکمت پر مبنی شعر پڑھنا، خاص طور پر جبکہ جہاد وغیرہ کا شوق دلانا مقصود ہو، تو جائز ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر میں اشعار سننا

حضرت شرید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کُنْتُ رِدْفًا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِیْ: أَمَعَکَ مِنْ

---

[1] رقم الحديث ۴۱۹۶، كتاب المغازى، باب غزوة خيبر، دارطوق النجاة، بيروت.

شِعْرِ أُمَيَّةَ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ شَيْءٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: أَنْشِدْنِي فَأَنْشَدْتُهُ بَيْتًا، فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ لِي كُلَّمَا أَنْشَدْتُهُ: إِيهِ حَتّٰى أَنْشَدْتُهُ مِائَةَ بَيْتٍ قَالَ: ثُمَّ سَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَكَتُّ (مسند الإمام أحمد رقم الحديث ١٩٤٦٧) [1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا، تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کو امیہ بن ابی صلت کا کوئی شعر یاد ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! یاد ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ شعر مجھے سنایئے، میں نے ایک شعر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا، تو جب بھی میں شعر سناتا، تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اور سناؤ، یہاں تک کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سو اشعار سنا دیئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، اور میں بھی خاموش ہو گیا (مسند احمد)

امیہ بن ابی صلت کے اکثر اشعار توحید پر مشتمل تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شرید رضی اللہ عنہ سے سفر میں متعدد اشعار سنے، جس سے معلوم ہوا کہ علم وحکمت پر مبنی اشعار کا سننا جائز ہے، لیکن چونکہ ایسا عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول نہیں تھا، اس لئے اس میں زیادہ انہماک واشتغال مناسب نہیں۔ [2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خبر کے انتظار میں ابنِ رواحہ کا ایک مصرعہ پڑھنا

حضرت شریح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

[2] وكان أمية يتعبد فى الجاهلية ويؤمن بالبعث، وأدرك الإسلام ولم يسلم .وقيل إنه داخل فى النصرانية وأكثر فى شعره من ذكر التوحيد(ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج٦ص١٧٨، كتاب مناقب الانصار، باب ايام الجاهلية)

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ: قِيلَ لَهَا: هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِّنَ الشِّعْرِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَيَقُولُ: (البحر الطويل) وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شعر بھی پڑھا کرتے تھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کبھی کبھی ابنِ رواحہ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ:

اور تمہارے پاس وہ لوگ خبریں لائیں گے جن کو تم نے زادِ راہ فراہم نہیں کیا (یعنی جو تمہارے بھیجے ہوئے کا حصہ نہیں) (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَرَاثَ الْخَبَرَ، تَمَثَّلَ فِيهِ بِبَيْتِ طَرَفَةَ (البحر الطويل) وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۰۲۳) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی خبر کا انتظار ہوتا تھا، تو اس موقع پر طرفہ (شاعر) کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ ''تیرے پاس وہ شخص خبریں لے کر آئے گا، جسے تو نے زادِ راہ نہ دیا ہوگا'' (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات حکمت پر مبنی اور موقع کی مناسبت سے شعر کا کوئی قطعہ وحصہ پڑھنا ثابت ہے۔

---

[1] رقم الحديث ۲۸۴۸، ابواب الادب، باب ما جاء فی إنشاد الشعر.
قال الترمذی:
وفی الباب عن ابن عباس :هذا حديث حسن صحيح.

[2] قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

حضرت ابوبکر وغیرہ کا چند اشعار پڑھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ، وُعِكَ أَبُوْ بَكْرٍ، وَبِلَالٌ، فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُوْلُ:

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِيْ أَهْلِهٖ وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أُقْلِعَ عَنْهُ الْحُمٰى يَرْفَعُ عَقِيْرَتَهٗ يَقُوْلُ:

أَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ أَبِيْتَنَّ لَيْلَةً بِوَادٍ وَحَوْلِيْ إِذْخِرٌ وَجَلِيْلُ،

وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ وَطَفِيْلُ (صحيح البخاری) [1]

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ کو بخار آ گیا اور حضرت ابوبکر کو جب بخار آ تا تو یہ شعر پڑھتے کہ:

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِيْ أَهْلِهٖ ...وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

''ہر شخص اپنے گھر میں صبح کرتا ہے، حالانکہ موت اس کے جوتوں کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے''

اور حضرت بلال کا جب بخار اترتا تو بلند آواز سے یہ شعر پڑھتے کہ:

أَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ أَبِيْتَنَّ لَيْلَةً ...بِوَادٍ وَحَوْلِيْ إِذْخِرٌ وَجَلِيْلُ،

وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ ...وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ وَطَفِيْلُ

''کاش میں جان سکتا کہ آیا مکہ کی وادی میں پھر کوئی شب بسر کر سکوں گا اس حال میں کہ سبزہ زار میں اذخر و جلیل کی گھاس میرے ارد گرد اُگی ہوئی اور آیا مجنہ کے

---

[1] رقم الحديث ١٨٨٩، كتاب فضائل المدينة، باب كراهية النبى صلى الله عليه وسلم أن تعرى المدينة.

پنگھٹ پر وارد ہونا نصیب ہوگا اور آیا شامہ وطفیل کے جلوے پھر نظر نواز ہوں گے“

(بخاری)

یہ اشعار بھی عبرت آمیز اور مفید مضمون پر مشتمل تھے، جن میں مکہ مکرمہ سے محبت وعقیدت کا اظہار پایا جاتا تھا، جس سے مفید مضمون پر مشتمل چند اشعار پڑھنے کا جواز معلوم ہوا۔

مسجد میں شعر پڑھنے کا حکم

مسجد میں شعر پڑھنے کی بعض احادیث سے ممانعت اور بعض احادیث سے اجازت ملتی ہے، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَنْ تُنشَدَ فِيهِ ضَالَّةٌ، وَأَنْ يُنشَدَ فِيهِ شِعْرٌ (سنن أبي داود) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں خرید وفروخت کرنے سے اور اس میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنے سے اور اس میں شعر پڑھنے سے منع فرمایا ہے

(ابوداؤد)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّسْتَقَادَ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَنْ تُنْشَدَ فِيهِ الْأَشْعَارُ، وَأَنْ تُقَامَ فِيهِ الْحُدُوْدُ (سنن أبي داود) [2]

---

[1] رقم الحديث ١٠٧٩، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب التحلق يوم الجمعة قبل الصلاة.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشية سنن ابي داود)

[2] رقم الحديث ٤٤٩٠، كتاب الحدود، باب في إقامة الحد في المسجد.
قال شعيب الارنؤوط:
حسن لغيره (حاشية سنن ابي داود)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قصاص لینے سے اور مسجد میں اشعار پڑھنے سے اور مسجد میں حدود قائم کرنے (یعنی شرعی سزائیں مثلاً چور کے ہاتھ کاٹنے) سے منع فرمایا(ابوداؤد)

حضرت نافع بن جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ:

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُنْشَدَ الْأَشْعَارَ، وَأَنْ يُتَنَاسَ الْجِرَاحَاتُ، وَأَنْ تُقَامَ الْحُدُوْدُ فِي الْمَسْجِدِ (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس بات سے کہ شعر پڑھے جائیں، اور اس بات سے کہ زخم کی مرہم پٹی کی جائے، اور اس بات سے کہ حدود (یعنی شرعی سزائیں) قائم کی جائیں مسجد میں (عبدالرزاق)

اس قسم کی قولی احادیث سے مسجد میں شعر پڑھنے کا ناجائز یا مکروہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

البتہ بعض فعلی روایات سے مسجد میں شعر پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّی الْفَجْرَ جَلَسَ فِيْ مُصَلَّاهُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَيَتَحَدَّثُ أَصْحَابُهُ يَذْكُرُوْنَ حَدِيْثَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَيُنْشِدُوْنَ الشِّعْرَ وَيَضْحَكُوْنَ، وَيَتَبَسَّمُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سنن النسائی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے، تو سورج طلوع

---

[1] رقم الحديث ١٧٠٩، كتاب الصلاة، باب هل تقام الحدود فى المسجد.

[2] رقم الحديث ١٣٥٨، كتاب السهو، باب قعود الإمام فى مصلاه بعد التسليم، مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٨١٠.

قال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن، شريك -وإن كان سيء الحفظ- قد توبع. وسماك صدوق حسن الحديث (حاشية مسند احمد)

ہونے تک اپنی جگہ بیٹھے رہتے، اور آپ کے صحابۂ کرام جاہلیت کی (عبرت آمیز) باتیں کرتے رہتے، اور (عبرت آمیز) شعر پڑھتے، اور باہم خوش طبعی کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم بھی مسکرا پڑتے (ان کی خوش طبعی کی کسی نہ کسی بات پر) (نسائی)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ گفتگو اور اشعار وعظ اور تبلیغ وتذکیر کے طور پر ہوتے تھے۔ [1]

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ عُمَرُ فِی الْمَسْجِدِ وَحَسَّانُ یُنْشِدُ فَقَالَ: کُنْتُ أُنْشِدُ فِیْهِ، وَفِیْهِ مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِّنْکَ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلٰی أَبِیْ هُرَیْرَةَ، فَقَالَ: أَنْشُدُکَ بِاللّٰهِ، أَسَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: أَجِبْ عَنِّیْ، اَللّٰهُمَّ أَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ؟ قَالَ: نَعَمْ (بخاری) [2]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر مسجد میں ہوا، تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ شعر پڑھ رہے تھے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ ناگوار گزرا) تو حضرت حسان نے عرض کیا کہ میں مسجد میں اس شخصیت (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے

---

[1] ملحوظ رہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے تمام اشعار کی اجازت دے دی تھی، سوائے اعشٰی کے چند قصیدوں کے۔

مگر اس روایت کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔

عن أبی هریرة قال :رخص لنا رسول الله -صلی الله علیه وسلم -فی کل شعر جاهلی إلا قصیدتین للأعشی زعم أنه أشرک فیهما.

وفی روایة :رخص رسول الله -صلی الله علیه وسلم -فی شعر الجاهلیة، إلا قصیدتین للأعشی إحداهما فی أهل بدر، والأخری فی عامر وعلقمة.

رواه کله البزار وأبو یعلی باختصار، وفی إسنادهما من لا تقوم به حجة(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۳۳۱۹ و ۱۳۳۲۰ ،باب ما جاء فی الرخصة فی الشعر ما لم یکن شرکا أو هجاء مسلم)

[2] رقم الحدیث ۳۲۱۲، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، ابنِ حبان، رقم الحدیث ۱۶۵۳.

سامنے شعر پڑھا کرتا تھا، جو آپ سے بہتر تھی، پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میری طرف سے جواب دو اور اے اللہ! ان کی تائید روح القدس (یعنی جبریل) سے فرما، تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں (بخاری)

اور حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ:

مَرَّ عُمَرُ عَلٰى حَسَّانَ، وَهُوَ يُنْشِدُ الشِّعْرَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنْشِدُ الشِّعْرَ؟ قَالَ: قَدْ كُنْتُ أُنْشِدُ وَفِيْهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ أَوْكُنْتُ أُنْشِدُ فِيْهِ، وَفِيْهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢١٩٣٧)[1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، جو مسجد میں شعر پڑھ رہے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں شعر پڑھتے ہو؟ تو حضرت حسان نے عرض کیا کہ میں مسجد میں اس شخصیت (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے شعر پڑھا کرتا تھا، جو آپ سے بہتر تھی، یا (حضرت حسان نے یہ فرمایا کہ) میں مسجد میں اس شخصیت کی موجودگی میں شعر پڑھا کرتا تھا، جو آپ سے بہتر تھی (مسند احمد)

بعض روایات میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں شعر پڑھنے کے لئے منبر قائم کرنے کا ذکر آیا ہے، مگر جس روایت میں ان الفاظ کا ذکر ہے، اس روایت کو بعض اہلِ علم

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح، وهذا إسناد منقطع رجاله ثقات رجال الصحيح غير محمد ابن عمرو -وهو ابن علقمة بن وقاص الليثي -فهو صدوق حسن الحديث (حاشية مسند احمد)

حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں فی الجملہ اتفاقاً اشعار پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ اشعار جائز مضامین پر مشتمل ہوں، اور کوئی دوسری خرابی بھی شامل نہ ہو۔

البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو ناگوار سمجھنے سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں مسجد میں شعر پڑھنا پسندیدہ نہیں، بالخصوص جبکہ قولی احادیث میں ممانعت کا ذکر بھی آیا ہے۔

اس قسم کی احادیث وروایات کے پیشِ نظر فقہائے کرام کا بھی مسجد میں اشعار پڑھنے کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے۔

بعض حضرات نے مطلقاً ممانعت کا حکم لگایا ہے، اور بعض حضرات نے مطلقاً جواز کا حکم لگایا ہے، اور بعض حضرات نے یہ تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اگر شعر کا مضمون اللہ اور اس کے رسول کی جائز حمد ونعت وغیرہ پر مشتمل ہو، یا اس میں وعظ ونصیحت کا مضمون ہو، تو پھر جائز ہے، مگر اس کو عام معمول بنالینا پھر بھی مناسب نہیں، جیسا کہ حضرت حسان اور دیگر صحابۂ کرام کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے۔

اور اگر وہ اشعار فاحش اور جھوٹ یا باطل وناحق باتوں پر مشتمل ہوں، جیسا کہ عام اشعار کی حالت ہوتی ہے، تو پھر جائز نہیں۔

اور اگر وہ اشعار ان چیزوں سے پاک ہوں، یعنی نہ تو اللہ اور اس کے رسول کی جائز حمد ونعت پر مشتمل ہوں، اور نہ ہی فاحش اور جھوٹ یا باطل وناحق باتوں پر مشتمل ہوں، تو پھر لغو ہونے

---

[1] حدثنا موسى بن داود، حدثنا ابن أبي الزناد، عن أبيه، عن عروة، عن عائشة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم وضع لحسان منبرا في المسجد ينافح عنه بالشعر، ثم يقول رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن الله عز وجل ليؤيد حسان بروح القدس، ينافح عن رسوله صلى الله عليه وسلم (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٤٤٣٧)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره دون قوله " :وضع لحسان منبرا في المسجد"، وهذا إسناد ضعيف لضعف ابن أبي الزناد، وهو عبد الرحمن، وقد انفرد بهذه اللفظة، وهو ممن لا يحتمل تفرده (حاشية مسند احمد)

کی وجہ سے مساجد کو ان سے پاک رکھنے میں ہی سلامتی وعافیت ہے۔ ۱

---

۱ وقد روى عن النبى صلى الله عليه وسلم فى غير حديث رخصة فى إنشاد الشعر فى المسجد. قلت :أما تناشد الأشعار فاختلف فى ذلک، فمن مانع مطلقا، ومن مجيز مطلقا، والأولى التفصيل، وهو أن ينظر إلى الشعر فإن كان مما يقتضى الثناء على الله عز وجل أو على رسوله صلى الله عليه وسلم أو الذب عنهما كما كان شعر حسان، أو يتضمن الحض على الخير والوعظ والزهد فى الدنيا والتقلل منها، فهو حسن فى المساجد وغيرها، كقول القائل:

طوفى يا نفس كى أقصد فردا صمدا ...وذرينى لست أبغى غير ربى أحدا

فهو أنسى وجليسى ودعى الناس ...فما إن تجدى من دونه ملتحدا

وما لم يكن كذلک لم يجز، لأن الشعر فى الغالب لا يخلو عن الفواحش والكذب والتزين بالباطل، ولو سلم من ذلک فأقل ما فيه اللغو والهذر، والمساجد منزهة عن ذلک، لقوله تعالى ":فى بيوت أذن الله أن ترفع ."وقد يجوز إنشاده فى المسجد، كقول القائل:

كفحل العداب القرد يضربه الندى ...تعلى الندى فى متنه وتحدرا

وقول الآخر:

إذا سقط السماء بأرض قوم ...رعيناه وإن كانوا غضابا

فهذا النوع وإن لم يكن فيه حمد ولا ثناء يجوز، لأنه خال عن الفواحش والكذب .وسيأتى ذكر الأشعار الجائزة وغيرها بما فيه كفاية فى "الشعراء "إن شاء الله تعالى(تفسير القرطبى،ج۱۲،ص ۲۷۱،سورة النور)

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن العبرة بمضمون الشعر، فإن كان حسنا جاز إنشاده فى المسجد وإلا فلا .

قال ابن عابدين :أخرج الطحاوى فى شرح معانى الآثار أنه صلى الله عليه وسلم نهى أن تنشد الأشعار فى المسجد، وأن يباع فيه السلع، وأن يتحلق فيه قبل الصلاة ثم وفق بينه وبين ما ورد أنه صلى الله عليه وسلم وضع لحسان منبرا ينشد عليه الشعر بحمل الأول على ما كانت قريش تهجوه به، أو على ما يغلب على المسجد حتى يكون أكثر من فيه متشاغلا به، وكذلک النهى عن البيع فيه هو الذى يغلب عليه حتى يكون كالسوق لأنه صلى الله عليه وسلم لم ينه عليا عن خصف النعل فيه مع أنه لو اجتمع الناس لخصف النعال فيه كره، فكذلک البيع وإنشاد الشعر والتحلق قبل الصلاة فما غلب عليه كره وما لا فلا .وهذا نظر ما قاله القرطبى.

ونقل الزركشى عن النووى أنه ينبغى ألا ينشد فى المسجد شعر ليس فيه مدح للإسلام ولا حث على مكارم الأخلاق ونحوه، فإن كان لغير ذلک حرم.

ونقل عن الصيمرى قوله :كره قوم إنشاد الشعر فى المساجد وليس ذلک عندنا بمكروه، وقد كان حسان بن ثابت ينشد رسول الله صلى الله عليه وسلم الشعر فى المسجد، وأنشده كعب بن زهير قصيدتين فى المسجد، لكن لا يكثر منه فى المسجد، قال الزركشى :والظاهر أن هذا محمول على الشعر المباح أو المرغب فى الآخرة أو المتعلق بمدح النبى صلى الله عليه وسلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شہوانی اور فحش اشعار پڑھنے اور پسند کرنے کی مذمت

جن اشعار میں فحش مضامین ہوں، ایسے اشعار کا پڑھنا جائز نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنّٰى وَتَشْتَهِيْ، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ كُلَّهُ وَيُكَذِّبُهُ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے ابنِ آدم پر اس کے زنا کے حصہ کو لکھ دیا ہے، جس کو وہ ہر حال میں پائے گا (یعنی لامحالہ اس کا گناہ ملے گا) پس آنکھ کا زنا (شہوت کے ساتھ ناجائز چیز کو) دیکھنا ہے، اور زبان کا زنا (شہوت پرستی کی بات کا) بولنا ہے، اور نفس کا زنا تمنا اور شہوت کرنا ہے، اور شرم گاہ ان سب کی تصدیق کرتی ہے اور تکذیب کرتی ہے (بخاری)

جب زبان سے شہوت کی بات کو زبان کا زنا قرار دیا گیا ہے، تو اشعار اور گانے میں ایسے مضامین اور ایسا انداز اختیار کرنا جو زبان کی شہوت پر مشتمل ہو، جیسا کہ عام طور سے شعر وشاعری اور گانے میں ہوتا ہے، تو یہ زبان کے زنا میں داخل ہونے کی وجہ سے گناہ ہوگا۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وذكر بعض مناقبه ومآثره لا مطلق الشعر، وقال الماوردی والرویانی :لعل الحديث فی المنع من إنشاد الشعر فی المسجد محمول على ما فيه هجو أو مدح بغير حق، فإنه عليه الصلاة والسلام مدح وأنشد مدحه فی المسجد فلم يمنع منه، وقال ابن بطال :لعله كان فيما يتشاغل الناس به حتى يكون كل من فی المسجد يغلب عليه.

وقال الرحيبانی :يباح فی المسجد إنشاد شعر مباح (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص١١٩، و١٢٠، مادة "شعر")

[1] رقم الحديث ٦٢٤٣، كتاب الاستئذان، باب زنا الجوارح دون الفرج.

اور جن اشعار میں فحش گوئی اور شہوت والی باتیں شامل ہوں، جیسا کہ آج کل کے مروّجہ گانوں میں بھی ہوتی ہیں، تو اس طرح کے اشعار اور گانے حیاء کے خلاف اور فحش گوئی میں داخل ہونے کی وجہ سے بھی ممنوع اور گناہ ہیں۔

جس کے متعلق بے شمار احادیث آئی ہیں، جن میں سے چند احادیث ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَانِ، وَالْإِيْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ، وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء (وغیرت) ایمان سے تعلق رکھتی ہے، اور ایمان جنت سے تعلق رکھتا ہے، اور فحش گوئی جفاء (یعنی بے وفائی اور طبیعت کی شدت اور دل کی سختی) سے تعلق رکھتی ہے، اور جفاء جہنم سے تعلق رکھتی ہے (ترمذی، ابن حبان، مسند احمد)

اس طرح کی حدیث حضرت ابو بکرہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٠٠٩، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فى الحياء، صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٠٩، مسند احمد، رقم الحديث ١٠٥١٢

قال الترمذى: وفى الباب عن ابن عمر، وأبى بكرة، وأبى أمامة، وعمران بن حصين هذا حديث حسن صحيح.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله رجال الشيخين غير سليمان بن داود، فمن رجال مسلم (حاشية ابن حبان)

وقال ايضاً: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

[2] عن أبى بكرة، قال: قال رسول الله ﷺ: الحياء من الإيمان، والإيمان فى الجنة، والبذاء من الجفاء، والجفاء فى النار (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٤١٨٤)

عن عمران بن حصين قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الحياء من الإيمان، والإيمان فى الجنة، والبذاء من الجفاء، والجفاء فى النار (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٤٠٩، ج١٨ ص١٧٨)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَلْحَيَاءُ وَالْعِيُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْإِيمَانِ، وَالْبَذَاءُ وَالْبَيَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء اور کم گوئی ایمان کے شعبے ہیں، اور فحش گوئی اور زیادہ باتیں کرنا نفاق کے شعبے ہیں (ترمذی)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْحَيَاءَ، وَالْعَفَافَ، وَالْعِيَّ، عِيَّ اللِّسَانِ، لَا عِيَّ الْقَلْبِ وَالْفِقْهَ مِنَ الْإِيمَانِ، وَهُنَّ مِمَّا يَزِدْنَ فِي الْآخِرَةِ، وَيَنْقُصْنَ مِنَ الدُّنْيَا، وَمَا يَزِدْنَ فِي الْآخِرَةِ أَكْثَرُ، وَإِنَّ الْبَذَاءَ، وَالْجَفَاءَ، وَالشُّحَّ، مِنَ النِّفَاقِ، وَهُنَّ مِمَّا يَزِدْنَ فِي الدُّنْيَا، وَيَنْقُصْنَ فِي الْآخِرَةِ، وَمَا يَنْقُصْنَ فِي الْآخِرَةِ أَكْثَرُ (سنن الدارمی) [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٠٢٧،ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی العی.

قال الترمذی:

هـذا حديث حسن غريب إنما نعرفه من حديث أبی غسان محمد بن مطرف. والعی قلة الكلام، والبذاء :هـو الفحش فی الكلام، والبيان :هـو كثرة الكلام مثل هؤلاء الخطباء الذين يخطبون فيوسعون فی الكلام ويتفصحون فيه من مدح الناس فيما لا يرضی الله .

[2] رقم الحديث ٥٢٦، باب من رخص فی كتابة العلم.

قال حسين سليم اسد الدارانی:

إسناده صحيح(حاشية سنن الدارمی)

و قال الالبانی:

قلت :هـذا إسـنـاد جيد، رجاله ثقات رجال البخاری؛ غير المثنی هذا، وثقه جمع منهم ابـن حبان ٥٠٣/٧ ، وسقط ذكره فی "التهذيبين ."وقال أبو حاتم " :صـالح الحديث ."وقـال الحافظ فی "التقريب ":"ليـس به بأس ."ثـم روی الدارمی بإسناده المذكور عن أبی أسامة :حدثنی سليمان بن المغيرة قال :قال أبو قلابة: خرج علينا عمر بن عبد الـعـزيـز لـصلاة الظهر ومعه قرطاس، ثم خرج علينا لصلاة العصر وهو معه، فقلت له :يا أميـر المؤمنين! مـا هذا الكتاب؟ قال :حـديـث حـدثنی به عون بن عبد الله؛ فأعجبنی؛ فـكتبته؛ فإذا فيه هذا الحديث .قلت :وهـذا إسـنـاد صحيح علی شرط البخاری(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٣٣٨١)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء اور عفت (یعنی پاک دامنی) اور کم گوئی (یعنی زبان کی خاموشی) نہ کہ دل کا سکوت اور فقہ (یعنی گہری سمجھ اندرونی بصیرت نہ کہ ظاہری حکمت ودانائی) کا تعلق ایمان سے ہے، اور یہ چیزیں آخرت میں (ثواب ودرجات اور مراتب میں) بڑھنے والی (اور پھلنے پھولنے والی) ہیں، اور دنیا (کے ظاہری منافع) میں ناقص وکوتاہ ہیں، اور جو چیزیں آخرت میں (ثواب ودرجات وغیرہ میں) زیادتی وبڑھوتری والی ہوں، وہ زیادہ ہونی چاہئیں، اور فحش گوئی اور جفاء اور بخل کا تعلق نفاق سے ہے، اور یہ ان چیزوں میں سے ہے جو دنیا (کے ظاہری مادی منافع) میں اضافہ (ترقی وبڑھوتری لانے) والی ہیں، اور آخرت میں (ثواب کو) کم کرنے (اور گھٹانے) والی ہیں، اور جو چیزیں آخرت میں (ثواب کو) کم کرنے والی ہیں (افسوس کہ) وہ زیادہ ہیں (دارمی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبَّابًا، وَلاَ فَحَّاشًا، وَلاَ لَعَّانًا، کَانَ یَقُوْلُ لِأَحَدِنَا عِنْدَ الْمَعْتِبَةِ: مَا لَهُ تَرِبَ جَبِیْنُهُ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم گالی گلوچ کرنے والے، اور فحش گوئی کرنے والے، اور لعنت کرنے والے نہ تھے، ہم میں سے کسی پر اگر کبھی ناراض ہوتے تو فرماتے کہ اس کو کیا ہوگیا ہے؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو (بخاری)

پیشانی خاک آلود ہونے کا جملہ عرب میں کثرت سے استعمال ہوتا تھا، جس کے یہ معنیٰ بھی ہوسکتے ہیں کہ وہ نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کرے، جس سے اس کی پیشانی زمین کے ساتھ لگ جائے، اور یہ معنیٰ بھی ہوسکتے ہیں کہ وہ زمین پر پیشانی کے بل گر جائے، اور اس کا تکبر ٹوٹ جائے، غرضیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کے وقت اس جملہ

---

[1] رقم الحدیث ۶۰۳۱، کتاب الادب، باب لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا.

میں بھی اصلاح پیشِ نظر ہوتی تھی، اور فحش باتوں سے بچتے تھے۔ [1]

حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلْنَا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو حِيْنَ قَدِمَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْكُوْفَةِ فَذَكَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا

(مسلم) [2]

ترجمہ: ہم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے، تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ چھیڑا، اور فرمایا کہ آپ نہ تو فحش کلام کرنے والے تھے اور نہ فحش کلام کو پسند فرمانے والے تھے (مسلم)

اور حضرت ابو عبداللہ جدلی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِعَائِشَةَ: كَيْفَ كَانَ خُلُقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَهْلِهِ ؟قَالَتْ : كَانَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا، لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا ، وَلَا

---

[1] ("ما له ترب جبينه) ؟ وهى أيضا ذات وجهين، إذ يحتمل أن يكون دعاء على المقول له بمعنى رغم أنفك، وأن يكون دعاء له بمعنى سجد لله وجهك(مرقاة المفاتيح ، ج٩، ص ٣٧١٤، كتاب الفضائل،باب فى أخلاقه وشمائله صلى الله عليه وسلم)

(ترب جبينه) كلمة جرت على لسان العرب لا يريدون حقيقتها أو دعاء له بالطاعة أى يصلى فيترب جبينه أو عليه بأن يسقط على رأسة على الأرض من جهة جبينه وهذه الأخيرة أوجه(ارشاد السارى، ج٩، ص ٣١،باب حسن الخلق والسخاء وما يكره من البخل)

قوله ما له ترب جبينه قال الخطابى يحتمل أن يكون المعنى خر لوجهه فأصاب التراب جبينه ويحتمل أن يكون دعاء له بالعبادة كأن يصلى فيترب جبينه والأول أشبه لأن الجبين لا يصلى عليه قال ثعلب الجبينان يكتنفان الجبهة ومنه قوله تعالى وتله للجبين أى ألقاه على جبينه قلت وأيضا فالثانى بعيد جدا لأن هذه الكلمة استعملها العرب قبل أن يعرفوا وضع الجبهة بالأرض فى الصلاة وقال الداودى قوله ترب جبينه كلمة تقولها العرب جرت على ألسنتهم وهى من التراب أى سقط جبينه للأرض وهو كقولهم رغم أنفه ولكن لا يراد معنى قوله ترب جبينه بل هو نظير ما تقدم فى قوله تربت يمينك أى إنها كلمة تجرى على اللسان ولا يراد حقيقتها(فتح البارى، ج١٠، ص٤٥٣، قوله باب لم يكن النبى صلى الله عليه وسلم فاحشا ولا متفاحشا)

[2] رقم الحديث ٢٣٢١ "٦٨" كتاب الفضائل، باب كثرة حيائه صلى الله عليه وسلم.

مُتَفَحِّشًا ، وَلَا سَخَّابًا بِالْأَسْوَاقِ، وَلَا يُجْزِءُ بِالسَّيِّئَةِ مِثْلَهَا، وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے ساتھ اخلاق کیسے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے، فحش کلام کرنے والے اور فحش کلام کو پسند کرنے والے یا بازاروں میں شور مچانے والے نہیں تھے، اور وہ برائی کا بدلہ اُس جیسی بُرائی سے نہیں دیتے تھے، بلکہ معاف اور درگذر فرماتے تھے (مسند احمد، ابنِ حبان)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فحش گو نہیں تھے، اور نہ ہی اس کو پسند فرماتے تھے، لہٰذا فحش گو نہیں ہونا چاہئے، اور نہ ہی اس کو پسند کرنا چاہئے، اور ذرائع ابلاغ وغیرہ پر یا کسی دوسرے طریقہ سے ایسے پروگراموں اور شعروشاعری کو دیکھنا بھی نہیں چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيْسَ بِاللَّعَّانِ، وَلَا الطَّعَّانِ ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِیءِ (مسند أحمد، رقم الحديث ۳۹۴۸) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن لعن طعن کرنے والا اور فحش گوئی کرنے والا اور بدزبان نہیں ہوتا (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ لعن طعن اور فحش و بدگوئی اور بدزبانی مومن کی شان نہیں، اس سے ہر مومن کو دور رہنا اور بچنا چاہئے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

---

[1] رقم الحديث ۲۵۹۹۰؛ ابنِ حبان، رقم الحديث ۶۴۴۳.
قال شعيب الارنؤوط :إسناده صحيح(حاشية مسند احمد وابنِ حبان)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح(حاشية مسند احمد)

إِنَّ الْفُحْشَ، وَالتَّفَحُّش لَيُسَا مِنَ الْإِسُلَامِ، وَإِنَّ أَحُسَنَ النَّاسِ إِسُلَامًا، أَحُسَنُهُمُ خُلُقًا (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٠٨٣١) [1]

ترجمہ:فحش گوئی کرنا اور فحش گوئی کو پسند کرنا اسلام میں سے نہیں ہے، اور لوگوں میں اسلام کے اعتبار سے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں، جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ فحش گوئی کرنا یا اس کو پسند کرنا اسلام سے تعلق نہیں رکھتا، اور جب اسلام سے تعلق نہیں رکھتا، تو ایک مسلمان کو اس کے قریب بھی نہ پھٹکنا چاہئے، اسی لئے اس سے پہلی حدیث میں فرمایا گیا کہ مومن فحش گو و بدزبان نہیں ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَ الرِّفُقُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ وَلَا كَانَ الْفُحُشُ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ (صحيح ابن حبان) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نرمی جس چیز میں بھی آتی ہے، اُسے زینت والا (اور خوبصورت) بنادیتی ہے، اور فحش گوئی جس چیز میں بھی آجاتی ہے اُسے عیب دار (وبدصورت) بنادیتی ہے (ابنِ حبان)

اس طرح کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد محتمل للتحسين(حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٥٥١،كتاب البر والاحسان، باب الرفقذكر الأمر بلزوم الرفق فى الأشياء إذ دوامه عليه زينته فى الدنيا والآخرة.

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية ابنِ حبان)

[3] حدثني راشد بن سعد، قال :أهدى لرسول الله صلى الله عليه وسلم طبق فيه فاكهة ,فأكل منه شيئا ,ثم دفعه إلى عائشة رضي الله عنها ,وعنده امرأة فهي تقسم عليها وعائشة لا تأكل طعامها ,فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : كُلِيُ لاَ . . .فإن الحياء ما دخل في شيء إلا زانه ,ولا دخل البذاء في شيء إلا شانه(مسند الشاميين،للطبراني،رقم الحديث ١٣٩٦)

اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی کلام کیا جائے، تو اس میں فحش گوئی کرنے سے وہ کلام عیب دار بن جاتا ہے، اور اس میں برکت ونورانیت باقی نہیں رہتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالْفُحْشَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَاحِشَ وَالْمُتَفَحِّشَ (ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو فحش گوئی سے بچاؤ، کیونکہ اللہ فحش گوئی اور فحش بات اختیار کرنے والے سے محبت نہیں فرماتا (ابنِ حبان)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْفُحْشَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ (مسند احمد، رقم الحديث ۹۵۶۹) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو ظلم سے بچاؤ، کیونکہ

---

[1] رقم الحديث ۵۱۷۷، كتاب الغصب، ذكر الزجر عن الظلم والفحش والشح.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية ابنِ حبان)

[2] عن أسامة، عن النبي صلى الله عليه وسلم إن الله عز وجل لا يحب الفاحش المتفحش (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۳۹۹، ج ۱ ص ۱۶۵)
عن جابر بن عبد الله قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن الله لا يحب الفاحش المتفحش ، ولا الصياح فى الأسواق (الأدب المفرد للبخارى، رقم الحديث ۳۱۰، باب ليس المومن بالطعان)
عن الحكم قال :سمعت عكرمة يقول :لا أدرى أيهما جعل لصاحبه طعاما ، ابن عباس أو ابن عمه ، فبينا الجارية تعمل بين أيديهم ، إذ قال أحدهم لها :يا زانية ، فقال :مه، إن لم تحدك فى الدنيا تحدك فى الآخرة ، قال: أفرأيت إن كان كذاك ؟ قال :إن الله لا يحب الفاحش المتفحش .ابن عباس الذى قال :إن الله لا يحب الفاحش المتفحش(الأدب المفرد للبخارى، رقم الحديث ۳۳۱، باب العياب)

[3] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

ظلم اللہ کے نزدیک قیامت کے دن گھٹا ٹوپ اندھیروں (کے عذاب) کی شکل میں ظاہر ہوگا، اور اپنے آپ کو فحش گوئی سے بھی بچاؤ، کیونکہ بلا شبہ اللہ فحش کام کرنے اور فحش گوئی کو پسند نہیں فرماتا (مسند احمد)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِيْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيْءَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن مومن کے میزانِ عمل میں کوئی چیز بھی اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی نہیں ہوگی، اور بے شک اللہ فحش گوئی کرنے والے کو مبغوض (اور سخت ناپسند) رکھتا ہے (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ فحش کام کرنا یا فحش بات کرنا یا اس کو پسند و اختیار کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو سخت مبغوض و ناپسند ہے، جس سے ہر مؤمن کو بچنا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ وَالْمُتَفَحِّشَ. وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَظْهَرَ الْفُحْشُ وَالتَّفَحُّشُ، وَسُوْءُ الْجِوَارِ، وَقَطِيْعَةُ الْأَرْحَامِ، وَحَتّٰى يُخَوَّنَ الْأَمِيْنُ، وَيُؤْتَمَنَ الْخَائِنُ (المعجم الكبير للطبراني) [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٠٠٢، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق.
قال الترمذی: وفی الباب عن عائشة، وأبی هريرة، وأنس، وأسامة بن شريک وهذا حديث حسن صحيح.

[2] رقم الحديث ١٤٥٠٧، ج١٣ ص ١٥٩، مسند احمد، رقم الحديث ٦٨٧٢.
قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ عزوجل، فحش کام کرنے والے اور فحش گوئی کرنے والے کو مبغوض (یعنی انتہائی ناپسند) رکھتا ہے، اور قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ فحش گوئی اور اس کو بتکلف اختیار و پسند کرنا، اور بُری ہمسائیگی و پڑوس اور قطع رحمی عام نہ ہوجائے اور یہاں تک کہ امانت دار کو خائن قرار نہ دیا جائے، اور خائن کو امانت دار قرار نہ دیا جائے

(طبرانی، مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيـه وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَلْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ وَقَطِيْعَةَ الْأَرْحَامِ وَائْتِمَانَ الْخَائِنِ، أَحسَبُهُ قَالَ وَتَخْوِيْنَ الْأَمِيْنِ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا (مسند البزار، رقم الحديث ٧٥١٨) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامات میں سے فحش اور تفحش (یعنی فحش گوئی اور فحش گوئی اختیار کرنا اور اس میں تکلف کرنا) اور قطع رحمی اور خائن کو امانت دار اور امانت دار کو خائن قرار دینا ہے (بزار)

آج قیامت کی ان علامات کا کثرت سے ظہور ہو رہا ہے، چنانچہ اشعار اور گانے وغیرہ کی شکل

[1] قال الالبانی:

أخرجه البزار (ص٢٣٨ زوائده) من طريق شبيب بن بشر عن أنس بن مالك مرفوعا. قلت: وهذا إسناد حسن، رجاله ثقات غير شبيب بن بشر وفيه كلام، والراجح أنه حسن الحديث. ولذلك قال في "زوائد البزار": "حسن". وقال في "مجمع الزوائد (٣٢٧/٧)": "رواه البزار، وفيه شبيب بن بشر وهو لين، ووثقه ابن حبان، وقال: يخطىء، وبقية رجاله رجال الصحيح." قلت: قد وثقه ابن معين أيضا، والراجح فيه ما ذكرنا آنفا. وللشطر الثاني من الحديث طريق أخرى عن أنس سقته فيما تقدم (١٨٨٧) وشاهد آخر من حديث أبي هريرة ذكرته هناك. وله شاهد آخر من حديث عبد الله بن عمرو يأتي تحت الحديث (٢٢٥٣) فالحديث صحيح. (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٢٣٨)

میں فحش گوئی کرنا اور اس طرح کے پروگراموں کو پسند کرنا عام ہے، اللہ تعالیٰ نجات عطاء فرمائے اور حفاظت فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا عَائِشَةُ، لَوْ كَانَ الْحَيَاءُ رَجُلًا لَكَانَ رَجُلًا صَالِحًا، وَلَوْ كَانَ الْبَذَاءُ رَجُلًا لَكَانَ رَجُلَ سُوْءٍ

(المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث ٤٧١٨) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر حیاء آدمی کی شکل میں متشکّل ہوتی تو وہ نیک صالح آدمی کی شکل میں ہوتی، اور اگر فحش گوئی آدمی کی شکل میں ہوتی تو وہ بُرے آدمی کی صورت میں ہوتی (طبرانی)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] قال المنذری:
رواه الطبرانی فی الصغير والأوسط وأبو الشيخ أيضا وفی إسنادهما ابن لهيعة وبقية رواة الطبرانی محتج بهم فی الصحيح (الترغيب و الترهيب ، ج٣، ص٢٦٨، كتاب الأدب وغيره الترغيب فی الحياء وما جاء فی فضله والترهيب من الفحش والبذاء)

[2] عن عائشة، زوج النبی صلى الله عليه وسلم، أن النبی ﷺ قال لها :يا عائشة، لو كان الفحش رجلا كان رجل سوء ، ولو كان الحياء رجلا لكان رجل صدق.
لم يرو هذا الحديث عن أيوب بن موسى إلا عمرو بن الحارث، تفرد به :ابن وهب (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ٣٣١)
حدثنی طلحة بن عمرو ، أنه سمع عطاء بن أبی رباح ، يقول :قال رسول الله عليه السلام : يا عائشة ، لو كان الفحش رجلا لكان رجل سوء (الجامع لابن وهب، رقم الحديث ٣٧٦)
عن عطاء، عن عائشة، أن النبی صلى الله عليه وسلم قال لها :يا عائشة إن الفحش لو كان رجلا لكان رجل سوء(مسند ابو داود للطيالسی ، رقم الحديث ١٥٩٨)
قال الالبانی: يا عائشة إياک والفحش إياک والفحش، فإن الفحش لو كان رجلا لكان رجل سوء ."رواه العقيلی فی "الضعفاء (٢٥٩)"عن عبد الجبار بن الورد قال :سمعت ابن أبی مليكة يقول :قالت عائشة :فذكره مرفوعا .وقال " :عبد الجبار قال البخاری : يخالف فی بعض حديثه "، وقد روی هذا بغير هذا الإسناد بأصلح من هذا وبألفاظ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

حَسْبُ الرَّجُلِ أَنْ يَّكُوْنَ فَاحِشًا بَذِيًّا، بَخِيلًا جَبَانًا (مسند أحمد، رقم الحديث ١٧٣١٣) [1]

ترجمہ: آدمی کے (عیب کے) لئے یہی کافی ہے کہ وہ فحش گو، اوچھا، بخیل اور بزدل ہو (مسنداحمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَلْأَمُ أَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِ: اَلْفُحْشُ (مصنف ابن ابی شيبة) [2]

ترجمہ: فحش گوئی مومن کا سب سے زیادہ قابلِ ملامت خُلُق ہے (ابنِ ابی شیبہ)

اس سے معلوم ہوا کہ فحش گوئی سب سے زیادہ قابلِ ملامت بداخلاقی میں داخل ہے۔

پس جو اشعار فحش مضامین پر مشتمل ہوں، ان کے ناجائز ہونے میں شبہ نہیں ہوگا۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مختلفة فی معنی الفحش ."قلت :وقول البخاری هذا جرح لين لا ينهض عندی لاسقاط حديث عبد الجبار هذا فقد وثقه أحمد وابن معين وأبو حاتم وأبو داود وغيرهم وقال ابن عدی " :لا بأس به يكتب حديثه "، وقال السلمی عن الدارقطنی " :لين ." قلت :فمثله لا ينزل حديثه عن رتبة الحسن وبقية رجال الإسناد ثقات فالحديث عندی ثابت حسن علی أقل الدرجات(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث٥٣٧)

[1] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٢٥٨٣٥، كتاب الادب، باب ما ذكر فی حسن الخلق وكراهية الفحش، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ٨٥٦١.

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی بإسنادين رجال أحدهما رجال الصحيح (مجمع الزوائد ،تحت رقم الحديث ١٢٩٥٦ ،باب ما جاء فی الفحش)

(ألام) فَلَان أَتَى بِمَا يلام عَلَيْهِ أَو صَار ذَا لائمة فَهُوَ مليم (المعجم الوسيط، ج٢، ص٨٤٧، باب اللام)

خلاصہ یہ کہ عام حالات میں شریعت نے شعر سازی اور شعر گوئی کو پسند نہیں کیا، کیونکہ اس میں مختلف منکرات ومفاسد پائے جاتے ہیں، مثلاً

(1)......بعض اشعار کفریہ وشرکیہ مضامین پر مشتمل ہوتے ہیں۔

(2)......بعض اشعار جھوٹ اور غلط بیانی کے گناہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔

(3)......بعض اشعار بے حیائی اور فحش گوئی وبدکلامی کے گناہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔

(4)......بعض اشعار عیب گوئی، غیبت اور دوسرے کی تحقیر پر مشتمل ہوتے ہیں۔

(5)......بعض اشعار کے مضامین یا ان کا انداز، زبان کے زنا پر مشتمل ہوتا ہے۔

(6)......بعض اشعار نامحرم عورت کی پرکشش آواز پر مشتمل ہوتے ہیں۔

(7)......بعض اشعار دوسرے کی بے جا تعریف ومدح سرائی پر مشتمل ہوتے ہیں۔

(8)......بعض اشعار کے پڑھنے میں موسیقی شامل ہوتی ہے۔

(9)......شعر سازی اور شعر فہمی میں غیر معمولی تکلف کرنا پڑتا ہے۔

(10)......شعر سازی اور اس کی پسندیدگی سے قرآن مجید سے دوری پیدا ہوتی ہے جو شعر کا نعم البدل ہے۔

البتہ جو شعر اس قسم مفاسد ومنکرات سے پاک ہوں، وہ جائز ہیں، جن کا متعدد احادیث و روایات میں ذکر آیا ہے مگر قرآن وسنت کو چھوڑ کر ان چیزوں میں انہماک اور زیادہ مشغولی مناسب نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(فصل نمبر 1)

رجزیہ کلام کا بیان

عربی زبان میں ''رجز'' ایسے کلام کو کہا جاتا ہے، جس کا ہر مصرعہ الگ ہوتا ہے، اور اس کے جملوں کے آخری کلمات ایک دوسرے کے وزن میں مشابہ ہوتے ہیں، عرب میں جنگ اور محنت ومشقت کے کام کرتے وقت جائز مضامین پر مشتمل رجزیہ کلام پڑھنے کا رواج تھا۔

''رجز'' بعض حضرات کے نزدیک شعر کی ایک قسم ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک شعر کی قسم نہیں ہے، بلکہ وہ چند کلمات کا ایک دوسرے کے وزن کے قریب ہونا ہے، جو قافیہ بندی اور خاص وزن کی رعایت کے بغیر بلاتکلف زبان پر جاری ہوں، جبکہ اس کے برعکس شعر کے وزن اور قافیہ بندی کو قائم کرنے میں قصد وارادہ کو دخل ہوتا ہے، اگر جائز مضامین پر مشتمل ہو، تو ''رجز'' جائز ہے۔ [1]

---

[1] مندرجہ بالا اختلاف کے باوجود محدثین ومفسرین کے بڑے طبقہ کا رجحان اسی طرف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بعض اوقات رجزیہ کلام ثابت ہے، وہ شعر میں داخل نہیں، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاتکلف سرزَد ہوا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شعر کے نبی کی شان کے لائق ہونے کی نفی کی ہے، اسی طرح قران مجید میں جو بعض مقامات پر آیات کے وزن میں موافقت ہے، وہ بھی قصداً نہیں ہے کہ اس کو شعر قرار دیا جائے۔

الرجز ضرب من الشعر عند الأكثر، سمی بذلک لتقارب أجزائه وقلة حروفه .واضطراب اللسان به .وقيل :إن الرجز ليس بشعر وإنما هو أنصاف أبيات أو أثلاث؛ ولأنه يقال لقائله راجز لا شاعر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص١١٣ ،مادة " شعر")

واختلف أهل العروض والأدب فی الرجز هل هو شعر أم لا واتفقوا على أن الشعر لا يكون شعرا إلا بالقصد أما إذا جرى كلام موزون بغير قصد فلا يكون شعرا وعليه يحمل ما جاء عن النبی صلى الله عليه وسلم من ذلک لأن الشعر حرام عليه صلى الله عليه وسلم(شرح النووی علیٰ مسلم، ج٥، ص٨، كتاب المساجد ومواضع الصلاة)

وقوله صلى الله عليه وسلم " :أنا النبی لا كذب أنا، ابن عبد المطلب "، قال الإمام :أنكر بعض الناس أن يكون الرجز شعرا لوقوعه من النبی صلى الله عليه وسلم، وقد قال الله تعالى :(وما علمناه الشعر وما ينبغی له)، وهو مذهب الأخفش، واحتج بهذه الآية على فساد مذهب الخليل فی قوله: إنه شعر .وجواب الخليل عن هذا :أن الشعر ما قصد إليه، واعتمد الإنسان أن يوقعه موزونا مقفى،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رجزیہ کلام فرمانا

حضرت ابو اسحاق سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ: يَا أَبَا عُمَارَةَ، أَفَرَرْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ، مَا وَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنَّهُ خَرَجَ شُبَّانُ أَصْحَابِهِ، وَأَخِفَّاؤُهُمْ حُسَّرًا، لَيْسَ عَلَيْهِمْ سِلَاحٌ أَوْ كَثِيْرُ سِلَاحٍ، فَلَقُوْا قَوْمًا رُمَاةً لَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ، جَمْعَ هَوَازِنَ وَبَنِي نَصْرٍ، فَرَشَقُوْهُمْ رَشْقًا مَا يَكَادُوْنَ يُخْطِئُوْنَ، فَأَقْبَلُوْا هُنَاكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ، وَأَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَقُوْدُ بِهِ، فَنَزَلَ فَاسْتَنْصَرَ، وَقَالَ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ، ثُمَّ صَفَّهُمْ (مسلم) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ يقصد إلى القافية والروى .وقد (تقع من) كثير من العوام ألفاظ موزونة وليست بشعر؛ لأن الشعر إنما يسمى به فيما قصد إليه، مأخوذ من شعر الشاعر بالمعنى، فقد قال الناس :فإن الجزار يقول فى ندائه على اللحم " :لحم الخروف بزبد أمه "وهذا موزون، ولا يظن بالجزار أنه شاعر قصد إلى عمل الشعر، إلى غير ذلك مما يكثر التقاطه من ألفاظ العامة.
وهكذا وجه الجواب عما وقع فى القرآن من الموزون؛ أنه ليس بشعر؛ لأنه لم يقصد إلى تقفيته وجعله شعرا، كقوله سبحانه وتعالى :(نصر من الله وفتح قريب)، وقوله تعالى :(لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون)، ولا شك أن هذا لا يسميه أحد من العرب شعرا لما قلناه(اكمال المعلم بفوائد مسلم، ج٦ص ١٣١، كتاب الجهاد والسير، باب فى غزوة حنين)
قوله :(وهو يقول اللهم لا خير) ... إلخ قال الأخفش إن الرجز ليس من بحور الأشعار، وعده الباقون منها .أقول :وما قاله الأخفش قوى، لأن الرجز من أسماء الجاهلية، وترجمته فى الهندية : فقرة بندى -تک بندى وهذا نوع مغاير للأشعار قطعا، والبحور فى الألسنة كلها خرجت منهم اتفاقا ثم دونت بعد، وكان عند التبع شاعرا يرتجز بعد جميع الشعراء ، فالرجز غير الشعر، ومن قال إنه شعر اعتبر القصد فيه، وارتجازه صلى الله عليه وسلم لم يكن عن قصد ولم يثبت عنه الإنشاء ، نعم ثبت الإنشاد قليلا وربما نقضه أيضا، فأنشد شعر شاعر مرة ونقضه، فقال أبو بكر رضى الله عنه :إن الشعر هكذا، فقال :إنى لست بشاعر(فيض البارى على صحيح البخارى، ج٢، ص ٦٠،باب هل تنبش قبور مشركى الجاهلية، ويتخذ مكانها مساجد؟)

[1] رقم الحديث ١٧٧٦ ”٧٨“كتاب الجهاد والسير، باب فى غزوة حنين.

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے ابوعمارہ! کیا تم لوگ حنین کے دن بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے پھُرتیلے نوجوان جلد بازی میں اور بغیر ہتھیار کے یا بغیر کافی ہتھیاروں کے میدان کارزار میں اتر پڑے اور ان کو سابقہ ہوازن و بنونصر کے ایسے ماہر تیر اندازوں سے پڑا جن کا نشانہ چُوکتا نہ تھا، انہوں نے ایسی تابڑ توڑ تیراندازی کی کہ شاید ہی (تیروں کی اس بارش میں) کوئی تیر نشانے سے چُوکتا ہو، پھر یہ نوجوان (اس خلافِ توقع صورتحال سے بدحواس ہوکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرے (جس سے جنگی صفیں بکھر گئیں اور اسلامی لشکر منتشر ہوگیا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اس کی لگام تھامے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور اللہ سے مدد طلب کی اور یہ جملہ فرمایا کہ:

”أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب“

”میں نبی ہوں یہ کوئی جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں“

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بندی کی (مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ موقع پر یہ الفاظ کہنا بطور رجز کے تھا اور شعر کے قصد وارادہ سے نہیں تھا، جس کی کئی مثالیں قرآن وسنت میں ملتی ہیں۔ [1]

---

[1] قوله صلى الله عليه وسلم أنا النبى لا كذب أنا بن عبد المطلب وأنه دل على جواز وقوع الكلام منه منظوما من غير قصد إلى ذلك ولا يسمى ذلك شعرا وقد وقع الكثير من ذلك فى القرآن العظيم لكن غالبها أشطار أبيات والقليل منها وقع وزن بيت تام فمن التام قوله تعالى الحامدون السائحون الراكعون الساجدون أوتيت من كل شىء ولها عرش عظيم مسلمات مؤمنات قانتات تائبات عابدات سائحات فراغ إلى أهله فجاء بعجل سمين نبىء عبادى أنى أنا الغفور الرحيم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ إِذْ أَصَابَهُ حَجَرٌ، فَعَثَرَ،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم وجفان كالجوابى وقدور راسيات واتقون يا أولى الألباب إن هذا لرزقنا ما له من نفاد تظاهرون عليهم بالإثم والعدوان فأقم وجهك للدين حنيفا فطرة الله ومن الليل فسبحه وأدبار النجوم وكذلك السجود والله يهدى من يشاء إلى صراط مستقيم إنى وجدت امرأة تملكهم وأوتيت من كل شىء ولها يأتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقية مما ترك وأزواج مطهرة ورضوان من الله ويخزهم وينصركم عليهم ويشف صدور قوم مؤمنين ولقد ضل قبلهم أكثر الأولين ودانية عليهم ظلالها وذللت قطوفها تذليلا ويأكلون التراث أكلا لما ويحبون المال حبا جما والواو فى كل منهما وإن كانت زائدة على الوزن لكنه يجوز فى النظم ويسمى الخزم بالزاى بعد الخاء المعجمة وأما الأشطار فكثيرة جدا فمنها فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر ليقضى الله أمرا كان مفعولا فأصبحوا لا ترى إلا مساكنهم فى أمة قد خلت من قبلها أمم فذلكن الذى لمتتنى فيه فانبذ إليهم على سواء ادخلوها بسلام آمنين إنه كان وعده مفعولا حسدا من عند أنفسهم ألا بعدا لعاد قوم هود ويعلم ما جرحتم بالنهار وتراهم يعرضون عليها وكفى الله المؤمنين القتال والله أركسهم بما كسبوا حتى يخوضوا فى حديث غيره قل هو الرحمن آمنا به ألا إلى الله تصير الأمور نصر من الله وفتح قريب ذلك تقدير العزيز العليم نقذف بالحق على الباطل اليوم أكملت لكم دينكم يا أيها الناس اتقوا ربكم لئن شكرتم لأزيدنكم قتل الإنسان ما أكفره ثانى اثنين إذ هما فى الغار قد علمنا ما تنقص الأرض منهم إن قارون كان من قوم موسى إن ربى بكيدهن عليم وينصرك الله نصرا عزيزا خلق الإنسان من علق وآخر دعواهم أن الحمد لله وأحلوا قومهم دار البوار ولا تقتلوا النفس التى حرم الله التائبون العابدون الحامدون السائحون الراكعون الساجدون قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم كلما أضاء لهم ونحشر المجرمين يومئذ يا أيها الإنسان إنك كادح يا أيها الإنسان ما غرك وهب لنا من لدنك رحمة وينصرك الله نصرا عزيزا والطير محشورة كل له أواب وعندهم قاصرات الطرف أتراب فإن عدنا فانا ظالمون زلزلة الساعة شىء عظيم أنطعم من لو يشاء الله أطعمه ثمرات النخيل والاعناب ذلك الكتاب لا ريب فيه ومن التام أيضا وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس ونزلناه تنزيلا وإذا انتهى إلى الناس تم أيضا وأيضا لتقرأه على الناس ونزلناه تنزيلا وقيل فى الجواب عن الحديث إن وقوع البيت الواحد من الفصيح لا يسمى شعرا ولا يسمى قائله شاعرا (فتح البارى لابنِ حجر، ج١٠ ص٥٤٢،قوله باب ما يجوز من الشعر والرجز والحداء)

أنا النبى لا كذب أنا ابن عبد المطلب؟ فذلك صدر لا عن قصد ولا التفات منه إليه أن جاء موزونا، بل كان كلاما من جنس كلامه الذى كان يرمى به على السليقة من غير تكلف ولا صنعة، ولا يسمى الكلام الموزون من غير قصد الوزن شعرا على أن الرجز ليس بشعر عند الخليل أيضا، وأما الشعر فى حق غيره -صلى الله عليه وسلم -فمن جنس سائر الكلام حسنه حسن وقبيحه قبيح، نعم توجه الباطن إليه وتضييع العمر الشريف والتفكير الكثير المانع عن الأمور الضرورية الدينية فيه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فَدَمِيَتْ إِصْبَعُهُ، فَقَالَ: هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيتِ ...وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا لَقِيتِ (صحيح البخاري) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جہاد میں) تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک پتھر آپ کو لگا، تو آپ پھسل گئے اور آپ کی انگلی سے خون بہنے لگا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيتِ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا لَقِيتِ"

"تو محض ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوگئی ہے، اور تجھے جو تکلیف پہنچی ہے وہ اللہ کے راستہ میں پہنچی ہے" (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مذکورہ کلمات کہے، وہ بطور رجز کے بلاتکلف اور وزن کی سلامتی کا قصد کئے بغیر کہے، اور قصداً شعر کے طور پر نہیں کہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ مذموم، ولذا قال -صلى الله عليه وسلم -على ما رواه أحمد وأصحاب الكتب الستة عن أبي هريرة مرفوعا "لأن يمتلىء جوف رجل قيحا حتى يريه أي :يفسده -خير له من أن يمتلىء شعرا .قال ابن الملك :يعني إن إنشاء الشعر حرام علي، وكذا شرب الترياق وتعليق التمائم حرامان علي، وأما في حق الأمة فالتمائم وإنشاء الشعر غير حرام إذا لم يكن فيه كذب، ولا هجو مسلم، أو شيء من المعاصي(مرقاة المفاتيح، ج٧،ص ٢٨٨١، كتاب الطب والرقى)

وإنما صدر هذا من مشكاة صدر النبوة مستقيما على وزن الشعر بمقتضى طبعه الموزون من غير تعمد منه، فلا يعد ذلك شعرا.

قال القاضي عياض :قد غفل بعض الناس وقال :الرواية أنا النبي لا كذب بفتح الباء، وعبد المطلب بالخفض حرصا على تغيير الرواية ليستغني عن الاعتذار، وإنما الرواية بإسكان الباء، وقال الخطابي :اختلف الناس في هذا، وما أشبهه من الرجز الذي جرى على لسان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -في بعض أسفاره وأوقاته، وفي تأويل ذلك مع شهادة الله تعالى بأنه لم يعلم الشعر وما ينبغي له، فذهب بعضهم إلى أن هذا وما أشبهه وإن استوى على وزن الشعر، فإنه إذا لم يقصد به الشعر، إذ لم يكن صدوره عن نية له وروية فيه، وإنما هو اتفاق كلام أحيانا فيخرج منه الشيء بعد الشيء على بعض أعاريض الشعر، وقد وجد في كتاب الله العزيز من هذا القبيل، وهذا مما لا يشك فيه أنه ليس بشعر(مرقاة المفاتيح، ج٩ ص ٣٧٩٢، كتاب الفضائل، باب في المعجزات)

[1] رقم الحديث ٦١٤٦، كتاب الادب، باب ما يجوز من الشعر والرجز والحداء وما يكره منه، مسلم، رقم الحديث ١٧٩٦"١١٢"

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ يَنْقُلُ التُّرَابَ حَتّٰى وَارَى التُّرَابُ شَعَرَ صَدْرِهٖ، وَكَانَ رَجُلًا كَثِيْرَ الشَّعَرِ، وَهُوَ يَرْتَجِزُ بِرَجَزِ عَبْدِ اللّٰهِ (البحر الرجز)

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

إِنَّ الْأَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا

يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهٗ (صحيح البخاری) [1]

ترجمہ: میں نے خندق کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی اٹھاتے ہوئے دیکھا، مٹی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کے بال اٹ گئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بہت گھنے اور زیادہ تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، عبداللہ بن رواحہ کا یہ رجزیہ کلام پڑھتے جارہے تھے کہ:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

إِنَّ الْأَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا

''اے اللہ! اگر تو (ہمارا مددگار) نہ ہوتا، تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ صدقہ دیتے اور نہ ہی نماز پڑھتے، بس تو ہم پر سکینہ (واطمینان) نازل فرما اور دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ، بے شک دشمنوں نے ہم پر بغاوت اور چڑھائی کی ہے جب انہوں نے فتنہ برپا کرنا چاہا (کفر کی حمایت، اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کا خاتمہ) تو ہم ڈٹ گئے''

اور یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلند اور اونچی آواز سے پڑھتے تھے (بخاری)

---

[1] رقم الحديث ٣٠٣٤، كتاب الجهاد والسير، باب الرجز فى الحرب ورفع الصوت فى حفر الخندق.

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات رجزیہ کلام پڑھتے تھے،جس کا مضمون شریعت کے مطابق ہوتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَتِ الأَنْصَارُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُوْلُ(البحر)

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِيْنَا أَبَدَا

فَأَجَابَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:

اَللّٰهُمَّ لاَ عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الآخِرَهْ فَأَكْرِمِ الْأَنْصَارَ، وَالْمُهَاجِرَهْ(صحیح البخاری)[1]

ترجمہ: جنگ خندق کے دن انصار یہ(رجزیہ کلام) پڑھتے تھے کہ:

"نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِينَا أَبَدَا"

''ہم ہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر تا زندگی جہاد کی بیعت کی ہے''

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جواب دیتے کہ:

"اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَهْ فَأَكْرِمِ الْأَنْصَارَ، وَالْمُهَاجِرَهْ"

''اے اللہ! عیش تو صرف آخرت کا عیش ہے، پس تو انصار اور مہاجرین کی عزت افزائی فرما''(بخاری)

صحابۂ کرام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام بھی رجزیہ کلام تھا۔

بعض صحابۂ کرام سے رجزیہ کلام کا ثبوت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ٢٩٦١، كتاب الجهاد والسير، باب البيعة فی الحرب أن لا يفروا، وقال بعضهم :على الموت.

طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهٖ بِالْبَيْتِ عَلٰى نَاقَتِهٖ الْجَدْعَاءِ ، وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ آخِذٌ خِطَامَهَا يَرْتَجِزُ (معرفة الصحابة لابی نعیم، رقم الحدیث ۴۱۶۴،باب الزای من باب العین) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں بیتُ اللہ کا طواف ''جدعاء'' اونٹنی پر کیا، اور عبداللہ بن اُمِّ مکتوم نے اس اونٹنی کی لگام پکڑی ہوئی تھی، اور وہ (یعنی عبداللہ بن امِ مکتوم) رجزیہ کلام پڑھ رہے تھے (ابونعیم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهٖ عَلٰى نَاقَتِهٖ الْجَدْعَاءِ وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ آخِذٌ بِخِطَامِهَا يَرْتَجِزُ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۶۶۶۷، کتاب معرفة الصحابة رضی الله عنهم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج کا طواف ''جدعاء'' اونٹنی پر کیا، اور عبداللہ بن اُمِّ مکتوم نے اس اونٹنی کی لگام پکڑی ہوئی تھی، اور وہ (یعنی عبداللہ بن امِ مکتوم) رجزیہ کلام پڑھ رہے تھے (حاکم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ آخِذٌ بِغَرْزِهٖ يَرْتَجِزُ يَقُوْلُ:

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ   قَدْ أَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ فِيْ تَنْزِيْلِهٖ

بِأَنَّ خَيْرَ الْقَتْلِ فِيْ سَبِيْلِهٖ

---

[1] علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس حدیث کو طبرانی کبیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اور اس کے رجال کو ثقہ قرار دیا ہے، مگر ہمیں یہ حدیث طبرانی میں دستیاب نہیں ہوسکی، بلکہ ''معرفۃ الصحابہ'' میں دستیاب ہوئی۔

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، رقم الحديث ۵۵۰۱،باب الرجز في الطواف)

(مسند البزار، رقم الحديث ٦٣٠١) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قضا شدہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ میں داخل ہوئے، اور عبداللہ بن رواحہ نے آپ کے اونٹ کی لگام پکڑ رکھی تھی، اور وہ رجزیہ کلام پڑھ رہے تھے کہ:

ترجمہ: اے کافروں کی نسل! نبی علیہ السلام کا راستہ خالی کرو!، رحمٰن نے اپنے قرآن میں یہ بات نازل فرمادی ہے کہ بہترین قتل وہ ہے، جو اس کے راستے میں ہو (بزار)

اس طرح کی روایات اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ ؎۲

؎۱ قال الهيثمي: رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٣٣٥٣، باب جواز الشعر والاستماع له)

؎۲ عن زيد بن أسلم، قال: دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة -يعني في عمرة القضاء- فطاف بالبيت على ناقة يستلم الركن بمحجنه، والمسلمون يشتدون حوله، وعبد الله بن رواحه بين يديه يقول: باسم الذى لا دين إلا دينه، باسم الذى محمد رسوله ..فذكر الأبيات.

قلت: هذا مرسل رجاله موثقون، وله شاهد صحيح موصول عن أنس.

وأخرج الطبراني في ترجمة عبد الله بن أم مكتوم من حديث جابر رضى الله عنه، قال: طاف رسول الله صلى الله عليه وسلم على ناقته الجدعاء وابن أم مكتوم آخذ بخطامها يرتجز بين يديه.

وأخرج الأزرقي من مرسل طلحة بن عمرو، قال: قال ابن أم مكتوم، وهو آخذ بخطام ناقة رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يطوف: حبذا مكة من واد ...بها أرضى وعوادى

بها ترسخ أوتادى ...بها أمشى بلا هاد.

أخبرني الشيخ أبو إسحاق التنوخي بالقاهرة، وأبو محمد الرسام بمكة، قالا: أخبرنا أحمد بن أبى طالب، قال: أخبرنا أبو المنجا، قال: أخبرنا أبو الوقت، قال: أخبرنا أبو الحسن البوشنجي، قال: أخبرنا أبو محمد السرخسي، قال: أخبرنا إبراهيم الشاشي، قال: حدثنا عبد بن حميد، قال: أخبرنا عبد الرزاق، قال: أخبرنا جعفر بن سليمان، عن ثابت، عن أنس رضى الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل مكة فى عمرة القضاء، وابن رواحة يمشى بين يديه وهو يقول: خلوا بنى الكفار عن ...الأبيات، فقال له عمر رضى الله عنه: يا بن رواحة أبين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى حرم الله تقول الشعر؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم (خل عنه يا عمر فوالذى نفسى بيده لهو أشد عليهم من نضخ النبل) قلت: هذا حديث صحيح. أخرجه الترمذى عن إسحاق بن منصور. والنسائي وأبو يعلى جميعا عن أبى بكر ابن زنجويه. والنسائي أيضا عن أبى عاصم بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ حضرات کے علاوہ دیگر متعدد صحابۂ کرام سے بھی ''رجزیہ'' کلام کا ثبوت ملتا ہے۔ [1]

''رجز'' کی آواز کے فتنہ سے عورتوں کو بچانے کا حکم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أصرم.وابن خزيمة عن محمد بن يحيى. كلهم عن عبد الرزاق.فوقع لنا بدلا عاليا.
قال الترمذى :حسن صحيح، وقد روى عن عبد الرزاق، عن معمر، عن الزهرى، عن أنس نحو هذا.
قلت :أورده الدارقطنى وقال :تفرد معمر بوصله وأورده عن زمعة بن صالح عن الزهرى.
قلت :وكذا أورده موسى بن عقبة فى (السيرة) عن الزهرى مرسلا، وساقه مطولا(نتائج الافكار لابنِ حجر، ج۵ص ۲۸۶ الیٰ ۲۸۸، كتاب اذكار الحج، فصل :إذا وصل المحرم إلى حرم مكة، المجلس:۲۵۵)

[1] قال كعب بن مالك :إن النبى صلى الله عليه وسلم مر به وهو ينشد :(البحر الطويل)ألا هل أتى غسان عنا ودونهم ...من الأرض خرق حوله يتقعقع
تجالدنا عن حرمنا كل فحمة ...كردف لها فيها القوانس تلمع
فقال النبى صلى الله عليه وسلم :لا يا كعب بن مالك ، فقال كعب :تجالدنا عن ديننا كل فحمة، فقال النبى صلى الله عليه وسلم :نعم يا كعب(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۹۲)

قال الهيثمي: رواه الطبراني وإسناده حسن(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ۱۳۳۳۳)

عن عبد الله بن رواحة قال :بينما أنا أجتاز فى المسجد ورسول الله صلى الله عليه وسلم فى ناس من أصحابه، إذ قال القوم :يا عبدالله بن رواحة، يا عبدالله بن رواحة، فظننت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعونى، فجئت، فقال :اجلس يا عبدالله بن رواحة، كيف (تقول)الشعر إذا أردت أن (تقول) ؟ قلت :أنظر ثم أقول، قال :فعليك بالمشركين ، ولم أكن أعددت شيئا، فقلت:
(فخبرونى)أثمان العباء -متى ...كنتم بطاريق أو دانت لكم مضر
فعرفت الكراهية فى وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ أن جعلت قومه أثمان العباء ، فنظرت ثم قلت:يا هاشم الخير إن الله فضلكم ...على البرية فضلا ما له غير
إنى تفرست فيك الخير أعرفه ...فراسة خالفتهم فى الذى نظروا
ولو سألت أو استنفرت بعضهم ...فى جل أمرك ما آووا وما نصروا
فثبت الله ما آتاك من حسن ...تثبيت موسى ونصرا كالذى نصروا
قال :وأنت فثبتك الله يا ابن رواحة(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۵۰۲۱)

قال الهيثمي: رواه الطبراني، ورجاله ثقات إلا أن مدرك بن عمارة لم يدرك ابن رواحة(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۳۳۳۴)

كَانَ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ رَجُلًا حَسَنَ الصَّوْتِ، فَكَانَ يَرْجُزُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَبَيْنَمَا هُوَ يَرْجُزُ إِذْ قَارَبَ النِّسَاءَ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِيَّاكَ وَالْقَوَارِيْرَ قَالَ: فَأَمْسَكَ.

قَالَ مُحَمَّدٌ: كَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَسْمَعَ النِّسَاءُ صَوْتَهُ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۵۲۷۳، کتاب معرفة الصحابة) [1]

ترجمہ: حضرت براء بن مالک خوبصورت آواز کے آدمی تھے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض اسفار میں رجزیہ کلام کہا کرتے تھے، پس اس دوران کہ وہ رجزیہ کلام کہہ رہے تھے، خواتین کے قریب سے گزرنے لگے، تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نازک آبگینوں (کو ٹھیس پہنچانے) سے بچو، تو حضرت براء (رجزیہ کلام سے) رُک گئے، محمد راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ خواتین ان کی آواز کو سنیں (حاکم)

نازک آبگینوں سے مراد خواتین ہیں کہ وہ صنفِ نازک ہوتی ہیں، اور ''براء بن مالک'' کی خوبصورت آواز اور پُرسوز مضمون عورتوں کے کانوں میں پڑنے سے ان کا غیر معمولی تاثر قبول کرنے کا اندیشہ تھا، اس لئے ان کو آہستہ آواز میں ''رجز'' پڑھنے کا حکم دیا گیا، جس سے معلوم ہوا کہ جہاں رجزیہ کلام یا ترنم سے کسی جائز شعر اور کلام کو پڑھنے سے فتنہ لازم آتا ہو، وہاں بچنا چاہئے۔

اور بعض حضرات نے اس واقعہ کو سفر کی ''حدی خوانی'' پر محمول کیا ہے کہ ''حدی خوانی'' کا سواری اور بطورِ خاص اونٹوں پر اثر ہوتا تھا کہ وہ تیز دوڑتے تھے، جس کے نتیجہ میں عورتوں کے صنفِ

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه (مستدرک حاکم)
و قال الذهبي في التلخيص: صحيح.

نازک ہونے کی وجہ سے سواری سے گرنے یا چوٹ لگنے کا خطرہ تھا۔ [1]

سعید بن مسیّب کا ''رجز'' کو پسند اور ''غناء'' کو ناپسند کرنا

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

إِنِّیْ لَأَبْغَضُ الْغِنَاءَ وَأُحِبُّ الرِّجْزَ (مصنف عبد الرزاق) [2]

ترجمہ: میں گانے کو ناپسند کرتا ہوں، اور رجز کو پسند کرتا ہوں (عبدالرزاق)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے مختلف مواقع پر جائز مضامین پر مشتمل رجزیہ کلام کرنا ثابت ومنقول ہے، مگر اس موقع پر نہ تو آلاتِ موسیقی کا استعمال کیا جاتا تھا، اور نہ ہی اس کلام کو پڑھتے ہوئے آواز میں بلاوجہ کا تکلف وتصنع پیدا کیا جاتا تھا، جیسا کہ آج کل کی موسیقی اور گانے میں ہوتا ہے۔ [3]

---

[1] ومعناه الأمر بالرفق بهن وسوقک منصوب بإسقاط الجار أى ارفق فى سوقک بالقوارير قال العلماء سمى النساء قوارير لضعف عزائمهن تشبيها بقارورة الزجاج لضعفها وإسراع الانكسار إليها واختلف العلماء فى المراد بتسميتهن قوارير على قولين ذكرهما القاضى وغيره أصحهما عند القاضى وآخرين وهو الذى جزم به الهروى وصاحب التحرير وآخرون أن معناه أن أنجشة كان حسن الصوت وكان يحدو بهن وينشد شيئا من القريض والرجز وما فيه تشبيب فلم يأمن أن يفتنهن ويقع فى قلوبهن حداؤه فأمره بالكف عن ذلک ومن أمثالهم المشهورة الغنارقية الزنى قال القاضى هذا أشبه بمقصوده صلى الله عليه وسلم وبمقتضى اللفظ قال وهو الذى يدل عليه كلام أبى قلابة المذكور فى هذا الحديث فى مسلم والقول الثانى أن المراد به الرفق فى السير لأن الإبل إذا سمعت الحداء أسرعت فى المشى واستلذته فأزعجت الراكب وأتعبته فنهاه عن ذلک لأن النساء يضعفن عند شدة الحركة ويخاف ضررهن وسقوطهن (شرح النووى على مسلم، ج۱۵ ص ۸۱، كتاب الفضائل،باب رحمته صلى الله عليه وسلم النساء والرفق بهن)

[2] رقم الحديث ۱۹۷۴۳، جامع معمر بن راشد.

[3] رجز کو اردو شاعری میں رزمیہ کا نام دیا جاتا ہے جس میں بہادری، شجاعت، جنگ ومیدانِ جنگ کا نقشہ، غیرت و حمیت، قوم ووطن اور دین ومذہب کا دفاع، قوم وملت کے ساتھ وفاداری، جاں نثاری وجاں سپاری کا اظہار وغیرہ مضامین ہوتے ہیں۔ میر انیس نے کربلا کے واقعات پر مبنی اپنے مرثیوں میں رزمیہ شاعری سے اردو کے دامن کو خوب بھرا ہے، حماسی شاعروں کا جو کلام دیوان حماسہ کے پہلے باب حماسہ میں ہے وہ عربی رزمیہ کا عمدہ نمونہ ہے، فارسی میں فردوسی کا شاہنامہ جس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ میں رستم وسہراب کے معرکوں کو منظوم کیا ہے فارسی رزمیہ شاعری کا گویا پیمانہ سمجھا جاتا تھا، واقدی کی فتوح المصر والشام کا انیسویں صدی کے ایک استادِفن سید عبدالرزاق کلامی مرحوم نے جو سید احمد شہید رحمہ اللہ کی ہمشیرہ کے پڑپوتے تھے، 25ہزار اشعار میں بنام ''صمصام الاسلام'' منظوم ترجمہ کیا تھا، جو ترکی خلافت کے سقوط تک ہندوستان کے شرفاء کے گھروں میں اور اجتماعی آفات کے مواقع پر مجلسوں میں پڑھا جاتا تھا یہ اردو رزمیہ کا اعلیٰ نمونہ تھا، رزمیہ کے مقابلے میں فارسی وارددوادب میں باغ و بہار، حسن و جمال، مناظر قدرت اور مظاہر فطرت کی منظرکشی پر مبنی شاعری کو بزمیہ شاعری کہا جاتا ہے، برصغیر میں ہمارے عہد زوال میں بزمیہ رنگین شاعری کا ہی زور رہا ہے، بہادر شاہ ظفر سے لے کر غالب ونواب مرزاداغ تک سب یار لوگ خیالی معشوقوں کے ناک نقشے کی مرمت میں لگے رہے، خواجہ حالی اور اس کے بعد اقبال نے یہ رنگ بدلا اور قومی واصلاحی شاعری کو فروغ دیا۔

وقد تكلم الناس فى الغناء فأطالوا فمنهم من حرمه ومنهم من أباحه من غير كراهة ومنهم من كرهه مع الاباحة وفصل الخطاب أن نقول ينبغي أن ينظر فى ماهية الشيء ثم يطلق عليه التحريم أو الكراهة أو غير ذلك والغناء اسم يطلق على أشياء.

منها غناء الحجيج فى الطرقات فان أقواما من الأعاجم يقدمون للحج فينشدون فى الطرقات أشعارا يصفون فيها الكعبة وزمزم والمقام وربما ضربوا مع إنشادهم بطبل فسماع تلك الأشعار مباح وليس إنشادهم إياها مما يطرب ويخرج عن الاعتدال وفى معنى هؤلاء الغزاة فإنهم ينشدون أشعارا يحرضون بها على الغزو وفى معنى هذا إنشاد المبارزين للقتال للاشعار تفاخرا عند النزال وفى معنى هذا أشعار الحداة فى طريق مكة كقول قائلهم:

بشرها دليلها وقالا ...غدا ترين الطلح والجبالا

وهذا يحرك الابل والآدمى إلا أن ذلك التحريك لا يوجب الطرب المخرج عن حد الاعتدال ....ومن هذا الجنس كانوا ينشدون أشعارهم بالمدينة وربما ضربوا عليه بالدف عند إنشاده ....قال المصنف رحمه الله :فقد بان بما ذكرنا ما كانوا يغنون به وليس مما يطرب ولا كانت دفوفهن على ما يعرف اليوم ومن ذلك أشعار ينشدها المتزهدون بتطريب وتلحين تزعج القلوب إلى ذكر الآخرة..........فهذا مباح أيضا..........ومن الاشعار أشعار تنشدها النواح يثيرون بها الأحزان والبكاء فينهى عنها لما فى ضمنها.

فأما الأشعار التى ينشدها المغنون المتهيئون للغناء ويصفون فيها المستحسنات والخمر وغير ذلك مما يحرك الطباع ويخرجها عن الاعتدال ويثير كامنها من حب اللهو وهو الغناء المعروف فى هذا الزمان..........وقد أخرجوا لهذه الأغانى ألحانا مختلفة كلها تخرج سامعها عن حيز الاعتدال وتثير حب الهوى ولهم شيء يسمونه البسيط يزعج القلوب عن مهل ثم يأتون بالنشيد بعده فيعجعج القلوب وقد أضافوا إلى ذلك ضرب القضيب والإيقاع به على وفق الإنشاد والدف بالجلاجل والشبابة النائبة عن الزمر فهذا الغناء المعروف اليوم(تلبيس إبليس،ص ١٩٩ الىٰ ٢٠٢،الباب العاشر :فى ذكر تلبيسه على الصوفية من جملة الزهاد،ذكر تلبيس إبليس على الصوفية فى السماع والرقص والوجد)

(فصل نمبر 2)

حدی خوانی اور ترنّم سے جائز اشعار پڑھنے کا بیان

عربی زبان میں ''حداء'' ترنم کے ساتھ ایسا کلام پڑھنے کو کہا جاتا ہے کہ جس سے مقصود اونٹ وغیرہ کی سواری کو ہنکانا اور تیز چلانا ہوتا ہے، اور یہ کلام بعض اوقات شعر کے انداز کا ہوتا ہے، اور بعض اوقات شعر کے انداز کا نہیں ہوتا۔ [۱]

''حدی خوانی'' سُن کر عرب میں سواری اور بطورِ خاص اونٹوں کے تیز چلنے کا مشاہدہ عام تھا، اس لئے سفر کے دوران اونٹوں وغیرہ کو تیز چلانے کے لئے اس کا رواج تھا۔

لیکن ''حدی خوانی'' میں کوئی فحش یا ایسا کلام نہیں ہوتا تھا، جس میں شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی لازم آئے، اور نہ ہی ''حدی خوانی'' کے دوران کوئی موسیقی کا آلہ استعمال کیا جاتا تھا، اس لئے شریعت نے اس طرح کے ''حداء'' کو جائز رکھا، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔ [۲]

---

[۱] الحداء -بضم الحاء وكسرها وتخفيف الدال المهملتين، يمد ويقصر -هو سوق الإبل بضرب مخصوص من الغناء .والحداء فى الغالب إنما يكون بالرجز، وقد يكون بغيره من الشعر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦،ص١١٣ ،مادة " شعر")

[۲] ملحوظ رہے کہ حداء کو بعض اوقات عربی زبان میں ''نصب'' بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

(وعن أنس -رضى الله تعالى عنه -قال :كان للنبى -صلى الله عليه وسلم -حاد) : اسم فاعل من حدا الإبل وبها حدوا وحداء وحداء :زجرها وساقها .ذكره صاحب القاموس .وفى أساس البلاغة: حداها إذا غنى بها .قال صاحب القاموس :وأصل الحداء فى دى دى، وقال فيه ما كان للناس حداء ، فضرب أعرابى غلامه وعض أصابعه فمشى وهو يقول :دى دى أراد بأيدى، فسارت الإبل على صوته فقال له :الزمه وخلع عليه، فهذا أصل الحداء اهـ، وله تأثير بليغ فى سرعة مشى الإبل وتأثير الغناء فيهن(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٧،ص٣٠٢٢، كتاب الآداب،باب البيان والشعر)

ج -النصب:من معانى النصب :(بفتح النون وسكون المهملة) الترنم بالشعر، وهو نوع من أغانى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حدی خوان کا ذکر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَادٍ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ، وَكَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ، لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيْرَ قَالَ قَتَادَةُ: يَعْنِي ضَعَفَةَ النِّسَاءِ (صحيح البخارى) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدی خوان تھا، جس کا نام انجشہ تھا اور اس کی آواز بہت اچھی تھی، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انجشہ! آہستہ کیجئے، شیشوں کو نہ توڑیئے، قتادہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ضعیف عورتیں تھیں (بخاری، مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر میں اونٹوں وغیرہ کو ہنکانے کے لئے حدی پڑھنے والا شخص مقرر تھا، جس کا نام ''انجشہ'' تھا۔

حدی خوان کی آواز کے فتنہ سے عورتوں کو بچانے کا حکم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ الْبَرَاءَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَحْدُوْ بِالرِّجَالِ، وَكَانَ أَنْجَشَةُ يَحْدُوْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

العرب فيه تمطيط يشبه الحداء ، وقيل :هو الذى أحكم من النشيد وأقيم لحنه ووزنه ، فعن السائب بن يزيد قال :كان رباح -وهو ابن المغترف -يحسن النصب ، وفى حديث نائل مولى عثمان : فقلنا لرباح :لو نصبت لنا نصب العرب .وقال ابن قدامة :النصب نشيد الأعراب لا بأس به كسائر أنواع الإنشاد ما لم يخرج إلى حد الغناء والصلة أن النصب ضرب من الغناء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ا ٣،ص ٢٩٦ ،مادة " غناء ")

[1] رقم الحديث ١ ٦٢١١، كتاب الادب،باب :المعاريض مندوحة عن الكذب، مسلم، رقم الحديث ٢٣٢٣ "٧٣"

بِالنِّسَاءِ، وَكَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَنْجَشَةُ، رُوَيْدَكَ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ (الأدب المفرد) [1]

ترجمہ: حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ مرد حضرات کے لئے حدی کہا کرتے تھے، اور انجشہ خواتین کے لئے حدی کہا کرتے تھے، جو کہ خوبصورت آواز کے مالک تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ اے انجشہ! آہستہ کیجئے، شیشوں کو نہ توڑیئے (ادب المفرد)

شیشوں کو نہ توڑنے سے مراد خواتین ہیں کہ وہ صنفِ نازک ہوتی ہیں، اور ''انجشہ'' کی خوبصورت آواز عورتوں کے کانوں میں پڑنے سے فتنہ لازم آنے کا اندیشہ تھا، اس لئے ان کو آہستہ آواز میں ''حدی'' پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ''انجشہ'' کے تیز ''حداء'' پڑھنے یا تیز سواری چلانے سے عورتوں کے صنفِ نازک ہونے کی وجہ سے سواری سے گرنے یا چوٹ لگنے کا خطرہ تھا، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آہستہ حدی خوانی کا حکم فرمایا، جیسا کہ پہلے بھی گزرا۔ واللہ اعلم۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ١٢٦٤، باب الحداء للنساء.
قال الألباني: صحيح (حاشية الادب المفرد)

[2] اردو میں سخن کی اصناف میں سے ایک معروف صنف ''ریختی'' رہی ہے، جس میں خواتین کے لب ولہجہ، خواتین کے طرزِ گفتگو، خواتین کے محاورے وضرب الامثال میں اشعار کہے جاتے ہیں، خصوصاً دلی ولکھنؤ کی ٹکسالی اردو اور قلعہ معلیٰ کی بیگماتی شاہی زبان جو نزاکت ونفاست اور چاشنی وشیرینی میں غایت درجہ کو پہنچی ہوئی تھی، اس کا ہو بہو نقشہ ریختی میں سامنے آتا ہے، زنانہ حدی خوانی میں انجشہ گویا قادر الکلام تھے، واضح رہے کہ شعراء کے ہاں اردو ٹکسالی زبان میں شاعری کے لئے ریختہ کا نام بھی استعمال ہوتا تھا، اسی ریختہ میں ایک صنف گویا ریختی تھی، غالب کا شعر ہے:

ریختہ کے تمہی استاد نہیں ہو غالب　　　کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

(يا أنجشة رويدك سوقك بالقوارير وفي رواية ويحك يا أنجشة رويدا سوقك بالقوارير وفي رواية يا أنجشة لا تكسر القوارير يعني ضعفة النساء أما أنجشة فهمزة مفتوحة وإسكان النون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حداء پڑھوانا

حضرت عطاء بن سائب سے روایت ہے کہ:

كَانَ عُمَرُ يَأْمُرُ رَجُلًا فَيَحْدُوْ (مُصنف ابن أبى شيبة) [1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ (سفر میں) کسی آدمی کو حدی پڑھنے کا حکم دیا کرتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وبالجيم وبشين معجمة وأما رويدك فمنصوب على الصفة بمصدر محذوف أى سق سوقا رويدا ومعناه الأمر بالرفق بهن وسوقك منصوب بإسقاط الجار أى ارفق فى سوقك بالقوارير قال العلماء سمى النساء قوارير لضعف عزائمهن تشبيها بقارورة الزجاج لضعفها وإسراع الانكسار إليها واختلف العلماء فى المراد بتسميتهن قوارير على قولين ذكرهما القاضى وغيره أصحهما عند القاضى وآخرين وهو الذى جزم به الهروى وصاحب التحرير وآخرون أن معناه أن أنجشة كان حسن الصوت وكان يحدو بهن وينشد شيئا من القريض والرجز وما فيه تشبيب فلم يأمن أن يفتنهن ويقع فى قلوبهن حداؤه فأمره بالكف عن ذلك ومن أمثالهم المشهورة الغنا رقية الزنى قال القاضى هذا أشبه بمقصوده صلى الله عليه وسلم وبمقتضى اللفظ قال وهو الذى يدل عليه كلام أبى قلابة المذكور فى هذا الحديث فى مسلم والقول الثانى أن المراد به الرفق فى السير لأن الإبل إذا سمعت الحداء أسرعت فى المشى واستلذته فأزعجت الراكب وأتعبته فنهاه عن ذلك لأن النساء يضعفن عند شدة الحركة ويخاف ضررهن وسقوطهن (شرح النووى على مسلم، ج۱۵ ص ۸۰، ۸۱، كتاب الفضائل،باب رحمته صلى الله عليه وسلم النساء والرفق بهن)

قوله: (بالقوارير) (نه) :أراد به النساء ، شبههن بالقوارير من الزجاج؛ لأنه يسرع إليها الكسر. وكان أنجشة يحدو وينشد العريض والرجز، فلم يأمن أن يصيبهن، أو يقع فى قلوبهن حداؤه، فأمره بالكف عن ذلك .وفى المثل :الغناء رقية الزنا .وقيل :أراد أن الإبل إذا سمعت الحداء ، أسرعت فى المشى واشتدت، فأزعجت الراكب وأتعبته، فنهاه عن ذلك؛ لأن النساء يضعفن عن شدة الحركة .وواحدة القوارير قارورة سميت بها؛ لاستقرار الشراب فيها(شرح المشكاة للطيبى، ج۱۰ ص ۳۱۰۹، كتاب الآداب، باب البيان والشعر)

(يا أنجشة لا تكسر القوارير) : بالجزم على جواب الأمر، والقوارير جمع قارورة سميت بها لاستقرار الشراب فيها، وهى الزجاجة كنى بها عن النساء لما فيهن من الرقة واللطافة وضعف البنية، أمره أن يغض من صوته الحسن خشية أن يقع من قلوبهن موقعا لضعف عزائمهن وسرعة تاثرهن كسرعة الكسر إلى القوارير .وفى النهاية :شبههن بالقوارير؛ لأنه يسرع إليها الكسر، وكان أنجشة يحدو وينشد القريض والرجز، فلم يأمن أن يصيبهن أو يقع فى قلوبهن حداؤه، فأمره بالكف عن ذلك .وفى المثل :الغناء رقية الزنا .وقيل :أراد أن الإبل إذا سمعت الحداء أسرعت فى المشى واشتدت، فأزعجت الراكب وأتعبته، فنهاه عن ذلك؛ لأن النساء يضعفن عن شدة الحركة(مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۳۰۲۳، كتاب الآداب، باب البيان والشعر)

[1] رقم الحديث ۱۴۱۴۳، كتاب المناسك،باب فى الحداء للمحرم.

تھے (ابن ابی شیبہ)

اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی حدی خوانی کرانا ثابت ہے۔

حدی خوانی سوار کی غذاء ہے

حضرت اسلم سے روایت ہے کہ:

سَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَجُلًا بِفَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ وَهُوَ يَحْدُوْ بِغِنَاءِ الرُّكْبَانِ ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ هٰذَا مِنْ زَادِ الرَّاكِبِ (مُصنف ابن أبی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (دورانِ سفر) ایک بیابان علاقہ میں ایک آدمی کو سواروں کے لئے حدی خوانی کرتے ہوئے سنا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سوار کی غذاء ہے (ابن ابی شیبہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدی خوانی کو سوار کی غذاء قرار دیا، کیونکہ اس سے سواری بھی اچھی چلتی ہے، اور سوار کو بھی ملال نہیں ہوتا۔

حدی خوانی کا مسلمانوں میں رواج رہا ہے

حضرت محمد بن قاسم سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ الْحَسَنَ وَسُئِلَ عَنِ الْحُدَاءِ ؟ قَالَ: كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يَفْعَلُوْنَهُ (مُصنف ابن أبی شیبة) [2]

ترجمہ: حضرت حسن سے حدی خوانی کے بارے میں سوال کیا گیا، تو میں نے ان کو یہ جواب دیتے ہوئے سنا کہ مسلمان اس عمل کو کیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

---

[1] رقم الحدیث ۱۴۱۴۷، کتاب المناسک، باب فی الحداء للمحرم.

[2] رقم الحدیث ۱۴۱۴۴، کتاب المناسک، باب فی الحداء للمحرم.

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں اور خیرُ القرون کے دور میں حدی خوانی کا رواج رہا ہے۔

حدی خوانی میں عورتوں کا ذکر کرنے کی ممانعت

جلیلُ القدر تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا سَمِعَ الْحَادِىَ قَالَ لَا تُعَرِّضْ بِذِكْرِ النِّسَاءِ (سنن البیهقی) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حدی خوانی کرنے والے کو جب سنتے تھے، تو اسے یہ فرما دیتے تھے کہ آپ (حداء کے اندر) عورتوں کا اشارتاً بھی ذکر نہ کیا کرو (بیہقی)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے۔ [2]

عورتوں کا حدی خوانی میں ذکر کرنے سے فتنہ لازم آنے کا اندیشہ تھا، اس لئے حدی خوانی میں ایسا مضمون اور کلام پڑھنے سے منع کیا گیا کہ جس میں عورتوں کا ذکر ہو، جیسا کہ آج کل مروّجہ گانوں اور کئی شعروں میں ہوتا ہے، اور مروّجہ گانا، حدی خوانی سے جدا عمل ہے۔

متعدد صحابۂ کرام کا خوش آوازی کے ساتھ اشعار پڑھنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعدد روایات میں سفر کے دوران خوش آوازی کے ساتھ اشعار سننا ثابت ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ١٧٥ ٩، كتاب الحج، باب لا رفث ولا فسوق ولا جدال فى الحج.

[2] عن مجاهد ,قال :كان ابن عمر ينهى أن يعرض الحادى بذكر النساء وهو محرم وكذلك قاله يحيى القطان ,وجماعة فالله أعلم(سنن البيهقى، رقم الحديث ١٧٦ ٩)

[3] عن الزهرى ,قال :قال السائب بن يزيد :بينا نحن مع عبد الرحمن بن عوف فى طريق الحج ونحن نؤم مكة اعتزل عبد الرحمن رضى الله عنه الطريق ,ثم قال لرباح بن المغترف :غننا يا أبا حسان ,وكان يحسن النصب ,فبينا رباح يغنيه أدركهم عمر بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض دیگر صحابۂ کرام سے بھی مختلف مواقع پر ترنم کے ساتھ مگر موسیقی و آلاتِ موسیقی کے بغیر جائز اشعار کا پڑھنا ثابت ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الخطاب رضی الله عنه فی خلافته فقال " :ما هذا؟ , "فقال عبد الرحمن :ما بأس بهذا ,نلهو ونقصر عنا ,فقال عمر رضی الله عنه " :فإن كنت آخذا فعليک بشعر ضرار بن الخطاب , "وضرار رجل من بنی محارب بن فهر. (السنن الكبریٰ للبيهقی، رقم الحديث ۲۱۰۱۴)

قال الشيخ والنصب ضرب من أغانی الأعراب ,وهو يشبه الحداء ,قاله أبو عبيد الهروی وروينا فيه قصة أخرى ,عن خوات بن خبير ,عن عمر وعبد الرحمن بن عوف ,وأبی عبيدة بن الجراح رضی الله عنهم فی كتاب الحج، قال فيها خوات :فما زلت أغنيهم حتى إذا كان السحر(السنن الكبریٰ للبيهقی)

و قال الالبانی:

أخرجه البيهقی ۱۰/۲۲۴، بإسناد جيد وقال : والنصب ضرب من أغانی الأعراب وهو يشبه الحداء .قاله أبو عبيد الهروی . وفی القاموس :نصب العرب :ضرب من مغانيها أرق من الحداء . فأقول :وفی هذه الأحاديث والآثار دلالة ظاهرة على جواز الغناء بدون آلة فی بعض المناسبات كالتذكير بالموت أو الشوق إلى الأهل والوطن أو للترويح عن النفس والالتهاء عن وعثاء السفر ومشاقه ونحو ذلک مما لا يتخذ مهنة ولا يخرج به عن حد الاعتدال فلا يقترن به الاضطراب والتثنی والضرب بالرجل مما يخل بالمروءة(تحريم آلات الطرب،ص ۱۲۹،الفصل السابع :فی الغناء بدون آلة)

عن خوات بن جبير ,قال: خرجنا حجاجا مع عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: فسرنا فی ركب فيهم أبو عبيدة بن الجراح ,وعبد الرحمن بن عوف رضی الله عنهما قال :فقال القوم :غننا يا خوات ,فغناهم فقالوا :غننا من شعر ضرار فقال عمر رضی الله عنه :دعوا أبا عبد الله يتغنى من بنيات فؤاده يعنی من شعره ,قال :فما زلت أغنيهم حتى إذا كان السحر ,فقال عمر رضی الله عنه :ارفع لسانک يا خوات ,فقد أسحرنا ,فقال أبو عبيدة رضی الله عنه :هلم إلى رجل أرجو ألا يكون شرا من عمر رضی الله عنه قال :فتنحيت وأبو عبيدة فما زلنا كذلک حتى صلينا الفجر(السنن الكبرى، للبيهقی ، رقم الحديث ۹۱۸۵)

[1] عن أنس بن مالک رضی الله عنه، قال :استلقى البراء بن مالک على ظهره، ثم ترنم، فقال له أنس :اذكر الله أی أخی فاستوى جالسا، وقال :أی أنس أترانی أموت على فراشی، وقد قتلت مائة من المشركين مبارزة، سوى من شاركت فی قتله(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۹۲)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ:

مَا أَعْلَمُ رَجُلًا مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ إِلَّا قَدْ سَمِعْتُهٗ يَتَرَنَّمُ (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: میں نے مہاجرین کے جس شخص کو بھی جانا، تو میں نے اُسے ترنّم کے ساتھ (کلام) پڑھتے ہوئے سنا (عبدالرزاق)

اس طرح کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز اشعار یا کلام کو ترنم اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا جائز ہے، جب کہ اس کو مستقل مشغلہ نہ بنایا جائے، اور اس میں غیر ضروری انہماک اختیار نہ کیا جائے۔ [2]

اور یہ بھی شرط ہے کہ مروّجہ گانے اور موسیقی کے انداز سے پرہیز کیا جائے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال الهيثمي: رواه الطبراني، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥٧٩٥، باب ما جاء في البراء بن مالك -رضي الله عنه)

عن عبد الله بن الحارث عن نوفل قال رأيت أسامة بن زيد جالسا فى المسجد رافعا إحدى رجليه على الأخرى رافعا عقيرته قال حسبت أنه قال يتغنى النصب(مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ١٩٧٣٩)

[1] رقم الحديث ١٩٧٤١، كتاب الجامع معمر بن راشد، باب الغناء والدف، السنن الكبرى، للبيهقي، رقم الحديث ٢١٠١٨.

قال الالباني:

رواه عبد الرزاق ١٩٧٤١ مختصرا، والبيهقي ٢٣٠/١٠، والسياق له وإسناده صحيح على شرط الشيخين(تحريم آلات الطرب، ص١٢٨، الفصل السابع: في الغناء بدون آلة)

[2] وأما الترنم بالبيت والبيتين وتطريب الصوت بذلك مما ليس فيه فحش أو ذكر محظور فليس مما يسقط المروء ة، وحكم اليسير منه خلاف حكم الكثير(عمدة القارى، ج٦، ص٢٧٤، ابواب العيدين، باب سنة العيدين لأهل الإسلام)

[3] تحسين الصوت هو :الترنم والتغني الذى لا يصاحبه ترديد الصوت بالحروف، ولا تغيير الكلمات عن وجهها، مع التزام قواعد التجويد .

ويندب تحسين الصوت فى القرآن، وفى الأذان، لأنه يجذب الناس إليهما، ويحببهم بهما، ويشرح صدورهم لهما.

أما التطريب والتلحين والتغنى -بمعنى الغناء- والقصر والزيادة بالتمطيط فهو محرم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص٢١٨، مادة "تحسين")

جنت کی حوروں کا ایک نغمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْحُوْرَ فِي الْجَنَّةِ يَتَغَنَّيْنَ يَقُلْنَ: نَحْنُ الْحُوْرُ الْحِسَانُ، هُدِيْنَا لِأَزْوَاجٍ كِرَامٍ(المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث ٦٤٩٧) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں حوریں یہ نغمہ پڑھتی ہیں:

"نَحْنُ الْحُوْرُ الْحِسَانُ هُدِيْنَا لِأَزْوَاجٍ كِرَامٍ"

''ہم حسین وجمیل حوریں ہیں، جنہیں اعزاز ومرتبہ والے شوہروں کے لئے ہدیہ کیا گیا ہے'' (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ نیک شوہروں کے لئے جنت کی حوریں نغمہ سرائی کرتی ہیں۔

عرب کا ترنم اور موجودہ نغمہ سرائی میں فرق

آج کل بعض لوگ عرب کے رجزیہ کلام اور اُن کی حدی خوانی کو بنیاد بنا کر موجودہ دور کے گانوں، بلکہ موسیقی تک کو جائز قرار دیتے ہیں، حالانکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں جو حدی خوانی رائج تھی، اس میں آلاتِ موسیقی کا قطعاً وجود نہ تھا، اور دوسری بات یہ ہے کہ عرب میں ترنم کے ساتھ مخصوص مواقع پر اشعار یا کوئی کلام پڑھنے کا جو رواج تھا، وہ موجودہ دور کے موسیقی کے طرز کا نہیں ہوتا تھا، بلکہ سادہ انداز کا ترنم کا ہوتا تھا۔

اس سلسلہ میں علامہ شاطبی فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهُمْ رُبَّمَا أَنْشَدُوا الشِّعْرَ فِي الْأَسْفَارِ الْجِهَادِيَّةِ تَنْشِيطاً لِكَلَالِ

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله وثقوا(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٨٧٦١)

النُّفُوْسِ، وَتَنْبِيهاً لِلرَّوَاحِلِ أَنْ تَنْهَضَ بِأَثْقَالِهَا وَهٰذَا حَسَنٌ، لٰكِنَّ الْعَرَبَ لَمْ يَكُنْ لَهَا مِنْ تَحْسِيْنِ النَّغَمَاتِ مَا يَجْرِىْ مَجْرَى مَا النَّاسُ عَلَيْهِ الْيَوْمَ، بَلْ كَانُوْا يُنْشِدُوْنَ الشِّعْرَ مُطْلَقاً مِنْ غَيْرِ أَنْ يَعْتَمِلُوْا هٰذِهِ التَّرْجِيْعَاتِ الَّتِىْ حَدَثَتْ بَعْدَهُمْ، بَلْ كَانُوْا يُرَقِّقُوْنَ الصَّوْتَ وَيُمَطِّطُوْنَهُ عَلٰى وَجْهٍ يَلِيْقُ بِأُمِّيَةِ الْعَرَبِ الَّذِيْنَ لَمْ يَعْرِفُوْا صَنَائِعَ الْمُوسِيْقِيِّ، فَلَمْ يَكُنْ فِيْهِ إِلْذَاذٌ وَلَا إِطْرَابٌ يُلْهِىْ، وَإِنَّمَا كَانَ لَهُمْ فِيْهِ شَىْءٌ مِّنَ النِّشَاطِ؛ كَمَا كَانَ أَنْجَشَةُ.وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ يَحْدُوَانِ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَكَمَا كَانَ الْأَنْصَارُ يَقُوْلُوْنَ عِنْدَ حَفرِ الْخَنْدَقِ:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِيْنَا أَبَدًا.

فَيُجِيْبُهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهٖ:

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرَ الْآخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ .

وَمِنْهَا : أَنْ يَّتَمَثَّلَ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ أَوِ الْأَبْيَاتِ مِنَ الْحِكْمَةِ فِىْ نَفْسِهٖ لِيَعِظَ نَفْسَهُ، أَو يُنَشِّطَهَا، أَوْ يُحَرِّكَهَا لِمُقْتَضٰى مَعْنَى الشِّعْرِ، أَوْ يَذْكُرَهَا لِغَيْرِهٖ ذِكْرًا مُطْلَقًا...........

هٰذَا وَمَا أَشْبَهَهُ كَانَ فِعْلَ الْقَوْمِ، وَهُمْ مَعَ ذٰلِكَ لَمْ يَقْتَصِرُوْا فِى التَّنْشِيْطِ لِلنُّفُوْسِ وَلَا الْوَعْظِ عَلٰى مُجَرَّدِ الشِّعْرِ، بَلْ وَعَظُوْا أَنْفُسَهُمْ بِكُلِّ مَوْعِظَةٍ، وَلَا كَانُوْا يَسْتَحْضِرُوْنَ لِذِكْرِ الْأَشْعَارِ الْمُغَنِّيْنَ، إِذْ لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ مِنْ طَلَبَاتِهِمْ، وَلَا كَانَ عِنْدَهُمْ مِنَ الْغِنَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ فِىْ أَزْمَانِنَا شَىْءٌ، وإِنَّمَا دَخَلَ فِى الْإِسْلَامِ بَعْدَهُمْ حِيْنَ خَالَطَ الْعَجَمُ الْمُسْلِمِيْنَ.

وَقَدْ بيَّن ذٰلِکَ أَبُوْ الْحَسَنِ الْقَرَافِيُّ، فَقَالَ : إِنَّ الْمَاضِيْنَ مِنَ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ حُجَّةٌ عَلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ، وَلَمْ يَكُوْنُوْا يُلَحِّنُوْنَ الْأَشْعَارَ وَلَا يُنَغِّمُوْنَهَا بِأَحْسَنِ مَا يَكُوْنُ مِنَ النَّغَم، إِلَّا مِنْ وَجْهِ إِرْسَالِ الشِّعْرِ وَاتِّصَالِ الْقَوَافِي .فَإِنَّ كَانَ صَوْتُ أَحَدِهِمْ أَشْجٰى مِنْ صَاحِبِهٖ كَانَ ذٰلِکَ مَرْدُوْدًا إِلٰى أَصْلِ الْخِلْقَةِ لَا يَتَصَنَّعُوْنَ وَلَا يَتَكَلَّفُوْنَ.

هٰذَا مَا قَالَ .فَلِذٰلِکَ نَصَّ الْعُلَمَاءُ عَلٰى كَرَاهِيَّةِ ذٰلِکَ الْمُحْدَثِ، وَحَتّٰى سُئِلَ مَالِکُ بْنُ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْغِنَاءِ الَّذِیْ يَسْتَعْمِلُهٗ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ: إِنَّمَا يَفْعَلُهٗ عِنْدَنَا الْفُسَّاقُ.وَلَا كَانَ الْمُتَقَدِّمُوْنَ أَيْضاً يَعُدُّوْنَ الْغِنَاءَ جُزْءًا مِّنْ أَجْزَاءِ طَرِيْقَةِ التَّعَبُّدِ، وَطَلَبِ رِقَّةِ النُّفُوْسِ، وَخُشُوْعِ الْقُلُوْبِ، حَتّٰى يَقْصُدُوْهُ قَصْدًا، وَيَتَعَمَّدُوْا اللَّيَالِيَ الْفَاضِلَةَ، فَيَجْتَمِعُوْا لِأَجْلِ الذِّكْرِ الْجَهْرِيِّ، ثُمَّ الْغِنَاءِ، وَالشَّطْحِ، وَالرَّقْصِ، وَالتَّغَاشِي، وَالصِّيَاحِ، وَضَرْبِ الْأَقْدَامِ عَلٰى وَزْنِ إِيْقَاعِ الْأَكُفِّ أَوِ الْآلَاتِ، وَمُوَافَقَةِ النَّغَمَاتِ. هَلْ فِيْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَمَلِهِ الْمَنْقُوْلِ فِي الصِّحَاحِ، أَوْ عَمَلِ السَّلَفِ الصَّالِحِ، أَو أَحَدٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ مِنْ ذٰلِکَ أَثَرٌ؟ أَوْ فِيْ كَلَامِ الْمُجِيْبِ مَا يُصَرِّحُ بِجَوَازِ مِثْلِ هٰذَا؟

بَلْ سُئِلَ عَنْ إِنْشَادِ الْأَشْعَارِ بِالصَّوَامِعِ كَمَا يَفْعَلُهٗ الْمُؤَذِّنُوْنُ الْيَوْمَ فِي الدُّعَاءِ بِالْأَسْحَارِ؟ فَأَجَابَ بِأَنَّ ذٰلِکَ بِدْعَةٌ مُضَافَةٌ إِلٰى بِدْعَةٍ؛ لِأَنَّ الدُّعَاءَ بِالصَّوَامِعِ بِدْعَةٌ، وإِنْشَادَ الشِّعْرِ وَالْقَصَائِدِ بِدْعَةٌ أُخْرٰى، إِذ لَمْ يَكُنْ ذٰلِکَ فِيْ زَمَنِ السَّلَف الْمُقْتَدٰى بِهِمْ.

كَمَا أَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الذِّكْرُ الْجَهْرِيِّ أَمَامَ الْجَنَازَةِ، فَأَجَابَ بِأَنَّ السُّنَّةَ

فِیْ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ الصَّمْتُ وَالتَّفَكُّرُ وَالْاِعْتِبَارُ، وَأَنَّ ذٰلِكَ فِعْلُ السَّلْفِ. قَالَ: وَاتِّبَاعُهُمْ سُنَّةٌ، وَمُخَالَفَتُهُمْ بِدْعَةٌ، وَقَدْ قَالَ مَالِكٌ: لَنْ يَأْتِيَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بِأَهْدٰى مِمَّا كَانَ عَلَيْهِ أَوَّلُهَا

(الاعْتِصَام،للشاطبی، ج۲،ص ۱۱۳ الیٰ ۱۱۸ ،ملخصاً ، الباب الرابع فی مأخذ أهل البدع فی الاستدلال)

ترجمہ: عرب لوگ بعض اوقات جہاد وغیرہ کے اسفار میں اشعار پڑھا کرتے تھے، تا کہ طبیعتوں کا ملال اور اکتاہٹ دور ہو کر تازگی پیدا ہو جائے، اور مسافر اپنے سامان سے چوکنے رہیں، جو کہ اچھی چیز ہے، لیکن عرب کے اندر نغمہ سرائی اور آواز کو بنانے کا وہ رواج نہیں تھا، جو آج کے دور میں لوگوں نے اختیار کرلیا ہے، بلکہ عرب کے لوگ سادہ انداز میں شعر پڑھا کرتے تھے، نغمہ سرائی کے ان طریقوں کے بغیر جو طریقے ان کے بعد ایجاد ہوئے، اور عرب کے لوگ آوازوں کو نرم کیا کرتے تھے، اور آواز کو ایسے طریقہ پر نکالا کرتے تھے، جو عربی کے اُمّی لوگوں کی شان کے لائق تھا، عرب کے لوگ موسیقی کے (موجودہ) فن سے واقف نہیں تھے، پس ان کی نغمہ سرائی میں ایسی لذت اور مستی نہیں ہوتی تھی، جو غفلت پیدا کرے، البتہ اس میں طبیعت میں نشاط اور تازگی پیدا کرنے کی تاثیر ہوتی تھی، جیسا کہ حضرت انجشہ اور عبداللہ بن رواحہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حدی پڑھتے تھے، اور جیسا کہ انصار خندق کھودنے کے وقت یہ (رجزیہ کلام) پڑھتے تھے کہ:

”نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِيْنَا أَبَداً“

”ہم نے بیعت کرلی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر، تاحیاتِ زندگی“

پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جواب دیتے تھے کہ:

"اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْآخِرَۃُ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃُ"

''اے اللہ! خیر تو آخرت کی خیر ہے، پس آپ انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرمایئے''

اور شعر پڑھنے کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے طور پر ایک یا چند اشعار حکمت کے پڑھے، تاکہ اپنے آپ کو نصیحت کرے یا اپنے آپ کو تازگی پہنچائے، یا اپنے اندر چستی پیدا کرے، شعر کے معنیٰ کے تقاضا کی وجہ سے، یا اس کے ذریعہ سے دوسرے کو مطلقاً (یعنی بغیر کسی تداعی وغیرہ کی قید کے) تذکیر اور نصیحت کرے۔

(......اور چند سطور کے بعد فرماتے ہیں......) یہ اور اس جیسا عمل عرب میں رائج تھا، لیکن وہ اس کے باوجود اپنے اندر چستی پیدا کرنے اور نصیحت کرنے کو شعر پر منحصر نہیں رکھا کرتے تھے، بلکہ اپنے آپ کو ہر طرح کی وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے، اور وہ ترنم والے اشعار کے ذکر کے لئے حاضر نہیں ہوا کرتے تھے (یعنی اس مقصد کے لئے باقاعدہ مجالس ومحافل قائم نہیں کرتے تھے) اس لئے کہ یہ ان کی طلب اور خواہش نہیں تھی، اور نہ ان کے پاس موجودہ زمانہ میں گانے میں استعمال ہونے والی کوئی (آلاتِ موسیقی کی) چیز موجود ہوتی تھی، یہ چیزیں تو اسلام میں ان کے بعد داخل ہوئیں، جبکہ عجمی لوگوں کا مسلمانوں کے ساتھ اختلاط اور تعلق پیدا ہوا۔

جس کی تفصیل ابوالحسن قرافی نے بیان کی ہے، انہوں نے فرمایا کہ گزشتہ صدرِ اسلام (خیرالقرون) کا عمل بعد والوں پر حجت ہے، اور پہلی صدی کے لوگ اشعار کو موسیقی کے انداز میں نہیں پڑھا کرتے تھے، اور اچھے انداز میں نغمہ سرائی کا اہتمام نہیں کیا کرتے تھے، سوائے اس کے کہ سادہ بے تکلف اشعار پڑھ دیا کرتے تھے، اور قافیے ملا دیا کرتے تھے، پھر اگر ان میں سے کسی کی آواز دوسرے سے زیادہ ملائم اور سوز وتاثیر والی ہوتی تھی، تو یہ فطری وجبلّی اور طبعی چیز ہوتی تھی

نہ (اس کے بنانے اور اتار چڑھاؤ میں) وہ تصنع سے کام لیا کرتے تھے، اور نہ وہ تکلف سے کام لیا کرتے تھے۔

قرافی نے یہ بات فرمائی ہے، اور اسی وجہ سے علماء نے اس سلسلہ میں بعد کی (موسیقی اور اس کی دُھنوں کے) پیداوار کے مکروہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے، یہاں تک کہ حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ سے اس گانے کے بارے میں پوچھا گیا، جو مدینہ کے لوگ اختیار کرتے تھے، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ عمل تو ہمارے یہاں فساق (اور اوباش قسم کے) لوگ کیا کرتے ہیں، اور متقدمین بھی گانے کو عبادت کے حصوں میں سے کوئی حصہ نہیں سمجھا کرتے تھے، اور نہ ہی نفس میں نرمی پیدا کرنے کی طلب اور دلوں میں خشوع پیدا کرنے کا ذریعہ سمجھا کرتے تھے کہ وہ بالقصد اس کا اہتمام کرتے ہوں، اور مبارک (یا فارغ) راتوں کے اندر اس عمل کو انجام دینے کا قصد کرتے ہوں، اور وہ ذکرِ جہری کے لئے جمع ہوتے ہوں، پھر گانے اور اچھل کود کرنے اور ناچنے اور بے ہوش ہونے اور چیخنے اور زمین پر پاؤں مارنے اور ہتھیلیاں بجانے اور آلاتِ موسیقی کے انداز میں نغمہ سرائی پیدا کرنے کا عمل کرتے ہوں، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا عمل میں یہ چیزیں صحیح سند کے ساتھ منقول ہیں، یا سلفِ صالحین یا علماء میں سے کسی کے عمل کے بارے میں اس طرح کی کوئی روایت اور سند پائی جاتی ہے، یا اس طرح کا دعویٰ کرنے والے کے کلام میں اس طرح کی چیز کے جائز ہونے کی کوئی صریح دلیل پائی جاتی ہے؟ (ظاہر ہے کہ نہیں)

بلکہ قرافی سے اذان دینے والی جگہوں میں اشعار پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا، جیسا کہ اذان دینے والے آج کے دور میں سحری کے لئے پکارنے کی غرض سے یہ عمل کرتے ہیں، تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ یہ ایسی بدعت ہے کہ جس میں

ایک دوسری بدعت بھی شامل ہے، وہ اس طرح سے کہ اذان والی جگہوں میں سحری کے لئے پکارنا بدعت ہے، اور شعر اور قصیدوں کا پڑھنا دوسری بدعت ہے، کیونکہ یہ سلف کے اس زمانے میں نہیں تھی، جن کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طریقہ سے ان سے جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ جنازہ کے ساتھ چلتے وقت خاموش رہنا، اور غور وفکر کرنا اور نصیحت حاصل کرنا سنت ہے، اور یہی سلف کا بھی عمل رہا ہے، اور ان کی اتباع کرنا سنت ہے، اور ان کی مخالفت کرنا بدعت ہے، اور امام مالک نے فرمایا کہ اس امت کے پچھلے طبقے اس سے زیادہ ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتے، جس پر پہلا طبقہ تھا (الاعتصام)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ صحابہ وتابعین کے زمانہ میں جو حدی خوانی اور خوش آوازی کے ساتھ اشعار پڑھنے کا رواج تھا، وہ ایک تو آلاتِ موسیقی کے بغیر تھا، دوسرے اس میں موجودہ دور کے موسیقی کے قواعد اور اس کی دُھنوں کی رعایت نہیں تھی، بلکہ یہ قواعد اس دور میں ایجاد بھی نہ ہوئے تھے، تیسرے وہ حضرات اس مقصد کے لئے باقاعدہ مجالس ومحافل منعقد نہیں کرتے تھے، اور نہ ہی اس عمل کو بذاتِ خود عبادت سمجھتے تھے، اور نہ ہی ناچنے اور اچھلنے، کودنے، اور جھومنے یا چیخنے چلانے، یا تالیاں وغیرہ بجانے، جیسی کوئی چیز اس میں موجود ہوتی تھی۔

لہٰذا بعض لوگوں کا رجزیہ کلام اور حدی خوانی کے ثبوت سے مروجہ گانے بجانے اور موسیقی کے جواز پر استدلال کرنا ہرگز درست نہیں۔

اس کے علاوہ مروّجہ گانے اور موسیقی کے ناجائز ہونے پر قرآن وسنت کی واضح تعلیمات موجود ہیں، جن کا ذکر آگے مستقل بحث میں آتا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(فصل نمبر 3)

حمد ونعت اور اس کی شرائط

عقیدت وعظمت، محبت اور حسن وجمال کی ایک قسم تو وہ ہے، جس کا تعلق دنیا سے ہے، اور ایک وہ ہے جس کا تعلق آخرت سے ہے۔

اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عقیدت وعظمت اور محبت کا تعلق آخرت سے ہے اور عبادت ہے۔

اور ''حمد ونعت'' چونکہ اسی عقیدت وعظمت اور محبت وجمال کے اظہار واعتراف کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا اس کا اظہار بھی اسی شان کے مطابق ہونا چاہئے۔

''حمد ونعت'' جتنی مقدس اور پاکیزہ چیز ہے، وہ اتنی ہی نازک بھی ہے، یہ کسی دنیا کے محبوبِ مجازی کی تعریف والی غزل نہیں ہے کہ جس میں خیال کو بے لگام چھوڑ کر جو منہ میں آئے کہہ دیا جائے، بلکہ اس میں اللہ اور اس کے رسول کی شان کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

آج کل نعت کے بہت سے مضامین میں افراط وتفریط ہو جاتی ہے، اور حدود وقیود کا لحاظ نہیں رہ پاتا، اور آج کل کے کم علم وکم فہم نعت بنانے والے اپنی کم علمی اور کم فہمی کے باعث ان حدود کا لحاظ نہیں کر پاتے۔

اس لئے موجودہ دور میں یہ موضوع بڑی اہمیت کا حامل ہے، جس پر کچھ تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ شعر کو بھی کلام کا درجہ حاصل ہے، جو اچھا بھی ہو سکتا ہے، اور برا بھی، اور حق بھی ہو سکتا ہے اور باطل بھی۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشِّعْرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيْحُهُ قَبِيْحٌ (سنن الدارقطنی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر کا تذکرہ کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعر ایک کلام ہے، جو اچھا ہو تو اچھا ہے، اور برا ہو تو برا ہے (دارقطنی)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشِّعْرُ بِمَنْزِلَةِ الْكَلَامِ حَسَنُهُ كَحَسَنِ الْكَلَامِ وَقَبِيْحُهُ كَقَبِيْحِ الْكَلَامِ (سنن الدارقطنی) [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۳۰۶، كتاب الوكالة، باب خبر الواحد يوجب العمل، مؤسسة الرسالة، بيروت، مسند ابى يعلىٰ رقم الحديث ۴۶۳۷، سنن البيهقى رقم الحديث ۲۱۶۴۳، الكامل لابنِ عدى ج۴ص ۲۷۸.

قال البيهقى:

وصله جماعة والصحيح عنه عن النبى -صلى الله عليه وسلم -مرسل(حواله بالا)

وقال الهيثمى:

رواه أبو يعلى وفيه عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان وثقه دحيم وجماعة وضعفه ابن معين وغيره ، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، ج۸ص ۱۲۲، باب الشعر فى الكلام، مكتبة القدسى، قاهرة)

وقال الالبانى:

قلت: إذا لم يكن له علة غير ابن ثوبان هذا فهو حسن الإسناد(سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۴۴۶)

[2] رقم الحديث ۴۳۰۸، كتاب الوكالة، باب خبر الواحد يوجب العمل، مؤسسة الرسالة، بيروت، الأدب المفرد للبخارى، رقم الحديث ۸۹۵، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ۱۴۸۸، المعجم الاوسط للطبرانى رقم الحديث ۷۶۹۶.

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الاوسط وقال لا يروى عن النبى صلى الله عليه وسلم الا بهذا الاسناد واسناده حسن(مجمع الزوائدج۸ص ۱۲۲، باب الشعر فى الكلام)

وقال الالبانى: له شواهد يصل بها إلى رتبة الحسن منها عن عائشة(السلسلة الصحيحة ، تحت رقم الحديث رقم ۴۴۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعر کلام کے درجے میں ہے، جو اچھا ہو تو اچھے کلام کی طرح ہے، اور برا ہو تو برے کلام کی طرح ہے (دارقطنی)

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ:

إِنَّ الشِّعْرَ كَلَامٌ وَإِنَّ مِنَ الْكَلَامِ حَقًّا وَبَاطِلًا (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: شعر ایک کلام ہوتا ہے، اور کلام حق بھی ہوتا ہے، اور باطل بھی ہوتا ہے (عبد الرزاق)

مطلب یہ ہے کہ شعر کا مضمون کلام ہونے کی حیثیت سے اچھا اور سچا و حق بھی ہو سکتا ہے، اور برا اور جھوٹا و باطل بھی ہو سکتا ہے۔

پس جو مضمون اور مفہوم شعر اور نظم کے بغیر، نثر کے انداز میں شرعی اصولوں کے خلاف ہو، اس کو نظم کے انداز میں ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔

اب حمد و نعت کی شرائط کا کچھ تفصیل کے ساتھ فرداً فرداً ذکر کیا جاتا ہے۔

(1)......دنیا طلبی اور نام آوری سے پرہیز

ہر عمل کے قبول ہونے کے لئے اخلاص کا ہونا ضروری ہے، جس میں حمد و نعت کا عمل بھی داخل ہے، اور اگر اس عمل کو دنیا طلبی اور نام آوری کے لئے انجام دیا جائے گا، تو پھر یہ عمل باعثِ خیر نہیں رہے گا، جس کی آج کل حمد و نعت ساز، اور حمد و نعت خوان حضرات میں عموماً کمی نظر آتی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ (سورة البينة، رقم الآية ۵)

---

[1] رقم الحديث ۲۰۷۴۰، كتاب الجامع معمر بن راشد، باب الغناء والدف.

ترجمہ: اور نہیں حکم دیا گیا ان کو مگر اس بات کا کہ وہ عبادت کریں اللہ کی خالص رکھتے ہوئے اس کے لئے دین کو، یکسو ہو کر (سورہ بینہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک عمل کے لئے اخلاص ضروری ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا، أَوْ إِلٰى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۱ ،باب بدء الوحی)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور آدمی کے لئے وہی ہے کہ جس کی اس نے نیت کی، پس جس کی ہجرت دنیا کو حاصل کرنے کے لئے ہوئی، یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوئی، تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لئے شمار ہوگی (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ عمل پر ثواب مرتب ہونے کے لئے نیت درست ہونا ضروری ہے، اس میں حمد و نعت بھی داخل ہے، ریا کاری، نام آوری اور مال کے حصول کی خاطر یہ عمل کرنے پر ثواب مرتب نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا يُبْعَثُ النَّاسُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) لوگوں کو ان کی

---

[1] رقم الحديث ۴۲۲۹، كتاب الزهد، باب النية.

قال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا (ابنِ ماجہ)

یعنی جس کی جیسی نیت ہوگی، اس کو اسی کے مطابق جزا یا سزا ملے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ (مسلم)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف متوجہ ہوتا ہے (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک ظاہری صورتوں کی خوبصورتی یا بدصورتی اور مال ودولت کی کمی یا زیادتی کا اعتبار نہیں، بلکہ دلوں کی نیت اور اعمال کی حقیقت کا اعتبار ہے۔[2]

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْخَيْفِ مِنْ مِنًى، فَقَالَ: نَضَّرَ

---

[1] رقم الحديث ۲۵۶۴ "۳۴" كتاب البر والآداب والصلة، باب تحريم ظلم المسلم، وخذله، واحتقاره ودمه، وعرضه، وماله.

[2] وقوله :ولكن ينظر إلى قلوبكم وفي لفظ :قلوبكم وأعمالكم هذا الحديث يدل على ما يدل عليه قول الله تعالى :يا أيها الناس إنا خلقناكم من ذكر وأنثى وجعلناكم شعوباً وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم عند الله أتقاكم فالله سبحانه وتعالى لا ينظر إلى العباد إلى أجسامهم هل هي كبيرة أو صغيرة أو صحيحة أو سقيمة ولا ينظر إلى الصور هل هي جميلة أو ذميمة .

كل هذا ليس بشيء عند الله، وكذلك لا ينظر إلى الأنساب هل هي رفيعة أو دنيئة، ولا ينظر إلى الأموال ولا ينظر إلى شيء من هذا أبداً.

ليس بين الله وبين خلقه صلة إلا بالتقوى، فمن كان لله أتقى كان من الله أقرب وكان عند الله أكرم إذن لا تفخر بمالك ولا بجمالك ولا ببدنك ولا بأولادك ولا بقصورك ولا بسيارتك ولا بشيء من هذه الدنيا أبداً، إنما إذا وفقك الله للتقوى فهذا من فضل الله عليك فاحمد الله عليه .

واعلم أن الأعمال بالنيات، والقلوب هي التي عليها المدار (شرح رياض الصالحين،لمحمد بن صالح بن محمد العثيمين،باب الإخلاص وإحضار النية في جميع الأعمال والأقوال البارزة والخفية)

اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ، فَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ، غَیْرُ فَقِیْهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰی مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، ثَلَاثٌ لَا یُغِلُّ عَلَیْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ، وَالنَّصِیْحَةُ لِوُلَاةِ الْمُسْلِمِیْنَ، وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ، فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ، تُحِیْطُ مِنْ وَّرَائِهِمْ (ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں مسجدِ خیف میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جو میری بات سنے، پھر آگے پہنچا دے، کیونکہ بہت سے فقہ (یعنی دین) کی بات سننے والے خود سمجھنے والے نہیں ہوتے اور بہت سے فقہ کی بات ایسے شخص تک پہنچا دیتے ہیں جو اس (پہنچانے والے) سے زیادہ فقیہ اور سمجھدار ہوتا ہے، تین چیزیں ایسی ہیں جن میں مومن کا دل خیانت (وکوتاہی) نہیں کرتا، ایک تو اللہ کے لئے اخلاص قائم کرنا، دوسرے مسلمان حکمرانوں کی خیر خواہی کرنا، اور تیسرے مسلمانوں کی جماعت کا ہمیشہ ساتھ دینا، کیونکہ مسلمانوں کی دعاء، ان کے اردگرد سے انہیں گھیر لیتی ہے (اور شیطان کسی بھی طرف سے حملہ آور نہیں ہوسکتا) (ابن ماجہ، ابن ابی عاصم)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٣٠٥٦، كتاب المناسک، باب الخطبة، يوم النحر، السنة لابن ابی عاصم، رقم الحديث ١٨٧، باب ما يجب على الرعية من النصحِ لولاتها.

قال شعيب الارنؤط:

صحيح لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

وقال الالبانی:

حديث صحيح ورجاله موثقون (ظلال الجنة فی تخريج السنة، حواله بالا)

[2] عن أنس بن مالک، عن رسول الله ﷺ قال " :نضر الله عبدا سمع مقالتی هذه فحملها، فرب حامل الفقه فيه غير فقيه، ورب حامل الفقه إلى من هو أفقه منه، ثلاث لا يغل عليهن صدر مسلم :إخلاص العمل لله، ومناصحة أولی الأمر، ولزوم جماعة المسلمين، فإن دعوتهم تحيط من ورائهم (مسند احمد ، رقم الحديث ١٣٣٥٠)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے لئے اخلاص قائم کرنے کا عمل بہت اعلیٰ ہے، جس پر اللہ کی مدد ونصرت حاصل ہوتی ہے، اوراس کے برعکس اخلاص نہ ہونے پر اللہ کی مدد ونصرت حاصل نہیں ہوتی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

عن عبد الله بن مسعود، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :نضر الله امرأ سمع مقالتي فحفظها؛ فإنه رب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه إلى من هو أفقه منه، ثلاث لا يغل عليهن قلب رجل مسلم :إخلاص العمل لله والنصيحة لولاة الأمر، ولزوم جماعة المسلمين؛ فإن دعوتهم تحيط من ورائهم "قال أبو عمر :وروى هذا الحديث أيضا عن النبي صلى الله عليه وسلم أبو بكرة (جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر، رقم الحديث ١٩١)

عن عبد الرحمن بن أبان عن أبيه قال خرج زيد بن ثابت من عند مروان فقيل له ما بعث إليك إلا ليسألك عن شيء فقال :سألني عن أشياء سمعتها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :سمعت رسول الله يقول" :نضر الله امرأ سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه غيره فرب حامل "كذا "فقه ليس بفقيه ورب حامل فقه إلى من هو أفقه منه ثلاث خصال لا يغل عليهن قلب مسلم إخلاص العمل لله والنصيحة لولاة الأمر ولزوم الجماعة فإن دعوتهم تحيط من وراء هم (السنة لابن ابى عاصم، رقم الحديث ٩۴)

قال الالباني: إسناده صحيح رجاله ثقات رجال الشيخين غير عمر بن سليمان وهو العدوى القرشي وعبد الرحمن بن أبان وهو ابن عثمان وهما ثقتان (ظلال الجنة فى تخريج السنة، حواله بالا)

عن زيد بن ثابت قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" :ثلاث خصال لا يفل عليهن قلب مسلم إخلاص العمل لله والنصيحة لولاة الأمر ولزوم الجماعة فإن دعوتهم تحيط من ورائهم (السنة لابن ابى عاصم، رقم الحديث ١٠٨٧)

قال الالباني: إسناده صحيح ورجاله كلهم ثقات (ظلال الجنة فى تخريج السنة)

عن عبد الله بن مسعود قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة لا يفل عليهن قلب المؤمن :إخلاص العمل لله والنصيحة لولاة الأمر ولزوم جماعتهم فإن دعوتهم تحيط من ورائهم (السنة لابن ابى عاصم، رقم الحديث ١٠٨٦)

قال الالباني: إسناده جيد (ظلال الجنة فى تخريج السنة، حواله بالا)

عن عبد الله، قال : قال رسول الله ﷺ:نضر الله امرأ سمع مقالتي، فحفظها، فإنه رب حامل فقه غير فقيه، ورب حامل فقه إلى من هو أفقه منه .ثلاث لا يغل عليهن قلب رجل مسلم :إخلاص العمل لله، والنصح لولاة الأمر، ولزوم جماعة المسلمين، فإن دعاء هم يحيط من وراء هم (معجم أبويعلى الموصلي، رقم الحديث ٢١٩)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّمَا يَنْصُرُ اللّٰهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيفِهَا، بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ(سنن النسائی) [1]

ترجمہ: بس اللہ اس امت کی مدد اُن کے کمزوروں کی دعاء اور ان کی نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے فرمائے گا (نسائی)

اس حدیث سے اخلاصِ نیت کی اہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَشِّرْ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِالسَّنَاءِ، وَالنَّصْرِ، وَالتَّمْكِينِ، فَمَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ عَمَلَ الْآخِرَةِ لِلدُّنْيَا، لَمْ يَكُنْ لَهُ فِي الْآخِرَةِ نَصِيبٌ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۱۲۲۳) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کو قدر و منزلت اور نصرت اور زمین میں طاقت کی خوشخبری سنا دیجئے، پس ان میں سے جس نے آخرت کا عمل

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عن معاذ بن جبل قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :نضر الله عبدا سمع كلامى ثم لم يزد فيه، رب حامل كلمة إلى أوعى لها منه، ثلاث لا يغل عليهن قلب مؤمن : الإخلاص لله، والمناصحة لولاة الأمر والاعتصام بجماعة المسلمين، فإن دعوتهم تحيط من ورائهم، لا يروى هذا الحديث عن معاذ بن جبل إلا بهذا الإسناد، تفرد به: عمرو بن واقد (المعجم الأوسط للطبرانى، رقم الحديث ٦٧٨١)

عن معاذ بن جبل ، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : نضر الله عبدا سمع كلامى لم يزد فيه ، رب حامل حكمة إلى من هو لها أوعى منه ، ثلاث لا يغل عليهن قلب مؤمن : إخلاص العمل لله ، والمناصحة لولاة الأمر ، والاعتصام بجماعة المسلمين ، فإن دعوتهم تحيط من وراء هم (مسند الشهاب القضاعى، رقم الحديث ١٤٢٢)

[1] رقم الحديث ٣١٧٨، كتاب الجهاد، باب الاستنصار بالضعيف.

[2] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده قوى، الربيع بن أنس -وهو البكرى أو الحنفى البصرى -روى له أصحاب السنن، وهو صدوق لا بأس به، وباقى رجاله ثقات(حاشية مسند احمد)

دنیا کے لئے کیا، تو اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کا جو بھی عمل دنیا کے لئے کیا جاتا ہے، یعنی مال یا جاہ وشہرت کو حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے، تو اس پر آخرت میں اجر وثواب مرتب نہیں ہوتا۔ [1]

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَرَأَيْتَ رَجُلًا غَزَا يَلْتَمِسُ الْأَجْرَ وَالذِّكْرَ، مَالَهُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا شَيْءَ لَهُ فَأَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، يَقُوْلُ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا شَيْءَ لَهُ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصاً وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ(سنن النسائی) [2]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ آپ کی اس آدمی کے بارے میں کیا رائے ہے، جو جہاد کرتا ہے، اور ثواب بھی چاہتا ہے اور اپنا نام بھی چاہتا ہے، اس کو کیا حاصل ہوگا؟ تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کچھ (اجر وثواب) حاصل نہیں ہوگا، اس آدمی نے یہ سوال تین مرتبہ دہرایا، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ اس کو کچھ حاصل نہیں ہوگا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے، جو خالص اس کے لئے ہو، اور اس کے ذریعہ سے اللہ کی رضا کو حاصل کیا جائے (نسائی)

---

[1] (بشر هذه الأمة) أمة الإجابة (بالسناء) بالمد ارتفاع المنزلة والقدر (والدين) أى التمكن فيه (والرفعة) أى العلو فى الدنيا والآخرة (والنصر) على الأعداء (والتمكين فى الأرض) (ونمكن لهم فى الأرض ونجعلهم أئمة) (فمن عمل منهم عمل الآخرة للدنيا) أى قصد بعمله الأخروى استجلاب الدنيا وجعله وسيلة إلى تحصيلها (لم يكن له فى الآخرة من نصيب) لأنه لم يعمل لها(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى،تحت رقم الحديث ۳۱۴۳)

[2] رقم الحديث ۳۱۴۰،كتاب الجهاد،باب من غزا يلتمس الاجر والذكر.

اس سے معلوم ہوا کہ جس عمل سے شہرت اور نام آوری یا ریا کاری مقصود ہو، اس پر اجر وثواب حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَجُلٌ يُرِيْدُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَهُوَ يَبْتَغِيْ عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا أَجْرَ لَهُ. فَأَعْظَمَ ذٰلِكَ النَّاسُ، وَقَالُوْا لِلرَّجُلِ: عُدْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَعَلَّكَ لَمْ تُفَهِّمْهُ، فَقَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَجُلٌ يُرِيْدُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَهُوَ يَبْتَغِيْ عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا، فَقَالَ: لَا أَجْرَ لَهُ. فَقَالُوْا: لِلرَّجُلِ عُدْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: اَلثَّالِثَةَ. فَقَالَ لَهُ. لَا أَجْرَ لَهُ (سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایک شخص اللہ کے راستہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہے، اور وہ دنیا کے سامان میں سے کوئی سامان (مال، دولت یا عہدہ) حاصل کرنا چاہتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کوئی اجر وثواب حاصل نہیں ہوگا، تو اس بات کو لوگوں نے بہت بڑا سمجھا، اور انہوں نے اس شخص سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ سوال کرو، شاید آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سوال صحیح طرح سمجھا نہیں سکے، پھر اس شخص نے دوبارہ سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایک شخص اللہ کے راستہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہے، اور وہ دنیا کے سامان میں سے کوئی سامان (مال، دولت یا عہدہ) حاصل کرنا چاہتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کوئی اجر وثواب حاصل

---

[1] رقم الحدیث ۲۵۱۶، کتاب الجهاد، باب فی من یغزو ویلتمس الدنیا.
قال شعیب الارنؤوط: حدیث حسن (حاشیة ابی داؤد)

نہیں ہوگا، پھر لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ پھر سوال کرو، تو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیسری مرتبہ پھر یہ سوال کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تیسری مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ اس کو کوئی اجر وثواب حاصل نہیں ہوگا (ابوداؤد)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نیک عمل سے مقصود اللہ کی رضاء نہ ہو، یا اس کے ساتھ نام آوری یا مال کا حصول شامل ہو، تو وہ عمل عبادت شمار نہیں ہوتا، البتہ اگر اصل مقصود اللہ کی رضا ہو، اور پھر کوئی دوسری جائز غرض ضمناً شامل ہو مثلاً نماز سے اصل مقصود، اللہ کی رضا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں ہو کہ اس سے جسم کی ورزش ہو کر چستی حاصل ہوتی ہے تو یہ اخلاص کے خلاف نہیں۔ [1]

حضرت ضحاک بن قیس سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ: أَنَا خَيْرُ شَرِيْكٍ، فَمَنْ أَشْرَكَ مَعِيْ شَرِيْكًا فَهُوَ لِشَرِيْكِيْ، يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَخْلِصُوْا أَعْمَالَكُمْ لِلّٰهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَا يَقْبَلُ مِنَ الْأَعْمَالِ إِلَّا مَا خَلُصَ لَهٗ (كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث

[1] فتصير المراتب خمسا أن يقصد الشيئين معا أو يقصد أحدهما صرفا أو يقصد أحدهما ويحصل الآخر ضمنا فالمحذور أن يقصد غير الإعلاء فقد يحصل الإعلاء ضمنا وقد لا يحصل ويدخل تحته مرتبتان وهذا ما دل عليه حديث أبي موسى ودونه أن يقصدهما معا فهو محذور أيضا على ما دل عليه حديث أبي أمامة والمطلوب أن يقصد الإعلاء صرفا وقد يحصل غير الإعلاء وقد لا يحصل ففيه مرتبتان أيضا قال بن أبي جمرة ذهب المحققون إلى أنه إذا كان الباعث الأول قصد إعلاء كلمة الله لم يضره ما انضاف إليه اه ويدل على أن دخول غير الإعلاء ضمنا لا يقدح في الإعلاء إذا كان الإعلاء هو الباعث الأصلي ما رواه أبو داود بإسناد حسن عن عبد الله بن حوالة قال بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على أقدامنا لنغنم فرجعنا ولم نغنم شيئا فقال اللهم لا تكلهم إلي الحديث(فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج٦،ص ٢٩،قوله كتاب الجهاد،قوله باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا)

۳۵۶۷) لے

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہر شریک سے بہتر ہوں، پس جس نے (کسی عمل میں) میرے ساتھ کسی کو شریک کیا، تو وہ (عمل) میرے شریک کے لئے ہوگا، اے لوگو! اپنے اعمال کو اللہ کے لئے خالص رکھو، پس بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اعمال میں سے وہی عمل قبول فرماتا ہے، جو اس کے لئے خالص ہو (بزار)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی بارگاہ میں وہی عمل قبول ہوتا ہے، جس میں اخلاص ہو۔

حضرت ابو ہند داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ قَامَ مَقَامَ رِيَاءٍ وَسُمْعَةٍ رَائَى اللّٰهُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَسَمَّعَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۳۲۲) ۲

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو ریاکاری اور نام آوری کے مقام پر کھڑا ہوا، تو اللہ قیامت کے دن اس کا ریاکار اور نام آوری کا خواہشمند ہونا مخلوق کے سامنے دکھا اور سنا دے گا (مسند احمد)

لے قال الهيثمي:

رواه البزار عن شيخه :إبراهيم بن مجشر، وثقه ابن حبان وغيره، وفيه ضعف، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۷۶۵۲)

وقال المنذري:

رواه البزار بإسناد لا بأس به والبيهقي،قال الحافظ لكن الضحاك بن قيس مختلف في صحبته(الترغيب والترهيب ، رقم الحديث ۱ ، الترغيب في الإخلاص والصدق والنية الصالحة)

۲ قال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل أبي صخر -وهو حميد بن زياد الخراط-، وباقي رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية مسند احمد)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهِ، سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ سَامِعَ خَلْقِهِ، وَصَغَّرَهُ وَحَقَّرَهُ ، قَالَ: فَذَرَفَتْ عَيْنَا عَبْدِ اللّٰهِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٦٥٠٩) [2]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اپنا عمل لوگوں کو سنانے کے لئے کیا، تو اللہ اس کو اپنی مخلوق کو سنوائے گا، اور اس کی تحقیر وتذلیل فرمائے گا، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمرو کے آنسو بہہ پڑے (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ جو شخص شہرت ونام آوری کے لئے کوئی عمل کرے گا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی اس نیت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے، اسے سب کے سامنے ذلیل ورسوا فرمائے گا، اور عذاب دے گا۔ [3]

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَعُدُّ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الرِّيَاءَ

---

[1] عن سلمة، قال :سمعت جندبا، يقول - :قال النبي صلى الله عليه وسلم، ولم أسمع أحدا يقول قال النبي صلى الله عليه وسلم غيره، فدنوت منه، فسمعته يقول -: قال النبي صلى الله عليه وسلم :من سمع سمع الله به ، ومن يرائي يرائي الله به(صحيح البخاري، رقم الحديث ٦٤٩٩)

عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من سمع سمع الله به، ومن راء ى راء ى الله به(مسلم، رقم الحديث ٢٩٨٦ "٤٧")

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[3] قال التوربشتي أي :من قام ينسبه إلى ذلك ويشهره به فيما بين الناس فضحه الله وشهره بذلك على رء وس الأشهاد يوم القيامة، وعذبه عذاب المرائين(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٨ص ٣١٥٩، كتاب الآداب،باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات)

الشِّرْکُ الْأَصْغَرُ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۹۳۷، کتاب الرقاق) ۱

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ریا کاری کو چھوٹا شرک شمار کیا کرتے تھے (حاکم)

معلوم ہوا کہ مخلوق کی ریا کاری اور دکھلاوے کے لئے عمل کرنا چھوٹا شرک ہے، جو کہ شدید گناہ ہے۔ ۲

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ قَالُوْا: وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلرِّيَاءُ، يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: إِذَا جَزَى النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ: اِذْهَبُوْا إِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاءُوْنَ فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً (مسند أحمد، رقم الحدیث ۲۳۶۳۰) ۳

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم پر سب سے زیادہ خوف

---

۱ قال الحاكم:
هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه (مستدرک حاکم)
وقال الذهبی فی التلخيص:
صحيح.

۲ والرياء ينقسم قسمين :فإن كان الرياء فی عقد الإيمان فهو كفر ونفاق، وصاحبه فی الدرك الأسفل من النار، فلا يصح أن يخاطب بهذا الحديث .وإن كان الرياء لمن سلم له عقد الإيمان من الشرک، ولحقه شیء من الرياء فی بعض أعماله، فليس ذلک بمخرج من الإيمان إلا أنه مذموم فاعله، لأنه أشرک فی بعض أعماله حمد المخلوقين مع حمد ربه، فحرم ثواب عمله ذلک(شرح صحيح البخاری لابن بطال، ج ۱ ،ص ۱۱۳ ،تفسير كتاب الإيمان،باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر)

۳ قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن، رجاله رجال الصحيح إلا أنه منقطع، عمرو -وهو ابن أبی عمرو مولى المطّلب -لم يسمعه من محمود بن لبيد، بينهما فيه عاصم بن عمر بن قتادة، وهو ثقة، وعمرو صدوق (حاشية مسند احمد)

چھوٹے شرک کا رکھتا ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! چھوٹا شرک کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ریا کاری، اللہ عز وجل قیامت کے دن جب لوگوں کے اعمال کا بدلہ دے گا، ان کو فرمائے گا کہ تم ان کی طرف جاؤ، جن کے لئے تم دنیا میں ریا کاری کرتے تھے، پھر دیکھو کہ کیا تم ان کے پاس کوئی جزا (اور اجر وثواب) پاتے ہو (مسند احمد)

مطلب واضح ہے کہ ریا کاری کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امت پر سخت خوف تھا، کیونکہ یہ چھوٹا شرک ہے، اور مخلوق کو دکھلاوے کے لئے جو عمل کیا جاتا ہے، اللہ اس پر اجر وثواب عطاء نہیں فرمائے گا، بلکہ ان لوگوں کے پاس بھیجے گا، جن کے لئے ریاء کاری کی گئی تھی، اور ظاہر بات ہے کہ قیامت کے دن کسی مخلوق سے اجر وثواب حاصل نہ ہو سکے گا، اس لئے ریا کار اس دن سخت محروم اور مغموم ہوں گے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى فِيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ، فَعَرَفَهَا، فَقَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى قُتِلْتُ. قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَرِيْءٌ، فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ. وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ، فَعَرَفَهَا، فَقَالَ: مَا عَمِلْتَ

---

[1] (يقول الله لهم ") أى :للمرائين ("يوم يجازى العباد ") : على بناء الفاعل ونصب العباد، وفى نسخة على بناء المفعول ورفع العباد ("بأعمالهم ") أى :إن خيرا فخير وإن شرا فشر ("اذهبوا ") أى :أيها المراؤون ("إلى الذين كنتم تراؤون ") ، أى :فى حسن العبادة أو أصلها نظرهم تراعون فانظروا هل تجدون عندهم جزاء وخيرا؟) : الواو بمعنى "أو "كما فى نسخة، أو عطف تفسير (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٨ص ٣٣٤٢، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة)

فِيُهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمُتُ فِيُکَ الْعِلُمَ وَعَلَّمُتُهُ، وَقَرَأْتُ فِيُکَ الْقُرُآنَ. فَقَالَ: كَذَبُتَ، وَلٰكِنَّکَ تَعَلَّمُتَ لِيُقَالَ: هُوَ عَالِمٌ، فَقَدُ قِيُلَ، وَقَرَأْتَ الْقُرُآنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِءٌ، فَقَدُ قِيلَ ثُمَّ أَمَرَ بِهٖ، فَسُحِبَ عَلٰى وَجُهِهٖ حَتّٰى أُلُقِيَ فِي النَّارِ. وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيُهِ وَأَعُطَاهُ مِنُ أَصُنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، فَقَالَ: مَا عَمِلُتَ فِيُهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكُتُ مِنُ سَبِيُلٍ تُحِبُّ أَنُ يُّنُفَقَ فِيُهَا إِلَّا أَنُفَقُتُ فِيُهَا لَکَ قَالَ: كَذَبُتَ، وَلٰكِنَّکَ فَعَلُتَ لِيُقَالَ:هُوَ جَوَّادٌ، فَقَدُ قِيُلَ. ثُمَّ أَمَرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجُهِهٖ حَتّٰى أُلُقِيَ فِي النَّارِ (مسند أحمد، رقم الحديث ۸۲۷۷) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کا فیصلہ ہوگا وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے، ایک تو وہ آدمی جو شہید ہوگا اسے لایا جائے گا، اللہ اس پر اپنے انعامات گنوائے گا وہ ان سب کا اعتراف کرے گا، اللہ پوچھے گا کہ پھر تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل سرانجام دیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے آپ کی راہ میں قتال کیا، یہاں تک کہ میں شہید ہوگیا، اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نے اس لئے قتال کیا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے سو وہ (تجھے دنیا میں) کہا جا چکا، اس کے بعد حکم ہوگا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، دوسرا وہ آدمی جس نے علم سیکھا اور سکھایا ہوگا اور قرآن پڑھ رکھا ہوگا، اسے لایا جائے گا، اللہ اس کے سامنے بھی اپنے انعامات شمار کروائے گا اور وہ ان سب کا اعتراف کرے گا، اللہ پوچھے گا کہ تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل سرانجام دیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

حاصل کیا اور تیری رضاء کے لئے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضاء کے لئے قرآن پڑھا، اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نے علم اس لئے حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے، سو وہ کہا جا چکا اور تو نے قرآن اس لئے پڑھا تھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو وہ (تجھے دنیا میں) کہا جا چکا، اس کے بعد حکم ہوگا اور اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، تیسرا وہ آدمی ہوگا جس پر اللہ نے کشادگی فرمائی اور اسے ہر قسم کا مال عطاء فرمایا ہوگا، اسے لایا جائے گا، اللہ اس کے سامنے اپنے انعامات شمار کروائے گا اور وہ ان سب کا اعتراف کرے گا اللہ پوچھے گا کہ پھر تو نے ان میں کیا عمل سرانجام دیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے آپ کے ہر پسندیدہ راستہ میں خرچ کیا تھا، اور ایسا کوئی راستہ نہیں چھوڑا تھا، اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ تجھے بڑا سخی کہا جائے سو وہ (تجھے دنیا میں) کہا جا چکا، اس کے بعد حکم ہوگا اور اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں جھونک دیا جائے گا (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ ریا کاری اور شہرت طلبی، اللہ کو سخت ناپسند ہے، جس پر قیامت میں سخت ذلت ناک عذاب مقرر کیا گیا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاهُ أَضَرَّ بِآخِرَتِهِ، وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ أَضَرَّ بِدُنْيَاهُ، فَآثِرُوا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى

(مسند احمد، رقم الحديث ١٩٦٩٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنی دنیا سے محبت کی، تو وہ اپنی آخرت کا ضرر کرے گا، اور جس نے اپنی آخرت سے محبت کی، تو وہ اپنی دنیا کا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

ضرر کرے گا، تو تم باقی رہنے والی چیز (یعنی آخرت) کو فنا ہونے والی چیز (یعنی دنیا) پر ترجیح دو (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ جو عمل آخرت کے لئے کیا جاتا ہے، تو اس کی وجہ سے بظاہر دنیا کا ضرر ہوتا ہے، مثلاً مال حاصل نہیں ہوتا، لہٰذا آخرت کو جو کہ باقی رہنے والی چیز ہے، دنیا پر جو کہ فنا ہونے والی ہے، ترجیح دینا چاہئے۔

پس جس طرح کسی عمل کا شریعت کے مطابق ہونا ضروری ہے، اسی طرح اخلاص کے ساتھ ہونا بھی ضروری ہے۔ [1]

ایک عرصہ سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ بہت سے حمد ونعت خواں حضرات کے پیشِ نظر اپنی شہرت، اپنا نام اونچا کرنا اور دوسروں کو نیچا دکھلانا، یا کوئی دنیوی ایوارڈ (شیلڈ، کپ یا ٹرافی وغیرہ) یا پھر مال کا حاصل کرنا ہوتا ہے، اور حمد ونعت خوانی میں جس سچے جذبے اور محبت کا ہونا ضروری تھا، اس سے عموماً اس قسم کے نعت خوان خالی اور محروم ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں عموماً ان کی طرف سے کوتاہیاں نظر آتی ہیں۔ جبکہ محبت کے سچا ہونے کی نشانی محبوب کی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔

چنانچہ بہت سے مقامات پر دیکھنے میں آتا ہے کہ رات گئے تک حمد ونعت خوانی ہوتی ہے اور حمد ونعت خوانی کے موقع پر جو لوگ نعت خوانی میں مصروف ہوتے ہیں اور اللہ اور اس کے نبی صلی

---

[1] وإنما يتم ذلک بأمرين :أحدهما :أن يكون العمل فی ظاهره علی موافقة السنة، وهذا هو الذی تضمنه حديث عائشة :من أحدث فی أمرنا ما ليس منه، فهو رد. والثانی :أن يكون العمل فی باطنه يقصد به وجه الله عز وجل، كما تضمنه حديث عمر :الأعمال بالنيات. وقال الفضيل فی قوله تعالی :(ليبلوكم أيكم أحسن عملا)قال :أخلصه وأصوبه .وقال :إن العمل إذا كان خالصا، ولم يكن صوابا لم يقبل، وإذا كان صوابا، ولم يكن خالصا، لم يقبل حتی يكون خالصا وصوابا، قال : والخالص إذا كان لله عز وجل، والصواب إذا كان علی السنة .وقد دل علی هذا الذی قاله الفضيل قول الله عز وجل :(فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملا صالحا ولا يشرک بعبادة ربه أحدا)وقال بعض العارفين :إنما تفاضلوا بالإرادات، ولم يتفاضلوا بالصوم والصلاة(جامع العلوم والحكم لابنِ رجب، ج ا ص ٧٢ ،الحديث الاول ، انما الاعمال بالنيات)

اللہ علیہ وسلم کی انتہائی جذبات کے عالم میں تعریف کررہے ہوتے ہیں، عین اس وقت بھی ان لوگوں کو فرض نماز تک پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جن کی حمد ونعت کی صورت میں تعریف کی جارہی ہوتی ہے ان کو یہ حمد ونعت خواں اس قابل نہیں سمجھتے کہ ان کی اطاعت کی جائے اور ان کی اطاعت کے لئے ان کے پاس ایک رات بھی دستیاب نہیں ہوتی ؟ اور حمد ونعت خوانی کے نام پر کئی کئی راتیں قربان کردی جاتی ہیں۔

لہٰذا حمد ونعت خوانی میں سچے جذبۂ محبت کے بجائے دنیا طلبی وشہرت وغیرہ جیسی فاسد اغراض کا شامل کرنا گناہ ہے۔

جس ذات کا ذکرِ مبارک حمد ونعت کا اصل موضوع ہے، اسی نے ہمیں ہر قول وفعل کے کچھ آداب بتائے ہیں، ان آداب کی کما حقہٗ رعایت کے بغیر کوئی حمد ونعت نہ شریعت کے مطابق ہوسکتی ہے اور نہ یہ کوئی حقیقی محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کے ارشادات کی خلاف ورزی کرکے اس کی تعریف وتوصیف کی جائے۔

(2)......موسیقی اور اس کے انداز سے پرہیز

آج کل بہت سے حمد ونعت خواں حضرات اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ انہوں نے ساز باجے اور موسیقی کے ناپاک اور شیطانی عمل کو بھی اس میں شامل کرلیا ہے، اور عشقیہ وفسقیہ گانوں کے لہجہ اور انداز میں حمد ونعت کے مبارک عمل کو انجام دینا شروع کردیا ہے، ان نادانوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو گانے اور موسیقی سے سختی کے ساتھ منع فرمائیں، اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر منعقد ہونے والی مجلسوں میں موسیقی کو جگہ دے کر آپ کے حکم کی کھلی مخالفت کی جائے۔

بہت سے حضرات حمد ونعت کو گانوں کے طرز پر پڑھتے ہیں اور گانوں کے انداز میں اس کی

مشق کرتے ہیں۔

کچھ لوگوں نے تو مشق کا طریقہ یہ نکالا ہے کہ اپنے سامنے میوزک یا گانے کی ریکارڈنگ چلالی جاتی ہے اور پھر اس کے ساتھ آواز ملا کر حمد و نعت خوانی کی مشق کی جاتی ہے۔

بلکہ اب تو بہت سی جگہ حمد و نعت خوانی کے ساتھ موسیقی اور میوزک کا استعمال بھی شروع ہو گیا ہے۔

حالانکہ نعت کو گانوں کے مشابہ کرنا یا اس کے ساتھ موسیقی کا استعمال کرنا سخت بے ہودہ حرکت ہے۔

احادیث میں تو قرآن مجید کو بھی گانے کے طرز پر پڑھنے کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبس غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

بَادِرُوا بِالْمَوْتِ سِتًّا: إِمْرَةَ السُّفَهَاءِ، وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ، وَقَطِيعَةَ الرَّحِمِ، وَنَشْوًا يَتَّخِذُونَ الْقُرْآنَ مَزَامِيرَ يُقَدِّمُونَهُ يُغَنِّيهِمْ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ چھ چیزوں سے پہلے موت پر سبقت کرو (یعنی ان چیزوں کے ایجاد ہونے سے پہلے موت بہتر ہے) ایک تو بیوقوفوں کی حکومت سے، دوسرے پولیس کی کثرت سے، تیسرے فیصلوں کی خرید و فروخت سے، چوتھے خون (بہانے) کو ہلکا سمجھنے سے، پانچویں قطع رحمی سے، چھٹے ایسی (نوخیز) نسل کے لوگوں سے جو قرآن کو گانا

---

[1] رقم الحديث ١٦٠٤٠، مؤسسة الرسالة، بيروت، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ١٤٤٩١، مستدرك حاكم رقم الحديث ٥٩٠٥، شرح مشكل الآثار للطحاوي، رقم الحديث ١٣٨٩، معرفة الصحابة لابي نعيم رقم الحديث ٥٥٥٠.

قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

بنائیں گے، گانے والے کو اپنے آگے کریں گے تاکہ ان کے لئے گائے، اگرچہ یہ (قرآن کو گانے والا) ان میں دین کی سمجھ کے اعتبار سے کم ترین ہوگا (مسند احمد)

جب قرآن مجید کو گانے کے طرز پر پڑھنے اور اس کو گانے کی طرح لطف اندوزی کا ذریعہ بنانے کو ناپسند کیا گیا ہے، بلکہ فتنوں کے دور کی علامت قرار دیا گیا ہے، اور ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے والوں کو دین کی سمجھ میں کم تر قرار دیا گیا ہے، تو حمد باری تعالیٰ اور نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ایسا طرزِ عمل اختیار کرنا یقیناً ناپسند اور برا ہوگا۔

چنانچہ بریقۂ محمودیہ میں ہے کہ:

اَلتَّغَنِّیْ وَهُوَ التَّرَنُّمُ وَالتَّنْغِیْمُ مَعَ التَّحْرِیْفِ وَالتَّغْیِیْرِ وَالتَّبْدِیْلِ كَمَا هُوَ الْمَعْهُوْدُ بَیْنَ أَهْلِ الْمُوسِیْقِیِّ فَإِنَّ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَارَةِ الشَّهَوَاتِ الْخَفِیَّةِ بِالْقُلُوْبِ اللَّاهِیَةِ وَالْأَفْئِدَةِ السَّاهِیَةِ تَتَزَیَّنُ لِلنَّاسِ وَلَا تَطْرُدُ الْخَنَّاسَ وَتَزِیْدُ فِی الْوَسْوَاسِ (بریقة محمودیة فی شرح طریقة محمدیة) [1]

ترجمہ: گانا یعنی ترنم اور نغمہ سرائی جس میں حروف کی تحریف، تغیر اور تبدیلی لازم آتی ہے، جیسا کہ موسیقی والوں میں مشہور ہے، تو اس کے شہوت والے خفیہ آثار دلوں کو پہنچتے ہیں، اور یہ (گانا) لوگوں کو مزین معلوم ہوتا ہے، اور شیطان کو دور کرنے کے بجائے دلوں میں وساوس کا اضافہ کرتا ہے (بریقۂ محمودیہ)

اور ایک مقام پر ہے کہ:

وَأَقْبَحُ التَّغَنِّیِ مَا كَانَ فِی الْقُرْآنِ وَالذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ (بریقة محمودیة فی شرح طریقة محمدیة) [2]

---

[1] ج۳،ص۲۱۴،الباب الثانی، الفصل الثالث، النوع الثالث،الصنف الثانی، القسم الثانی، المحبث الاول،السابع عشر الغناء.

[2] ج۳،ص۵۳،الباب الثانی، الفصل الثالث، النوع الثالث،الصنف الثانی،رفع الصوت عند قراء ة القرآن والجنازة والزحف والتذکیر.

ترجمہ: اور قبیح ترین گانا وہ ہے، جو قرآن، ذکر اور دعاء میں ہو (بریقہ محمودیہ)

جب قرآن، ذکر اور دعاء میں موسیقی اور گانے کا انداز اختیار کرنا انتہائی قبیح اور برا ہے، تو حمد و نعت اور نظم میں بھی انتہائی قبیح اور برا ہے، کیونکہ یہ بھی ذکر کی ایک قسم ہے۔

علامہ ابنِ حاج فرماتے ہیں کہ:

وَإِنَّمَا يَصِيْرُ الشِّعْرُ غِنَاءً مَذْمُوْمًا إِذَا لُحِّنَ ، وَصُنِعَ صَنْعَةً تُوْرِثُ الطَّرَبَ ، وَتُزْعِجُ الْقَلْبَ ، وَهِيَ الشَّهْوَةُ الطَّبِيْعِيَّةُ (المدخل، لابن الحاج، ج٣، ص١٠٦، فصل فی السماع و کیفیته)

ترجمہ: اور شعر اس وقت برے گانے میں داخل ہوتا ہے، جب کہ اس کو گانے کی طرز پر پڑھا جائے، اور ایسی آواز بنائی جائے، جو مستی پیدا کرتی ہو، اور دل میں نفسانی شہوت اُبھارتی ہو (المدخل)

معلوم ہوا کہ شعر کو گانے اور موسیقی کے طرز پر پڑھنا مذموم و ممنوع ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ:

وَمِنْهَا اجْتِمَاعُهُمْ حَلَقَاتٍ كُلُّ حَلْقَةٍ لَهَا كَبِيْرٌ يَقْتَدُوْنَ بِهٖ فِي الذِّكْرِ ، وَالْقِرَاءَةِ وَلَيْتَ ذٰلِكَ لَوْ كَانَ ذِكْرًا ، أَوْ قِرَاءَةً لٰكِنَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَالذَّاكِرُ مِنْهُمْ فِي الْغَالِبِ لَا يَقُوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، بَلْ يَقُوْلُ: لَا يَلَاهَ يِلَّلّٰهُ فَيَجْعَلُوْنَ عِوَضَ الْهَمْزَةِ يَاءً وَهِيَ أَلِفُ قَطْعٍ جَعَلُوْهَا وَصْلًا ، وَإِذَا قَالُوْا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَمُطُّوْنَهَا وَيُرْجِعُوْنَهَا حَتّٰى لَا تَكَادُ تُفْهَمُ ، وَالْقَارِءُ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَزِيْدُ فِيْهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ وَيُنْقِصُ مِنْهُ مَا هُوَ فِيْهِ بِحَسَبِ تِلْكَ النَّغَمَاتِ ، وَالتَّرْجِيْعَاتِ الَّتِي تُشْبِهُ الْغِنَاءَ (المدخل، لابن الحاج) [1]

[1] ج ١، ص٢٩٧، فصل من العوائد الردیئة ما یفعله النساء فی المواسم، المرتبة الثانیة.

ترجمہ: اوران ہی خرابیوں میں سے ایک ان لوگوں کا مختلف حلقوں میں جمع ہونا ہے، ان میں سے ہر حلقہ میں ایک رہبر ہوتا ہے، جس کی وہ حلقہ والے ذکر کرنے میں اور قرائت کرنے میں اقتداء کرتے ہیں، اور کاش کہ یہ ذکر یا قرائت ہوتی، لیکن وہ تو اللہ تعالیٰ کے دین میں مذاق کرتے ہیں، چنانچہ ان میں سے ذکر کرنے والے عموماً ''لاالٰہ الا اللہ'' نہیں کہتے، بلکہ ''لا یلاہ یللہ'' کہتے ہیں، وہ ''ہمزہ'' کے بدلہ میں ''یاء'' ادا کرتے ہیں، حالانکہ وہ ہمزہ قطعی ہے، جیسے یہ ہمزہ وصلی بنا (کر گرا) دیتے ہیں، اس کو وہ ساتھ ملا دیتے ہیں، اور جب وہ ''سبحان اللہ'' کہتے ہیں، تو وہ اس کو گانے کے انداز میں بگاڑ دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ کلمہ سمجھ ہی نہیں آتا، اور قاری قرآن کی قرائت کرتا ہے، تو وہ اس میں ان چیزوں (حروف اور اعراب) کی زیادتی کر دیتا ہے، جو اس میں نہیں ہیں، اور ان چیزوں (حروف اور اعراب) کی کمی کر دیتا ہے، جو اس میں ہیں، اپنی نغمہ سرائی اور آواز کے اتار چڑھاؤ اور کھینچا تانی کی خاطر، جو گانے کے مشابہ ہوتی ہے (المدخل)

معلوم ہوا کہ اللہ کے ذکر اور حمد و نعت کو موسیقی کی طرز پر اس طرح پڑھنا جائز نہیں کہ جس میں لحن لازم آجائے، یعنی حروف کی کمی یا زیادتی وغیرہ ہو جائے۔

اور آج کل موسیقی کے انداز میں عامۃ الناس کی طرف سے حمد و نعت اور نظم پڑھنے والوں کے کلام میں اس طرح کی بے اعتدالیوں کا کثرت سے لازم آنا واضح بات اور مشاہدہ ہے۔

علامہ ابنِ حاج ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

يَفْعَلُونَهُ فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ عَقِبَ الْخَتْمِ مِنْ قِرَاءَ ةِ الْقَصَائِدِ وَالْكَلَامِ الْمُسَجَّعِ حَتّٰى كَأَنَّهُ يُشْبِهُ الْغِنَاءَ لِمَا فِيْهِ مِنَ التَّطْرِيْبِ وَالْهُنُوْكِ وَخُلُوِّهٖ مِنَ الْخُشُوْعِ وَالتَّضَرُّعِ وَالْاِبْتِهَالِ لِلْمَوْلَى الْكَرِيْمِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى قَالَ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ كِتَابِهِ الْعَزِيْزِ ''أَمَّنْ يُجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا

دَعَاهُ " وَلَمْ يَقُلْ أَمَّنْ يُجِيبُ الْقَوَّالَ. وَقَدْ جَمَعَ ذٰلِكَ مِنَ الْبِدَعِ أَشْيَاءَ جُمْلَةً يَعْرِفُهَا مَنْ لَهُ اطِّلَاعٌ عَلٰى فِعْلِ السَّلَفِ الْمَاضِيْنَ فَإِنَّ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَضٰى عَلَيْهِ سَلَفُ الْأُمَّةِ الْمَاضُوْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ .وَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ فَيَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ أَنْ يُّمْنَعَ مَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ النَّاسِ بَعْدَ الْخَتْمِ وَمَا انْضَافَ إِلَيْهِ مِمَّا لَا يَنْبَغِيْ (المدخل، لابن الحاج) [1]

ترجمہ: یہ لوگ اس زمانہ میں قرآن مجید کے ختم وغیرہ کے بعد ایسے قصیدے اور مسجع کلام پڑھتے ہیں کہ وہ گانے کے مشابہ ہو جاتا ہے، کیونکہ اس میں آواز کا اتار چڑھاؤ اور سُر اور تال ہوتی ہے، جو مولا کریم سبحانہٗ وتعالیٰ کے لئے خشوع اور تضرع اور عاجزی سے خالی ہوتی ہے، اللہ عزوجل نے اپنی کتابِ عزیز میں فرمایا کہ کون ہے وہ ذات جو ''مضطر'' کی دعاء کو قبول کرتی ہے، جب وہ دعاء کرتے ہیں، اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ کون ہے وہ ذات جو قوال کو قبول کرتی ہے، اور اس میں بدعت والی مختلف چیزیں جمع ہو چکی ہیں، جس کی پہچان اسی شخص کو ہو سکتی ہے، جس کو گزشتہ زمانہ کے سلف کے طرزِ عمل سے واقفیت ہو، پس سب سے بہترین ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے، اور وہ طریقہ ہے، جس پر امت کے سلف گزر چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو، اور جب واقعہ یہ ہے تو یہ بات متعین ہو گئی کہ (قرآن وغیرہ کے) ختم کے بعد (یا دوسرے موقع پر) بعض لوگ جو مذکورہ حرکات کرتے ہیں، اور اس کے ساتھ ایسی چیزیں شامل کر لیتے ہیں، جو جائز نہیں، تو ان کو منع کیا جائے گا (المدخل)

اس سے معلوم ہوا کہ شعر اور قصیدوں کو گانے اور موسیقی کے انداز میں پڑھنا خشوع کے خلاف

---

[1] ج ۲، ص ۳۰۰، فصل فيما يفعلونه بعد الختم مما لا ينبغي.

اور بدعت ہے۔

نیز علامہ ابنِ حاج فرماتے ہیں کہ:

اَلسِّمَاعُ الْمَعْرُوْفُ عِنْدَ الْعَرَبِ هُوَ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالشِّعْرِ لَيْسَ إِلَّا فَإِذَا فَعَلَ أَحَدٌ ذٰلِكَ قَالُوْا أَهْمَلَ السِّمَاعَ ، وَهُوَ الْيَوْمَ عَلٰى مَا يُعْهَدُ، وَيُعْلَمُ ، وَلِأَجْلِ هٰذَا الْمَعْنٰى قَالَ الْإِمَامُ الشَّيْخُ رَزِيْنٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ مَا أُتِيَ عَلٰى بَعْضِ الْعُلَمَاءِ الْمُتَأَخِّرِيْنَ إِلَّا لِوَضْعِهِمُ الْأَسْمَاءَ عَلٰى غَيْرِ مُسَمَّيَاتٍ وَهَا هُوَ ذَا بَيِّنٌ .

أَلَا تَرٰى السِّمَاعَ كَانَ عِنْدَهُمْ عَلٰى مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ ، وَهُوَ الْيَوْمَ عَلٰى مَا نُعَايِنُهُ ، وَهُمَا ضِدَّانِ لَا يَجْتَمِعَانِ ، ثُمَّ إِنَّهُمْ لَمْ يَكْتَفُوْا بِمَا ارْتَكَبُوْهُ حَتّٰى وَقَعُوْا فِيْ حَقِّ السَّلَفِ الْمَاضِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ، وَنَسَبُوْا إِلَيْهِمُ اللَّعِبَ ، وَاللَّهْوَ فِيْ كَوْنِهِمْ يَعْتَقِدُوْنَ أَنَّ السِّمَاعَ الَّذِيْ يَفْعَلُوْنَهُ الْيَوْمَ هُوَ الَّذِيْ كَانَ السَّلَفُ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ يَفْعَلُوْنَهُ ، وَمَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ يُظَنَّ بِهِمْ هٰذَا ، وَمَنْ وَقَعَ لَهُ ذٰلِكَ فَيَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ أَنْ يَتُوْبَ ، وَيَرْجِعَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ، وَإِلَّا فَهُوَ هَالِكٌ (المدخل، لابن الحاج، ج۳، ص۹۶، فصل فی السماع و کیفیته)

ترجمہ: عرب کے یہاں لفظِ سماع اس معنیٰ میں رائج تھا کہ شعر پڑھتے ہوئے آواز بلند کرلی جائے، پس جب کوئی یہ کرتا تو وہ کہتے کہ اہلِ سماع ہے، اور آج کے دور میں سماع جس چیز کا نام ٹھہر گیا وہ ظاہر و باہر ہے، سب جانتے ہیں (موسیقی کے انداز اور بعض مقامات پر مختلف دُھنوں میں دف، غناء، راگ، باجوں کے ساتھ مختلف صحیح غلط اشعار و منظوم کلام گانا ہے) اور اسی معنیٰ کی وجہ سے امام شیخ رزین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بعض متاخر علماء (جو سماع کے مجوزین اور پرچارک

ہیں) ان سے اس باب میں جو کچھ بن آیا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک لگے بندھے اسم کا اطلاق اس کے مفہوم و مسمّی کے بجائے (جو اہلِ زبان کے ہاں تھا) غیر مسمّٰی (اپنے دیے ہوئے مفہوم و مراد) پر کر دیا، اور یہ امر بالکل واضح ہے، کیا آپ کو نہیں معلوم کہ سماع عرب کے نزدیک وہی تھا، جس کا ذکر گزر چکا (یعنی بلند آواز سے سادہ انداز میں کسی تکلف اور موسیقی کے اصولوں کے بغیر شعر کہنا) اور آج کے دن وہ ہے کہ جس کا ہم معائنہ کرتے ہیں (جس میں موسیقی کے قواعد کے مطابق آواز اور دُھن سازی ہوتی ہے اور بعض اوقات آلاتِ موسیقی بھی ساتھ شامل ہوتے ہیں) اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضدیں ہیں، جو جمع نہیں ہو سکتیں، پھر سماع کے مرتکبین نے اپنے اسی فعل پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ وہ گزشتہ سلف کے متعلق تہمت و غلط بیانی میں پڑ گئے، ان کی طرف لہو و لعب کی نسبت کر دی، کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ آج کے دن وہ جس سماع کو اختیار کرتے ہیں، سلفِ صالحین حضرات بھی اس کو اختیار کرتے تھے، حالانکہ ان کے متعلق اس کا گمان کرنے سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہئے، اور ایسا کہنے والے کو توبہ کرنی چاہئے، اور اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے، ورنہ وہ ہلاکت میں مبتلا ہوگا (المدخل)

اور علامہ ابنِ حاج ہی فرماتے ہیں کہ:

إِذَا انْضَافَ إِلَيْهِ أَنْ يَكُوْنَ الْمُغَنِّيْ شَابًّا حَسَنَ الصُّوْرَةِ وَالصَّوْتِ، وَيَسْلُكَ مَسْلَكَ الْمُغَنِّيَاتِ فِيْ تَكْسِيْرِهِمْ، وَسُوْءِ تَقَلُّبَاتِهِمْ فِيْ تِلْكَ الْحَرَكَاتِ الْمَذْمُوْمَةِ مَعَ مَا هُوَ عَلَيْهِ مِنْ الزِّيْنَةِ بِلِبَاسِ الْحَرِيْرِ وَالرَّفِيْعِ مِنْ غَيْرِهِ، وَبَعْضُهُمْ يُبَالِغُ فِيْ أَسْبَابِ الْفِتْنَةِ فَيَتَقَلَّدُ بِالْعَنْبَرِ بَيْنَ ثِيَابِهِ لِتُشَمَّ رَائِحَتُهُ مِنْهُ، وَيَجْعَلُ عَلٰى رَأْسِهِ فُوْطَةً مِنْ حَرِيْرٍ لَهَا حَوَاشٍ عَرِيْضَةٌ مُلَوَّنَةٌ يُصَفِّفُهَا عَلٰى جَبْهَتِهِ، وَلَهُمْ فِيْ اسْتِجْلَابِ

الْفِتَنِ بِمِثْلِ هٰذَا أُمُوْرٌ يَطُوْلُ ذِكْرُهَا .

ثُمَّ الْعَجَبُ مِنْ هٰذَا الْمِسْكِيْنِ الَّذِىْ عَمِلَ السِّمَاعَ لَهُمْ ، وَجَمَعَهُمْ لَهُ كَيْفَ يَطِيْبُ خَاطِرُهُ أَوْ يَسْكُنُ بَاطِنُهُ بِرُؤْيَةِ أَهْلِهِ لِمَا ذُكِرَ إِذْ أَنَّ ذٰلِكَ كُلَّهُ فِتْنَةٌ عَظِيْمَةٌ قَلَّ مَنْ يَّسْلَمُ عِنْدَ سِمَاعِهَا أَوْ رُؤْيَتِهَا فَإِنَّا لِلّٰهِ، وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ، أَيْنَ غَيْرَةُ الْإِسْلَامِ أَيْنَ نَجْدَةُ الرِّجَالِ السَّادَةِ الْكِرَامِ ؟ أَيْنَ الْهِمَمُ الْعَالِيَةُ الْعَفِيْفَةُ عَنِ الْحَرَامِ ؟ أَيْنَ اتِّبَاعُ السَّلَفِ الْأَعْلَامِ ؟ فَتَحَصَّلَ مِمَّا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ أَنَّ كُلَّ مَنْ حَضَرَ السَّمَاعَ مِنَ الرِّجَالِ ، وَالشُّبَّانِ ، وَمَنِ اطَّلَعَ عَلَيْهِ مِنَ النِّسَاءِ أَوْ سَمِعَهُمْ افْتُتِنَ ، وَقَلَّ أَنْ يَّرْضٰى بِمَا عِنْدَهُ مِنَ الْحَلَالِ غَالِبًا فَتَتَشَوَّفُ نُفُوْسُهُمْ إِلٰى ارْتِكَابِ الْمُحَرَّمَاتِ ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَّصِلُ إِلٰى غَرَضِهِ الْخَسِيْسِ ، وَهِيَ الْبَلِيَّةُ الْعُظْمٰى ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَّا يَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ لِقِلَّةِ ذَاتِ يَدِهٖ أَوْ غَيْرِهٖ مِنَ الْعَوَائِقِ الْمَانِعَةِ لَهُ فَيَكُوْنُ آثِمًا فِىْ قَصْدِهٖ .

وَلَوْ وَقَفَ الْأَمْرُ عَلٰى مَا ذُكِرَ لَرُجِيَتْ لَهُمُ التَّوْبَةُ وَالْإِقْلَاعُ وَالْإِقَالَةُ مِمَّا وَقَعُوْا فِيْهِ ، لٰكِنَّ الْبَلِيَّةَ الْعُظْمٰى أَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَدَيَّنُوْنَ بِذٰلِكَ، وَيَعْتَقِدُوْنَ بِهِ الْقُرْبَةَ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ سِيَّمَا إِنْ عَمِلُوْهُ بِسَبَبِ الْمَوْلِدِ فَهُوَ أَعْظَمُ فِى الْفِتْنَةِ ؛ لِأَنَّهُمْ يَعْتَقِدُوْنَ أَنَّهُمْ فِىْ أَكْبَرِ الطَّاعَاتِ، وَإِظْهَارِ شَعَائِرِ الدِّيْنِ ، وَتُعْطِىْ هٰذِهِ الْقَاعِدَةُ الَّتِىْ انْتَحَلُوْهَا أَنَّهُمْ أَعْرَفُ بِالشَّعَائِرِ مِنْ سَلَفِهِمْ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْمِحَنِ ، وَالْفِتَنِ ، وَمِنَ الْإِبْتِدَاعِ ، وَتَرْكِ الْإِتِّبَاعِ ، وَبِالْجُمْلَةِ فَفِتْنَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ ، وَهٰذَا مَعَ مَا فِيْهِ مِنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ ، وَالرِّيَاءِ ، وَالسُّمْعَةِ لَوْ قِيْلَ لِأَحَدِهِمْ : تَصَدَّقْ بِبَعْضِ مَا تُنْفِقُهُ فِيْهِ عَلٰى

الْمُضطَرِّيْنَ الْمُحْتَاجِيْنَ سَرَى الشُّحُّ بِذٰلِكَ وَبَخِلَ (المدخل، لابن الحاج، ج۳، ص ۱۲۲، فصل فی السماع و کیفیتہ)

ترجمہ: جب اس میں یہ بات بھی شامل ہوگی کہ گانے والا نوخیز جوان، خوبرو وخوش آواز ہو، اور آواز کے زیر وبم، اتار چڑھاؤ، سُر اور تال کے ذریعے گانے والی عورتوں کے انداز کو اختیار کرے، اور اپنے جسم سے ناچ جیسے مذموم الٹ پھیر (حرکات) کا مظاہرہ کرے اور اس پر مستزاد ریشم ودیباج وغیرہ قیمتی لباس وپہناوے بھی پہنے ہوں، جبکہ بعض لوگ فتنہ کے اسباب میں مزید مبالغہ کرتے ہیں کہ عنبر وغیرہ کی عمدہ خوشبو بھی اپنے لباس کے اندر لٹکاتے ہیں، تاکہ اس کی خوشبو مہکتی رہے، اور اپنے سر پر ریشمی بالا پوش (رومال، کپڑا یا پگڑی وغیرہ) رکھتے ہیں، جس میں صف بستہ قطار کی شکل میں پھندنے اور جھالر لگے ہوتے ہیں، جو ماتھے پر لہراتے ہیں، اور اس طرح کے فتنہ کو ابھارنے والی اور چیزیں بھی ہوتی ہیں، کہاں تک کوئی ذکر کرے۔

پھر ان مسکینوں پر افسوس اور تعجب ہے کہ جن کے لئے یہ سماع کا عمل انجام دیا جاتا ہے، اور ان کے تماشے کے لئے یہ سارا کچھ کیا جاتا ہے، ان کا ضمیر یہ سب (خرافات ومزخرفات) کیسے گوارا کرتا ہے، اور ان کا باطن ایسے شخص کو دیکھ کر کیسے سکون پاتا ہے، کیونکہ جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ یہ مذکورہ سب واہیات امور ایک سے بڑھ کر ایک فتنہ ہیں، جس کو ملاحظہ کرنے والے، سننے دیکھنے والے کم ہی اپنے دین وایمان کو سلامت رکھ پاتے ہیں، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اسلام کی غیرت کہاں چلی گئی؟ دین میں سر برآوردہ اشراف ومعززین اور بڑے لوگوں کی شجاعت اور حمیت کہاں کھوگئی؟ بلند پاکیزہ ہمتیں حرام سے بچنے والی کہاں ہیں؟ سلفِ صالحین کے متبعین کہاں ہیں؟

پس گزشتہ تفصیل کا خلاصہ یہ نکلا کہ جو بھی مَردوں اورلڑکوں (نوجوانوں) میں سے اس سماع میں موجود ہوگا، یا جو عورت کسی اوٹ سے ان مجالسِ طرب ولعب کو جھانکے گی، یا سنے گی، تو یہ سب فتنہ میں مبتلا ہوجائیں گے، اور بہت کم ان مجالس کے شرکاء ومبتلا ان مجالس کی حلال چیزوں پر راضی ہوں گے (کہ نفس وہ کلام سن کر جو بنیادی طور پر اللہ ورسول کے ذکر اور دین کی باتوں پر مشتمل ہے، اس پر اکتفاء کریں اور ان کے دینی جذبات بڑھیں) بلکہ ان کے نفوس میں ارتکابِ حرام کا جوش وولولہ پیدا ہوگا، جس کے بعد بعض لوگ گھٹیا فاسد غرض کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو کہ عظیم فتنہ ہے، اور بعض اپنی فاسد غرض کو حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، کیونکہ ان کی وہاں تک دسترس نہیں ہوتی، یا موانع موجو ہوتے ہیں، تو وہ فاسد (گھٹیا غرض کا) ارادہ کرکے گناہ گار ہوتے ہیں۔

اور اگر معاملہ یہیں تک ہوتا (کہ ان خرافات کو کم ازکم گناہ سمجھتے) تو ان سے توبہ کی، اور جس کام میں مبتلا ہیں، اس سے الگ ہونے کی امید کی جاسکتی تھی، لیکن بلائے عظیم تو یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ اس سماع کو (اپنے تمام مذکورہ مشمولات کے ساتھ) دینی کام سمجھتے ہیں، اور اس کے متعلق اللہ عزوجل کی قربت کا عقیدہ رکھتے ہیں، خاص طور پر اگر وہ اس عمل کو میلاد وغیرہ کی وجہ سے اختیار کریں، جو کہ عظیم فتنہ ہے، اور وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ بڑی طاعت والا عمل ہے، اور دین کے شعائر کے اظہار کا ذریعہ ہے، اور وہ اس قاعدہ پر عمل پیرا ہوتے ہیں کہ وہ اپنے سلفِ صالحین سے بھی زیادہ دینی شعائر کو سمجھنے والے ہیں (کہ سلف کو تو یہ طریقے نہ سوجھے) ہم اللہ سے پناہ طلب کرتے ہیں، آزمائش اور فتنوں سے، اور بدعت کے ایجاد کرنے سے، اور (سلف کی) اتباع ترک کرنے سے، غرضیکہ اس سماع کے فتنے شمار سے زیادہ ہیں، مزید برآں اس میں مال کو

ضائع کرنا، اور ریا کاری اور نام آوری، کا گناہ بھی پایا جاتا ہے، اسی وجہ سے اگر ان میں سے کسی کو کہا جائے کہ جو کچھ اس میں خرچ کرتے ہو، اس میں سے کچھ سخت ضرورت مندوں پر خرچ کردو، تو اس میں بخل سرایت کر جاتا ہے، اور وہ صدقہ کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا (المدخل)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ شعراء کا حمد ونعت اور نظم پڑھنے میں مختلف منکرات ومفاسد کا اختیار کرنا سخت گناہ کی بات ہے، اور سماع وغیرہ کے عنوان سے اور اس سے بڑھ کر سلف کی طرف اس عمل کو منسوب کر کے سندِ جواز دینے کی کوشش کرنا اور بھی سخت خطرناک طرزِ عمل ہے۔

علامہ ابنِ حجر مکی ہیثمی فرماتے ہیں کہ:

مَا يَنْتَحِلُهُ الْمُغَنُّوْنَ الْعَارِفُوْنَ بِصَنْعَةِ الْغِنَاءِ الْمُخْتَارُوْنَ الْمُدْنَ مِنْ غَزَلِ الشِّعْرِ مَعَ تَلْحِيْنِهٖ بِالتَّلْحِيْنَاتِ الْأَنِيْقَةِ، وَتَقْطِيْعِهٖ لَهَا عَلٰى النَّغْمَاتِ الرَّقِيْقَةِ الَّتِيْ تَهِيْجُ النُّفُوْسَ وَتُطْرِبُهَا؛ كَحُمَيَا الْكُؤُوْسِ، فَهٰذَا هُوَ الْغِنَاءُ الْمُخْتَلَفُ فِيْهِ عَلٰى أَقْوَالِ الْعُلَمَاءِ :

أَحَدُهَا: أَنَّهُ حَرَامٌ :قَالَ الْقُرْطَبِيُّ وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ، قَالَ أَبُوْإِسْحَاقُ : سَأَلْتُ مَالِكًا عَمَّا يُرْخِصُ فِيْهِ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مِنَ الْغِنَاءِ ؟ فَقَالَ : إِنَّمَا يَفْعَلُهُ عِنْدَنَا الْفُسَّاقُ، فَهُوَ مَذْهَبُ سِائِرِ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ إِلَّا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ وَحْدَهُ فَإِنَّهُ لَمْ يَرَ بِهٖ بَأْسًا.

وَهُوَ أَيْضًا مَذْهَبُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَسَائِرِ أَهْلِ الْكُوْفَةِ وَإِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ، وَالشَّعْبِيِّ، وَحَمَّادٍ، وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَغَيْرِهِمْ لَا خِلَافَ بَيْنَهُمْ فِيْهِ، وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا (كف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع لابن حجر

الهيتمى) [1]

ترجمہ: جو طریقہ گانے والے اور موسیقی کے فن کے ماہرین اختیار کرتے ہیں کہ وہ خوب بنا سنوار کر شعر گاتے ہیں، عمدہ سے عمدہ لہجہ اور ایک سے ایک دُھن ایجاد کرتے ہیں، اور ایسے انداز میں گاتے ہیں کہ سامعین مستی میں ڈوب جاتے ہیں، اوران کے دل ودماغ ایسے متاثر ہو جاتے ہیں جیسے کہ بلانوش شرابی نے شراب پی ہو (جس سے مدہوش ہو کر مستی والی حرکات ظاہر ہوتی ہیں) اس قسم کے گانے کے بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے، امام قرطبی نے فرمایا کہ امام مالک کا مذہب یہی ہے، ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے اس گنجائش کے بارے میں پوچھا جو اہلِ مدینہ کی طرف سے غناء (گانے) کے سلسلہ میں مشہور ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مدینہ میں بھی اس عمل کو فساق اور گناہ گار لوگ ہی اختیار کرتے ہیں، اور یہی (یعنی اس کا حرام ہونا) تمام اہلِ مدینہ کا مذہب ہے، تنہا ابراہیم بن سعد کے علاوہ، جو اس کی گنجائش کے قائل ہیں۔

اور یہی (یعنی اس کا حرام ہونا) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، اور تمام اہلِ کوفہ کا، جن میں ابراہیم نخعی، شعبی، حماد اور سفیان ثوری وغیرہ شامل ہیں کہ ان کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، اور یہی امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے (کف الرعاع)

معلوم ہوا موسیقی اور گانے کے انداز میں اشعار پڑھنا، حنفیہ سمیت اکثر فقہاء کے نزدیک حرام ہے۔

اور امام شافعی اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس طرح موسیقی اور گانے کے انداز میں پڑھنا

---

[1] ص ۳۹، ۴۰، الباب الأول :فی أقسام الغناء المحرم وغیرہ، القسم الأول :فی سماع مجرد الغناء من غیر آلة.

مکروہ ہے۔ ؎

؎ اس کے علاوہ اس سلسلہ میں علماء کے اور بھی اقوال ہیں، لیکن وہ اتنے مشہور و مضبوط نہیں ہیں۔
ثانيها :أنه مكروه :وهو الأظهر عند الشافعي وأحمد وأكثر أصحابهما، وقول أهل البصرة، وقال غير واحد من العلماء :لا يعرف عن أهل البصرة خلاف فى كراهته، وقال الماوردى :حرم الغناء قوم وأباحه آخرون، وكرهه مالك والشافعي وأبو حنيفة فى أصح ما قيل عنهم، ومر أن سماعه من أجنبية مع أمن الفتنة مكروه، لكنه شديد الكراهة، ومع خوفها حرام بلا خلاف، وكذا من الأمرد الحسن.

ثالثها :الإباحة :وهو المروى عن إبراهيم بن سعد والعنبرى، وهما شاذان، على أن العنبرى مبدع فى اعتقاده، غير مرضى عمله، وإبراهيم بن سعد ليس من أهل الاجتهاد.

قال القرطبى :وحكاية أبى طالب المكى لذلك عن جماعة من الصحابة والتابعين، وأن الحجازيين لم يزالوا يسمعون السماع فى أفضل أيام السنة الأيام المعدودات، إن صحت هذه الحكاية فهى من القسم الأول دون الثانى، قال :وقد حكى جمع من الشافعية كالقشيرى -رحمه الله تعالى -عن مالك -رضى الله تعالى عنه -الإباحة، ولا يصح عنه بوجه ولا عن أحد من أصحابه بوجه.

رابعها :يحرم كثيره دون قليله، ذكره بعض شراح "المنهاج"، وقال ذكره الرافعي -رحمه الله تعالى -من رواية السرخسي، واقتضى إيراد ابن أبى هريرة أنه المذهب، فإنه قال :قال الشافعي لا نبيحه مطلقا، ونقول :إن كان كثيرا دخل فى باب السفه، ا .هـ، ونازعه الأذرعى فى دلالة هذا على التحريم، وإنما يدل على ترك المروءة، ا .هـ(ز٨/١/ب).

والحق أنه ظاهر فى التحريم؛ إذ سلب الإباحة وعده من السفه إنما يليقان بالتحريم دون خرم المروءة كما يعرف من كلامهم فيها.

خامسها :يحرم فعله وسماعه إلا إذا كان فى بيت خال على إحدى وجهين، ذكره بعض تلامذة البغوى، ونظر فيه الأذرعى ثم قال :وأحسبه راجعا لرد الشهادة بالمجاهرة دون إخفائه، ويجاب بأن هذا لا ينافى الحرمة لتصريحهم بأن (من) تحمل شهادة يحرم عليه فعل خارم لمروءته، وإن أبيح فى نفسه؛ لأن فعله (إبطال لغير الحق)

سادسها :يحرم إن كان من امرأة لرجل أو لرجال، أو من رجل لامرأة أو نساء ، أو إن اقترن به نحو مسكر أو أكثر منه أو انقطع إليه، ذكره الحليمى من أكابر أصحابنا.

سابعها :إن صحت النية فيه لم يكره، وإلا كره، قاله الخوارزمى فى "كافيه :"ونازع الأذرعى فى عد هذا بأن صاحب "الكافى "ليس من أصحاب الوجوه.

ثامنها :يجوز الغناء وسماعه إن سلم من تضييع فرض (أو حرمة مبيح)، وكان من رجل أو محرم لرجل ولم يسمعه على قارعة طريق، ولم يقترن به مكروه، ذكره الأستاذ أبو منصور.

تاسعها :يحرم إن كان بجعل كما نقل الأستاذ عن نص الشافعي -رضى الله عنه.

عاشرها :هو طاعة إن نوى به ترويح القلب على الطاعة، ومعصية إن نوى به التقوية على المعصية، فإن لم ينو طاعة ولا معصية فهو معفو عنه؛ كخروج الإنسان إلى بستانه، وقعوده على بابه متفرجا،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ حکم اس صورت میں ہے، جب کہ یہ عمل آلاتِ موسیقی کے بغیر کیا جائے، اور آلاتِ موسیقی شامل نہ ہوں، ورنہ آلاتِ موسیقی کے ساتھ گناہ ہونے میں تو شک ہی نہیں، جس کی مزید تفصیل آگے سماع کے بیان میں آتی ہے۔ [1]

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''جس نعت کا مضمون شرع کے خلاف نہ ہو، مسجد اور غیر مسجد دونوں میں جائز ہے اور جس کا مضمون خلافِ شرع ہو، وہ دونوں جگہ ناجائز ہے، اسی طرح اگر کوئی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذكره ابن حزم ونحا نحوه الغزالى وغيره.

حادى عشرها :(إن كان ما استعمل)يحتمل وجهين :جائزا وحراما، فسماعه جائز، وإن لم يحتمل إلا وجها واحدا وهو وجه الفسق، فحرام، ذكره الرويانى فى "بحره "عن بعض أصحابنا الخراسانيين وهو صحيح، وبه يتأيد ما قدمته آخر التنبيه الأول.

هذا جملة ما يتحصل للعلماء فى الغناء من الأقوال، وبها مع ما يأتى قريبا يعلم من طالع ذلك الكتاب السابق ذكره فى الخطبة ما فيه من السقطات والتدليسات والاختلال(كف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع لابن حجر الهيتمى،ص ۴۱ الیٰ ۴۳،الباب الأول :فى أقسام الغناء المحرم وغيره،القسم الأول :فى سماع مجرد الغناء من غير آلة)

[1] القسم الثانى :فى سماع الغناء المقترن برقص أو نحو دف أو مزمار أو وتر:قد سبق حكم الغناء المجرد، وسيأتى أحكامه وما بعده إذا تجردت، والمقصود هنا أن الغناء إذا أبيح أو كره إن انضم إليه محرم يصير بانضمام المحرم إليه محرما، وإذا حرم يشتد إثمه بانضمام المحرم (الآخر) إليه، وأن الرقص إن كان فيه تكسر كفعل المخنث كان حراما، وإن خلا عن ذلك كان مكروها، فإذا انضم القسم الحرام منه إلى الغناء المحرم ازداد الإثم والتحريم، وكذا إذا كان المحرم أحدهما؛ لأن المكروه وإن كان لا إثم فيه لكنه بانضمامه إلى المحرم يزداد إثما، ويشهد لما قررته قوله -صلى الله عليه وسلم -فى الحديث الصحيح :(لا يخرج الرجلان (ز/۱۱/ب) يضربان الغائط كاشفين عن عورتهما يتحدثان؛ فإن الله يمقت على ذلك)

فجعل التحدث على الغائط الذى هو مكروه لا حرام إذا انضم إلى الحرام الذى هو كشف العورة بحضرة من ينظر إليها مقتضيا للمقت الذى هو أشد البغض، فكذا إذا انضم مكروه من رقص أو غناء إلى محرم من أحدهما يزداد إثمه وعقابه، وإذا ثبت هذا فى مكروه ومحرم فهو فى محرمين أولى، وسيأتى عن الإمام أبى عمرو بن الصلاح فى اجتماع الدف الذى هو حلال إلى الشبابة التى هى حرام ما يوافق ما ذكرته، مع رد ما اعترض به عليه، فاستفده (كف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع لابن حجر الهيتمى،ص ۵۲،۵۳،الباب الأول :فى أقسام الغناء المحرم وغيره،القسم الثانى :فى سماع الغناء المقترن برقص أو نحو دف أو مزمار أو وتر)

امر مانع خارج سے ہو تب بھی ناجائز ہے، جیسے نظم کا قواعدِ موسیقی سے پڑھا جانا یا نعت خوان کا مشتہی (یعنی محلِ شہوت) ہونا'' (امداد الفتاویٰ جلد ۶ صفحہ ۱۹۷)

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہٗ سے سوال کیا گیا کہ:

آجکل بعض عوامی شاعر فلمی دھنوں پر نعت لکھتے ہیں اور ایسے نعت مذہبی اجتماعات میں پورے طور سے فلمی سروں سے ادا کئے جاتے ہیں ایسے نعت گو شاعر مخرب اخلاق فلمی ریکارڈ سنتے ہوں گے، جبھی تو وہ ان سروں پر نعت کہتے ہیں ایسے نعت خوانوں اور ایسے دوسرے شائقین کو مخرب اخلاق فلمی ریکارڈ سننے کا چسکا پڑتا ہے شریعت اس کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے؟

اس کے جواب میں مفتی صاحب موصوف نے تحریر فرمایا کہ:

اس کو شومیِ قسمت کے علاوہ اور کیا نام دیا جاسکتا ہے کہ اول تو ہم ہر نیک کام سے روز بروز دور ہوتے جارہے ہیں اور اگر کبھی اچھا کام کرنے کا جذبہ پیدا بھی ہوتا ہے تو اس میں جب تک کچھ ناجائز اور حرام کی آمیزش نہ کرلیں تسکین نہیں ہوتی سوال میں جو صورت بیان کی گئی ہے، بلاشبہ یہ نعت جیسی روح پرور عبادت کو کھیل تماشا بنانا اور اس کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔

علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب کوئی شخص پانی کو شراب کے مشابہ بنا کر شراب کی طرح پئے تو اس کے لئے حرام ہے''

چنانچہ فقہاء نے کہا اگر کوئی شخص لہو و طرب کے ساتھ پانی یا کوئی اور حلال مشروب شرابیوں کی طرح ہیئت بنا کر پئے تو یہ صورت حرام ہے، علامہ ابن عابدین نے بھی فقہاء کے اس قول سے اتفاق کیا ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے کہ من تشبہ بقوم فھو منھم

(جو شخص کسی قوم یا گروہ کی نقالی کرے وہ انہی میں سے ہے) تو جب ناجائز کام کی نقالی کی اجازت مباح چیزوں میں بھی نہیں تو ایک عبادت کو حرام کے مشابہ بنا کر پیش کرنا تو ناجائز ہونے کے علاوہ عبادت کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی گستاخ نہایت خوش ذائقہ مٹھائی سڑے ہوئے کیچڑ میں لتھیڑ کر کسی حاکم کو بطور تحفہ پیش کرنے کی جسارت کرے۔ ایسے نعت گو حضرات کو اس فعلِ قبیح سے مناسب طریقہ سے روکنا چاہئے اور ان کی ہمت افزائی سے پورا اجتناب کرنا چاہیے (نوادر الفقہ ج۲، ص۳۵۲، ۳۵۳)

معلوم ہوا کہ حمد و نعت یا نظم کو موسیقی اور لبھانے کے انداز میں پڑھنا جائز نہیں اور اس کی حوصلہ شکنی ضروری ہے، مگر آج کل دیکھنے میں آتا ہے کہ حمد و نعت اور نظم خواں جتنا موسیقی اور گانے کے انداز کا ماہر ہوتا ہے، اس کو اسی قدر پذیرائی حاصل ہوتی ہے، اس کو دور دراز سے سفر کر کے تقریبوں اور جلسوں میں مدعو کیا جاتا ہے، اور اس کے موسیقی و گانے کے طرز پر خوب داد دی جاتی ہے، اور اس کا تحفہ تحائف وغیرہ سے اکرام کیا جاتا ہے، بھاری اجرت مقرر کر کے دی جاتی ہے، کم از کم اہلِ حق کے نام لیواؤں کو ان حرکات پر حیاء و غیرت کرنی چاہئے۔

ملحوظ رہے کہ آجکل بہت سے مقامات پر موسیقی کا چسکا حاصل کرنے کے لئے اس قسم کے اسپیکر حمد و نعت خوانی کے دوران استعمال کئے جاتے ہیں، جن کو آج کل "ایکو سسٹم" کہا جاتا ہے، اور یہ آلۂ غناء و آلۂ موسیقی میں داخل ہیں، کیونکہ اس قسم کے اسپیکروں میں مختلف قسم کے چھوٹے چھوٹے اسپیکر نصب ہوتے ہیں، جو آواز کے اتار چڑھاؤ کو موسیقی کے طرز میں بدل کر آواز کو سنانے کا کارنامہ سرانجام دیتے ہیں اور اس سسٹم کا مقصدِ وضع ہی غناء اور موسیقی کا سُننا اور سُنانا ہے۔

لہٰذا اپنی آواز میں گانے والے کا اتار چڑھاؤ پیدا کرنا اور پھر مزید براں موسیقی والے اسپیکر حمد

ونعت خوانی کے دوران استعمال کرنا جائز نہیں، اسی طرح موسیقی کے انداز میں کسی صاحب کا ساتھ ساتھ مختلف قسم کی موسیقی کے مشابہ آوازیں نکالنا بھی جائز نہیں۔

(3)......عشق ومعاشقہ کے انداز سے پرہیز

حمد ونعت کے جائز ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں عشق ومعاشقہ کے انداز و الفاظ سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ یہ چیز اللہ اوراس کے رسول کے شایانِ شان نہیں، اور حمد و نعت میں اللہ اوراس کے رسول کی طرف اس طرح کی نسبت کرنا بے ادبی سے خالی نہیں۔

اور جہاں اللہ اوراس کے رسول کے لئے محبت کے اظہار کی ضرورت ہو، وہاں حب اور محبت کے الفاظ ہی استعمال ہونے چاہئیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت میں جہاں کہیں بھی اللہ اوراس کے رسول کی محبت کا تذکرہ کیا گیا ہے، وہاں حب اور محبت کے صیغوں کو استعمال کیا گیا ہے، عشق کے الفاظ استعمال نہیں کیے گئے۔

بلکہ کسی ایک مستند حدیث میں بھی عشق کے الفاظ کا ذکر نہیں ملتا۔ [1]

---

[1] البتہ اس سلسلہ میں ایک حدیث ''من عشق فعف فکتم فمات مات شهيدا'' کے الفاظ کے ساتھ بعض کتابوں میں نقل کی گئی ہے۔

مگر محققین نے اس حدیث کو سند اور متن کے اعتبار سے قابلِ اطمینان اور مستند قرار نہیں دیا اور ضعیف قرار دینے کی صورت میں بھی اس سے کسی شرعی حکم پر استدلال کرنا درست نہیں۔

خبر " :من عشق فعف فكتم فمات مات شهيدا ."فيه سويد بن سعد أنكره ابن معين وغيره وقال :لو كان لى فرس ورمح لغزوت سعيدا، وقال ابن الجوزى :مدار الحديث عليه فهو لا يصح (أسنى المطالب فى أحاديث مختلفة المراتب، لمحمد بن محمد درويش الشافعى، رقم الحديث ١٤٣٧)

قال الالبانى:

من عشق وكتم وعف فمات فهو شهيد ."موضوع.

رواه ابن حبان فى "المجروحين (١/٣٤٩)"والخطيب فى "تاريخه(١٥٦/٥، ٢٦٢ .٦/٥٠- ٥١، ٧١/٢٩٨ .١٣/١٨٤٠)"والثعالبى فى "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن وسنت میں جہاں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور شدید محبت کا ذکر کیا گیا ہے، وہاں بھی محبت کے الفاظ ترک کر کے عشق کے الفاظ استعمال نہیں کیے گئے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حديثه (١/١٢٩)وأبو بكر الكلاباذى فى "مفتاح المعانى(٢/٢٨١) "والسلفى فى "الطيوريات (٢/٢٤) "وابن عساكر فى "تاريخ دمشق(١٢/٢٦٣/٢) "وابن الجوزى فى "مشيخته :"الشيخ الثامن والسبعون من طرق عن سويد بن سعيد الحدثانى حدثنا على بن مسهر عن أبى يحيى القتات عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعا.
قلت :وهذا سند ضعيف وله علتان : الأولى :ضعف أبى يحيى القتات واسمه زاذان وقيل غير ذلك، قال الحافظ فى "التقريب :"لين الحديث . الأخرى :ضعف سويد بن سعيد، قال الحافظ :صدوق فى نفسه إلا أنه عمى فصار يتلقن ما ليس من حديثه، وأفحش فيه ابن معين القول. قلت :وقد تكلم فيه ابن معين من أجل هذا الحديث كما يأتى، واتفق الأئمة المتقدمون على تضعيف هذا الحديث، فقال ابن الملقن فى "الخلاصة (٢/٥٤)"وأعله الأئمة، قال ابن عدى والحاكم والبيهقى وابن طاهر وغيرهم هو أحد ما أنكر على سويد بن سعيد قال يحيى بن معين :لوكان لى فرس ورمح لكنت أغزوه .ولهذا قال الحافظ ابن حجر فى "بذل الماعون(٢/٤٥) "وفى سنده مقال، وذهب بعض المتأخرين إلى تقوية الحديث بمجيئه من طريق آخر، فقال الزركشى فى "اللآلىء المنثورة فى الأحاديث المشهورة "(رقم-١٦٦ نسختى) : وهذا الحديث أنكره يحيى بن معين وغيره على سويد بن سعيد، لكن لم يتفرد به، فقد رواه الزبير بن بكار فقال :حدثنا عبد الملك بن عبد العزيز بن الماجشون عن عبد العزيز بن أبى حازم عن ابن أبى نجيح عن مجاهد عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم فذكره، وهو إسناد صحيح . قال الحافظ السخاوى فى "المقاصد الحسنة - ٤٢٠ :" طبع الخانجى) بعد أن ساق هذه الطريق :وينظر هل هذه هى الطريق التى أورده الخرائطى منها، فإن تكن هى فقد قال العراقى :فى سندها نظر، ومن طريق الزبير أخرجه الديلمى فى مسنده، ولكن وقع عنده عن عبد الله بن عبد الملك بن الماجشون لا كما هنا. قلت :أما طريق الخرائطى فلم يسقها السخاوى، وقد أوردها العلامة المحقق ابن القيم وتكلم عليها فقال فى كتاب "الداء والدواء "(ص ٣٥٣-٣٥٤): أما حديث ابن الماجشون عن عبد العزيز بن أبى حازم عن ابن أبى نجيح عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعا، فكذب على ابن الماجشون، فإنه لم يحدث بهذا، ولا حدث به عنه الزبير ابن بكار، وإنما هذا من تركيب بعض الوضاعين، ويا سبحان الله كيف يحتمل هذا الإسناد مثل هذا المتن فقبح الله الوضاعين . وقد ذكره أبو الفرج بن الجوزى من حديث محمد بن جعفر بن سهل :حدثنا يعقوب بن عيسى من ولد عبد الرحمن بن عوف عن ابن أبى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورة البقرة، رقم الآية ١٦٥)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نجيح عن مجاهد مرفوعا، وهذا غلط قبيح فإن محمد بن جعفر هذا هو الخرائطي، ووفاته سنة سبع وعشرين وثلاث مئة، فمحال أن يدرك شيخه يعقوب، ابن أبي نجيح ولا سيما وقد رواه في كتابه "الاعتلال "عن يعقوب هذا عن الزبير عن عبد الملك عن عبد العزيز عن ابن أبي نجيح، والخرائطي هذا مشهور بالضعف في الرواية، ذكره أبو الفرج في كتاب "الضعفاء ." قلت :أما الخرائطي فلا أعرف أحدا من المتقدمين رماه بشيء من الضعف ولهذا لم يورده الذهبي في "ميزان الاعتدال "، ولا استدركه عليه الحافظ ابن حجر في "لسان الميزان "، وقد ترجمه الخطيب في تاريخه(٢/١٣٩ ـ ١٤٠)ثم السمعاني في "الأنساب "ثم ابن الأثير في "اللباب "فلم يجرحه أحد منهم، بل ترجمه الحافظ ابن عساكر في تاريخه(١٥/٩٣/٢ ـ ١)وروى عن أبي نصر ابن ماكولا أنه قال فيه :كان من الأعيان الثقات . فأنا في شك كبير من صحة ما ذكره أبو الفرج من ضعف الخرائطي، بل هو ثقة حجة .والله أعلم . ثم طبع كتاب "الضعفاء "لابن الجوزي فلم أجد فيه محمد بن جعفر الخرائطي وإنما ذكر آخرين(٣/٤٦ ـ ٤٧)ليسا من طبقة الخرائطي وهما من رجال ابن أبي حاتم(٣/ ٢/ ٢٢٢/١٢٢٤ و ١٢٢٦)فتبين أن الوهم من ابن القيم والله أعلم .فلعل علة هذا الإسناد من يعقوب بن عيسى شيخ الخرائطي، فإني لم أجد له ترجمة، ومن طبقته يعقوب بن عيسى بن ماهان أبو يوسف المؤدب ترجمه الخطيب (١٤/ ٢٧١ ـ ٢٧٢)ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا، ولكنه لم يذكر أنه من ولد عبد الرحمن بن عوف، والله أعلم، وهو من شيوخ أحمد في المسند قال الحافظ في "التعجيل "قال أبو زرعة ابن شيخنا لا أعرفه، وذكره ابن حبان في "الثقات (٢٨٦/٩)"لكن وقع فيه يعقوب بن يوسف بن ماهان ثم وجدت الحافظ ابن حجر قد تكلم على الحديث في "التلخيص الحبير(٢٧٣/٥) " وأعله من الطريق الأولى بنحو ما نقلناه عن "الخلاصة "وأعل الطريق الثانية من رواية يعقوب عن ابن أبي نجيح بأن يعقوب ضعفه أحمد بن حنبل، ثم قال : ورواه الخطيب من طريق الزبير بن بكار، وهذه الطريق غلط فيها بعض الرواة فأدخل إسنادا في إسناد، وخلاصة القول :إن هذا الطريق ضعيف أيضا لضعف يعقوب هذا واضطرابه في روايته فمرة يقول :عن ابن أبي نجيح عن مجاهد مرفوعا، فيرسله ولا يذكر الواسطة بينه وبين ابن أبي نجيح، ومرة يقول عن الزبير عن عبد الملك عن عبد العزيز عن ابن أبي نجيح عن مجاهد عن ابن عباس فيسنده ويوصله. قال ابن القيم: وكلام حفاظ الإسلام في

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں، جو بناتے ہیں اللہ کے مقابلہ میں شریک، محبت کرتے ہیں ان سے، اللہ کی محبت کی طرح، اور وہ لوگ جو ایمان لائے وہ زیادہ شدید ہیں اللہ کی محبت کے اعتبار سے (سورہ بقرہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إنكار هذا الحديث هو الميزان وإليهم يرجع فى هذا الشأن، ولم يصححه ولم يحسنه أحد يعول فى علم الحديث عليه، ويرجع فى التصحيح إليه، ولا من عادته التسامح والتساهل، فإنه لم يصف نفسه له، ويكفى أن ابن طاهر الذى يتساهل فى أحاديث التصوف ويروى منها الغث والسمين قد أنكره وشهد ببطلانه. نعم ابن عباس لا ينكر ذلك عنه، وقد ذكر أبو محمد بن حزم عنه أنه سئل عن الميت عشقا فقال :قتيل الهوى لا عقل له ولا قدر، ورفع إليه بعرفات شاب قد صار كالفرخ فقال :ما شأنه؟ قالوا :العشق، فجعل عامة يومه يستعيذ من العشق .فهذا نفس ما روى عنه فى ذلك . ومما يوضح ذلك أن النبى صلى الله عليه وسلم عد الشهداء فى الصحيح، فذكر المقتول فى الجهاد والحرق والغرق، والمبطون، والنفساء يقتلها ولدها، وصاحب ذات الجنب، ولم يذكر منهم من يقتله العشق، وحسب قتيل العشق أن يصح له هذا الأثر عن ابن عباس رضى الله عنهما على أنه لا يدخل الجنة حتى يصبر لله، ويعف لله ويكتم لله، لكن العاشق إذا صبر وعف وكتم مع قدرته على معشوقه وآثر محبته لله وخوفه ورضاه فهو من أحق من دخل تحت قوله تعالى (وأما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهو ى، فإن الجنة هى المأو ى) وتحت قوله تعالى (ولمن خاف مقام ربه جنتان). والحديث أورده السيوطى فى "الجامع الصغير "من رواية الخطيب عن عائشة وعن ابن عباس، وهذا يوهم أن له طريقين أحدهما عن عائشة والآخر عن ابن عباس، والحقيقة أنه طريق واحد، وهم فى سنده بعض الضعفاء فصيره من مسند عائشة، وإنما هو من مسند ابن عباس كما تقدم، فقد أخرجه الخطيب فى "تاريخه(۱۲/۴۷۹)"من طريق أحمد بن محمد بن مسروق الطوسى :حدثنا سويد بن سعيد حدثنا على بن مسهر عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة مرفوعا به، وقال : رواه غير واحد عن سويد عن على بن مسهر عن أبى يحيى القتات عن مجاهد عن ابن عباس وهو المحفوظ، وكذا قال فى " المؤتلف "أيضا كما فى "اللسان "وأشار إلى أن الخطأ فى هذا الإسناد من الطوسى هذا، قال الدارقطنى :ليس بالقوى، يأتى بالمعضلات. قلت :فهذا الإسناد منكر لمخالفة الطوسى لرواية الثقات الذين أسندوه عن سويد بسنده عن ابن عباس، فلا يجوز الاستكثار بهذا الإسناد والتقوى به لظهور خطئه ورجوعه فى الحقيقة إلى الإسناد الأول، وقد قال ابن القيم فى "الداء والدواء "(ص ۳۵۳) بعد أن ساق رواية الخطيب هذه: فهذا من أبين الخطأ، ولا يحمل هشام عن أبيه عن عائشة مثل هذا عند من شم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہاں مومنوں کی اللہ سے شدید محبت کی تعبیر ''عشق'' کے بجائے ''أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ'' سے کی گئی ہے، اگر اللہ کی طرف عشق کے الفاظ کی نسبت پسندیدہ ہوتی، تو اس موقع سے زیادہ بہتر موقع اور کون سا ہوسکتا تھا جس میں محبت کی شدت کو بیان کرنا مقصود ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أدنى رائحة الحديث، ونحن نشهد بالله أن عائشة ما حدثت بهذا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قط، ولا حدث به عروة عنها ولا حدث به هشام قط. وخلاصة القول أن الحديث ضعيف الإسناد من الطريقين، وقد أنكره العلامة ابن القيم من حيث معناه أيضا وحكم بوضعه كما رأيت، وقد أوضح ذلك فى كتابه "زاد المعاد "أحسن توضيح فقال(۳/۳۰۶ـ۳۰۷) ولا تغتر بالحديث الموضوع على رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم ساقه من الطريقين ثم قال، فإن هذا الحديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا يجوز أن يكون من كلامه، فإن الشهادة درجة عالية عند الله مقرونة بدرجة الصديقية ولها أعمال وأحوال هى شروط فى حصولها وهى نوعان عامة وخاصة، فالخاصة الشهادة فى سبيل الله والعامة خمس مذكورة فى الصحيح ليس العشق واحدا منها، وكيف يكون العشق الذى هو شرك المحبة وفراغ عن الله وتمليك القلب والروح والحب لغيره تنال به درجة الشهادة !؟ هذا من المحال، فإن إفساد عشق الصور للقلب فوق كل إفساد بل هو خمر الروح الذى يسكرها ويصدها عن ذكر الله وحبه، والتلذذ بمناجاته والأنس به، ويوجب عبودية القلب لغيره، فإن قلب العاشق متعبد لمعشوقه بل العشق لب العبودية، فإنها كمال الذل والحب والخضوع والتعظيم فكيف يكون تعبد القلب لغير الله مما تنال به درجة أفاضل الموحدين وساداتهم وخواص الأولياء !؟ فلوكان إسناد هذا الحديث كالشمس كان غلطا ووهما، ولا يحفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لفظ العشق من حديث صحيح البتة، ثم إن العشق منه حلال ومنه حرام، فكيف يظن بالنبى صلى الله عليه وسلم أنه يحكم على كل عاشق يكتم ويعف بأنه شهيد !؟ أفترى من يعشق امرأة غيره أو يعشق المردان والبغايا ينال بعشقه درجة الشهداء !؟ وهل هذا إلا خلاف المعلوم من دينه صلى الله عليه وسلم؟ كيف والعشق مرض من الأمراض التى جعل الله سبحانه لها من الأدوية شرعا وقدرا، والتداوى منه إما واجب إن كان عشقا حراما، وإما مستحب، وأنت إذا تأملت الأمراض والآفات التى حكم رسول الله صلى الله عليه وسلم لأصحابها بالشهادة وجدتها من الأمراض التى لا علاج لها، كالمطعون والمبطون والمجنون والحرق والغرق، ومنها المرأة يقتلها ولدها فى بطنها، فإن هذه بلايا من الله لا صنع للعبد فيها ولا علاج لها، وليست أسبابها محرمة ولا يترتب عليها من فساد القلب وتعبده لغير الله ما يترتب على العشق، فإن لم يكف هذا فى إبطال نسبة هذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

(سورة آل عمران، رقم الآية ۳۱)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اگر تم محبت کرتے ہو اللہ سے، تو میری اتباع کرو، محبت کرے گا تم سے اللہ، اور مغفرت کردے گا تمہارے لئے تمہارے گناہوں کی

(سورہ آل عمران)

مذکورہ آیت میں بندوں کی اللہ سے محبت کے ساتھ اللہ کی بندوں سے محبت کا بھی ذکر کیا گیا ہے، مگر دونوں مواقع پر عشق کے بجائے محبت کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (سورة التوبة، رقم الآية ۲۴)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں، اور تمہارا کنبہ اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں تم کو ڈر ہو، سستا ہونے کا، اور وہ گھر جن میں (رہنے) کو تم پسند کرتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحديث إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقلد أئمة الحديث العالمين به وبعلله فإنه لا يحفظ عن إمام واحد منهم قط أنه شهد له بصحة، بل ولا بحسن، كيف وقد أنكروا على سويد هذا الحديث ورموه لأجله بالعظائم واستحل بعضهم غزوه لأجله.

وخلاصة الكلام أن الحديث ضعيف الإسناد موضوع المتن كما جزم بذلك العلامة ابن القيم فى المصدرين السابقين، وكذا فى رسالة "المنار "له أيضا (ص ٦٣) ومثله فى "روضة المحبين "والله أعلم (سلسلة الحاديث الضعيفة،تحت رقم الحديث ۴۰۹)

ہو (اگر یہ چیزیں) زیادہ محبوب ہوں تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے، تو تم منتظر رہو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیج دے (سورہ توبہ)

مذکورہ آیت میں بھی اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب ہونے کی تعبیر محبت کے الفاظ سے کی گئی ہے، نہ کہ عشق کے الفاظ سے۔

اور احادیث و روایات میں بھی اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور شدید محبت کے لئے ''حب'' یا ''محبت'' کے الفاظ ہی استعمال ہوئے ہیں، عشق، معاشقہ کے الفاظ کہیں بھی استعمال نہیں ہوئے۔

اس سلسلہ میں چند احادیث و روایات ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص (پورا) ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والد سے اور اس کی اولاد سے اور سب آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (بخاری، مسلم)

یہاں اللہ کے رسول سے دوسری چیزوں سے زیادہ محبت کا مضمون بیان ہوا ہے، مگر یہاں بھی عشق کے بجائے حب اور محبت سے ہی تعبیر کی گئی ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ أَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُّحِبَّ

---

[1] رقم الحديث ١٥، كتاب الايمان، باب حب الرسول صلى الله عليه وسلم من الإيمان، دار طوق النجاة، بيروت، مسلم رقم الحديث "٤٤" ٧٠".

الْـمَـرْءَ لَا يُـحِبُّـهُ إِلَّا لِـلّٰهِ وَأَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہوں گی اس کو (ان کی وجہ سے) ایمان کی حلاوت ومٹھاس نصیب ہوگی۔ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اوراس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (یعنی جتنی محبت اس کو اللہ اور رسول سے ہو اتنی کسی اور سے نہ ہو) اورایک وہ شخص جس کو کسی بندہ سے محبت ہواور صرف اللہ ہی کے لئے محبت ہو (یعنی کسی دنیوی غرض سے نہ ہو، صرف اس وجہ سے محبت ہو کہ وہ اللہ کا محبوب بندہ ہے) اورایک وہ شخص کہ جو کفر کی طرف لوٹ کر آنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے، جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے (بخاری)

اس روایت میں بھی اللہ اوراس کے رسول کی سب چیزوں سے زیادہ محبت ہونے کی تعبیر عشق کے بجائے ''حب'' یا ''محبت'' کے الفاظ سے کی گئی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَـاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ -صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ وَمَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ. قَالَ حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ قَالَ فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَـالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحًا أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَـالَ أَنَـسٌ فَـأَنَا أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَـهُ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ مَعَهُمْ وَإِنْ لَّمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ (صحيح مسلم) [2]

---

[1] رقم الحديث ١٦، كتاب الايمان، باب حب الرسول صلى الله عليه وسلم من الإيمان، دار طوق النجاة، بيروت.

[2] رقم الحديث ٢٦٣٩ "١٦٣"، كتاب البر والصلة والآداب، باب المرء مع من احب.

ترجمہ: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول قیامت کب واقع ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت، اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ (قیامت وآخرت میں) اسی کے ساتھ ہوں گے، جس سے آپ محبت رکھتے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کے بعد ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے زیادہ خوشی اور کسی چیز سے نہیں ہوئی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ آپ اس کے ساتھ ہوں گے، جس سے محبت رکھیں گے۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے اور ابو بکر اور عمر سے محبت رکھتا ہوں، اور مجھے امید ہے کہ میں (قیامت وآخرت میں) انہی کے ساتھ ہوں گا، اگرچہ میرا عمل ان کے اعمال جیسا نہیں ہے (مسلم)

اس حدیث میں بھی عشق کے بجائے محبت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اور حب ومحبت کے بارے میں ہی مذکورہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِيْ لِيْ حُبًّا نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِيْ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِيْ بِأَهْلِهٖ وَمَالِهٖ (صحیح مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مجھ سے شدید ترین محبت رکھنے والے وہ ہیں، جو میرے بعد ہوں گے، جو یہ چاہیں گے کہ کاش کہ وہ مجھے اپنے گھر اور مال کے بدلے (اور ان کے عوض میں) دیکھ لیتے (مسلم)

---

[1] رقم الحدیث ۲۸۳۲ "۱۲"، کتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب فيمن يود رؤية النبى صلى الله عليه وسلم بأهله وماله، دار إحياء التراث العربى -بيروت.

ظاہر بات ہے کہ جن لوگوں کو اتنی محبت ہو کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف زیارت کی خاطر اپنے گھر بار کو دینے کے لئے تیار ہوں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت رکھنے والے ہی ہو سکتے ہیں، مگر یہاں بھی ان کی شدید ترین محبت کی تعبیر عشق کے بجائے شدید محبت سے کی گئی ہے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کرنے والی جماعت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قول وعمل کو دیکھ کر ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت کو پہچانا جا سکتا ہے، مگر صحابۂ کرام کے واقعات اور حالات میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی تعبیر عشق کے الفاظ میں نہیں ملتی، بلکہ محبت کے الفاظ میں ملتی ہے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيْقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّيْ لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ وَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ (مسلم) [1]

ترجمہ: اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا، اور نہ کوئی میری نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قابلِ عظمت تھا، اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی طاقت نہیں تھی، اور اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (سراپا) صفت بیان کروں تو مجھے اس کی طاقت نہیں ہے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا، اور اگر میں اسی حال میں (یعنی جبکہ میرا دل آپ کی عظمت ومحبت سے لبریز ہے) فوت ہو جاؤں، تو مجھے امید ہے کہ میں جنتیوں میں

---

[1] رقم الحدیث ۱۲۱ "۱۹۲"، کتاب الایمان، باب کون الإسلام یهدم ما قبله وکذا الهجرة والحج، دار إحیاء التراث العربی -بیروت.

سے ہوں گا (مسلم)

ملاحظہ فرمایئے کہ صحابۂ کرام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت تھی، مگر انہوں نے اس محبت کی تعبیر وترجمانی محبت کے الفاظ سے ہی کی، عشق کے الفاظ سے نہیں کی۔

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآنَ يَا عُمَرُ (بخاری) [1]

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ میں ہاتھ لئے ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک مجھ کو آپ کے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے، سوائے اپنی جان کے (یعنی اپنی جان کے برابر آپ کی محبت معلوم نہیں ہوتی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اس وقت تک (کامل) مومن نہ ہوگے، جب تک میرے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہ رکھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اب تو (آپ کا ارشاد سننے کے بعد) آپ کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب (پورے اور کامل ایماندار ہو) اے عمر (بخاری)

---

[1] رقم الحديث ٦٦٣٢، كتاب الايمان والنذور، باب: كيف كانت يمين النبي صلى الله عليه وسلم، دار طوق النجاة، بيروت.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی جان سے بھی زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگئی، یا اس کا استحضار ہوگیا۔

اس قسم کے واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کس درجہ کی محبت تھی؟

مگر ان حضرات نے کہیں بھی اس عظیم نعمت کی تعبیر عشق سے نہیں کی بلکہ محبت کے الفاظ کے ساتھ ہی کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں کہ:

وَلَا يُحْفَظُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَفْظُ الْعِشْقِ فِيْ حَدِيْثٍ صَحِيْحٍ الْبَتَّةَ (زاد المعاد فی هدی خیر العباد، لابن قیم الجوزیة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا لفظ یقینی طور پر کسی صحیح حدیث میں محفوظ نہیں ہے (زادالمعاد)

بلکہ محققین حضرات نے دنیا کے عشق و معاشقہ کے میدان میں استعمال ہونے والے الفاظ کی نسبت اللہ اور اس کے رسول کی طرف کرنے کو بے ادبی شمار کیا ہے، خواہ ان کے مجازی معنیٰ کیوں نہ مراد لئے جائیں، مثلاً شراب اور نشہ وغیرہ۔

چنانچہ روح المعانی میں ہے کہ:

أَقُوْلُ: قَدْ عَمَّتِ الْبَلْوٰى بِالْغِنَاءِ وَالسِّمَاعِ فِيْ سَائِرِ الْبِلَادِ وَالْبِقَاعِ وَلَا يَتَحَاشٰى مِنْ ذٰلِكَ فِي الْمَسَاجِدِ وَغَيْرِهَا بَلْ قَدْ عَيَّنَ مُغَنُّوْنَ يُغَنُّوْنَ عَلَى الْمَنَائِرِ فِيْ أَوْقَاتٍ مَّخْصُوْصَةٍ شَرِيْفَةٍ بِأَشْعَارٍ مُشْتَمِلَةٍ عَلٰى وَصْفِ الْخَمْرِ وَالْخَانَاتِ وَسَائِرِ مَا يُعَدُّ مِنَ الْمَحْظُوْرَاتِ، وَمَعَ

---

[1] ج ۴، ص ۲۵۴، القسم الثانی والثالث، فصل من علاجه إشعار النفس اليأس منه إن كان الوصال متعذرا قدرا وشرعا.

ذٰلِکَ قَدْ وُظِّفَ لَهُمْ مِنْ غَلَّةِ الْوَقْفِ مَا وُظِّفَ وَيُسَمُّوْنَهُمُ الْمُمَجِّدِيْنَ، وَيَعُدُّوْنَ خَلَوَ الْجَوَامِعِ مِنْ ذٰلِکَ مِنْ قِلَّةِ الْاِكْتِرَاثِ بِالدِّيْنَ، وَأَشْنَعَ مِنْ ذٰلِکَ مَا يَفْعَلُهُ أَبَالِسَةُ الْمُتَصَوَّفَةِ وَمَرَدَتُهُمْ ثُمَّ إِنَّهُمْ قَبَّحَهُمَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِذَا اُعْتُرِضَ عَلَيْهِمْ بِمَا اِشْتَمَلَ عَلَيْهِ نَشِيْدُهُمْ مِنَ الْبَاطِلِ يَقُوْلُوْنَ: نَعْنِىْ بِالْخَمْرِ الْمَحَبَّةَ الْإِلٰهِيَةِ وَبِالْسَّكْرِ غَلْبَتَهَا وَبِمَيَّةٍ، وَلَيْلٰى، وَسَعْدِىْ مَثَلًا الْمَحْبُوْبَ الْأَعْظَمَ وَهُوَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَفِىْ ذٰلِکَ مِنْ سُوْءِ الْأَدَبِ مَا فِيْهِ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوْا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِىْ أَسْمَائِهِ.

وَفِىْ الْقَوَاعِدِ الْكُبْرٰى لِلْعَزِّ بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ لَيْسَ مِنْ أَدَبِ السِّمَاعِ أَنْ يُّشَبِّهَ غَلْبَةَ الْمَحَبَّةِ بِالْسَّكْرِ مِنَ الْخَمْرِ فَإِنَّهُ سُوْءِ الْأَدَبِ وَكَذَا تَشْبِيْهُ الْمَحَبَّةِ بِالْخَمْرِ أُمِّ الْخَبَائِثِ فَلَا يُشَبِّهُ مَا أَحَبَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِمَا أَبْغَضَهُ وَقَضٰى بِخُبْثِهٖ وَنَجَاسَتِهٖ، فَإِنَّ تَشْبِيْهَ النَّفِيْسِ بِالْخَسِيْسِ سُوْءُ الْأَدَبِ بَلَا شَكٍّ فِيْهِ، وَكَذَا التَّشْبِيْهُ بِالْخَصْرِ وَالرَّدْفِ وَنَحْوِ ذٰلِکَ مِنَ التَّشْبِيْهَاتِ الْمُسْتَقْبَحَاتِ.

وَلَقَدْ كَرِهَ لِبَعْضِهِمْ قَوْلُهُ: أَنْتُمْ رُوْحِىْ وَمُعَلَّمُ رَاحَتِىْ وَلِبَعْضِهِمْ قَوْلُهُ: فَأَنْتَ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ لِأَنَّهُ لَا شَبِيْهَ لَهُ بِرُوْحِهِ الْخَسِيْسَةِ وَسَمْعِهٖ وَبَصَرِهٖ اللَّذَيْنِ لَا قَدْرَ لَهُمَا(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی للآلوسی، ج ۱۱،ص ۶۹،سورۃ لقمان)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ تمام شہروں اور خطوں میں غناء اور سماع کا ابتلائے عام ہو چکا ہے، جس سے کیا مساجد کیا غیر مساجد، کہیں احتراز اور تردُّد نہیں کیا جاتا، بلکہ لوگوں نے گانے کے لئے مخصوص گانے والے اور مخصوص اوقات میں میناروں

پر چڑھ کر گانے، پڑھنے کے لئے مختص کر لئے ہیں، جو ایسے اشعار گاتے ہیں، جن میں شراب، سرائے وغیرہ محظورات کی توصیف پر مبنی مضامین ہوتے ہیں، اور اس کے باوجود ان کے لئے وقف کے اخراجات سے مختلف وظیفے مقرر کر دیئے گئے ہیں، اور ان (حرکات کے مرتکبین) کا نام ''ممجدین'' (یعنی اللہ اور اس کے رسول کی تعظیم بجالانے والے) رکھ دیا گیا ہے، اور ان کے لئے مخصوص مقامات مختص کر دیئے گئے ہیں، باوجودیکہ وہ دین سے کورے ہیں، اور اس سے زیادہ براوہ عمل ہے، جس کو نام نہاد اور سرکش صوفی کرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ان کا ناس کرے، جب اِن پر اُن کے باطل اشعار پر مشتمل چیزوں کے بارے میں اعتراض کیا جاتا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم شراب سے اللہ کی محبت مراد لیتے ہیں، اور نشہ (وعشق ومستی) سے اللہ کی محبت کا غلبہ، اور میۃ، لیلیٰ، سُعدیٰ سے مراد مثلاً محبوبِ اعظم یعنی اللہ عزوجل کو مراد لیتے ہیں، حالانکہ ان سب باتوں میں بے ادبی پائی جاتی ہے، اللہ کے لئے تو اچھے اچھے نام ہیں، انہی ناموں سے اللہ کو پکارنے کا حکم ہے، اور جو لوگ اللہ کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں، ٹیڑھی راہ چلتے ہیں، ان کو چھوڑنے کا حکم ہے (جیسا کہ سورہ اعراف میں یہ مضمون آیا ہے)

اور عز بن عبدالسلام کی ''القواعد الکبریٰ'' میں ہے کہ سماع کا یہ ادب نہیں ہے کہ محبت کے غلبہ کو شراب کے نشہ سے مشابہت دی جائے، کیونکہ یہ بے ادبی ہے، اور اسی طریقہ سے محبت کو شراب کے ساتھ جو کہ امُّ الخبائث ہے، مشابہت دینا بھی بے ادبی ہے، پس جس چیز کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، اس کو ایسی چیز کے ساتھ مشابہت دینا جس کو اللہ ناپسند کرتا ہے، اور جس کی خباثت اور نجاست کا فیصلہ فرمادیا ہے، مناسب نہیں، کیونکہ پاکیزہ چیز کو خسیس چیز کے ساتھ مشابہت دینے میں بلاشبہ بے ادبی پائی جاتی ہے، اور اسی طریقہ سے کمر اور پہلوؤں وغیرہ کی تشبیہ

دینا بھی قبیح تشبیہات میں سے ہے، اور کسی کو یہ کہنا کہ تم میری روح ہو اور میری راحت کا سامان ہو، اور کسی کو یہ کہنا تو کان اور آنکھ ہے، یہ بھی مکروہ ہے، کیونکہ اس کی خسیس (گناہوں میں آلودہ نفس وخواہشات سے مغلوب) روح اور اس کی آنکھ اور کان کو جو قدر ومرتبہ سے خالی ہیں، ان (ذواتِ مقدسہ، عالیہ، رفیعہ) سے کیا نسبت (روح المعانی)

معلوم ہوا کہ دنیاوی عشق ومعاشقہ کے میدان میں استعمال ہونے والے الفاظ کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے لئے استعمال کرنا بے ادبی سے خالی نہیں۔

اور علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَالْجُمْهُوْرُ لَا يُطْلِقُوْنَ هٰذَا اللَّفْظَ فِيْ حَقِّ اللّٰهِ ؛ لِأَنَّ الْعِشْقَ هُوَ الْمَحَبَّةُ الْمُفْرِطَةُ الزَّائِدَةُ عَلَى الْحَدِّ الَّذِيْ يَنْبَغِيْ وَاللّٰهُ تَعَالٰى مَحَبَّتُهٗ لَا نِهَايَةَ لَهَا فَلَيْسَتْ تَنْتَهِيْ إِلٰى حَدٍّ لَا تَنْبَغِيْ مُجَاوَزَتُهٗ قَالَ هٰؤُلَاءِ وَالْعِشْقُ مَذْمُوْمٌ مُطْلَقًا لَا يُمْدَحُ لَا فِيْ مَحَبَّةِ الْخَالِقِ وَلَا الْمَخْلُوْقِ لِأَنَّهُ الْمَحَبَّةُ الْمُفْرِطَةُ الزَّائِدَةُ عَلَى الْحَدِّ الْمَحْمُوْدِ وَ أَيْضًا فَإِنَّ لَفْظَ "الْعِشْقِ" إِنَّمَا يُسْتَعْمَلُ فِي الْعُرْفِ فِيْ مَحَبَّةِ الْإِنْسَانِ لِامْرَأَةٍ أَوْ صَبِيٍّ لَا يُسْتَعْمَلُ فِيْ مَحَبَّةٍ كَمَحَبَّةِ الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَطَنِ وَالْجَاهِ وَمَحَبَّةِ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَهُوَ مَقْرُوْنٌ كَثِيْرًا بِالْفِعْلِ الْمُحَرَّمِ إِمَّا بِمَحَبَّةِ امْرَأَةٍ أَجْنَبِيَّةٍ أَوْ صَبِيٍّ يَقْتَرِنُ بِهِ النَّظَرُ الْمُحَرَّمُ وَاللَّمْسُ الْمُحَرَّمُ وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْأَفْعَالِ الْمُحَرَّمَةِ .

وَأَمَّا مَحَبَّةُ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهٖ أَوْ سُرِّيَّتِهٖ مَحَبَّةً تُخْرِجُهٗ عَنِ الْعَدْلِ بِحَيْثُ يَفْعَلُ لِأَجْلِهَا مَا لَا يَحِلُّ وَيَتْرُكُ مَا يَجِبُ كَمَا هُوَ الْوَاقِعُ كَثِيْرًا حَتّٰى يَظْلِمَ ابْنَهٗ مِنِ امْرَأَتِهِ الْعَتِيْقَةِ ؛ لِمَحَبَّتِهِ الْجَدِيْدَةِ وَحَتّٰى يَفْعَلَ مِنْ

مُطَالِبِهَا الْمَذْمُوْمَةِ مَا يَضُرُّهُ فِي دِيْنِهِ وَدُنْيَاهُ مِثْلَ أَنْ يَخُصَّهَا بِمِيْرَاثٍ لَا تَسْتَحِقُّهُ أَوْ يُعْطِيَ أَهْلَهَا مِنَ الْوِلَايَةِ وَالْمَالِ مَا يَتَعَدّٰى بِهِ حُدُوْدَ اللّٰهِ أَوْ يُسْرِفَ فِي الْإِنْفَاقِ عَلَيْهَا أَوْ يُمَلِّكَهَا مِنْ أُمُوْرٍ مُحَرَّمَةٍ تَضُرُّهُ فِيْ دِيْنِهِ وَدُنْيَاهُ وَهٰذَا فِيْ عِشْقِ مَنْ يُبَاحُ لَهُ وَطْؤُهَا فَكَيْفَ عِشْقُ الْأَجْنَبِيَّةِ وَالذُّكْرَانِ مِنَ الْعَالَمِيْنَ ؟ فَفِيْهِ مِنَ الْفَسَادِ مَا لَا يُحْصِيْهِ إِلَّا رَبُّ الْعِبَادِ وَهُوَ مِنَ الْأَمْرَاضِ الَّتِي تُفْسِدُ دِيْنَ صَاحِبِهَا وَعِرْضَهُ ثُمَّ قَدْ تُفْسِدُ عَقْلَهُ ثُمَّ جِسْمَهُ (امراض القلوب و شفاؤها، لابن تيمية) [1]

ترجمہ: اور (بعض صوفیاء کے سوا) جمہور اہلِ علم اس عشق کے لفظ کا اللہ کے حق میں استعمال نہیں کرتے، کیونکہ عشق حد سے بڑھنے والی محبت ہے، جو مناسب حد سے زائد ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی کوئی انتہاء نہیں، پس وہ کسی حد پر منتہی نہیں ہوتی کہ اس سے تجاوز کرنا مناسب نہ ہو، ان جمہور اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ عشق مطلقاً مذموم ہے، جو قابلِ تعریف نہیں ہے، نہ تو خالق کی محبت میں اور نہ مخلوق کی محبت میں، کیونکہ یہ حد سے بڑھی ہوئی محبت ہوتی ہے، جو محمود و پسندیدہ درجہ سے زائد ہوتی ہے (اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا کوئی درجہ مفرط اور زائد شمار نہیں ہوتا) نیز عشق کا لفظ عرف میں انسان کی اس محبت میں استعمال ہوتا ہے، جو کسی عورت سے ہو یا کسی (نوخیز) لڑکے سے ہو، دوسری محبت میں استعمال نہیں ہوتا، جیسا کہ گھر والوں کی محبت اور مال کی محبت اور وطن کی محبت اور جاہ کی محبت اور انبیاء اور صالحین کی محبت، بلکہ اکثر و بیشتر اس عشق کے ساتھ حرام فعل شامل ہوتا ہے، یا تو اجنبی عورت کی محبت کے ساتھ یا (نوخیز) لڑکے کی محبت کے ساتھ، جس میں حرام نظر اور حرام لمس وغیرہ جیسے حرام افعال شامل ہوتے

[1] ص ۲۴، ۲۵، فصل ومن أمراض القلوب الحسد.

ہیں، جہاں تک کہ آدمی کی اپنی بیوی یا باندی سے ایسی محبت کا تعلق ہے، جو اسے عدل وانصاف سے نکال دے تو اس میں حرام ملنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اس کی وجہ سے ایسا فعل کرے جو حلال نہیں ہے، یا واجب فعل کو ترک کردے، جیسا کہ اکثر واقع ہوتا ہے، یہاں تک کہ اپنی پرانی بیوی کے بیٹے پر اپنی نئی بیوی کی محبت کی وجہ سے ظلم کرے، یا اس کے مطالبہ پر کوئی ایسا برا فعل کرے، جو اس کے دین اور دنیا میں نقصان دہ ہو، مثلاً میراث کو اس کے ساتھ خاص کردے، جس کی وہ مستحق نہیں تھی، یا اس کو عہدہ اور مال کا وہ حصہ دے، جس میں وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود وقیود سے تجاوز کرے، یا اس پر خرچ کرنے میں اسراف (اور زیادتی) سے کام لے، یا اس کو حرام کاموں کا مالک بنادے، جو اس کے دین اور دنیا میں مضر ہوں۔ اور یہ صورتِ حال تو اس کے عشق میں ہے جس سے وطی کرنا مباح ہے، پس اجنبی عورت اور کسی بھی مرد کے عشق میں جتنے فسادات ہیں، ان کا شمار تو اللہ رب العزت ہی کرسکتا ہے، اور یہ ان امراض میں سے ہے کہ جس سے دین اور عزت کو نقصان پہنچتا ہے، پھر بعض اوقات عقل بھی فاسد ہوجاتی ہے، اور صحت کو بھی نقصان پہنچتا ہے (امراض القلوب)

معلوم ہوا کہ عشق کا لفظ سوائے بعض صوفیاء کے جمہور اہلِ علم حضرات، اللہ اور اس کے رسول کی شان میں استعمال کرنے کے قائل نہیں، جس کے دلائل انتہائی قوی ہیں، اور اس قسم کے مسائل میں کچھ صوفیاء کے بجائے جمہور اہلِ علم حضرات کے مؤقف میں ہی سلامتی وعافیت نظر آتی ہے۔

اور علامہ ابنِ تیمیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لَا يَجُوْزُ وَصْفُهٗ بِأَنَّهٗ يَعْشِقُ؛ مِنْهُمْ مَنْ قَالَ: لِأَنَّ الْعِشْقَ هُوَ الْإِفْرَاطُ فِي الْمَحَبَّةِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى لَا إِفْرَاطَ فِيْ حُبِّهٖ. وَمِنْهُمْ مَنْ

قَالَ: أَنَّ الْعِشْقَ لا يَكُوْنُ إِلَّا مَعَ فَسَادِ التَّصَوُّرِ لِلْمَعْشُوْقِ، وَإِلَّا فَمَعَ صِحَّةِ التَّصَوُّرِ لَا يَحْصُلُ إِفْرَاطٌ فِي الْحُبِّ. وَهٰذَا الْمَعْنٰى لَا يُمْدَحُ فَاعِلُهُ؛ فَإِنَّ مَنْ تَصَوَّرَ فِي اللّٰهِ مَا هُوَ مُنَزَّهٌ عَنْهُ، فَهُوَ مَذْمُوْمٌ عَلٰى تَصَوُّرِهٖ، وَلِوَازِمِ تَصَوُّرِهٖ. وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ: أَنَّ الشَّرْعَ لَمْ يَرِدْ بِهٰذَا اللَّفْظِ، وَفِيْهِ إِبْهَامٌ، وَإِيْهَامٌ، فَلَا يُطْلَقُ. وَهٰذَا أَقْرَبُ (النبوات، لابن تيمية) [1]

ترجمہ: جن حضرات نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو عشق کے ساتھ متصف کرنا جائز نہیں، ان میں سے بعض حضرات نے یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ عشق محبت میں حد سے تجاوز ہونے کا نام ہے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں حد سے تجاوز نہیں ہوتا، اور بعض حضرات نے یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ عشق تو معشوق کے فاسد تصور کے ساتھ ہی ہوا کرتا ہے، صحیح تصور کے ساتھ محبت میں حد سے تجاوز نہیں ہوا کرتا، اور یہ معنیٰ اس عمل کے مرتکب کے لئے قابلِ تعریف نہیں ہیں، کیونکہ جس نے اللہ کے بارے میں ایسا تصور کیا، جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہیں، وہ اپنے تصور میں اور تصور کے لوازمات میں قابلِ مذمت ہوگا، اور بعض حضرات نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ شریعت نے اس لفظ کو استعمال نہیں کیا، جس میں ابہام اور شبہ پایا جاتا ہے، لہٰذا اس کا اللہ کی ذات پر اطلاق نہیں ہونا چاہئے، اور یہ موقف (دلائل کے اعتبار سے) زیادہ راجح ہے (النبوات)

اور علامہ ابنِ تیمیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَالَّذِيْنَ أَنْكَرُوْهُ لَهُم مِنْ جِهَةِ اللَّفْظِ مَأْخَذَانِ وَمِنْ جِهَةِ الْمَعْنٰى مَأْخَذَانِ. أَمَّا مِنْ جِهَةِ اللَّفْظِ فَإِنَّ هٰذَا اللَّفْظَ لَيْسَ مَأْثُوْرًا عَنِ السَّلَفِ وَبَابُ

[1] ج ۱، ص ۴۴۶، الباب الثانی: قسم التحقیق، فصل مناقشة من ینفی المحبة والحکمة والإرادة.

الْأَسْـمَاء وَالصِّفَاتِ يُتَّبَعُ فِيهَا الْأَلْفَاظُ الشَّرْعِيَّةُ فَلَا نُطْلِقُ إِلَّا مَا يَرِدُ بِهِ الْأَثَرُ............

اَلْـمَـأخَذُ الثَّانِيُ أَنَّ الْمَعْرُوْف مِنْ اِسْتِعْمَالِ هٰذَا اللَّفْظِ فِى اللُّغَةِ إِنَّمَا هُـوَ فِـىْ مَـحَبَّةِ جِـنْـسِ الـنِّكَاحِ مِثْلِ حُبِّ الْإِنْسَانِ الْآدَمِيِّ مِثْلَهُ مِمَّن يُسْتَـمْـتَـعُ بِـهٖ مِـنْ اِمْـرَأَةٍ أَوْ صَبِيٍّ فَـلَا يَكَادُ يُسْتَعْمَلُ هٰذَا اللَّفْظُ فِىْ مَـحَبَّةِ الْـإِنْسَـانِ لِـوَلَدِهٖ وَأَقَارِبِهٖ وَوَطَنِهٖ وَمَالِهٖ وَدِيْنِهٖ وَغَيْرِ ذٰلِکَ وَلَا فِـىْ مَـحَبَّـتِـهٖ لِـآدَمِيٍّ لِـغَيْـرِ صُـوْرَتِـهٖ مِثْلِ مَحَبَّةِ الْآدَمِيِّ لِعِلْمِهٖ وَدِيْنِهٖ وَشُـجَـاعَـتِـهٖ وَكَـرَمِـهٖ وَإِحْسَـانِهٖ وَنَحْوِ ذٰلِکَ بَلِ الْمَشْهُوْرُ مِنْ لَفْظِ الْـعِشْقِ هُوَ مَحَبَّةُ النِّكَاحِ وَمُقَدَّمَاتِهٖ فَالْعَاشِقُ يُرِيْدُ الِاسْتِمْتَاعَ بِالنَّظْرِ إِلَى الْمَعْشُوْقِ وَسَمَاعِ كَلَامِهٖ أَوْ مُبَاشَرَتِهٖ بِالْقُبْلَةِ وَالْحِسِّ وَالْمُعَانَقَةِ أَوِ الْـوَطْءِ وَإِنْ كَـانَ كَثِيْـرٌ مِّـنَ الْـعُشَّـاقِ لَا يَـخْتَارُ الْوَطْءَ بَلْ يُحِبُّ تَـقْبِيْـلَ وَمُـعَـانَـقَةَ مَوْطُوْءَتِـهٖ فَهُوَ يُحِبُّ مُقَدَّمَاتِ الْوَطْءِ وَكَمْ مِمَّنْ اِشْتَغَلَ بِالْوَسِيْلَةِ عَنِ الْمَقْصُوْدِ.

ثُـمَّ لَـفْـظُ الْعِشْق قَدْ يُسْتَعْمَلُ فِىْ غَيْرِ ذٰلِکَ إِمَّا عَلٰى سَبِيْلِ التَّوَاطُؤِ فَيَكُوْنُ حَقِيْقَةً فِى الْقَدْرِ الْمُشْتَرَکِ وَإِمَّا عَلٰى سَبِيْلِ الْمَجَازِ. لٰـكِنْ اِسْتِعْمَالُهُ فِىْ مَحَبَّةِ اللّٰهِ إِمَّا أَن يُّفْهَمَ أَوْ يُوْهَمَ الْمَعْنٰى الْفَاسِدَ وَهُوَ أَنَّ اللّٰـهَ يُـحِـبُّ وَيُـحَـبُّ كَـمَـا تُـحَبُّ صُوَرُ الْـآدَمِيِّيْنَ الَّتِىْ نَسْتَمْتِعُ بِمُعَاشَرَتِهَا وَوَطْئِهَا وَكَمَا تُحَبُّ الْحُوْرُ الْعِيْنُ الَّتِىْ فِى الْجَنَّةِ.

وَهٰـذَا الْـمَـعْـنٰـى مِـنْ أَعْـظَمِ الْكُفْرِ وَإِنْ كَانَ قَدْ بَلَغَ إِلٰى هٰذَا الْكُفْرِ الْإِتِّحَادِيَةِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ إِنَّـهٗ عَيْنُ الْمَوْجُوْدَاتِ...........

وَأَمَّـا الْـمَـأخَـذُ الْـمَـعْـنَـوِيُّ فَهُوَ أَنَّ الْعِشْقَ هَل هُوَ فَسَادٌ فِى الْحُبِّ

وَالْإِرَادَةِ أَوْ فَسَادٌ فِي الْإِدْرَاكِ وَالْمَعْرِفَةِ قِيْلَ إِنَّ الْعِشْقَ هُوَ الْإِفْرَاطُ فِي الْحُبِّ حَتّٰى يَزِيْدَ عَلَى الْقَصْدِ الْوَاجِبِ فَإِذَا أَفْرَطَ كَانَ مَذْمُوْمًا فَاسِدًا مُفْسِدًا لِلْقَلْبِ وَالْجِسْمِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ فَمَنْ صَارَ مُفْرِطًا صَارَ مَرِيْضًا كَالْإِفْرَاطِ فِي الْغَضَبِ وَالْإِفْرَاطِ فِي الْفَرَحِ وَفِي الْحُزْنِ.

وَهٰذَا الْإِفْرَاطُ قَدْ يَكُوْنُ فِيْ مَحَبَّةِ الْإِنْسَانِ لِصُوْرَتِهٖ وَقَدْ يَكُوْنُ فِيْ مَحَبَّتِهٖ لِغَيْرِ ذٰلِكَ كَالْإِفْرَاطِ فِيْ حُبِّ الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْإِفْرَاطِ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَسَائِرِ أَحْوَالِ الْإِنْسَانِ وَهٰذَا الْمَعْنٰى مُمْتَنِعٌ فِيْ حَقِّ اللّٰهِ مِنَ الْجِهَتَيْنِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَحَبَّةً زِيَادَةً عَلَى الْعَدْلِ وَمَحَبَّةَ عِبَادَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ لَهٗ لَيْسَ لَهَا حَدٌّ تَنْتَهِيْ إِلَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَ الزِّيَادَةُ إِفْرَاطًا وَإِسْرَافًا وَمُجَاوَزَةً لِلْقَصْدِ بَلِ الْوَاجِبُ أَنْ يَّكُونَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا............

وَقِيْلَ اِنَّ الْعِشْقَ هُوَ فَسَادٌ فِي الْإِدْرَاكِ وَالتَّخَيُّلِ وَالْمَعْرِفَةِ فَإِنَّ الْعَاشِقَ يُخَيَّلُ لَهٗ الْمَعْشُوْقُ عَلٰى خِلَافِ مَا هُوَ بِهٖ حَتّٰى يُصِيْبَهٗ مَا يُصِيْبَهٗ مِنْ دَاءِ الْعِشْقِ وَلَو أَدْرَكَهٗ عَلَى الْوَجْهِ الصَّحِيْحِ لَمْ يَبْلُغْ إِلٰى حدِّ الْعِشْقِ وَإِنْ حَصَلَ لَهٗ مَحَبَّةٌ وَعِلَاقَةٌ.

وَلِهٰذَا يَقُوْلُ الْأَطِبَّاءُ اَلْعِشْقُ مَرَضٌ وَسْوَاسِيٌّ شَبِيْهٌ بِالْمَالَنْخُوْلِيَا فَيَجْعَلُوْنَهٗ مِنَ الْأَمْرَاضِ الدِّمَاغِيَّةِ الَّتِيْ تُفْسِدُ التَّخَيُّلَ كَمَا يُفْسِدُهٗ الْمَالَنْخُوْلِيَا.

وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ كَذٰلِكَ اِمْتَنَعَ فِيْ حَقِّ اللّٰهِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ فَإِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ وَهُوَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ مُقَدَّسٌ مُنَزَّهٌ عَنْ نَقْصٍ أَوْ خَلَلٍ

فِیْ سَمْعَہٖ وَبَصَرِہٖ وَعِلْمِہٖ وَالْمُحِبُّوْنَ لَہٗ عِبَادُہُ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِہٖ وَعَرَّفُوْہُ بِمَا تُعَرَّفُ بِہٖ إِلَیْھِمْ مِنْ أَسْمَائِہٖ وَآیَاتِہٖ وَمَا قَذَفَہٗ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مِنْ أَنْوَارِ مَعْرِفَتِہٖ فَلَیْسَتْ مَحَبَّتُھُمْ إِیَّاہُ عَنْ اعْتِقَادٍ فَاسِدٍ (جامع الرسائل،لابن تیمیۃ، ج۲، ص ۲۳۹ الیٰ ۲۴۴،الرسالۃ الثالثۃ،قاعدۃ فی المحبۃ)

ترجمہ: اور جنہوں نے عشق کے لفظ کے اللہ کے لئے استعمال کرنے سے انکار کیا ہے، ان کے لفظ کے اعتبار سے دوماٰ خذ ہیں، اور معنیٰ کے اعتبار سے بھی دوماٰ خذ ہیں۔

جہاں تک لفظ کے اعتبار سے ماخذ کا تعلق ہے، تو یہ لفظ سلف سے منقول نہیں، اور اسماء اور صفات کے باب میں شرعی الفاظ کی اتباع کی جایا کرتی ہے، لہٰذا ہم اسی لفظ کو استعمال کریں گے، جو منقول ہے (اور وہ محبت کا لفظ ہے نہ کہ عشق کا)............

اور دوسرا ماٰ خذ یہ ہے کہ اس لفظ کا لغت میں مشہور استعمال نکاح کی جنس کی محبت میں ہوتا ہے، مثلاً انسان کا اپنے جیسے آدمی سے محبت کے بارے میں، جس سے وہ مخصوص طور پر استمتاع کرسکے (یعنی اپنا نفسانی وشہوانی تقاضا پورا کرسکے) خواہ عورت ہو یا (نوخیز) لڑکا ہو، پس یہ لفظ انسان کے اپنی اولاد اور اپنے اقارب سے اور اپنے وطن اور اپنے مال سے اور اپنے دین سے، اور اس کے علاوہ سے محبت میں استعمال نہیں ہوتا، اور نہ ہی آدمی کی صورت کے علاوہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، مثلاً آدمی سے اس کے علم اور اس کے دین اور اس کی شجاعت اور اس کی کرامت اور اس کے احسان وغیرہ کی وجہ سے محبت میں (عشق کا لفظ استعمال نہیں ہوتا) بلکہ عشق کے لفظ کے بارے میں مشہور نکاح اور اس کے مقدمات کی محبت ہے، پس عاشق معشوق کی طرف نظر کرکے، اس سے استمتاع (اور فائدہ اٹھانا) چاہتا ہے، اور اس کے کلام کو سن کر یا اس سے بوس وکنار کرکے اور چھو کر اور لپٹ کر اور وطی کی مباشرت کرکے استمتاع (وفائدہ اٹھانا) چاہتا ہے، اگرچہ بہت سے عشق

کرنے والے وطی کے طلب گار نہیں ہوتے، بلکہ بوس و کنار اور معانقہ کو پسند کرتے ہیں، پس وہ وطی کے مقدمات کو پسند کرتے ہیں، اور کتنے ہی (محروم القسمت) ایسے ہوتے ہیں، جو مقصود کے بجائے وسائل و ذرائع میں ہی الجھ کر رہ جاتے ہیں (یہ نقصان وخسران کی دلیل ہے نہ کہ کمال وفوزان کی)

پھر عشق کا لفظ بعض اوقات اس کے علاوہ میں بھی استعمال ہوتا ہے، یا تو حقیقت کے طریقہ پر، پس یہ حقیقت میں قدرِ مشترک ہوگا، یا مجاز کے طریقہ پر۔

لیکن اس کے اللہ کی محبت میں استعمال سے یا تو فاسد معنیٰ سمجھے جاتے ہیں، یا فاسد معنیٰ کا ایہام (یعنی شبہ) ہوتا ہے، وہ اس طرح سے کہ اللہ محبت کرتا ہے، اور اللہ سے محبت کی جاتی ہے، جیسا کہ آدمیوں کی ان صورتوں سے محبت کی جاتی ہے، جن سے مختلف طریقوں پر اور وطی کے ذریعہ سے استمتاع کیا (اور فائدہ اٹھایا) جاتا ہے، اور جیسا کہ جنت میں حورِ عین سے محبت کی جاتی ہے۔

اور یہ معنیٰ عظیم ترین کفر میں داخل ہیں، اگر چہ اس کفر تک ''اتحادیہ'' مذہب کے لوگ پہنچ چکے ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ موجودات کا عین ہے (یہ تفصیل تو عشق کے لفظ کے ماخذ کے اعتبار سے اللہ کے لئے استعمال نہ ہونے کے متعلق تھی)............

اور معنیٰ کے اعتبار سے مآخذ یہ ہے کہ عشق، محبت اور ارادہ میں فساد کا نام ہے، یا ادراک اور معرفت میں فساد کا نام ہے، ایک قول یہ ہے کہ عشق محبت میں حد سے تجاوز کرنے کا نام ہے، جو قصدِ واجب سے زائد ہوتی ہے، پس جب یہ حد سے بڑھتی ہے، تو بُری اور فاسد ہوتی ہے، دل اور جسم کو بھی فاسد (یعنی اس میں جسمانی وخیالاتی اعتبار سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا) کرنے والی ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ " فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ " پس جو حد سے تجاوز کرنے والا ہوگا، تو وہ مریض کہلائے گا، جیسا کہ غصہ میں حد سے تجاوز کرنا، اور

خوشی اور غم میں حد سے تجاوز کرنا۔

اور یہ محبت کی زیادتی کبھی انسان کی محبت میں اس کی صورت کی وجہ سے ہوتی ہے، اور کبھی صورت کے علاوہ کسی اور چیز کی محبت میں ہوتی ہے، جیسا کہ گھر والوں، اور مال کی محبت میں، اور زیادہ کھانے میں اور پینے میں اور انسان کے تمام حالات میں ہوتی ہے، اور یہ معنیٰ اللہ تعالیٰ کے حق میں ممنوع ہیں، دونوں جہتوں سے، کیونکہ اللہ عدل وانصاف سے زیادہ محبت نہیں کرتا، اور مومن بندوں کی اللہ سے محبت کی کوئی حد نہیں ہوتی، کہ جس پر زیادتی، حد سے تجاوز اور اسراف اور قصد کا حد سے تجاوز کرنا کہلائے، بلکہ ضروری ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مومن کو سب سے زیادہ محبوب ہو............

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عشق، ادراک، اور تخیل اور معرفت میں فساد کا نام ہے، کیونکہ عاشق کو معشوق کا خلافِ حقیقت تخیل پیدا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کو عشق کی بیماری لگ جاتی ہے، اور اگر وہ اس کو واقعہ کے مطابق پالے، تو عشق کی حد تک نہیں پہنچتا، اگرچہ اسے محبت کا تعلق حاصل ہو، اور اسی وجہ سے اطباء کے بقول عشق وسوسوں کا ایک مرض ہے جو مالیخولیا کے مشابہ ہے، بس اطباء اس کو دماغ کے ان امراض میں شمار کرتے ہیں، جو تخیل کو فاسد کر دیتا ہے، جیسا کہ مالیخولیا تخیل کو فاسد کر دیتا ہے، اور جب صورتِ حال یہ ہے، تو اللہ کے حق میں دونوں طرف سے (یعنی بندہ کے عاشق ہونے اور اللہ کے عاشق ہونے کے اعتبار سے) اس کا استعمال ممنوع ہوگا، کیونکہ اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے، اور وہ سمیع اور بصیر ہے، وہ ہر قسم کے نقص اور خلل سے پاک ہے، خواہ سمع کے اعتبار سے ہو یا بصر کے اعتبار سے ہو یا علم کے اعتبار سے ہو، اور اللہ سے محبت کرنے والے اس کے مومن بندے ہیں، جو اس پر ایمان لاتے ہیں، اور اللہ کی اس کے اسماء اور اس کی آیات

سے معرفت حاصل کرتے ہیں،ان کے دلوں میں اللہ کی معرفت کے انوار بھرے ہوتے ہیں، پس ان کی اللہ سے محبت فاسد اعتقاد کی وجہ سے نہیں ہوتی (جامع الرسائل)

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ دلائلِ شرعیہ وطبیہ کی رو سے راجح یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی تعبیر اور نسبت عشق کے الفاظ سے نہ ہو، کیونکہ منجملہ اور وجوہات کے ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی شدید محبت مطلوب ومحمود ہے، جس سے ایمان وعقل میں اضافہ ہوتا ہے، جبکہ عشق سے ان امور میں خلل واقع ہوتا ہے۔

(4)......جھوٹی یا غیر مستند باتوں وحدیثوں سے پرہیز

آج کل حمد ونعت میں بسا اوقات ایسے مضامین کا انتخاب کیا جاتا ہے جو غیر مستند اور غلط روایات اور فرضی افسانوں پر مبنی ہوتے ہیں، آج کل اس سلسلہ میں بھی بہت کوتاہی ہورہی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ حمد ونعت بنانے والے بعض اوقات علمِ دین سے کورے یا غلط عقائد کے حامل ہوتے ہیں۔

اور اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی غیر مستند بات یا تراشیدہ مفہوم کو منسوب کرنا سخت گناہ ہے، اور اشعار میں اس طرح کی چیزیں عام طور پر سرزد ہوجایا کرتی ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ. اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ. وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ. اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (سورة الشعراء ،رقم الآيات ۲۲۴ تا ۲۲۷)

ترجمہ: اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ (یعنی شاعر لوگ) ہر میدان میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور جو وہ کہتے ہیں کرتے

نہیں۔ سوائے ان کے جو مؤمن ہیں، اور نیک اعمال کرتے ہیں، اور کثرت سے
اللہ کا ذکر کرتے ہیں (سورہ شعراء)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ سوائے مؤمن اور نیک عمل کرنے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والوں کے، عام شعراء ہر میدان میں بھٹکتے ہیں، اور کسی متعین راستہ پر نہیں چلتے، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ عام شاعروں کا کوئی راستہ اور میدان متعین نہیں ہوتا، اُن کے شعروں میں اسی طرح ایران توران کی تخیلاتی اور کنائی ورمزی باتیں ہوتی ہیں، جن کو سمجھنا اور اُن کی مناسب تاویل کرنا بھی بسا اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شعراء، جھوٹ بولتے ہیں، وہ کہتے کچھ ہیں، اور کرتے کچھ ہیں، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ شاعروں کے شعروں میں خلافِ حقیقت اور جھوٹی باتوں کی بھرمار ہوتی ہے، جن کو حقیقت پر منطبق کرنا انتہائی دُشوار ہوتا ہے، اور وہ جتنی بڑی بڑی اور جس جس قسم کی باتیں اپنے شعروں میں بیان کرتے ہیں، اُن کا تعلق عمل کے بجائے زیادہ تر زبانی کلامی دعوؤں کے ساتھ ہوتا ہے، اور اُن کے مختلف شعروں میں باہم بہت فرق اور تضاد نظر آتا ہے، اور اس کی وجہ وہی شعروں میں جھوٹ اور خلافِ حقیقت وخلافِ واقعہ یا تخیلاتی اور غلو پر مبنی باتوں کا شامل ہونا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّهُ مَعَ الْبِرِّ، وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُوْرِ، وَهُمَا فِي النَّارِ

(صحیح ابن حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سچ کو لازم پکڑ لو، کیونکہ یہ بر

---

[1] رقم الحديث ۵۷۳۴، كتاب الحظر والاباحة، باب الكذب.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية ابن حبان)

(یعنی نیکی اور بھلائی) کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہ دونوں جنت میں ہوں گے، اور تم جھوٹ سے بچو، کیونکہ یہ گناہوں کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہ دونوں جہنم میں ہوں گے (ابنِ حبان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

مَا كَانَ خُلُقٌ أَبْغَضَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَذِبِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَكْذِبُ عِنْدَهُ الْكَذْبَةَ، فَمَا تَزَالُ فِيْ نَفْسِهٖ حَتّٰى يَعْلَمَ اَنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ مِنْهَا تَوْبَةً (صحیح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ کوئی (بُری) عادت مبغوض وناپسندیدہ نہیں تھی، اور جو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی جھوٹ بولتا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس جھوٹ کا اثر اس وقت تک قائم رہتا تھا، جب تک کہ یہ معلوم نہیں ہوجاتا تھا کہ اس نے جھوٹ سے توبہ کرلی ہے (ابنِ حبان)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِيْ، قَالَا: الَّذِيْ رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ، يَكْذِبُ بِالْكَذْبَةِ تُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهٖ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے رات (خواب میں) دو آدمیوں

---

[1] رقم الحديث ٥٧٣٦، كتاب الحظر والاباحة، باب الكذب.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح (حاشية ابن حبان)

[2] رقم الحديث ٦٠٩٦، كتاب الادب، باب قول الله تعالى: يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين وما ينهى عن الكذب.

کو دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے، انہوں نے (مجھ سے) کہا کہ جس آدمی کو آپ نے (عالمِ بالا میں) اس حال میں دیکھا تھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے تھے، وہ بہت بڑا جھوٹا تھا، اور اس طرح جھوٹ بولتا تھا کہ اس کا جھوٹ دنیا کے اطراف میں پھیل جاتا تھا، تو قیامت کے دن تک اس کے ساتھ اسی طرح کے عذاب کا معاملہ ہوتا رہے گا (بخاری)

پہلے گزر چکا ہے کہ شعر کو کلام کا درجہ حاصل ہے، اور جس طرح کلام میں جھوٹ بولنا جائز نہیں اسی طرح شعر میں جھوٹ کا ارتکاب کرنا بھی جائز نہیں۔

حضرت حیدہ بن قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: وَیْلٌ لِلَّذِیْ یُحَدِّثُ بِالْحَدِیْثِ لِیُضْحِکَ بِہِ الْقَوْمَ فَیَکْذِبُ، وَیْلٌ لَہٗ وَیْلٌ لَہٗ (سنن الترمذی)[1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ویل ہے اُس شخص کے لئے جو کوئی جھوٹی بات لوگوں کو ہنسانے کے لئے کرے، اُس کے لئے ویل ہے، اُس کے لئے ویل ہے (ترمذی)

ویل درحقیقت جہنّم کے انتہائی ذلت آمیز اور شدید عذاب کو کہا جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہنسانے اور خوش کرنے کی غرض سے جھوٹ بولنے والے کے لئے تین مرتبہ ویل کے عذاب کی وعید سنائی، لہٰذا شعر و شاعری میں دوسروں کو ہنسانے یا خوش

---

[1] رقم الحدیث ۲۳۱۵، ابواب الزھد، باب فیمن تکلم بکلمة یضحک بھا الناس؛ مسند أحمد، رقم الحدیث ۲۰۰۴۲.

قال الترمذی:

وفی الباب عن أبی ھریرة ھذا حدیث حسن.

قال شعیب الارنؤوط:

إسنادہ حسن .بھز بن حکیم وأبوہ صدوقان(حاشیة مسند احمد)

کرنے کی غرض سے بھی جھوٹ اور خلافِ حقیقت باتوں کو شامل کرنا جائز نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا أَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے جھوٹ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سُنی ہوئی بات کو بیان کردے (مسلم، ابوداؤد)

اس میں ایسے اشعار کا پڑھنا اور نقل کرنا بھی داخل ہے، جو جھوٹ اور خلافِ حقیقت ہوں اور وہ اشعار کسی دوسرے نے بنائے ہوں، اور پڑھنے والا کوئی دوسرا ہو، اور حمد ونعت پر مشتمل اشعار میں جو جھوٹ اور خلافِ حقیقت بات اللہ اور اس کے رسول کی طرف کی جائے، اس کا وبال اور بھی زیادہ سخت ہے۔

چنانچہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفِرٰی أَنْ یَدَّعِیَ الرَّجُلُ إِلٰی غَیْرِ أَبِیْہِ، أَوْ یُرِیَ عَیْنَہٗ مَا لَمْ تَرَ، أَوْ یَقُوْلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ یَقُلْ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑی افتراء پردازی (اور سب سے بڑا جھوٹ) یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ (کسی اور) کی طرف دعویٰ (ونسبت) کرے (یعنی اپنے نسب میں غلط بیانی سے کام لے) یا اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے (یعنی جھوٹا خواب بیان کرے) جو اس نے نہیں دیکھی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس بات کی نسبت کرے، جو رسول

---

[1] مقدمة، باب النهی عن الحديث بكل ما سمع؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۴۹۹۲، باب فی التشديد فی الكذب.

[2] رقم الحديث ۳۵۰۹، كتاب المناقب، باب نسبة اليمن إلى إسماعيل.

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی (بخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ پر جھوٹ نہ باندھو، پس بے شک جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا، تو اسے چاہیے کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے (بخاری)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (بخاری) [2]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، کہ میرے اوپر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے، جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے (بخاری)

خلاصہ یہ کہ حمد و نعت میں ایسا مضمون بنانا یا سنانا کہ جس میں جھوٹ اور کذب بیانی شامل ہو یا وہ مضمون کسی مستند و معتبر سند سے ثابت نہ ہو، جائز نہیں اور آج کل اس طرح کے حمد و نعت اور نظم پر مشتمل اشعار کی کمی نہیں کہ جن میں جھوٹی اور موضوع روایات کا مضمون شامل ہوتا ہے، یا ان میں صریح جھوٹ اور حد سے زیادہ مبالغہ آمیزی کا ارتکاب ہوتا ہے۔

(5)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں غلو سے پرہیز

آج کل بہت سے حمد و نعت بنانے اور پڑھنے والے حضرات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] رقم الحديث ١٠٦، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبى صلى الله عليه وسلم.

[2] رقم الحديث ١٢٩١، كتاب الجنائز، باب ما يكره من النياحة على الميت.

تعریف کرتے ہوئے توحید کے اصولوں کی خلاف ورزی کردیتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی صفات منسوب کرجاتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں۔ [1]

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ توحید ایمان کی اصل بنیاد ہے۔

قرآن مجید میں جابجا اس طرح غیر اللہ کی شان میں مبالغہ آمیزی سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ، فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ،وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ،اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ، لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا .لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا (سورۃ النسآء، رقم الآیات ۱۷۱،۱۷۲)

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:
رسول کی اتنی مدح (یعنی توصیف وتعریف) کرنا کہ جس سے حق تعالیٰ کی شان میں بے ادبی ہو یہ رسول کی تو ظاہراً مدح ہوگی، لیکن واقع میں اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی ہوگی۔ ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کسی کی اتنی مدح کرے کہ اس کے باپ کی اہانت ہوجاوے پس ایسی مدح کو وہ بیٹا بھی پسند نہ کرے گا بلکہ اس سے ناراض ہوگا.....مدح کے اندر حدِ شرعی سے بڑھنا یہ خدا تعالیٰ کی تنقیص ہے.....مدحِ نبوی کے اندر دو چیزوں کی رعایت رکھو۔ ایک تو یہ کہ حضور کو خدا کے درجہ میں مت پہنچاؤ۔ دوسرے یہ کہ وہ امر ثابت کرو کہ روایاتِ ثابتہ اس کی مساعد (ومعین) ہوں..... مختصر یہ ہے کہ اس باب میں نسبتِ الوہیت اور کذب سے احتراز رکھو لیکن چونکہ ابنائے زماں ان دونوں باتوں سے اجتناب نہیں کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ایسا بڑھاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تک پہنچادیتے ہیں۔ اور حکایات وواقعات وہ بیان کرتے ہیں کہ روایاتِ صحیحہ میں اُن کا پتہ بھی نہیں (وعظ الظہور ملخصاً، مشمولہ خطباتِ حکیم الامت ج۵ ص۱۴،۱۵، تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

ترجمہ: اے اہلِ کتاب! نہ غلو کرو تم اپنے دین میں اور نہ کہو تم اللہ کے متعلق، سوائے سچ کے، بس مسیح عیسٰی بن مریم اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے، جسے بھیجا مریم کی طرف اور روح ہے اس کی طرف سے۔ پس تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور مت کہو کہ (معبود) تین ہیں، رک جاؤ اس سے (یہی) بہتر ہے تمہارے لئے۔ بس اللہ ہی یکتا معبود ہے، پاک ہے وہ اس سے کہ اس کے لئے اولاد ہو، اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور کافی ہے اللہ کا کارساز ہونے کے اعتبار سے۔ ہرگز عار نہیں رکھتا مسیح اس سے کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرّب فرشتوں کو (اس سے کوئی عار ہے) اور جو کوئی اس کی بندگی سے عار محسوس کرے اور تکبر کرے تو وہ ایسے تمام لوگوں کو عنقریب اپنے پاس جمع فرمائے گا (سورہ نساء)

معلوم ہوا نبی کی شان میں غلو کرنا اور نبی کو اپنے درجہ سے بڑھانا، یا اس کی طرف اللہ کی مخصوص صفات کو منسوب کرنا گناہ اور منع ہے خواہ حمد و نعت کے عنوان سے ہو، یا کسی اور عنوان سے۔

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ (سورة المائدة، رقم الآية ٧٧)

ترجمہ: کہہ دیجئے آپ کہ اے اہلِ کتاب! تم غلو نہ کرو اپنے دین میں ناحق اور نہ پیروی کرو ان لوگوں کی خواہشوں کی جو گمراہ ہوئے پہلے اور گمراہ کیا بہت سوں کو، اور وہ گمراہ ہو گئے سیدھے راستے سے (سورہ مائدہ)

معلوم ہوا کہ دین کے اندر ناحق غلو کرنا اور گمراہ لوگوں کی پیروی کرنا سب منع اور گناہ ہے، خواہ یہ غلو حمد و نعت اور شعر و شاعری کے انداز میں ہو، یا کسی اور انداز میں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالْغُلُوِّ فِي الدِّيْنِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٨٥١) [1]

ترجمہ: اور تم دین میں غلو پیدا کرنے سے بچو، پس تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے (مسند احمد)

دین میں غلو وحد سے تجاوز کرنا یا انتہاء پسندی سے کام لینا ہر اعتبار سے منع ہے، خواہ عقائد میں ہو یا عبادات اور معاملات ومعاشرت میں۔ [2]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط قَالَ سُبْحٰنَكَ مَايَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ط اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ط تَعْلَمُ مَافِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَافِيْ نَفْسِكَ ط اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (سورة المائدة، رقم الآية ١١٦)

ترجمہ: اور جب فرمائے گا اللہ، اے عیسٰی ابنِ مریم! کیا تم نے کہا تھا لوگوں کو کہ تم بنالو مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود، وہ کہیں گے پاک ہے آپ کی ذات،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

[2] (إياكم والغلو فى الدين) أى التشديد فيه ومجاوزة الحد والبحث عن غوامض الأشياء والكشف عن عللها وغوامض متعبداتها (فإنما هلك من كان قبلكم) من الأمم (بالغلو فى الدين) والسعيد من اتعظ بغيره وهذا قاله غداة العقبة وأمرهم بمثل حصى الخذف قال ابن تيمية: قوله إياكم والغلو فى الدين عام فى جميع أنواع الغلو فى الاعتقادات والأعمال والغلو مجاوزة الحد بأن يزاد فى مدح الشيء أو ذمه على ما يستحق ونحو ذلك والنصارى أكثر غلوا فى الاعتقاد والعمل من سائر الطوائف وإياهم نهى الله عن الغلو فى القرآن بقوله تعالى: (لا تغلوا فى دينكم) وسبب هذا الأمر العام رمى الجمار وهو داخل فيه مثل الرمى بالحجارة الكبار على أنه أبلغ من الصغار ثم علله بقوله بما يقتضى أن مجانبة هديهم مطلقا أبعد عن الوقوع فيما به هلكوا وأن المشارك لهم فى بعض هديهم يخاف عليه الهلاك (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٢٩٠٩)

نہیں تھا، میرے لئے یہ کہ میں کہوں وہ بات جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہی ہو یہ بات تو یقیناً آپ جانتے ہیں آپ تو جانتے ہیں ہر اس بات کو جو میرے دل میں ہے اور میں ان باتوں کو نہیں جانتا، جو آپ کے علم میں ہیں۔ بیشک تو ہی غیب کی سب باتوں کو خوب جاننے والا ہے (سورہ مائدہ)

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں غلو کرنے والوں سے خود حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بیزاری کا اظہار کر دیں گے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی شان میں غلو کرنے والوں سے یقیناً بیزاری کا اظہار فرمادیں گے۔

لہٰذا شعر وشاعری وغیرہ میں کسی نبی یا انبیائے کرام کی شان میں غلو کرنا جائز نہیں۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ١٨٨)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں مالک نہیں ہوں اپنی ذات کے لیے کسی نفع کا اور نہ نقصان کا، مگر جو چاہے اللہ، اور اگر میں غیب کا علم رکھتا، تو میں بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور نہ پہنچتی مجھے کوئی تکلیف، نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا، اور خوشخبری سنانے والا، ان لوگوں کے لئے جو مومن ہیں (سورہ اعراف)

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی ذات کے لیے بھی اللہ کے حکم کے بغیر نفع ونقصان کا اختیار نہیں ہوتا، پھر دوسرے کے لئے کیونکر اختیار ہوگا، لہٰذا ایسے اشعار بنانا اور پڑھنا اور سننا جائز نہیں کہ جن میں کسی نبی کی طرف ایسی صفات منسوب کی گئی ہوں کہ جو اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔

حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: يَا أُمَّتَاهُ هَلْ رَأٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ قَفَّ شَعَرِي مِمَّا قُلْتَ، أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ، مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ: "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ" "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ" وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ: "وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا" وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ: "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ" الْآيَةَ وَلٰكِنَّهُ رَأٰى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صُوْرَتِهٖ مَرَّتَيْنِ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے ماں! کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تیری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، کیا تجھے ان تین باتوں کی خبر نہیں ہے؟ کہ جو بھی شخص ان میں سے کوئی بات تجھ سے کہے گا، تو وہ جھوٹا ہوگا، ایک تو اگر کوئی شخص تجھ سے کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، تو وہ جھوٹا ہے، پھر انہوں نے (سورہ انعام کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

"لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ"

"نہیں پاسکتیں اس کو نگاہیں، اور وہ پالیتا ہے نگاہوں کو، اور وہ انتہائی لطیف ہے، خبیر ہے" اور (سورہ شوریٰ کی یہ آیت بھی تلاوت فرمائی کہ) "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ" "اور نہیں ہے کسی بشر کو

[1] رقم الحدیث ۴۸۵۵، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله: وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب.

قدرت، اس بات کی کہ وہ اللہ سے کلام کرے، مگر وحی کے طور پر یا حجاب کے پیچھے سے" دوسرے جو شخص تجھ سے یہ بات بیان کرے کہ وہ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے تو وہ جھوٹا ہے، پھر (سورہ لقمان کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ " وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا "" اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کل کیا کرے گا" تیسرے جو شخص تجھ سے یہ بات بیان کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات چھپائی ہے تو وہ جھوٹا ہے پھر (سورہ مائدہ کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ" یَاأَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ" "اے رسول! تبلیغ کیجئے ان چیزوں کی، جو نازل کی گئیں آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے" آخر آیت تک (اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے (بخاری)

اور صحیح مسلم کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ یُخْبِرُ بِمَا یَکُوْنُ فِیْ غَدٍ، فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَی اللّٰهِ الْفِرْیَةَ، وَاللّٰهُ یَقُوْلُ : "قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَیْبَ إِلَّا اللّٰهُ" (صحیح مسلم) [1]

ترجمہ: اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ کل آنے والے دن کے بارے میں خبر دیدے گا، تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا، حالانکہ اللہ فرماتا ہے کہ "آپ یہ فرمادیجئے کہ نہیں جانتا جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے غیب کو مگر اللہ ہی"

---

[1] رقم الحديث ١٧٧ "٢٨٧" كتاب الايمان، باب معنى قول الله عز وجل: ولقد رآه نزلة أخرى، وهل رأى النبى صلى الله عليه وسلم ربه ليلة الإسراء، سنن الترمذى، رقم الحديث ٣٠٦٨.

قال الترمذى:

هذا حديث حسن صحيح، ومسروق بن الاجدع يكنى ابا عائشة وهو: مسروق بن عبد الرحمن، وكذا كان اسمه فى الديوان.

(مسلم، ترمذی)

لہٰذا کسی غیر اللہ کی طرف غیب کی نسبت کرنا درست نہیں اور ایسے اشعار بنانا، پڑھنا یا اپنے اختیار سے سننا بھی جائز نہیں، جن میں اس طرح کے مضامین بیان کیئے گئے ہوں، خواہ اس کو حمد و نعت کا عنوان دیا جائے یا نظم وغیرہ کا عنوان دیا جائے۔

حضرت ربیع بنتِ معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَبِیْحَۃَ عُرُسِیْ، وَعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ یَتَغَنَّیَانِ، وَتَنْدُبَانِ آبَائِیْ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا یَوْمَ بَدْرٍ، وَتَقُوْلَانِ، فِیْمَا تَقُوْلَانِ: وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ، فَقَالَ: أَمَّا ھٰذَا فَلَا تَقُوْلُوْہُ، مَا یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ إِلَّا اللّٰہُ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: میری شادی کی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت دو (کم سن) بچیاں میرے پاس شعر پڑھ رہی تھیں اور میرے آباء کا تذکرہ کر رہی تھیں جو بدر میں شہید ہوئے اور وہ یہ بھی کہنے لگیں کہ اور ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل (آئندہ) کی بات جانتے ہیں، تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات مت کہو، اس لئے کہ کل کی بات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا

(ابن ماجہ)

یہ مصرعہ اگرچہ اس لحاظ سے درست تھا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آئندہ پیش آنے والی بہت سی باتوں کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا تھا، لیکن چونکہ الفاظ عام تھے، اور ان سے وہم ہوسکتا تھا کہ آپ کی طرف وہ علمِ غیب منسوب کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصرعے کو بھی گوارا نہ کیا۔

---

[1] رقم الحديث ١٨٩٧، كتاب النكاح، باب الغناء والدف.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر اور نعت میں بھی اس قسم کی چیزیں گوارا نہیں تھیں۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا مُحَمَّدُ يَا سَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا، وَخَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ، لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ، وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِيْ فَوْقَ مَنْزِلَتِيَ الَّتِيْ أَنْزَلَنِيَ اللّٰهُ

(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٢٥٥١) [2]

ترجمہ: ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ اے محمد! اے ہمارے سردار ابنِ سردار! اے ہمارے خیر ابنِ خیر! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا کہ لوگو! تقویٰ کو اپنے اوپر لازم کرلو، شیطان تم پر حملہ نہ کردے، میں صرف محمد بن عبداللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اللہ کی قسم مجھے یہ چیز پسند نہیں ہے کہ تم مجھے اس مرتبہ سے بڑھا دو" جو اللہ کے یہاں میرا مرتبہ ہے" (مسند احمد)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

---

[1] یاد رکھنا چاہئے کہ مندرجہ بالا واقعہ میں اولاً تو ترنم کے ساتھ اشعار پڑھنے والی یہ نابالغ بچیاں تھیں۔ دوسرے وہ بچیاں گانے بجانے کے فن سے واقف نہ تھیں، اوران کی حالت ایسی تھی جیسے گھروں میں چھوٹی چھوٹی بچیاں آپس میں مل کر کچھ اشعار پڑھ لیتی ہیں۔ تیسرے ان اشعار کا مضمون شہوت ابھارنے والا نہیں تھا بلکہ شجاعت اور بہادری کا جذبہ پیدا کرنے والا تھا، اور جونہی بے موقع مضمون شروع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روک دیا (ماخوذ از "السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیۃ" ص ۱۰۷، باب سوم، تالیف: حکیم الامت رحمہ اللہ، مطبوعہ: کتب خانہ اشرفیہ، دریبہ کلاں دہلی)

لہٰذا اس قسم کے واقعات سے موسیقی اور گانے بجانے کے دلدادہ لوگوں کو بطور دلیل سہارا پکڑ کر اپنے نفسانی تقاضوں کو پورا کرنا جہالت اور گمراہی ہے۔ محمد رضوان۔

[2] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، يَا خَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا، وَيَا سَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا، فَقَالَ: قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَجْرِ كُمُ الشَّيْطَانُ أَوِ الشَّيَاطِيْنُ، إِحْدَى الْكَلِمَتَيْنِ أَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ، مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِىْ فَوْقَ مَنْزِلَتِىَ الَّتِىْ أَنْزَلَنِىَ اللّٰهُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۳۵۹۶) [1]

ترجمہ:ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ اے محمد! اے ہمارے سردار ابنِ سردار، اے ہمارے خیر ابنِ خیر !تو (یہ سُن کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو ! تقویٰ کو اپنے اوپر لازم کرلو، شیطان تم پر حملہ نہ کر دے، میں صرف محمد بن عبداللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، مجھے یہ چیز پسند نہیں ہے کہ تم مجھے میرے اس مرتبے سے بڑھا دو" جو اللہ کے یہاں ہے" (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شان میں غلو کرنا پسند نہ تھا، پھر نعت کے اندر اس طرح کا غلو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے پسند فرمائیں گے؟

حضرت طفیل بن سخبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ رَأٰى فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ، كَأَنَّهُ مَرَّ بِرَهْطٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ، فَقَالَ : مَنْ أَنْتُمْ؟ قَالُوْا: نَحْنُ الْيَهُوْدُ، قَالَ : إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الْقَوْمُ، لَوْلَا أَنَّكُمْ تَزْعُمُوْنَ أَنَّ عُزَيْرًا ابْنُ اللّٰهِ، فَقَالَتِ الْيَهُوْدُ : وَأَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ مَاشَاءَ اللّٰهُ، وَشَاءَ مُحَمَّدٌ، ثُمَّ مَرَّ بِرَهْطٍ مِّنَ النَّصَارٰى، فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ قَالُوْا : نَحْنُ النَّصَارٰى، فَقَالَ : إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الْقَوْمُ، لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ، قَالُوْا : وَأَنْتُمُ الْقَوْمُ، لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ مَاشَاءَ اللّٰهُ، وَمَاشَاءَ مُحَمَّدٌ، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرَ بِهَا مَنْ أَخْبَرَ،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ : هَلْ أَخْبَرْتَ بِهَا أَحَدًا؟ قَالَ عَفَّانُ : قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا صَلَّوْا، خَطَبَهُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّ طُفَيْلًا رَأٰى رُؤْيَا فَأَخْبَرَ بِهَا مَنْ أَخْبَرَ مِنْكُمْ، وَإِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ كَلِمَةً كَانَ يَمْنَعُنِي الْحَيَاءُ مِنْكُمْ، أَنْ أَنْهَاكُمْ عَنْهَا، قَالَ: لَا تَقُوْلُوْا : مَاشَاءَ اللّٰهُ، وَمَاشَاءَ مُحَمَّدٌ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۰۶۹۴) [1]

ترجمہ: حضرت طفیل بن سخبرہ نے خواب میں دیکھا کہ، گویا کہ وہ کچھ یہودی لوگوں کے پاس سے گزرے، تو طفیل بن سخبرہ نے کہا کہ تم کون ہو؟ تو ان لوگوں نے جواب میں کہا کہ ہم یہودی ہیں، تو طفیل بن سخبرہ نے کہا کہ بے شک تم ایک قوم ہو، کاش کہ تم یہ عقیدہ نہ رکھو کہ عزیر، اللہ کے بیٹے ہیں؛ تو یہودیوں نے کہا کہ تم ایک قوم ہو، کاش کہ تم یہ نہ کہا کرو کہ ماشاء اللہ وماشاء محمد (یعنی جو اللہ چاہے، اور جو محمد چاہے) پھر طفیل بن سخبرہ کچھ نصاریٰ (یعنی عیسائی) لوگوں کے پاس سے گزرے، تو طفیل بن سخبرہ نے کہا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ (یعنی عیسائی) ہیں؛ طفیل بن سخبرہ نے کہا کہ تم ایک قوم ہو، کاش کہ تم یہ نہ کہو کہ مسیح، اللہ کے بیٹے ہیں، انہوں نے جواب میں کہا کہ تم بھی ایک قوم ہو، کاش کہ تم یہ نہ کہا کرو کہ ماشاء اللہ وماشاء محمد (یعنی جو اللہ چاہے، اور جو محمد چاہے) پھر طفیل بن سخبرہ نے صبح ہونے پر بعض لوگوں کو اس خواب کی خبر دی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر، اس کی خبر دی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے اس خواب کی کسی کو خبر دی؟ حضرت عفان نے کہا کہ جی ہاں، پھر جب لوگ نماز پڑھ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات رجال الصحيح غير صحابيه، فلم يرو له غير ابن ماجه (حاشية مسند احمد)

چکے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، جس میں اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا کہ طفیل نے ایک خواب دیکھا ہے، جس کا تم میں سے بعض لوگوں سے ذکر بھی کیا ہے، اور بے شک تم ایک کلمہ ایسا کہتے ہو، کہ تمہاری طرف سے مجھے حیاء اس چیز سے مانع ہے کہ میں تم کو اس سے منع کروں، پھر فرمایا کہ تم ماشاء اللہ وماشاء محمد (یعنی جو اللہ چاہے اور جو محمد چاہے) نہ کہا کرو (مسند احمد)

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ:

رَأىٰ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ أَنَّهُ لَقِيَ قَوْمًا مِّنَ الْيَهُوْدِ، فَأَعْجَبَتْهُ هَيْئَتُهُمْ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ لَقَوْمٌ لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ فَقَالُوْا وَأَنْتُمْ قَوْمٌ لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ قَالَ: وَلَقِيَ قَوْمًا مِّنَ النَّصَارٰى، فَأَعْجَبَتْهُ هَيْئَتُهُمْ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ قَوْمٌ لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ: اَلْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ، فَقَالُوْا وَأَنْتُمْ قَوْمٌ لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ مُحَمَّدٌ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَصَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُنْتُ أَسْمَعُهَا مِنْكُمْ فَتُؤْذُوْنِيْ، فَلَا تَقُوْلُوْا: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ (صحیح ابن حبان) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں سے ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے کچھ یہودی لوگوں سے ملاقات کی، تو اس شخص کو ان کی حالت اچھی معلوم ہوئی، تو ان صحابی نے کہا کہ اگر تم عزیر کو اللہ کا بیٹا نہ کہو، تو تم اچھے لوگ ہو، انہوں نے جواب میں کہا کہ کاش کہ تم بھی یہ نہ کہا کرو کہ ماشاء اللہ وماشاء محمد

---

[1] رقم الحدیث ۵۷۲۵، کتاب الحظر والاباحۃ، باب ما یکرہ من الکلام وما لا یکرہ.
قال شعیب الارنؤوط:
حدیث صحیح (حاشیۃ صحیح ابن حبان)

(یعنی جو اللہ چاہے، اور جو محمد چاہے) پھر کچھ نصاریٰ (یعنی عیسائی) لوگوں سے ملاقات ہوئی، ان کی حالت بھی اچھی معلوم ہوئی، تو ان صحابی نے کہا کہ کاش تم مسیح کو اللہ کا بیٹا نہ کہا کرو، انہوں نے جواب میں کہا کہ تم بھی یہ نہ کہا کرو کہ ماشاء اللہ وماشاء محمد (یعنی جو اللہ چاہے، اور جو محمد چاہے) پھر جب صبح ہوئی، تو ان صحابی نے یہ خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے یہ جملہ سنتا ہوں، تو تم مجھے تکلیف پہنچاتے ہو، پس تم ماشاء اللہ وماشاء محمد (یعنی جو اللہ چاہے اور جو محمد چاہے) نہ کہا کرو (ابنِ حبان)

اور ایک روایت کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا تَقُوْلُوْا: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ، قُوْلُوْا: مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۴۶۵۵) [1]

ترجمہ: تم ماشاء اللہ وشاء محمد نہ کہو، بلکہ صرف یہ کہو کہ ماشاء اللہ (مسند ابو یعلیٰ)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَاشَاءَ اللّٰهُ، وَشِئْتَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَجَعَلْتَنِيْ وَاللّٰهِ عَدْلًا بَلْ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۳۹) [2]

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے مجھے اور اللہ کو برابر کر دیا،

---

[1] قال الهيثمي:
رواه أبو يعلى، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١١٩٠١، باب لا يقال ما شاء الله وشاء غيره)
وقال حسين سليم اسد الداراني:
اسناده صحيح (حاشية ابی يعلیٰ)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

بلکہ آپ یہ کہو کہ ماشاء اللہ وحدہٗ (یعنی جو صرف اللہ چاہے) (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ، قَالَ: جَعَلْتَ لِلّٰهِ نِدًّا، مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ (الأدب المفرد للبخاری) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جو اللہ چاہیں اور آپ چاہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے مجھے اللہ کا شریک ٹھہرا دیا، آپ یہ کہو کہ ماشاء اللہ وحدہٗ (یعنی جو صرف اللہ چاہے) (ادب المفرد)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

ماشاء اللہ و ماشاء محمد کو اگرچہ شرکیہ عقیدہ کے ساتھ نہ کہا جائے تب بھی اس میں غلو اور اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی پائی جاتی ہے، کیونکہ ظاہری لفظوں میں اللہ اور بندے کی مشیت و چاہت میں برابری اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے الفاظ کو ناپسند فرمایا۔

لہٰذا نعتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس طرح کی نسبت کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ [3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ۷۸۳، ص ۲۷۴ ،باب قول الرجل :ما شاء الله وشئت.
قال الألبانی:
صحيح(حاشيه الادب المفرد)

[2] عن حذيفة رضى الله عنه أن اليهود، قالوا لأهل الإسلام أو لقوم من أهل الإسلام: نعم القوم أنتم لولا أنكم تقولون ما شاء الله وما شاء محمد، فبلغ ذلك النبى صلى الله عليه وسلم فقال " :لا تقولوا ما شاء الله وما شاء محمد، ولكن قولوا :ما شاء الله وحده "(مسند البزار، رقم الحديث ۲۸۳۰)

[3] فيه وجهان :أحدهما :دفعا لمظنة التهمة فى قولهم) :(ما شاء الله وشاء محمد () تعظيما له ورياء لمنزلته .وثانيهما :أنه رأس الموحدين ومشيئته مغمورة فى مشيئة الله تعالى ومضمحلة فيها(شرح المشكاة للطيبى، ج۱۰ ص۳۰۹۵، كتاب الآداب، باب الآسامى)

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا تُطْرُوْنِيْ، كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ، فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ، وَرَسُوْلُهٗ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو، جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا، بس میں تو (اللہ کا) بندہ ہوں، تو تم (مجھے) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو (بخاری)

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ محبت کا دعویٰ کیا، لیکن چونکہ یہ محبت درحقیقت ''اطاعت'' کے عنصر سے خالی تھی، اس لئے انہوں نے مبالغہ کر کے نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''خدا کا بیٹا'' بنا دیا اور نبی کی محبت اس غلو اور مبالغہ کے نتیجے میں شرک کا ذریعہ بن گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خطرناک انجام سے پہلے ہی قدم پر آگاہ فرما دیا، لہٰذا نعتُ النبی میں اس طرح کے الفاظ اور مضامین سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٣٤٤٥، كتاب احاديث الانبياء، باب قول الله واذكر فى الكتاب مريم إذ انتبذت من أهلها.

[2] (وعن عمر -رضى الله عنه -قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :لا تطرونى) بضم أولـه وأصله لا تطريون من الإطراء ، وهو المبالغة فى المدح والغلو فى الثناء (كما أطرت النصارى ابن مريم) أى :مثل إطرائهم إياه، مفهومه أن إطراء ه من غير جنس إطرائهم جائز، ولله در صاحب البردة ;حيث قال :دع ما ادعته النصارى فى نبيهم واحكم بما شئت مدحا فيه واحتكم.
وفى شرح السنة :وذلک أن النصارى أفرطوا فى مدح عيسى عليه السلام وإطرائه بالباطل، وجعلوه ولدا لله تعالى، فمنعهم النبى -صلى الله عليه وسلم -أن يطروه بالباطل .قال الطيبى :وفى العدول عن عيسى والمسيح إلى ابن مريم تبعيدا له عن الألوهية، يعنى :بالغوا فى المدح والإطراء والكذب بأن جعلوا من جنس النساء الطوامث إلها أو ابنا له .اهـ .ولكون اليهود بالغوا فى قدح المسيح والنصارى فى مدحه قال تعالى :(يا أهل الكتاب لا تغلوا فى دينكم غير الحق)فالحق هو الوسط العدل، كما بينه سبحانه بقوله :(إنما المسيح عيسى ابن مريم رسول الله) والمعنى أنه عبد الله ورسوله ;لأن كونه ابن مريم يدل على أنه عبده وابن أمته، كما أشار إليه بقوله :(كانا يأكلان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ، اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ یہودیوں کا ناس کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (بخاری)

اور حضرت عائشہ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً عَلٰى وَجْهِهٖ، فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهٖ، فَقَالَ: وَهُوَ كَذٰلِكَ: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ، وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ نزع شروع ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر منہ پر ڈال لی پھر جب ناگوار معلوم ہوئی، تو اسے چہرہ مبارک سے ہٹا دیا اور اسی حالت میں فرمایا کہ یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ (وعبادت) گاہ بنالیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس بری حرکت سے (امت کے) لوگوں کو ڈرا رہے تھے (بخاری)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الطعام) أى :يبولان ويغوطان، ويحتاجان إلى الأكل والشرب، فلا يصلحان للألوهية ولا مناسبة لهما بالربوبية، وإنما شأنهما العبودية (فإنما أنا عبده) أى :الخاص فى مقام الاختصاص، وهو فى الحقيقة أفضل مدح عند الفاضل الكامل، كما قال القائل :لا تدعنى إلا بيا عبدها فإنه أفضل أسمائيا ولذا ذكره الله سبحانه فى مواضع من كتابه بهذا الوصف المنيع والفضل البديع، منها فى مقام الإسراء (سبحان الذى أسرى بعبده)ومنها فى مقام إنزال الكتاب :(تبارك الذى نزل الفرقان على عبده)(الحمد لله الذى أنزل على عبده الكتاب)وفيه إشارة لطيفة وبشارة شريفة أن العناية الربوبية باعتبار غاية العبودية .(فقولوا عبد الله ورسوله) أى :لتميزه به عن بقية عبيده(مرقاةُ المفاتيح، ج٧ص ٣٠٧١، ٣٠٧٢، كتاب الآداب، باب المفاخرة والعصبية)

[1] رقم الحديث ٤٣٧، كتاب الصلاة، باب الصلاة فى البيعة.

[2] رقم الحديث ٣٤٥٣، كتاب احاديث الانبياء، باب ما ذكر عن بنى إسرائيل.

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ آخِرُ مَا تَكَلَّمَ بِهِ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ أَخْرِجُوا يَهُودَ الْحِجَازِ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَاعْلَمُوا أَنَّ شِرَارَ النَّاسِ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۹۴) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخری کلام یہ تھا کہ حجاز میں آباد یہود کو جزیرہ عرب سے نکال دو، اور جان لو کہ بدترین لوگ وہ ہیں جو قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں (مسند احمد)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ، وَمَنْ يَتَّخِذُ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۳۸۴۴) [2]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے بدترین لوگ وہ ہوں گے، جو اپنی زندگی میں قیامت کو پائیں گے، اور وہ لوگ جو قبروں کو سجدہ گاہ بنائیں گے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چیز کی بڑی فکر تھی کہ یہود و نصاریٰ کی طرح، نبیوں کی قبروں کو عبادت وسجدہ گاہ نہ بنا لیا جائے، اس لئے اپنی امت کو اس چیز سے اہتمام سے ڈرایا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت بیان کرتے ہوئے، روضہ اقدس یا مدینہ منورہ کی طرف کوئی عبادت وسجدہ یا شرک والی بات منسوب کرنا جائز نہیں۔ [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشيه مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن من أجل عاصم بن أبي النجود، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

[3] وقوله :(اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد) : سبب لعنهم إما لأنهم كانوا يسجدون لقبور أنبيائهم تعظيما لهم، وذلك هو الشرك الجلي، وإما لأنهم كانوا يتخذون الصلاة لله تعالى في مدافن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا، وَلَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا، وَحَیْثُمَا کُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَیَّ، فَإِنَّ صَلَاتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ، اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان بناؤ، اور تم جہاں کہیں بھی ہو، مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے (مسند احمد، ابوداؤد)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ یَّمُوْتَ بِخَمْسٍ، وَھُوَ یَقُوْلُ: إِنِّیْ أَبْرَأُ إِلَی اللّٰہِ أَنْ یَّکُوْنَ لِیْ مِنْکُمْ خَلِیْلٌ، فَإِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدِ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلاً، کَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلاً وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِیْ خَلِیْلًا لَا تَّخَذْتُ أَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا ، أَلَا وَإِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِیَائِھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأنبياء ، والسجود على مقابرهم، والتوجه إلى قبورهم حالة الصلاة ;نظرا منهم بذلك إلى عبادة الله والمبالغة فى تعظيم الأنبياء ، وذلك هو الشرك الخفى لتضمنه ما يرجع إلى تعظيم مخلوق فيما لم يؤذن له، فنهى النبى -صلى الله عليه وسلم -أمته عن ذلك لمشابهة ذلك الفعل سنة اليهود، أو لتضمنه الشرك الخفى، كذا قاله بعض الشراح من أئمتنا، ويؤيده ما جاء فى رواية: (يحذر ما صنعوا)(مرقاة المفاتيح، ج٢ص ١٠٢، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة)

[1] رقم الحديث ٨٨٠٤،ابوداؤد، رقم الحديث ٢٠٤٢، كتاب المناسك باب زيارة القبور.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن لأجل عبد الله بن نافع، وقد سلفت ترجمته فى الحديث السابق، وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين غير سريج -وهو ابن النعمان الجوهرى -فمن رجال البخارى(حاشية مسند احمد)

وقال ايضاً:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن(حاشية ابى داؤد)

مَسَاجِدَ، اِنِّیُ أَنُهَاکُمُ عَنُ ذٰلِکَ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے وصال سے پانچ دن پہلے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ میں اللہ کے سامنے اس چیز سے بری ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا خلیل (ودوست) بناؤں، کیونکہ اللہ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل (ودوست) بناتا، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا، آگاہ ہو جاؤ کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا، تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمہیں اس سے روکتا ہوں (مسلم)

لہٰذا ایسا جملہ یا شعر جس میں "شرک" کی آمیزش ہو، یا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے روضۂ مبارک یا مدینہ منورہ کی طرف عبادت والی بات یا اللہ کی صفات منسوب کی گئی ہوں، وہ درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح احکام کی مخالفت ہے۔

لہٰذا اس قسم کے منظوم ونعتیہ اشعار کہ:

اللہ کے قبضے میں وحدت کے سوا کیا ہے؟ — جو کچھ ہمیں لینا ہے، لے لیں گے محمد سے

مختارِ کل ہو، مالکِ روزِ جزا ہو تم — رحمت کا ہے مقام کہ خاص خدا ہو تم

کو محبت اور شاعرانہ خیال آفرینی کے پردے میں گوارا کر لینا درحقیقت "نعت" جیسی پاکیزہ ومقدس چیز کی توہین ہے۔ "مالکِ روزِ جزا" مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ کا ترجمہ ہے جو سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی خاص صفت بیان کی گئی ہے، اس لفظ کا استعمال غیر اللہ کے لئے خواہ مجازی معنی میں ہو، سخت خطرناک طرزِ عمل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسی باتوں کو بھی برداشت نہیں فرمایا جن میں شرک کا ادنیٰ شائبہ پیدا ہونے کا احتمال تھا۔

---

[1] رقم الحدیث ۵۳۲ "۲۳" کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النھی عن بناء المساجد، علی القبور واتخاذ الصور فیھا والنھی عن اتخاذ القبور مساجد.

بہر حال نعت سازی اور نعت گوئی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے توحید کے اصولوں کی خلاف ورزی کرنا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے روضہ یا مدینہ منورہ کی طرف ایسی صفات منسوب کرنا جو شرک پر مشتمل یا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں، یہ جائز نہیں، توحید درحقیقت ایمان کی اصل بنیاد ہے، اور اس کی حفاظت نعت سازی و نعت گوئی سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔

(6)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں دوسرے نبی کی تنقیص سے پرہیز

نعت خوانی اور نعت سازی کرنے والے حضرات بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور شان بیان کرتے ہوئے اور آپ کا مبارک تذکرہ کرتے ہوئے ایسا انداز اختیار کرتے ہیں، جس سے دوسرے کسی نبی کی شان میں بے ادبی، گستاخی یا ان کی شان میں نقص لازم آجاتا ہے، جو کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) بعض لوگ اس قسم کا مضمون بیان کرتے ہیں کہ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر تشریف لے گئے اور بلا حجاب وہاں کے عجائبات کو دیکھا مگر بیہوش نہیں ہوئے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو تجلی عالَمِ دنیا میں ہوئی تھی اور عالَمِ دنیا کے قویٰ ضعیف ہیں جو تجلی الٰہی کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ کو وہاں کے حالات دکھانے کے لئے اس عالَم کے مناسب قویٰ عنایت کردیئے گئے تھے۔ لہٰذا ایک عالَم کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کو دنیا میں دیکھ کر بیہوش ہوگئے تھے۔ اب غور کیجئے کہ اگر کوئی مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس طرح کی ترجیح اور فضیلت کو بیان کر رہا ہو اور کوئی یہودی اس کے جواب میں یہ کہے کہ ہمارا نبی تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر بیہوش ہوا اور تمہارا نبی ایک دفعہ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ کر بیہوش ہوگیا تو اس مسلمان کے پاس سوائے ندامت اور شرمندگی کے اس کا کیا جواب ہوگا؟

(۲) بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر جارہے تھے کہ فرعون کے لشکر نے تعاقب کیا، بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ سامنے دریائے نیل ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر ہے تو گھبرائے، اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ'' ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تُخَيِّرُوْنِىْ بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ

(بخاری)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے نبیوں کے درمیان (یعنی ان کے مقابلہ میں بے جا) فضیلت نہ دو (بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ کہتے ہیں کہ اس کلام میں ایک نقص تو یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نفس کو لفظ رب پر مقدم کیا اور دوسرا یہ کہ رب کی معیت صرف اپنے ساتھ بیان کی اور قوم کو چھوڑ دیا۔ اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ ثور میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرمایا "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" اس میں اللہ کے لفظ کو مقدم فرمایا اور "مَعَنَا" کہہ کر معیتِ الٰہیہ کو عام رکھا صرف اپنے ساتھ مختص نہیں کیا۔ یہ ایسی غلطی ہے کہ اس میں بعض مصنفین بھی مبتلاء ہوگئے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام دونوں کا کلام اپنی اپنی جگہ بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے، اور اپنے اپنے موقع اور محل کے عین مناسب ہے اور درحقیقت یہ ان انبیاء کا کلام ہی نہیں بلکہ آیات قرآنی ہیں جو اللہ کا کلام ہے اور کلام اللہ کی کسی آیت کو ناقص قرار دینا خود بہت خطرناک غلطی ہے۔

(۳) بعض لوگ بیان کیا کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا کر کے ساری قوم کو غرق کرا دیا، اس کے برعکس طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے کہ اگر حکم ہو تو میں ان لوگوں کو ان دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں، آپ نے فرمایا کہ میں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حالانکہ یہ تقابل قرآن مجید سے بے خبری کا نتیجہ ہے، قرآن مجید سے واضح ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم سے بڑی شفقت تھی اور کسی صورت بھی انہیں ان کا ہلاک ہونا پسند نہ تھا، اسی لئے ساڑھے نو سو سال تک قوم کی بدعملی اور ایذا رسانی پر صبر کرتے رہے جو کہ ایک معجزہ تھا۔ لیکن جب صبر کی انتہاء ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وقت مقرر تھا وہ آن پہنچا تو پھر اللہ کے حکم سے نوح علیہ السلام نے یہ بددعا کی اور یہ بددعا بھی اللہ کی رضاء کے لئے تھی۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت سے مواقع پر کئی قبیلوں پر بددعا کرنا ثابت ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا والا موقع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بددعاء ہی فرماتے، کیونکہ یہ قوم کی سرکشی کا انتہائی درجہ تھا اور اگر نوح علیہ السلام کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف والا موقع ہوتا تو حضرت نوح علیہ السلام بھی بددعا نہ فرماتے، کیونکہ یہ قوم کو تبلیغ کا ابتدائی موقع تھا، انتہاء نہ تھی (ماخذہ "تنبیہ المغفلین فی بیان التفاضل بین المرسلین"، مشمولہ "احسن الفتاویٰ ج اص ۴۷۷ تا ۴۸۲")

(۴) بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کو بیان کرتے ہوئے، حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی تنقیص کرتے ہیں، حالانکہ حسن کی دو قسمیں ہیں، ایک حسنِ صباحت، اور دوسرے حسنِ ملاحت، حضرت یوسف علیہ السلام کو حسنِ صباحت دیا گیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حسنِ ملاحت۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق تھے، اور یوسف علیہ السلام حسنِ صباحت میں (ماخوذ از مقالاتِ حکمت و مجادلتِ معدلۃ صفحہ ۸، ملفوظ نمبر ۱۱، دعواتِ عبدیت ج ۱۷)

[1] رقم الحديث ٦٩١٦، كتاب الديات، باب إذا لطم المسلم يهوديا عند الغضب.

روایت کرتے ہیں کہ:

لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَيَصْعَقُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ أُخْرٰى فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ بُعِثَ فَإِذَا مُوْسٰى آخِذٌ بِالْعَرْشِ فَلَا أَدْرِيْ أَحُوْسِبَ بِصَعْقَتِهٖ يَوْمَ الطُّوْرِ أَمْ بُعِثَ قَبْلِيْ وَلَا أَقُوْلُ إِنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى (بخاری) [1]

ترجمہ: تم مجھے نبیوں کے درمیان (یعنی دوسرے نبیوں کے مقابلہ میں بے جا) فضیلت نہ دو، کیونکہ صور پھونکے جانے کے وقت، زمین اور آسمان کی ہر مخلوق بے ہوش ہو جائے گی، مگر جس کو اللہ چاہے، پھر دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا، تو میں ہوش میں آنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہوں گا، تو میں حضرت موسیٰ کو عرشِ الٰہی کو پکڑے ہوئے پاؤں گا، پس مجھے معلوم نہیں کہ کیا انہیں کوہِ طور پر بے ہوش ہونے کی وجہ سے بدلہ دیا گیا (کہ ان کو بے ہوش ہی نہیں کیا گیا) یا وہ بے ہوش ہو کر مجھ سے پہلے ہوش میں آئے، اور میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی حضرت یونس بن متیٰ (یعنی حضرت یونس علیہ السلام) سے افضل ہے (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی عمدہ اور اچھے انداز میں دوسرے نبیوں کے ساتھ تقابل کر کے اپنی بے جا فضیلت بیان کرنے سے منع فرما دیا۔

لہٰذا فضیلت بیان کرتے ہوئے کسی نبی کا دوسرے نبی سے اس طرح تقابل کرنا کہ کسی نبی کی تنقیص یا توہین لازم آجائے، یہ جائز نہیں۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۳۴۱۴، كتاب احاديث الانبياء، باب قول الله تعالى وإن يونس لمن المرسلين.

[2] ما ينبغي لعبد يقول أنا خير من يونس بن متى قال العلماء هذه الأحاديث تحتمل وجهين أحدهما أنه صلى الله عليه وسلم قال هذا قبل أن يعلم أنه أفضل من يونس فلما علم ذلك قال أنا سيد ولد آدم ولم يقل هنا إن يونس أفضل منه أو من غيره من الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ أَنْ يَّقُوْلَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى (بخاری) [1]

ترجمہ: کسی بندہ بشر کے لئے روا نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متیٰ (یعنی حضرت یونس علیہ السلام) سے بہتر ہوں (بخاری)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذِبَ (بخاری) [2]

ترجمہ: جس نے یہ کہا کہ میں (یعنی محمد) یونس بن متیٰ (یعنی حضرت یونس علیہ السلام) سے بہتر ہوں، تو اس نے جھوٹ بولا (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم کے ارشادات کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے انبیاء پر فضیلت کا عقیدہ رکھنے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (کسی واقعہ میں دوسرے نبی کا تقابل کرتے ہوئے) اس طرح دوسرے نبی پر فضیلت دینا جس سے دوسرے نبی کی تنقیص ہوتی ہو، یہ جائز نہیں، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ والثانی أنه صلى الله عليه وسلم قال هذا زجرا عن أن يتخيل أحد من الجاهلين شيئا من حط مرتبة يونس صلى الله عليه وسلم من أجل ما فى القرآن العزيز من قصته قال العلماء وما جرى ليونس صلى الله عليه وسلم لم يحطه من النبوة مثقال ذرة وخص يونس بالذكر لما ذكرناه من ذكره فى القرآن بما ذكر وأما قوله صلى الله عليه وسلم ما ينبغى لعبد أن يقول أنا خير من يونس فالضمير فى أنا قيل يعود إلى النبى صلى الله عليه وسلم وقيل يعود إلى القائل أى لا يقول ذلک بعض الجاهلين من المجتهدين فى عبادة أو علم أو غير ذلک من الفضائل فإنه لو بلغ من الفضاء ما بلغ لم يبلغ درجة النبوة ويؤيد هذا التأويل الرواية التى قبله وهى قوله تعالى لا ينبغى لعبد أن يقول أنا خير من يونس بن متى والله أعلم (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۱۵ ص ۱۳۲، ۱۳۳، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسى صلى الله عليه وسلم)

[1] رقم الحديث ۳۴۱۶، كتاب احاديث الانبياء، باب قول الله تعالى وإن يونس لمن المرسلين، دارطوق النجاة، بيروت.

[2] رقم الحديث ۴۶۰۴، كتاب تفسير القرآن، باب قوله إنا أوحينا إليک كما أوحينا إلى نوح، دارطوق النجاة، بيروت.

خود شرعی اصولوں سے ثابت ہے۔ [1]

خلاصہ یہ کہ ایسی نعت کہ جس میں کسی نبی کی تنقیص وتحقیر لازم آتی ہو، خواہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک بیان کرنے کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہو، جائز نہیں۔

محفلِ حمد ونعت منعقد کرنے اور اس عمل کی تکثیر کا حکم

مذکورہ حکم مطلق حمد ونعت کے بارے میں تھا کہ فی نفسہٖ حمد ونعت سازی اور نعت خوانی کا کیا حکم ہے۔

جہاں تک خاص حمد ونعت کی غرض سے ثواب سمجھ کر باقاعدہ محفل ومجلس منعقد کرنے اور اس کی طرف لوگوں کو بلانے کا تعلق ہے، تو حنفیہ کے قواعد سے اس کا مکروہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ:

وَإِنْ كَـانَ لِـلـنَّـاسِ لَا لِـلَهْوٍ بَلْ لِتَنْشِيْطِهِمْ عَلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا يُـفْـعَـلُ فِـيْ بَـعْـضِ حَـلَقِ التَّهْلِيْلِ فِيْ بِلَادِنَا فَمُحْتَمَلُ الْإِبَاحَةِ إِنْ لَّمْ يَتَضَمَّنْ مَفْسَدَةً وَلَعَلَّهُ إِلَى الْكَرَاهَةِ أَقْرَبُ.

وَرُبَـمَـا يُقَالُ: إِنَّهُ حِيْنَئِذٍ قُرْبَةٌ كَالْحِدَاءِ وَهُوَ مَا يُقَالُ خَلْفَ الْإِبِلِ مِنْ زَجْـرٍ وَغَيْـرِهٖ إِذَا كَـانَ مُـنْـشِـطًـا لِسَيْرٍ هُوَ قُرْبَةٌ لِأَنَّ وَسِيْلَةَ الْقُرْبَةِ بِهٖ اِتِّـفَـاقًا فَيُقَالُ: لَمْ نَقِفْ عَلٰى خَبَرٍ فِيْ اِشْتِمَالِ حَلَقِ الذِّكْرِ عَلٰى عَهْدِ رَسُـوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَا عَلٰى عَهْدِ خُلَفَائِهٖ وَأَصْحَابِهٖ رَضِـيَ الـلّٰـهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَهُمْ أَحْرَصُ النَّاسِ عَلَى الْقُرَبِ عَلٰى هٰذَا

---

[1] (فقال النبى -صلى الله تعالى عليه وسلم ":لا تخيرونى ") : بضم التاء وتشديد الياء من التخيير بمعنى الاصطفاء ، والمعنى لا تجعلونى خيرا بمعنى لا تفضلونى (على موسى) أى :ونحوه من أصحاب النبوة تفضيلا يؤدى إلى إيهام المنقصة، أو إلى تسبب الخصومة، فإن أمر التفضيل ليس بقطعى على وجه التفضيل، (فإن الناس) أى :جميعهم (يصعقون) : بفتح العين (يوم القيامة) أى: عند النفخة الأولى (فأصعق معهم) : من صعق الرجل إذا أصابه فزع فأغمى عليه، وربما مات منه(مرقاة المفاتيح،ج۹ ص ۳۶۴۴، كتاب صفة القيامة والجنة والنار ،باب بدء الخلق وذكر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام)

الْغِنَاءِ وَلَا عَلٰى سَائِرِ أَنْوَاعِهِ وَصَحَّتْ أَحَادِيْثُ فِي الْحِدَاءِ وَلِذَا أَطْلَقَ جَمْعٌ الْقَوْلَ بِنَدْبِهِ وَكَوْنُهُمْ نَشِطِيْنَ بِدُوْنِ ذٰلِكَ لَا يُمْنَعُ أَنْ يَّكُوْنَ فِيْهِمْ مَنْ يَّزِيْدُهُ ذٰلِكَ نِشَاطًا فَلَوْ كَانَ لِذٰلِكَ قُرْبَةٌ لَفَعَلُوْهُ وَلَوْ مَرَّةً وَلَمْ يُنْقَلْ أَنَّهُمْ فَعَلُوْهُ أَصْلًا، عَلٰى أَنَّهُ لَا يَبْعُدُ أَنْ يُّقَالَ: إِنَّهُ يُشَوِّشُ عَلَى الذَّاكِرِيْنَ وَلَا يَتِمُّ لَهُمْ مَعَهُ مَعْنَى الذِّكْرِ وَتَصَوُّرُهُ وَهُوَ بِدُوْنِ ذٰلِكَ لَا ثَوَابَ فِيْهِ بِالْإِجْمَاعِ.

وَلَعَلَّ مَا يُفْعَلُ عَلَى الْمَنَائِرِ مِمَّا يُسَمُّوْنَهُ تَمْجِيْدًا مُنْتَظِمٌ عِنْدَ الْجَهَلَةِ فِيْ سِلْكِ وَسَائِلِ الْقُرَبِ بَلْ يَعُدُّهُ أَكْثَرُهُمْ قُرْبَةً مِنْ حَيْثُ ذَاتِهِ وَهُوَ لَعَمْرِيْ عِنْدَ الْعَالِمِ بِمَعْزَلٍ عَنْ ذٰلِكَ (روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج ۱۱، ص ۷۵، سورۃ لقمان)

ترجمہ: اور اگر لوگوں کے لئے گائے اور لہو کے طور پر نہ گائے، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تازگی پیدا کرنے کے لئے گائے، جیسا کہ ہمارے شہروں میں ذکر کے بعض حلقوں میں ہوتا ہے، تو اس کے مباح ہونے کا احتمال ہے، بشرطیکہ کوئی مفسدہ شامل نہ ہو (مثلاً جو اشعار گائے جارہے ہوں وہ جائز ہوں، اور اس میں کسی مبارک نام میں تغیر نہ کرے، اور کسی کی تحقیر کا سبب اور اس کی ہتکِ عزت کا سبب نہ بنے، اور نہ ہی عورتوں اور مردوں کا ناجائز طریقہ پر اجتماع ہو، اور کسی حرام کا سبب بھی نہ ہو) مگر یہ کراہت کے زیادہ قریب ہے۔

اور بعض اوقات اس موقع پر (تنشیط سامعین لذکر اللہ واشتغال بالاعمال کے لئے) یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اس صورت میں یہ عبادت ہونا چاہئے، جیسا کہ ''حدی خوانی'' کا معاملہ ہے، جو کہ اونٹ کے رجزیہ اشعار پڑھے جاتے ہیں، جب وہ اس سفر میں تازگی پیدا کرنے کے لئے ہو، جو کہ عبادت ہے، کیونکہ عبادت کا وسیلہ بھی بالاتفاق عبادت ہوا کرتا ہے، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ ہمارے

سامنے کوئی ایسی حدیث نہیں آئی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ذکر کے حلقہ پر مشتمل ہو، اور اسی طریقہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں بھی، حالانکہ وہ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں اس غناء کے قرب اور دوسرے قرب والے اعمال کے زیادہ حریص تھے، اور حدی پڑھنے (اور رجزیہ اشعار) کے بارے میں احادیث صحیح ہیں، اور اسی وجہ سے سب حضرات نے اس کے مندوب ہونے کا قول کیا ہے، اور اگر وہ اس کے بغیر بھی تروتازہ ہوں، تب بھی اس بات سے منع نہیں کیا جائے گا کہ ان میں کوئی ایسا ہو جو ان کی تازگی کو زیادہ کرے، پس اگر یہ عمل مذکورہ غرض کے لئے قربت ہوتا، تو وہ اس کو ضرور کرتے، اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو، حالانکہ ان سے اس کا بالکل نہ کرنا منقول ہے، اور بعید نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اس میں یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ اس سے ذکر کرنے والوں کو تشویش ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ ان کے ذکر اور استحضارِ ذکر کا مقصد پورا نہیں ہوتا (ذکر تو مقصودی چیز ہے، اس کے ساتھ ضمِّ ضمیمہ کی کیا حاجت) اور اس کے بغیر اس میں بالاجماع ثواب نہیں۔
اور شاید کہ یہ لوگ جو مخصوص مقامات پر سماع کرتے ہیں، اور اس کا نام حمد و نظم رکھتے ہیں، جاہلوں کے نزدیک یہ قُرب حاصل کرنے کے وسائل کے زمرے میں آتا ہے، بلکہ وہ اکثر ان میں سے اس کو بذاتِ خود عبادت سمجھتے ہیں، حالانکہ قسمیہ طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ بات صاحبِ علم کے نزدیک بے بنیاد ہے (روح المعانی)

اس سلسلہ میں علامہ شاطبی فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهُمْ رُبَّمَا أَنْشَدُوا الشِّعْرَ فِي الْأَسْفَارِ الْجِهَادِيَةِ تَنْشِيطاً لِكَلَالِ النُّفُوسِ، وَتَنْبِيهاً لِلرَّوَاحِلِ أَنْ تَنْهَضَ بِأَثْقَالِهَا وَهٰذَا حَسَنٌ، لٰكِنَّ الْعَرَبَ لَمْ يَكُنْ لَهَا مِنْ تَحْسِيْنِ النَّغَمَاتِ مَا يَجْرِيْ مَجْرَى مَا النَّاسُ

عَلَيْهِ الْيَوْمَ، بَلْ كَانُوا يُنْشِدُوْنَ الشِّعْرَ مُطْلَقاً مِنْ غَيْرِ أَنْ يَعْتَمِلُوا هٰذِهِ التَّرْجِيعَاتِ الَّتِيْ حَدَثَتْ بَعْدَهُمْ، بَلْ كَانُوا يُرَقِّقُوْنَ الصَّوْتَ وَيُمَطِّطُوْنَهُ عَلٰى وَجْهٍ يَلِيْقُ بِأُمِّيَّةِ الْعَرَبِ الَّذِيْنَ لَمْ يَعْرِفُوا صَنَائِعَ الْمُوسِيْقِيِّ، فَلَمْ يَكُنْ فِيْهِ إِلْذَاذٌ وَلَا إِطْرَابٌ يُلْهِيْ، وَإِنَّمَا كَانَ لَهُمْ فِيْهِ شَيْءٌ مِّنَ النِّشَاطِ؛ كَمَا كَانَ أَنْجَشَةُ.وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ يَحْدُوَانِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَكَمَا كَانَ الْأَنْصَارُ يَقُوْلُوْنَ عِنْدَ حفرِ الْخَنْدَقِ:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِيْنَا أَبْدًا.

فَيُجِيْبُهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهٖ:

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرَ الْآخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ .

وَمِنْهَا: أَنْ يَتَمَثَّلَ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ أَوِ الْأَبْيَاتِ مِنَ الْحِكْمَةِ فِيْ نَفْسِهٖ لِيَعِظَ نَفْسَهُ، أَو يُنَشِّطَهَا، أَوْ يُحَرِّكَهَا لِمُقْتَضٰى مَعْنَى الشِّعْرِ، أَوْ يَذْكُرَهَا لِغَيْرِهٖ ذِكْرًا مُطْلَقًا.............

هٰذَا وَمَا أَشْبَهَهُ كَانَ فِعْلَ الْقَوْمِ، وَهُمْ مَعَ ذٰلِكَ لَمْ يَقْتَصِرُوْا فِي التَّنْشِيْطِ لِلنُّفُوْسِ وَلَا الْوَعْظِ عَلٰى مُجَرَّدِ الشِّعْرِ، بَلْ وَعَظُوْا أَنْفُسَهُمْ بِكُلِّ مَوْعِظَةٍ، وَلَا كَانُوْا يَسْتَحْضِرُوْنَ لِذِكْرِ الْأَشْعَارِ الْمُغَنِّيْنَ، إِذْ لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ مِنْ طَلَبَاتِهِمْ، وَلَا كَانَ عِنْدَهُمْ مِنَ الْغِنَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ فِيْ أَزْمَانِنَا شَيْءٌ، وإِنَّمَا دَخَلَ فِي الْإِسْلَامِ بَعْدَهُمْ حِيْنَ خَالَطَ الْعَجَمُ الْمُسْلِمِيْنَ.

وَقَدْ بيَّن ذٰلِكَ أَبُوْ الْحَسَنِ الْقَرَافِيُّ، فَقَالَ: إِنَّ الْمَاضِيْنَ مِنَ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ حُجَّةٌ عَلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ، وَلَمْ يَكُوْنُوْا يُلَحِّنُوْنَ الْأَشْعَارَ وَلَا يُنَغِّمُوْنَها بِأَحْسَنِ مَا يَكُوْنُ مِنَ النَّغَمِ، إِلَّا مِنْ وَجْهِ إِرْسَالِ الشِّعْرِ

وَاتِّصَالِ الْقَوَافِي .فَإِنَّ كَانَ صَوْتُ أَحدِهِمْ أَشْجٰی مِنْ صَاحِبِهٖ كَانَ ذٰلِکَ مَرْدُوْدًا إِلٰى أَصْلِ الْخِلْقَةِ لَا يَتَصَنَّعُوْنَ وَلَا يَتَكَلَّفُوْنَ.

هٰذَا مَا قَالَ .فَلِذٰلِکَ نَصَّ الْعُلَمَاءُ عَلٰى كَرَاهِيَّةِ ذٰلِکَ الْمُحْدَثِ، وَحَتّٰى سُئِلَ مَالِکُ بْنُ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْغِنَاءِ الَّذِیْ يَسْتَعْمِلُهُ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ: إِنَّمَا يَفْعَلُهُ عِنْدَنَا الْفُسَّاقُ.وَلَا كَانَ الْمُتَقَدِّمُوْنَ أَيْضاً يَعُدُّوْنَ الْغِنَاءَ جُزْءًا مِّنْ أَجْزَاءِ طَرِيْقَةِ التَّعَبُّدِ، وَطَلَبِ رِقَّةِ النُّفُوْسِ، وَخُشُوْعِ الْقُلُوْبِ، حَتّٰى يَقْصُدُوْهُ قَصْدًا، وَيَتَعَمَّدُوْا اللَّيَالِيَ الْفَاضِلَةَ، فَيَجْتَمِعُوْا لِأَجْلِ الذِّكْرِ الْجَهْرِيِّ، ثُمَّ الْغِنَاءِ، وَالشَّطْحِ، وَالرَّقْصِ، وَالتَّغَاشِيِ، وَالصِّيَاحِ، وَضَرْبِ الْأَقْدَامِ عَلٰى وَزْنِ إِيْقَاعِ الْأَكُفِّ أَوِ الْآلَاتِ، وَمُوَافَقَةِ النَّغَمَاتِ. هَلْ فِي كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَمَلِهِ الْمَنْقُوْلِ فِي الصِّحَاحِ، أَوْ عَمَلِ السَّلَفِ الصَّالِحِ، أَو أَحَدٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ مِنْ ذٰلِکَ أَثَرٌ؟ أَوْ فِیْ كَلَامِ الْمُجِيْبِ مَا يُصَرِّحُ بِجَوَازِ مِثْلِ هٰذَا؟

بَلْ سُئِلَ عَنْ إِنْشَادِ الْأَشْعَارِ بِالصَّوَامِعِ كَمَا يَفْعَلُهُ الْمُؤَذِّنُوْنَ الْيَوْمَ فِي الدُّعَاءِ بِالْأَسْحَارِ؟ فَأَجَابَ بِأَنَّ ذٰلِکَ بِدْعَةٌ مُضَافَةٌ إِلٰى بِدْعَةٍ؛ لِأَنَّ الدُّعَاءَ بِالصَّوَامِعِ بِدْعَةٌ، وإِنْشَادَ الشِّعْرِ وَالْقَصَائِدِ بِدْعَةٌ أُخْرٰى، إِذ لَمْ يَكُنْ ذٰلِکَ فِیْ زَمَنِ السَّلَف الْمُقْتَدٰى بِهِمْ.

كَمَا أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الذِّكْرُ الْجَهْرِيِّ أَمَامَ الْجَنَازَةِ، فَأَجَابَ بِأَنَّ السُّنَّةَ فِیْ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ الصَّمْتُ وَالتَّفَكُّرُ وَالْاِعْتِبَارُ، وَأَنَّ ذٰلِکَ فِعَلُ السَّلَفِ .قَالَ :وَاتِّبَاعُهُمْ سُنَّةٌ، وَمُخَالَفَتُهُمْ بِدْعَةٌ، وَقَدْ قَالَ مَالِکٌ: لَنْ يَّأْتِيَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بِأَهْدٰى مِمَّا كَانَ عَلَيْهِ أَوَّلُهَا

(الاعْتِصَام،للشاطبی، ج۲،ص۱۱۳ الیٰ ۱۱۸،ملخصاً، الباب الرابع فی مأخذ أهل البدع فی الاستدلال)

ترجمہ: عرب لوگ بعض اوقات جہاد وغیرہ کے اسفار میں اشعار پڑھا کرتے تھے، تاکہ طبیعتوں کا ملال اور اکتاہٹ دور ہو کر تازگی پیدا ہوجائے، اور مسافر اپنے سامان سے چوکنے رہیں، جو کہ اچھی چیز ہے، لیکن عرب کے اندر نغمہ سرائی اور آواز کو بنانے کا وہ رواج نہیں تھا، جو آج کے دور میں لوگوں نے اختیار کرلیا ہے، بلکہ عرب کے لوگ سادہ انداز میں شعر پڑھا کرتے تھے، نغمہ سرائی کے ان طریقوں کے بغیر جو طریقے ان کے بعد ایجاد ہوئے، اور عرب کے لوگ آوازوں کو نرم کیا کرتے تھے، اور آواز کو ایسے طریقہ پر نکالا کرتے تھے، جو عربی کے اُمّی لوگوں کی شان کے لائق تھا، عرب کے لوگ موسیقی کے (موجودہ) فن سے واقف نہیں تھے، پس ان کی نغمہ سرائی میں ایسی لذت اور مستی نہیں ہوتی تھی، جو غفلت پیدا کرے، البتہ اس میں طبیعت میں نشاط اور تازگی پیدا کرنے کی تاثیر ہوتی تھی، جیسا کہ حضرت انجشہ اور عبداللہ بن رواحہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حداء پڑھتے تھے، اور جیسا کہ انصار خندق کھودنے کے وقت یہ (رجزیہ کلام) پڑھتے تھے کہ:

"نَحۡنُ الَّذِيۡنَ بَايَعُوۡا مُحَمَّدَا عَلَى الۡجِهَادِ مَا حَيِيۡنَا أَبداً"

"ہم نے بیعت کرلی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر، تاحیاتِ زندگی"

پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جواب دیتے تھے کہ:

"اَللّٰهُمَّ لَا خَيۡرَ إِلَّا خَيۡرُ الۡآخِرَهۡ فَاغۡفِرۡ لِلۡأَنۡصَارِ وَالۡمُهَاجِرَهۡ"

"اے اللہ! خیر تو آخرت کی خیر ہے، پس آپ انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرمائیے"

اور شعر پڑھنے کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے طور پر ایک یا چند اشعار حکمت کے پڑھے، تاکہ اپنے آپ کو نصیحت کرے یا اپنے آپ کو تازگی پہنچائے، یا اپنے اندر چستی پیدا کرے، شعر کے معنیٰ کے تقاضا کی وجہ سے، یا اس کے ذریعہ سے

دوسرے کو مطلقاً (یعنی بغیر کسی تداعی وغیرہ کی قید کے) تذکیر اور نصیحت کرے۔

(......اور چند سطور کے بعد فرماتے ہیں......) یہ اور اس جیسا عمل عرب میں رائج تھا، لیکن وہ اس کے باوجود اپنے اندر چستی پیدا کرنے اور نصیحت کرنے کو شعر پر منحصر نہیں رکھا کرتے تھے، بلکہ اپنے آپ کو ہر طرح کی وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے، اور وہ ترنم والے اشعار کے ذکر کے لئے حاضر نہیں ہوا کرتے تھے (یعنی اس مقصد کے لئے باقاعدہ مجالس و محافل قائم نہیں کرتے تھے) اس لئے کہ یہ ان کی طلب اور خواہش نہیں تھی، اور نہ ان کے پاس موجودہ زمانہ میں گانے میں استعمال ہونے والی کوئی (آلاتِ موسیقی کی) چیز موجود ہوتی تھی، یہ چیزیں تو اسلام میں ان کے بعد داخل ہوئیں، جبکہ عجمی لوگوں کا مسلمانوں کے ساتھ اختلاط اور تعلق پیدا ہوا۔

جس کی تفصیل ابوالحسن قرافی نے بیان کی ہے، انہوں نے فرمایا کہ گزشتہ صدرِ اسلام (خیر القرون) کا عمل بعد والوں پر حجت ہے، اور پہلی صدی کے لوگ اشعار کو موسیقی کے انداز میں نہیں پڑھا کرتے تھے، اور اچھے انداز میں نغمہ سرائی کا اہتمام نہیں کیا کرتے تھے، سوائے اس کے کہ سادہ بے تکلف اشعار پڑھ دیا کرتے تھے، اور قافیے ملا دیا کرتے تھے، پھر اگر ان میں سے کسی کی آواز دوسرے سے زیادہ ملائم اور سوز و تاثیر والی ہوتی تھی، تو یہ فطری و جبلّی اور طبعی چیز ہوتی تھی نہ (اس کے بنانے اور اتار چڑھاؤ میں) وہ تصنع سے کام لیا کرتے تھے، اور نہ وہ تکلف سے کام لیا کرتے تھے۔

قرافی نے یہ بات فرمائی ہے، اور اسی وجہ سے علماء نے اس سلسلہ میں بعد کی (موسیقی اور اس کی دُھنوں کے) پیداوار کے مکروہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے، یہاں تک کہ حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ سے اس گانے کے بارے میں پوچھا گیا، جو مدینہ کے لوگ اختیار کرتے تھے، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ عمل تو ہمارے

یہاں فساق (اور اوباش قسم کے) لوگ کیا کرتے ہیں، اور متقدمین بھی گانے کو عبادت کے حصوں میں سے کوئی حصہ نہیں سمجھا کرتے تھے، اور نہ ہی نفس میں نرمی پیدا کرنے کی طلب اور دلوں میں خشوع پیدا کرنے کا ذریعہ سمجھا کرتے تھے کہ وہ بالقصد اس کا اہتمام کرتے ہوں، اور مبارک (یا فارغ) راتوں کے اندر اس عمل کو انجام دینے کا قصد کرتے ہوں، اور وہ ذکرِ جہری کے لئے جمع ہوتے ہوں، پھر گانے اور اچھل کود کرنے اور ناچنے اور بے ہوش ہونے اور چیخنے اور زمین پر پاؤں مارنے اور ہتھیلیاں بجانے اور آلاتِ موسیقی کے انداز میں نغمہ سرائی پیدا کرنے کا عمل کرتے ہوں، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا عمل میں یہ چیزیں صحیح سند کے ساتھ منقول ہیں، یا سلفِ صالحین یا علماء میں سے کسی کے عمل کے بارے میں اس طرح کی کوئی روایت اور سند پائی جاتی ہے، یا اس طرح کا دعویٰ کرنے والے کے کلام میں اس طرح کی چیز کے جائز ہونے کی کوئی صریح دلیل پائی جاتی ہے؟ (ظاہر ہے کہ نہیں)

بلکہ قرافی سے اذان دینے والی جگہوں میں اشعار پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا، جیسا کہ اذان دینے والے آج کے دور میں سحری کے لئے پکارنے کی غرض سے یہ عمل کرتے ہیں، تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ یہ ایسی بدعت ہے کہ جس میں ایک دوسری بدعت بھی شامل ہے، وہ اس طرح سے کہ اذان والی جگہوں میں سحری کے لئے پکارنا بدعت ہے، اور شعر اور قصیدوں کا پڑھنا دوسری بدعت ہے، کیونکہ یہ سلف کے اس زمانے میں نہیں تھی، جن کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طریقہ سے ان سے جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ جنازہ کے ساتھ چلتے وقت خاموش رہنا، اور غور وفکر کرنا اور نصیحت حاصل کرنا سنت ہے، اور یہی سلف کا بھی عمل رہا

ہے، اور ان کی اتباع کرنا سنت ہے، اور ان کی مخالفت کرنا بدعت ہے، اور امام مالک نے فرمایا کہ اس امت کے پچھلے طبقے اس سے زیادہ ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتے، جس پر پہلا طبقہ تھا (الاعتصام)

اور براہینِ قاطعہ میں ہے کہ:

''نفسِ ذکرِ مولود مندوب و مستحسن ہے، مگر صلوٰۃِ نفل اس سے اعلیٰ اور افضل ہے کہ عمدہ عبادات اور افضلُ القربات اور خیر موضوع ہے مگر بایں ہمہ بوجہ تداعی واہتمام کے کہ یہ اس میں مشروع نہیں، بدعت لکھتے ہیں، یہاں ذکرِ مولود میں بھی گو مندوب ہے۔

مگر تداعی واہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں، بدعت ہووے گا، البتہ وعظ ودرس میں تداعی ثابت ہے کیوں کہ وہ فرض ہے جیسا فرائضِ صلوات میں تداعی ضروری ہے'' (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۵۳، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

نیز ایک مقام پر ہے کہ:

اور بالاستقلال اس ذکر کو کسی نے منع نہیں کیا، مؤلف اپنے دماغ کا علاج کرے، تداعی اور اہتمام اس ذکر کے واسطے بالخصوصیت مکروہ کہتے ہیں، مثل تداعی نوافل کے، اور یہاں مسجد میں مجمع اس قصیدہ (اور اشعار پڑھنے) کے واسطے جمع نہ ہوا تھا، بلکہ خود خدمتِ فخرِ عالم میں تھے (براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۷۹)

اور بوادرُ النوادر میں ہے کہ:

''اگر اور کوئی عارض موجبِ منع اس میں منضم ہوجاوے، مثلاً سماع خلافِ شرائط یا اختلاطِ امارد ونساء، یا مجمع کے جمع کرنے کا اہتمام (یعنی تداعی، یا) مخصوص فساق وفجار کے شریک کرنے کا اہتمام یا شرکت کے بعد بلاضرورت ان کا احترام، یا احتمال فسادِ عقیدۂ عوام، تو ان عوارض سے پھر وہ بھی ممنوع ہوجاوے گا (بوادر النوادر صفحہ ۱۰۴، ستائیسواں نادرہ)

نہ کوئی تاریخ معین ہے، نہ اجتماع میں تداعی یا اہتمام ہے (ایضاً صفحہ ۴۰۳)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ قصائد اور بطورِ خاص حمد ونعت پر مشتمل اشعار کو بذاتِ خود عبادت سمجھنا اور اس کے لئے تداعی اختیار کرنا مکروہ ہے۔

اس کے علاوہ جائز اشعار کو ترنم کے ساتھ پڑھنے اور سننے کی تکثیر کو متعدد فقہائے کرام نے مکروہ قرار دیا ہے۔

اور اس کو بطور پیشہ اختیار کرنے کو بھی ممنوع قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] فمنهم من قال بكراهته كراهة تنزيه، ومنهم من قال بتحريمه، ومنهم من قال بالإباحة، ومنهم من فصل بين القليل والكثير، ومنهم من لاحظ جنس المغني ففرق بين غناء الرجال وغناء النساء، ومنهم من ميز بين البسيط الساذج وبين المقارن لأنواع من الآلات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۱، ص ۲۹۶، مادة "غناء")

قال الالبانی: فأقول :وفی هذه الأحاديث والآثار دلالة ظاهرة على جواز الغناء بدون آلة فی بعض المناسبات كالتذكير بالموت أو الشوق إلى الأهل والوطن أو للترويح عن النفس والالتهاء عن وعثاء السفر ومشاقه ونحو ذلک مما لا يتخذ مهنة ولا يخرج به عن حد الاعتدال فلا يقترن به الاضطراب والتثنی والضرب بالرجل مما يخل بالمروء ة (تحريم آلات الطرب، ص ۱۲۹، الفصل السابع :فی الغناء بدون آلة)

وأما الغناء فليس كله حراما بل ما كان منه فی وصف الخدود والخصور والخمور ونحو ذلک فحرام قطعا، وما خلا من ذلک فالإكثار منه مكروه، وأما آلات الطرب فهی محرمة (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، ج ۱ ص ۲۴۶، تحت رقم الحديث ۱۲۲)

ذهب الحنفية والحنابلة وهو ما يفهم من مذهب المالكية إلى أن اتخاذ الغناء حرفة يرتزق منها حرام.

وذهب الإمام الشافعی فی الأم إلى أن المرأة أو الرجل يغنی، فيتخذ الغناء صناعة يؤتى عليه ويأتی له، ويكون منسوبا إليه مشهورا به معروفا، لا تجوز شهادة واحد منهما، وذلک أنه من اللهو المكروه الذی يشبه الباطل، وأن من صنع هذا كان منسوبا إلى السفه وسقاطة المروء ة، ومن رضی بهذا لنفسه كان مستخفا وإن لم يكن محرما بين التحريم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۱، ص ۲۹۶، مادة "غناء")

وقد يكون الشعر مباحا وهو الأصل فی الشعر .ونصوص فقهاء المذاهب فی ذلک الحكم متقاربة:

قال الحنفية :اليسير من الشعر لا بأس به إذا قصد به إظهار النكات والتشابيه الفائقة والمعانی الرائقة، وما كان من الشعر فی ذكر الأطلال والأزمان والأمم فمباح.

وقال المالكية :يباح إنشاد الشعر وإنشاؤه ما لم يكثر منه فيكره، إلا فی الأشعار التی يحتاج إليها فی الاستدلال. وقال الشافعية :يباح إنشاء الشعر وإنشاده واستماعه -ما لم يتضمن ما يمنعه أو يقتضيه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحمد ونعت وغیرہ کی باقاعدہ مجالس ومحافل منعقد کرنے میں اس کی تکثیر اور مشغلہ بنالینا لازم آتا ہے۔

اس کے علاوہ عموماً ان مجالس ومحافل میں ایسے شاعر اور نعت خوانوں کو بلایا جاتا ہے، جن کا مشغلہ ہی شعر گوئی اور نعت خوانی ہوتا ہے، اور وہ طرح طرح کے مختلف بناوٹی پینتروں سے موسیقی کے انداز میں شعر گوئی اور نعت خوانی میں تکلفات وتصنعات سے کام لیتے ہیں، جو فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق مکروہ وممنوع ہے۔

ان حالات میں اہلِ علم فقہاء حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ حمد ونعت خوانی کو فتنوں کی بھینٹ چڑھنے سے بچائیں اور حضرت مجددالفِ ثانی رحمہ اللہ کے اس ارشاد سے رہنمائی اور عبرت حاصل کریں کہ:

''جہان کا جہان دریائے بدعت میں ڈوبا ہوا اور بدعت کی تاریکیوں میں آرام پکڑے ہوئے ہے، کس کی مجال ہے کہ بدعت کی مخالفت کا دَم مارے؟ یا کسی سنت کو زندہ کرنے میں لب کشائی کرے۔اس دور کے اکثر علماء بدعات کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں، جو بدعتیں چاروں طرف پھیل گئی ہیں ان کو مخلوق کا تعامل سمجھ کر ان کے جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں اور بدعات کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں'' (مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۵۴)

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اتباعا للسلف والخلف، ولأنه صلى الله عليه وسلم كان له شعراء يصغى إليهم كحسان بن ثابت وعبد الله بن رواحة وكعب بن مالك رضى الله تعالى عنهم، ولأنه صلى الله عليه وسلم استنشد من شعر أمية ابن أبى الصلت مائة بيت، أى لأن أكثر شعره حكم وأمثال وتذكير بالبعث ولهذا قال صلى الله عليه وسلم :كاد أن يسلم . ولقوله صلى الله عليه وسلم :إن من الشعر حكمة.

وقال ابن قدامة :ليس فى إباحة الشعر خلاف، وقد قاله الصحابة والعلماء ، والحاجة تدعو إليه(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج ٢٦،ص ١١٧،مادة ''شعر'')

(فصل نمبر 4)

شعر وشاعری سے متعلق مسائل واحکام

اب شعر وشاعری سے متعلق متفرق احکام ومسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 1...... مخصوص معنیٰ میں شعر ایسے کلام کو کہا جاتا ہے جو قافیہ بندی اور ایک خاص وزن کے ساتھ ترتیب دیا جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 2...... عربی زبان میں شعر کے مقابلہ میں ''نثر'' ایسے کلام کو کہا جاتا ہے، جو قافیہ بندی اور خاص وزن کے ساتھ مرتب نہیں ہوتا۔ [2]

مسئلہ نمبر 3...... عربی زبان میں ''سجع'' نثر کے ایسے جملوں کو کہا جاتا ہے جو ہم وزن کلمات پر ختم ہوں (ایسی نثر مسجع مقفع نثر کہلاتی ہے) [3]

مسئلہ نمبر 4...... عربی زبان میں ''رجز'' بعض حضرات کے نزدیک شعر کی ایک قسم ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک شعر کی قسم نہیں ہے، بلکہ وہ چند کلمات کا ایک دوسرے کے وزن

---

[1] التعریف:الشعر فی اللغة :العلم، یقال :شعر به کنصر وکرم شعرا وشعرا إذا علم به وفطن له وعقله، ولیت شعری :أی لیت علمی .وفی الحدیث :لیت شعری ما صنع فلان أی لیت علمی حاضر أو محیط بما صنع "وأشعره الأمر وأشعره به :أعلمه إیاه، وفی التنزیل :(وما یشعرکم أنها إذا جاء ت لا یؤمنون)أی :وما یدریکم .وغلب الشعر علی منظوم القول لشرفه بالوزن والقافیة، وحده :ما ترکب ترکبا متعاضدا وکان مقفی موزونا مقصودا به ذلک .

والشعر فی الاصطلاح :الکلام المقفی الموزون علی سبیل القصد (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج٢٦،ص ١١٢ ،مادة " شعر")

[2] النثر هو :الکلام المتفرق من غیر قافیة أو وزن، من نثر الشیء إذا رماه متفرقا . وهو قسیم الشعر(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج٢٦،ص١١٣ ،مادة " شعر")

[3] السجع هو :تواطؤ الفاصلتین من النثر علی حرف واحد فی الآخر، یقال :سجع الرجل کلامه :إذا جعل لکلامه فواصل کقوافی الشعر ولم یکن موزونا (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج٢٦،ص١١٣ ،مادة " شعر")

کے قریب ہوتا ہے، جو قافیہ بندی اور خاص وزن کی رعایت کے بغیر خوشی اور جوش وجذبہ میں بلا تکلف زبان پر جاری ہوں۔ [1]

مسئلہ نمبر 5...... عربی زبان میں ''حداء'' ترنم کے ساتھ ایسا کلام پڑھنے کو کہا جاتا ہے کہ جس سے مقصود اونٹ وغیرہ کی سواری کو ہنکانا اور تیز چلانا ہوتا ہے، اور یہ کلام بعض اوقات شعر کے انداز کا ہوتا ہے، اور بعض اوقات شعر کے انداز کا نہیں ہوتا۔ [2]

مسئلہ نمبر 6...... عربی زبان میں ''غناء'' ایک مخصوص وزن والے کلام کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کو کہا جاتا ہے، جس میں بعض اوقات موسیقی شامل ہوتی ہے، اور بعض اوقات موسیقی شامل نہیں ہوتی، موسیقی شامل ہو، تو اس کا حکم آگے آتا ہے۔ [3]

مسئلہ نمبر 7...... موسیقی کے بغیر شعر بنانے، سنانے اور سننے اور اس کی تعلیم حاصل کرنے کا حکم شرعی لحاظ سے مختلف حالات کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتا ہے۔

---

[1] الرجز ضرب من الشعر عند الأكثر، سمي بذلك لتقارب أجزائه وقلة حروفه. واضطراب اللسان به. وقيل: إن الرجز ليس بشعر وإنما هو أنصاف أبيات أو أثلاث؛ ولأنه يقال لقائله راجز لا شاعر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص١١٣، مادة ''شعر'')

قوله: (وهو يقول اللهم لا خير) ... إلخ قال الأخفش إن الرجز ليس من بحور الأشعار، وعده الباقون منها. أقول: وما قاله الأخفش قوى، لأن الرجز من أسماء الجاهلية، وترجمته في الهندية: فقرة بندى -تک بندى وهذا نوع مغاير للأشعار قطعا، والبحور في الألسنة كلها خرجت منهم اتفاقا ثم دونت بعد، وكان عند التبع شاعرا يرتجز بعد جميع الشعراء، فالرجز غير الشعر، ومن قال إنه شعر اعتبر القصد فيه، وارتجازه صلى الله عليه وسلم لم يكن عن قصد ولم يثبت عنه الإنشاء، نعم ثبت الإنشاد قليلا وربما نقضه أيضا، فأنشد شعر شاعر مرة ونقضه، فقال أبو بكر رضى الله عنه: إن الشعر هكذا، فقال: إنى لست بشاعر(فيض البارى على صحيح البخارى، ج٢، ص٦٠، باب هل تنبش قبور مشركى الجاهلية، ويتخذ مكانها مساجد؟)

[2] الحداء -بضم الحاء وكسرها وتخفيف الدال المهملتين، يمد ويقصر -هو سوق الإبل بضرب مخصوص من الغناء. والحداء فى الغالب إنما يكون بالرجز، وقد يكون بغيره من الشعر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص١١٣، مادة ''شعر'')

[3] الغناء: التطريب والترنم بالكلام الموزون وغيره، يكون مصحوبا بالموسيقى وغير مصحوب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص١١٣، مادة ''شعر'')

اگر شعر میں کوئی خرابی شامل نہ ہو، تو فی نفسہٖ شعر مباح اور ایک جائز فعل ہے۔ [1]

[1] اختلف الفقهاء فى حكم تعلم الشعر وإنشائه وإنشاده وغير ذلك من مسائله على التفصيل التالى:أولا :إنشاء الشعر وإنشاده واستماعه:

قال ابن قدامة :ليس فى إباحة الشعر خلاف، وقد قاله الصحابة والعلماء ، والحاجة تدعو إليه لمعرفة اللغة العربية، والاستشهاد به فى التفسير، وتعرف معانى كلام الله تعالى وكلام رسوله صلى الله عليه وسلم ويستدل به أيضا على النسب والتاريخ وأيام العرب، يقال :الشعر ديوان العرب.

وقال ابن العربى :الشعر نوع من الكلام، قال الشافعى :حسنه كحسن الكلام، وقبيحه كقبيحه : يعنى أن الشعر ليس يكره لذاته وإنما يكره لمتضمناته

وقال النووى :قال العلماء كافة :الشعر مباح ما لم يكن فيه فحش ونحوه، وهو كلام حسنه حسن وقبيحه قبيح، وهذا هو الصواب، فقد سمع النبى صلى الله عليه وسلم الشعر واستنشده، وأمر به حسان بن ثابت رضى الله تعالى عنه فى هجاء المشركين، وأنشده أصحابه بحضرته فى الأسفار وغيرها، وأنشده الخلفاء وأئمة الصحابة وفضلاء السلف، ولم ينكره أحد منهم على إطلاقه، وإنما أنكروا المذموم منه وهو الفحش ونحوه .

وقال ابن حجر :الذى يتحصل من كلام العلماء فى حد الشعر الجائز أنه إذا لم يكثر منه فى المسجد، وخلا عن هجو وعن الإغراق فى المدح والكذب المحض والغزل الحرام، فإنه يكون جائزا .ونقل ابن عبد البر الإجماع على جوازه إذا كان كذلك، واستدل بأحاديث وبما أنشد بحضرة النبى صلى الله عليه وسلم أو استنشده ولم ينكره، وقد جمع ابن سيد الناس مجلدا فى أسماء من نقل عنه من الصحابة شىء من شعر متعلق بالنبى صلى الله عليه وسلم خاصة، وأخرج البخارى فى الأدب المفرد عن عائشة رضى الله تعالى عنها أنها كانت تقول :الشعر منه حسن ومنه قبيح، خذ الحسن ودع القبيح،ولقد رويت من شعر كعب بن مالك أشعارا منها القصيدة فيها أربعون بيتا، وأخرج البخارى فى الأدب المفرد أيضا من حديث عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنهما مرفوعا بلفظ :الشعر بمنزلة الكلام، حسنه كحسن الكلام، وقبيحه كقبيح الكلام .

وروى مسلم عن عمرو بن الشريد عن أبيه قال :ردفت رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما فقال : هل معك من شعر أمية بن أبى الصلت شىء ؟ قلت :نعم، قال :هيه فأنشدته بيتا فقال :هيه ثم أنشدته بيتا فقال :هيه حتى أنشدته مائة بيت قال القرطبى :وفى هذا دليل على حفظ الأشعار والاعتناء بها إذا تضمنت الحكم والمعانى المستحسنة شرعا وطبعا .وإنما استكثر النبى صلى الله عليه وسلم من شعر أمية لأنه كان حكيما، وقال ﷺ :كاد أمية بن أبى الصلت أن يسلم.

ولما أراد العباس رضى الله تعالى عنه مدح رسول الله صلى الله عليه وسلم بأبيات من الشعر قال صلى الله عليه وسلم له :هات، لا يفضض الله فاك .

وعن أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم دخل مكة فى عمرة القضاء وعبد الله بن رواحة رضى الله تعالى عنه بين يديه يمشى وهو يقول:

خلوا بنى الكفار عن سبيله — اليوم نضربكم على تنزيله
ضربا يزيل الهام عن مقيله — ويذهل الخليل عن خليله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 8...... متعدد فقہائے کرام کے نزدیک بعض اشعار کا علم ضروری ہوتا ہے، مثلاً عربی کے وہ اشعار کہ جن سے عربی کے ایسے قواعد ثابت ہوں کہ جن کے ذریعہ سے کتاب وسنت کے وہ احکام معلوم کئے جاسکیں کہ جن کا حلال وحرام اور جائز وناجائز وغیرہ سے تعلق ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر 9...... بعض شعر مستحب ومندوب ہوتے ہیں، مثلاً جب ان میں اللہ تعالیٰ کی شان یا اللہ تعالیٰ کی جائز حمد وثناء یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جائز مدح ونعت یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کا ذکر ہو، یا ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جائز دفاع کیا گیا ہو، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کا ذکر یا ان کی جائز مدح وتعریف ہو، یا متقیوں کی صفات اور ان کے اعمال کا ذکر ہو، یا وہ وعظ ونصیحت اور نیک اعمال پر ابھارنے اور گناہوں سے بچانے کے مضامین پر مشتمل ہوں، تو اس طرح کے شعر فی نفسہٖ جائز بلکہ مندوب ومستحب ہیں، بشرطیکہ ان میں شرعی اصول وقواعد کی رعایت رکھی جائے۔ [2]

مسئلہ نمبر 10...... بعض شعر حرام ہوتے ہیں، مثلاً جب ان میں کسی حرام یا ناجائز چیز کا ذکر ہو، جیسا کہ شراب کا ذکر ہو، جس سے اس کی رغبت پیدا ہو، یا کسی مسلمان کی تحقیر وتمسخر کا ذکر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فقال عمر :يا ابن رواحة، فى حرم الله وبين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :خل عنه يا عمر، فلهى أسرع فيهم من نضح النبل.
وروى أبى بن كعب رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :إن من الشعر حكمة. وبهذا يتبين أنه لا وجه لقول من حرم الشعر مطلقا أو قال بكراهته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص١١٤ الى ١١٥، مادة "شعر")

[1] قال جمهور الفقهاء :فقد يكون فرضا كما نقل ابن عابدين عن الشهاب الخفاجى قال :معرفة شعر أهل الجاهلية والمخضرمين (وهم من أدرك الجاهلية والإسلام) والإسلاميين رواية ودراية فرض كفاية عند فقهاء الإسلام؛ لأن به تثبت قواعد العربية التى بها يعلم الكتاب والسنة المتوقف على معرفتهما الأحكام التى يتميز بها الحلال من الحرام، وكلامهم وإن جاز فيه الخطأ فى المعانى فلا يجوز فيه الخطأ فى الألفاظ وتركيب المبانى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص١١٥، مادة "شعر")

[2] وقد يكون مندوبا، وذلك إذا تضمن ذكر الله تعالى أو حمده أو الثناء عليه، أو ذكر رسوله صلى الله عليه وسلم أو الصلاة عليه أو مدحه أو الذب عنه، أو ذكر أصحابه أو مدحهم، أو ذكر المتقين وصفاتهم وأعمالهم، أو كان فى الوعظ والحكم أو التحذير من المعاصى أو الحث على الطاعات ومكارم الأخلاق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص١١٥، مادة "شعر")

ہو، یا اس میں جھوٹ وغیرہ کی آمیزش ہو، یا اس میں کسی عورت وغیرہ کا اس طرح سے ذکر ہو، جس سے شہوت اور بدکاری کا تقاضا پیدا ہوتا ہو، یا پھر لہو ولعب اور مشغلہ کے طور پر شعر وشاعری کو اختیار کیا جائے، یا اس میں انہماک اختیار کیا جائے۔ [1]

مسئلہ نمبر 11...... بعض شعر مکروہ ہوتے ہیں، جن کے متعلق فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں تفصیل ہے۔

چنانچہ حنفیہ کے نزدیک مکروہ شعر وہ ہے، جس میں کوئی شخص مداومت وہمیشگی اختیار کرے، اور اس کو ایک طرح سے اپنا مشغلہ بنالے، یہاں تک کہ شعر کی مشغولیت، اللہ کے ذکر اور شرعی علوم پر بھی غالب آجائے۔

اسی طریقہ سے جس شعر میں رخساروں، بالوں، ہونٹوں، آنکھوں وغیرہ کی صفت بیان ہوئی ہو، یا اس میں شراب یا کسی فسقیہ بات کا ذکر پایا جاتا ہو، وہ بھی مکروہ شعر میں داخل ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک جب تک معقول حاجت وضرورت نہ ہو، اس وقت تک شعر کی کثرت مکروہ ہے، کیونکہ اس کا فاعل کلام میں حدود سے تجاوز کرنے سے عام طور پر محفوظ نہیں رہتا، جس کی وجہ یہ ہے کہ شعر، عموماً مبالغات وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔

ابنِ قاسم نے امام مالک کے متعلق روایت کیا ہے کہ امام مالک سے شعر کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی کثرت نہ کیجئے، کیونکہ اس میں یہ عیب ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''ہم نے نبی کو شعر کی تعلیم نہیں دی، اور نہ اس کی شان کے لائق ہے''

اور شافعیہ کے نزدیک ایسا شعر مکروہ ہے کہ جس میں عورت کی ایسی صفات کا ذکر کیا جائے کہ جن کو مخفی رکھنا چاہئے، اور اگر اس سے دوسرے کو ایذاء بھی پہنچتی ہو، تو پھر حرام ہے۔

---

[1] وقد يكون الشعر حراما إذا كان فى لفظه ما لا يحل كوصف الخمر المهيج لها، أو هجاء مسلم أو ذمى، أو مجاوزة الحد والكذب فى الشعر، بحيث لا يمكن حمله على المبالغة، أو التشبيب بمعين من أمرد أو امرأة غير حليلة، أو كان مما يقال على الملاهى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦،ص ١١٦، مادة '' شعر'')

اورحنابلہ کے نزدیک ایسا شعر مکروہ ہے، جس میں کسی کی ناجائز ہجاء وتحقیر کا ذکر ہو، یا ایسا گھٹیا شعر ہو، جس میں کسی عورت کے محاسن بیان کئے گئے ہوں۔ [1]

مسئلہ نمبر 12...... بعض شعر مباح اور جائز ہوتے ہیں، چنانچہ جس شعر میں کوئی معصیت (یعنی گناہ) یا طاعت (یعنی دین کے حکم کو بجالانا) شامل نہ ہو، تو وہ اپنی اصل کے اعتبار سے مباح وجائز ہے۔

پھر حنفیہ کے نزدیک اس طرح کے شعر اسی وقت مباح وجائز ہیں، جب کہ اس عمل کی کثرت نہ ہو، بلکہ تھوڑی مقدار کے ساتھ ہوں، اور اس کا مقصد بھی مفید نکات اور تشبیہات اور معانی کا اظہار ہو۔

اور مالکیہ کے نزدیک اس طرح کے اشعار میں جب تک تکثیر وزیادتی نہ ہو، اس وقت تک مباح وجائز ہیں، البتہ جن اشعار کی کسی چیز پر استدلال کے لئے ضرورت پیش آئے، وہ بقدرِ ضرورت مباح وجائز ہوتے ہیں۔

اور شافعیہ کے نزدیک جب تک کوئی ممنوع بات لازم نہ آئے، یا شریعت کا تقاضا نہ ہو، اس

---

[1] وقد يكون الشعر مكروها . .وللمذاهب فى ذلك تفصيل :

فعند الحنفية أن المكروه من الشعر ما داوم عليه الشخص وجعله صناعة له حتى غلب عليه وشغله عن ذكر الله تعالى وعن العلوم الشرعية، وما كان من الشعر فى وصف الخدود والقدود والشعور، وكذلك تكره قراء ة ما كان فيه ذكر الفسق والخمر.

وقال المالكية :يكره الإكثار من الشعر غير المحتاج إليه لقلة سلامة فاعله من التجاوز فى الكلام لأن غالبه مشتمل على مبالغات، روى ابن القاسم عن مالك أنه سئل عن إنشاد الشعر فقال :لا تكثرن منه فمن عيبه أن الله تعالى يقول :(وما علمناه الشعر وما ينبغى له)قال :ولقد بلغنى أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه كتب إلى أبى موسى الأشعرى أن اجمع الشعراء قبلك، وسلهم عن الشعر، وهل بقى معهم معرفة، وأحضر لبيدا ذلك، فجمعهم فسألهم، فقالوا :إنا لنعرفه ونقوله، وسأل لبيدا فقال :ما قلت بيت شعر منذ سمعت الله عز وجل يقول (الم ذلك الكتاب لا ريب فيه)

وقال ابن العربى :من المذموم فى الشعر التكلم من الباطل بما لم يفعله المرء رغبة فى تسلية النفس وتحسين القول.

وقال الشافعية :يكره أن يشبب من حليلته بما حقه الإخفاء ، وذلك ما لم تتأذ بإظهاره وإلا حرم .

وقال الحنابلة :يكره من الشعر الهجاء والشعر الرقيق الذى يشبب بالنساء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦،ص١١٦ ،مادة ”شعر“)

وقت تک شعر بنانا، کہنا اور سننا فی نفسہ مباح و جائز ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 13...... شعر سیکھنا یا اس کی تعلیم حاصل کرنا اس وقت تک جائز و مباح ہے، جب تک اس میں کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آئے، بلکہ بعض اشعار کا سیکھنا ضروری بھی ہو جاتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [2]

مسئلہ نمبر 14...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر سے منع کر دیا گیا تھا، جس میں مختلف حکمتیں شامل تھیں۔ [3]

---

[1] وقد يكون الشعر مباحا وهو الأصل في الشعونصوص فقهاء المذاهب في ذلك الحكم متقاربة: قال الحنفية :اليسير من الشعر لا بأس به إذا قصد به إظهار النكات والتشابيه الفائقة والمعاني الرائقة، وما كان من الشعر في ذكر الأطلال والأزمان والأمم فمباح.وقال المالكية :يباح إنشاد الشعر وإنشاؤه ما لم يكثر منه فيكره، إلا في الأشعار التي يحتاج إليها في الاستدلال.

وقال الشافعية :يباح إنشاء الشعر وإنشاده واستماعه -ما لم يتضمن ما يمنعه أو يقتضيه اتباعا للسلف والخلف، ولأنه صلى الله عليه وسلم كان له شعراء يصغي إليهم كحسان بن ثابت وعبد الله بن رواحة وكعب بن مالك رضي الله تعالى عنهم، ولأنه صلى الله عليه وسلم استنشد من شعر أمية ابن أبي الصلت مائة بيت، أي لأن أكثر شعره حكم وأمثال وتذكير بالبعث ولهذا قال صلى الله عليه وسلم :كاد أن يسلم . ولقوله صلى الله عليه وسلم :إن من الشعر حكمة.

وقال ابن قدامة :ليس في إباحة الشعر خلاف، وقد قاله الصحابة والعلماء ، والحاجة تدعو إليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦،ص١١٧،مادة " شعر")

[2] ثانيا :تعلم الشعر :ذهب الفقهاء إلى أن تعلم الشعر مباح إن لم يكن فيه سخف أو حث على شر أو ما يدعو إلى حظره .وتعلم بعض الشعر يكون فرض كفاية عند الحنفية كما نقل ابن عابدين عن الشهاب الخفاجي . وقال المالكية :لا نزاع في جواز تعلم الأشعار التي يذكرها المصنفون للاستدلال بها .ونص الحنابلة على أنه يصح استئجار لتعليم نحو شعر مباح ويجوز أخذ الأجر عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦،ص١١٧،مادة " شعر")

[3] ثالثا :منع النبي صلى الله عليه وسلم من الشعر :كان النبي صلى الله عليه وسلم أفصح الفصحاء وأبلغ البلغاء ، وقد أوتي صلى الله عليه وسلم جوامع الكلم، ولكنه صلى الله عليه وسلم حجب عنه الشعر لما كان الله سبحانه وتعالى قد ادخره له من فصاحة القرآن وإعجازه دلالة على صدقه، كما سلب عنه الكتابة وأبقاه على حكم الأمية تحقيقا لهذه الحالة وتأكيدا، ولئلا تدخل الشبهة على من أرسل إليه فيظن أنه قوي على القرآن بما في طبعه من القوة على الشعر.

قال الله تعالى :(وما علمناه الشعر وما ينبغي له إن هو إلا ذكر وقرآن مبين)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦،ص١١٧،مادة " شعر")

البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات دوسرے لوگوں کے شعر کو کسی ضرورت کے تحت ذکر فرمایا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رجزیہ کلام بھی ثابت ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشِ نظر قافیہ بندی اور وزن کی سلامتی نہیں تھی، بلکہ وہ اس قصد کے بغیر بلاتکلف نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا ہے، جو فی نفسہٖ شعر میں داخل نہیں، لیکن ظاہری اعتبار سے شعر کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے بعض حضرات نے اس کو شعر میں داخل کیا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 15...... احرام کی حالت میں ایسا شعر کہنا جائز ہے، جس طرح کا شعر اور نظم کے بغیر نثر میں کلام کرنا جائز ہے، یعنی جب کہ اس میں کوئی رفث اور فحش وگناہ والی بات شامل نہ ہو۔ [2]

---

[1] وقد اختلف فی جواز تمثل النبی صلی الله علیه وسلم بشیء من الشعر وإنشاده حاکیا عن غیره، والصحیح جوازه لما روی المقدام بن شریح عن أبیه قال :قلت لعائشة :أکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتمثل بشیء من الشعر؟ قالت :کان یتمثل بشعر ابن أبی رواحة ویتمثل ویقول ویأتیک بالأخبار من لم تزود.

.وروی أبو هریرة رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال :أصدق کلمة قالها شاعر کلمة لبید:ألا کل شیء ما خلا الله باطل.

وإصابة النبی صلی الله علیه وسلم وزن الشعر لا یوجب أنه یعلم الشعر، وکذلک ما یأتی من نثر کلامه مما یدخل فی وزن کقوله صلی الله علیه وسلم :هل أنت إلا أصبع دمیت وفی سبیل الله ما لقیت وقول صلی الله علیه وسلم :أنا النبی لا کذب أنا ابن عبد المطلب .

فقد یأتی مثل ذلک فی آیات القرآن الکریم کقوله تعالی :(لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون) وقوله سبحانه :(نصر من الله وفتح قریب)وقوله عز وجل :(وجفان کالجواب وقدور راسیات) إلی غیر ذلک من الآیات، ولیس هذا شعرا ولا فی معناه، ولا یلزم من ذلک أن یکون النبی صلی الله علیه وسلم عالما بالشعر ولا شاعرا؛ لأن إصابة القافیتین من الرجز وغیره من غیر قصد کما قال القرطبی، لا توجب أن یکون القائل عالما بالشعر ولا یسمی شاعرا، کما أن من خاط خیطا لا یکون خیاطا، قال أبو إسحاق الزجاج :معنی (ما علمناه الشعر) وما علمناه أن یشعر، أی ما جعلناه شاعرا، وهذا لا یمنع أن ینشد شیئا من الشعر (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲٦، ص۱۱۸ ،مادة " شعر")

[2] خامسا :إنشاد المحرم الشعر :یجوز للمحرم إنشاد الشعر الذی یجوز للحلال إنشاده، فیجوز للمحرم إنشاد الشعر الذی فیه وصف المرأة بما لا فحش فیه، وقد روی أن أبا هریرة رضی الله تعالی عنه أنشد مثل ذلک وهو محرم، وروی أبو العالیة قال :کنت أمشی مع ابن عباس وهو محرم، وهو یرتجز بالإبل ویقول:وهن یمشین بنا همیا

. . .إلخ، فقلت :أترفث وأنت محرم؟ قال :إنما الرفث ما روجع به النساء (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲٦،ص ۱۲۰ ،مادة " شعر")

مسئلہ نمبر 16...... جن اشعار میں کوئی بات خلافِ شریعت نہ پائی جاتی ہو، ان کے شروع میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھنا یا لکھنا بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک جائز ہے، اور بعض فقہائے کرام اشعار کے ساتھ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے استعمال کو ناپسند قرار دیتے ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 17...... حنفیہ وغیرہ کے نزدیک جائز شعر کی تعلیم دینے کو نکاح کے مہر میں مقرر کرنا جائز نہیں۔

البتہ شافعیہ کے نزدیک اس کی گنجائش ہے، جب کہ وہ شعر ایسا ہو، جس کی تعلیم وتعلم اور اس پر اجرت کا لین دین جائز ہو، چنانچہ شافعیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص عورت کو اس طرح کے شعر یا اشعار تعلیم دینے کو نکاح کے مہر میں مقرر کرے، تو جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 18...... شعروں والی کتاب جس میں جائز اشعار ہوں، یا اس کی جلد یا کاغذ کی مالیت نصاب کے بقدر ہو، اس کے چوری کرنے پر شافعیہ کے نزدیک اسلامی قانون کی رُو سے بطورِ حدو سزا چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ [3]

مسئلہ نمبر 19...... اگر شاعر اپنے شعر میں کوئی ایسی بات ذکر کرے، جس کی وجہ سے اسلامی

---

[1] سادسا : كتابة البسملة قبل الشعر:
ذهب الفقهاء إلى أنه يسن ذكر "بسم الله الرحمن الرحيم "فى ابتداء جميع الأفعال والأقوال غير المحظورة، وفى ابتداء الكتب والرسائل، عملا بقول النبى :كل أمر ذى بال لا يبدأ فيه ببسم الله الرحمن الرحيم فهو أقطع أى :ناقص غير تام، فيكون قليل البركة .ونقل ابن الحكم -كما قال البهوتى -أن البسملة لا تكتب أمام الشعر ولا معه، وذكر الشعبى أنهم كانوا يكرهونه، قال القاضى: لأنه يشوبه الكذب والهجو غالبا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦،ص ١٢٠، مادة " شعر")

[2] سابعا :جعل تعليم الشعر صداقا:نص الشافعية على أنه يصح جعل تعليم الشعر للمرأة صداقا لها إذا كان مما يحل تعلمه، وفيه كلفة بحيث تصح الإجارة عليه، وقد سئل المزنى عن صحة جعل الصداق شعرا فقال :يجوز إن كان مثل قول القائل وهو أبو الدرداء الأنصارى:

يريد المرء أن يعطى مناه ويأبى الله إلا ما أرادا
يقول المرء فائدتى وزادى وتقوى الله أعظم ما استفادا

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦،ص ١٢٠، مادة " شعر")

[3] ثامنا :القطع بسرقة كتب الشعر:نص الشافعية على أنه يجب القطع بسرقة كتب التفسير والحديث والفقه، وكذا الشعر الذى يحل الانتفاع به، وما لا يحل الانتفاع به لا قطع فيه، إلا أن يبلغ الجلد والقرطاس نصابا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦،ص ١٢١، مادة " شعر")

قانون میں حد والی سزا ہوا کرتی ہے، تو بعض فقہائے کرام کے نزدیک شعر میں اس طرح کی بات کا اعتراف کرنے سے، اس پر حد لاگو کی جائے گی، کیونکہ شعر بھی ایک کلام ہے، جس پر اچھے اور برے ہونے کے احکام جاری ہوتے ہیں، لیکن اکثر فقہائے کرام کے نزدیک حد لاگو نہیں کی جائے گی، کیونکہ شعر میں عموماً اس طرح کی مبالغہ آرائی کی جایا کرتی ہے، جو جھوٹ تک پہنچ جاتی ہے، اور اس میں ایسے دعوے کردیئے جاتے ہیں، جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، لہٰذا شعر گوئی میں اس طرح کی بات کہنے پر ان حضرات کے نزدیک حد نہیں لگائی جائے گی۔ [1]

مسئلہ نمبر 20...... بعض فقہائے کرام کے نزدیک شعر و شاعری کی کمائی حرام شمار ہوتی ہے، کیونکہ عموماً شاعر کو جو کچھ دیا جاتا ہے، وہ اس کی زبان کو بند کرنے کے لئے دیا جاتا ہے، تاکہ وہ دوسرے کی ہجو نہ کرے، یا اس کی شان میں تعریف کرے۔

البتہ جس شاعر کے شر سے امن حاصل ہو، اور اس کو بطور انعام کے کچھ دیا جائے، تو وہ حرام

---

[1] تاسعا :الحد بما جاء فی الشعر :اختلف الفقهاء فيما إذا اعترف الشاعر فی شعره بما يوجب حدا، هل يقام عليه الحد أم لا؟ فذهب البعض إلى أنه يقام عليه الحد بهذا الاعتراف.

وذهب الأكثرون إلى أنه لا يقام عليه الحد؛ لأن الشاعر قد يبالغ فی شعره حتى تصل به المبالغة إلى الكذب وادعاء ما لم يحدث ونسبته إلى نفسه، رغبة فی تسلية النفس وتحسين القول، روى على بن أبی طلحة عن ابن عباس رضی الله تعالى عنهما فی قوله تعالى :(والشعراء يتبعهم الغاوون ألم تر أنهم فی كل واد يهيمون وأنهم يقولون ما لا يفعلون) قال :أكثر قولهم يكذبون فيه، وعقب ابن كثير بقوله :وهذا الذی قاله ابن عباس رضی الله عنه هو الواقع فی نفس الأمر، فإن الشعراء يتبجحون بأقوال وأفعال لم تصدر منهم ولا عنهم، فيتكثرون بما ليس لهم .وقد روی عن عمر رضی الله عنه أنه سمع شعرا للنعمان بن عدی بن نضلة يعترف فيه بشرب الخمر، فلما سأله قال :والله يا أمير المؤمنين ما شربتها قط، وما فعلت شيئا مما قلت، وما ذاك الشعر إلا فضلة من القول، وشیء طفح على لسانی، فقال عمر :أظن ذلك، ولكن والله لا تعمل لی عملا أبدا وقد قلت ما قلت، فلم يذكر أنه حده على الشراب وقد ضمنه شعره؛ لأن الشعراء يقولون ما لا يفعلون ولكن ذمه عمر رضی الله عنه ولامه على ذلك وعزله به(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٢٦،ص ١٢١،مادة " شعر")

میں داخل نہیں، بلکہ حلال ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 21...... جو شخص ناجائز یا ایسے شعر کا ارتکاب نہیں کرتا، جو مروت اور وقار کی شان کے خلاف ہے، تو اس کی شہادت و گواہی شرعاً قبول کی جاتی ہے۔

اور جو شخص کثرت سے شعر و شاعری کو اختیار کرے، اور اس کو مشغلہ بنالے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی مروت اور وقار کی شان میں خلل آجاتا ہے، اس لئے اس کی شہادت و گواہی قبول نہیں کی جاتی۔

---

[1] عاشرا :التكسب بالشعر :ذهب بعضه الفقهاء إلى أن التكسب بالشعر من المكاسب الخبيثة ومن السحت الحرام؛ لأن ما يدفع إلى الشاعر إنما يدفع إليه عادة لقطع لسانه، والشاعر الذى يكون كذلك إنما هو شيطان لما فى الصحيح عن أبى سعيد الخدرى -رضى الله تعالى عنه -قال :بينا نحن نسير مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إذ عرض شاعر ينشد، فقال صلى الله عليه وسلم : خذوا الشيطان . قال القرطبى :قال علماؤنا:

وإنما فعل النبى صلى الله عليه وسلم هذا مع هذا الشاعر لما علم من حاله، فلعله كان ممن قد عرف أنه اتخذ الشعر طريقا للتكسب، فيفرط فى المدح إذا أعطى، وفى الهجو والذم إذا منع، فيؤذى الناس فى أموالهم وأعراضهم، ولا خلاف فى أن من كان على مثل هذه الحالة، فكل ما يكتسبه بالشعر حرام، وكل ما يقوله من ذلك حرام عليه، ولا يحل الإصغاء إليه، بل يجب الإنكار عليه، فإن لم يمكن ذلك لمن خاف من لسانه قطعا تعين عليه أن يداريه بما استطاع، ويدافعه بما أمكن، ولا يحل له أن يعطى شيئا ابتداء ؛ لأن ذلك عون على المعصية، فإن لم يجد بدا من ذلك أعطاه بنية وقاية العرض، فما وقى به المرء عرضه كتب له به صدقة.

وذكر الحصكفى الحنفى أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يعطى الشعراء ولمن يخاف لسانه، ونقل ابن عابدين ما ورد عن عكرمة مرسلا قال :أتى شاعر النبى صلى الله عليه وسلم فقال :يا بلال، اقطع عنى لسانه فأعطاه أربعين درهما .

وقال عدى بن أرطاة لعمر بن عبد العزيز :يا أمير المومنين، إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد مدح وأعطى وفيه أسوة لكل مسلم، قال :ومن مدحه؟ قال :عباس بن مرداس السلمى فكساه حلة قطع بها لسانه .

أما الشاعر الذى يؤمن شره، ولا يعطى مداراة له وقطعا للسانه، فالظاهر أن ما يدفع إليه حلال، لأن النبى ﷺ دفع بردته إلى كعب بن زهير رضى الله عنه لما امتدحه بقصيدته المشهورة .

ولما استخلف عمر بن عبد العزيز وفد عليه الشعراء كما كانوا يفدون على الخلفاء قبله، فأقاموا ببابه أياما لا يأذن لهم بالدخول، حتى قدم عدى بن أرطاة وكانت له مكانة، فتعرض له جرير وطلب شفاعته، فاستأذن لهم، فلم يأذن إلا لجرير، فلما مثل بين يديه قال له :اتق الله ولا تقل إلا حقا، فمدحه بأبيات، فقال عمر :يا جرير، لقد وليت هذا الأمر وما أملك إلا ثلاثمائة، فمائة أخذها عبد الله، ومائة أخذتها أم عبد الله، يا غلام :أعطه المائة الثالثة، فقال :والله يا أمير المؤمنين، إنها لأحب مال كسبته إلى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦،ص ١٢١ و١٢٣ ،مادة "شعر")

اور مالکیہ کے نزدیک جو شاعر کسی حرام چیز کا ارتکاب نہ کرے، اس کی شہادت و گواہی جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

اور شافعیہ کے نزدیک جب شاعر کسی پاکدامن شخص کی توہین کرے، جس کی وجہ سے اس پر فسق کا حکم عائد ہو، یا وہ شعر میں کسی متعین عورت کے حسن و جمال اور اس کی صفات کا ذکر کرے، یا کسی کی پردہ دری کرے، یا ایسے اعضاء کا وصف بیان کرے، جن کے پردے کا حکم ہے، یا شعر میں کثرت سے جھوٹ کا ارتکاب کرے، تو اس طرح کی حرکات کے مرتکب شعر گو شخص کی شہادت و گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

اور حنابلہ کے نزدیک جو شاعر مسلمانوں کی تحقیر کرے، یا کسی کی جھوٹی تعریف کرے، یا کسی مسلمان کو تہمت لگائے، تو اس کی شہادت و گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] حادی عشر :شهادة الشاعر :ذهب الفقهاء إلى قبول شهادة الشاعر الذى لا يرتكب بشعره محرما أو ما يخل بالمروء ة، فإن ارتكب ذلك ففى رد شهادته به تفصيل:

قال الحنفية:من كثر إنشاده وإنشاؤه حين تنزل به مهماته ويجعله مكسبة له تنقض مروء ته وترد شهادته.

وقال المالكية :تجوز شهادة الشاعر إذا كان لا يرتكب بشعره محرما، وإلا امتنعت شهادته .

وقال الشافعية :ترد شهادة الشاعر إذا هجا معصوم الدم -مسلما أو ذميا -بما يفسق به، بخلاف الحربى فلا يحرم هجاؤه، ولا ترد شهادة الشاعر بهجائه، لأن النبى صلى الله عليه وسلم أمر حسان بن ثابت رضى الله تعالى عنه بهجاء الكفار .

وظاهر كلامهم جواز هجو الكافر المعين، وعليه فيفارق عدم جواز لعنه بأن اللعن الإبعاد من الخير، ولاعنه لا يتحقق بعده منه فقد يختم له بخير.

وقالوا :ترد شهادة الشاعر كذلك إذا شبب بامرأة معينة بأن ذكر صفاتها من نحو حسن وطول وغير ذلك، لما فيه من الإيذاء ، وكذلك إذا هتك الستر ووصف أعضاء ها الباطنة بما حقه الإخفاء ولو كان من حليلته، ومثل المرأة فى ذلك الأمرد إذا صرح بعشقه، فإذا لم يعين الشاعر من يشبب به فلا إثم عليه لأن التشبيب صنعة، وغرض الشاعر تحسين صنعته لا تحقيق المذكور فيه، فليس ذكر شخص مجهول تعيينا، لكن بعض الشعراء قد ينصبون قرائن تدل على تعيين المشبب به، وعندئذ يكون التشبيب مع هذه القرائن فى حكم التشبيب بمعين.

وترد شهادة الشاعر كذلك عند الشافعية إن أكثر الكذب فى شعره، وجاوز فى ذلك الحد بحيث لا يمكن حمله على المبالغة .

وقال الحنابلة :الشاعر متى كان يهجو المسلمين أو يمدح بالكذب أو يقذف مسلما أو مسلمة فإن شهادته ترد، وسواء قذف بنفسه أو بغيره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦،ص١٢٣ ،مادة " شعر")

(باب نمبر 3)

موسیقی (Music) اور گانے (Song) کی ممانعت

قرآن وسنت میں موسیقی (Music) اور گانے (Song) کی ممانعت کا ذکر آیا ہے، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

لہوالحدیث اور گانا (Song) اور اللہ کے راستہ سے گمراہی

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورة لقمان، رقم الآية ٦)

ترجمہ: اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں، جو خریدتے ہیں ''لہوالحدیث'' کو، تاکہ گمراہ کریں اللہ کے راستہ سے بغیر علم کے، اور بنائیں اُس (یعنی اللہ کے راستہ) کا مذاق، یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے عذاب ہے ذلت والا (سورہ لقمان)

اس آیت میں ''لہوالحدیث'' (یعنی کھیل کی باتوں) سے مراد گانا بجانا اور آلاتِ موسیقی ہیں، کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام اور مفسرینِ کرام سے اس آیت کی یہی تفسیر منقول ہے۔

چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَبِيْعُوْا الْقَيْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ وَلَا خَيْرَ فِیْ تِجَارَةٍ فِيْهِنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ وَفِیْ مِثْلِ هٰذَا أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةُ '' وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ

الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ " إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم گانے والی (عورتوں اور چیزوں) کی خرید وفروخت نہ کرو، اور ان (عورتوں) کو گانا بھی نہ سکھاؤ، اور ان کی تجارت میں کوئی خیر نہیں، اور ان کی قیمت حرام ہے، اور اسی جیسی چیزوں کے بارے میں ہی سورہ لقمان کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِى لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ . إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ"

"اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں، جو خریدتے ہیں "لہو الحدیث" کو، تا کہ گمراہ کریں اللہ کے راستہ سے بغیر علم کے، اور بنائیں اُس (یعنی اللہ کے راستہ) کا مذاق، یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے عذاب ہے ذلت والا" (ترمذی)

یہ حدیث سند کے اعتبار سے اگرچہ ضعیف ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٣١٩٥، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة لقمان، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ٧٦٥٠، ورقم الحديث ٧٧٦٣.

[2] قال الترمذى:

هذا حديث غريب إنما يروى من حديث القاسم عن أبى أمامة والقاسم ثقة، وعلى بن يزيد يضعف فى الحديث، سمعت محمدا يقول :القاسم ثقة، وعلى بن يزيد يضعف (سنن الترمذى، تحت رقم الحديث ٣١٩٥)

وقال الالبانى بعد البحث الطويل:

و بقى الحديث على ضعفه ، إلا ما يتعلق منه بنزول الآية فى الغناء ، للشواهد الصحيحة المذكورة عن ابن مسعود و غيره ، فإنها فى حكم المرفوع عند الحاكم و غيره ، لاسيما و قد حلف ابن مسعود ثلاث مرات على نزولها فى الغناء ، و قد صححه ابن القيم فى "إغاثة اللهفان (١/٢٤٠) عن ابن عباس و ابن مسعود ، ثم تتابعت الآثار بذلك عن التابعين وغيرهم ، و منهم الحسن البصرى ، فقد جزم بأنها نزلت فى الغناء و المزامير .كماأخرجه ابن أبى حاتم عنه كما فى "الدر المنثور "(٥/١٥٩) (السلسلة الصحيحة ، تحت رقم الحديث ٢٩٢٢)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اس کی تائید چند صحابۂ کرام اور جلیل القدر تابعین کی مستند روایات سے ہوتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال أبو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة الكويتي:

"لا يحل بيع المغنيات ولا شراؤهن"قال الحافظ :وقد أخرج الترمذى من حديث أبى أمامة رفعه :فذكره، الحديث وفيه "وفيهنّ أنزل الله (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ) (لقمان :) الآية، وسنده ضعيف.

يرويه عبيد الله بن زَحْر واختلف عنه -:فقال غير واحد :عن عبيد الله بن زحر عن على بن يزيد الألهانى عن القاسم بن عبد الرحمن عن أبى أمامة مرفوعا "لا تبيعوا القينات ولا تشتروهنّ، ولا تعلموهنّ، ولا خير فى تجارة فيهنّ وثمنهن حرام .فى مثل ذلک أنزلت عليه هذه الآية (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ) " إلى آخر الآية.وفى لفظ "لا يحل بيع المغنيات ولا شراؤهن "أخرجه أحمد(۵/۲۶۴)والترمذى (۲۱۸۲ و) وفى "العلل(۱/۱ ۵۱ ـ ۵۱۲)"والبيهقى (۲/۱۴)وابن الجوزى فى "العلل(۱۳۰۷)"عن بكر بن مُضر المصرى وأحمد (۵/۲۵۲)والطبرى فى "تفسيره (۲۱/۶۰)"وابن أبى حاتم فى "تفسيره "كما فى "تفسير ابن كثير(۳/۴۴۲) " والطبرانى فى "الكبير(۷۸۶۲)"وابن بشران(۱۵۰۲)والبيهقى(۶/۱۴ ـ ۱۵)عن خلاد بن عيسى الصفار والطبرانى فى الكبير(۷۸۵۵)وابن الجوزى فى "تلبيس إبليس(ص : ۲۵۹ ـ ۲۶۰)" عن يحيى بن أيوب المصرى ثلاثتهم عن عبيد الله بن زحر به -.ورواه أبو المُهلب مُطَّرح بن يزيد الأسدى عن عبيد الله بن زحر واختلف عنه : فقال غير واحد :عن مطرح عن عبيد الله بن زحر عن على بن يزيد عن القاسم عن أبى أمامة.أخرجه الطبرى(۲۱/۶۰)

عن عمرو بن قيس الكلابى والحارث فى "مسنده "(إتحاف الخيرة ۳۶۶۸ ص ۶۷۹۴) والرويانى(۱۱۹۶)والطبرى(۲۱/۶۰)والواحدى فى "الوسيط (۳/۴۴۱) " عن إسماعيل بن عياش والحكيم الترمذى فى "المنهيات "(ص ۱۱۳) والطبرانى فى "الكبير(۷۸۰۴)"والواحدى فى "أسباب النزول "(ص ۱۹۷ ـ ۱۹۸)والبغوى فى "تفسيره(۵/۲۱۳)"

عن مشمعل بن ملحان الطائى وابن الجوزى فى "تلبيس إبليس "(ص ۲۶۰)عن منصور بن أبى الأسود الكوفى كلهم عن مطرح بن يزيد به.

وقال عاصم بن سليمان الأحول :عن مطرح عن عبيد الله بن زحر عن أبى أمامة .لم يذكر على بن يزيد ولا القاسم بن عبد الرحمن .أخرجه ابن ماجه(۲۱۶۸)وابن أبى الدنيا فى "ذم الملاهى "(ق/۸/أ) ورواه سفيان بن عُيينة عن مطرح بن يزيد واختلف عنه:

فرواه محمد بن أبى عمر العدنى عن سفيان عن مطرح عن عبيد الله بن زحر عن على بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت ابوالصہباء سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ ’’وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَہْوَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یزید عن القاسم عن أبی أمامة .أخرجه الطبرانی(۷۸۰۵)ورواہ الحمیدی(۹۱۰) عن سفیان فلم یذکر علی بن یزید .ومطرح بن یزید قال الذهبی فی "المیزان :"مجمع علی ضعفه -.ورواہ لیث بن أبی سلیم عن عبید الله بن زحر واختلف عنه: فقال موسی بن أعْیَن الجزری :عن لیث عن عبید الله بن زحر عن علی بن یزید عن القاسم عن أبی أمامة.

أخرجه الطبرانی(۷۸۶۱)وقال المعتمر بن سلیمان التیمی :عن لیث عن عبید الله بن زحر عن القاسم عن عائشة أو عن أبی أمامة.

ولم یذکر علی بن یزید.أخرجه ابن أبی الدنیا فی "ذم الملاهی "(ق /۴ب) والرویانی (۱۱۹۲)

وتابعه عبد الوارث بن سعید البصری عن لیث إلا أنه قال :عن أبی أمامة وعائشة.

أخرجه مسدد فی "مسنده "(إتحاف الخیرة۳۶۶۷ص ۲۷۹۳ولیث ضعیف أیضًا.

-ورواہ رقبة بن مَسْقَلة الکوفی عن عبید الله بن زحر عن القاسم عن أبی أمامة ولم یذکر علی بن یزید.أخرجه ابن أبی الدنیا فی "ذم الملاهی "(ق /۴ب) وابن الجوزی فی "العلل(۱۳۰۶)"

وحدیث بکر بن مضر ومن تابعه أصح .

قال الترمذی :حدیث أبی أمامة إنّما نعرفه مثل هذا من هذا الوجه، وقد تکلم بعض أهل العلم فی علی بن یزید وضعفه .وقال أیضًا :هذا حدیث غریب إنّما یروی من حدیث القاسم عن أبی أمامة، والقاسم ثقة، بن یزید یضعف فی الحدیث .سمعت محمدا یقول: القاسم ثقة، وعلی بن یزید یضعف .وقال فی "العلل :"سألت محمدا عن أحمد هذا الحدیث فقال :عبید الله بن زحر ثقة، وعلی بن یزید ذاهب الحدیث، والقاسم بن عبد الرحمن ثقة"

وقال الهیثمی :وفیه علی بن یزید الألهانی وهو ضعیف "المجمع(۱۲۲/۸)

قلت :ولم ینفرد به بل تابعه یحیی بن الحارث الذماری عن القاسم عن أبی أمامة مرفوعا "لا یحل بیع المغنیات ولا شراؤهنّ ولا تجارة فیهنّ وثمنهنّ حرام "وقال :إنّما نزلت هذا الآیة فی ذلک (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَشْتَرِی لَهْوَ الْحَدِیثِ) " حتی فرغ من الآیة، ثم أتبعها "والذی بعثنی بالحق ما رفع رجل عقیرته بالغناء إلا بعث الله -عز وجلّ -عند ذلک شیطانین یرتقدان علی عاتقیه ثم لا یزالان یضربان بأرجلهما علی صدره -وأشار إلی صدر نفسه -حتی یکون هو الذی یسکت"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

الْـحَـدِيْـثِ لِيُـضِـلَّ عَـنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ " قَالَ: هُوَ وَاللّٰهِ الْغِنَاءُ (مستدرک حاکم) ؎

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے (سورہ لقمان کی آیت)

" وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ"

کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ قسم اللہ کی وہ (یعنی لہوالحدیث) گانا ہے (حاکم)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أخـرجه الطبراني فى "الكبير(٧٧٤٩)"وفى "مسـنـد الشاميين(٨٩٣)"عـن محمد بن جـعـفـر بـن سفيان الرقى ثنا أيوب بن محمد الوزان ثنا الوليد بن الوليد ثنا ابن ثوبان عن يحيى بن الحارث به.

وأخـرجه فى "الكبير(٧٧٤٩)"عـن عبـدان بـن أحـمـد الأهوازى ثنا العباس بن الوليد الخلال الدمشقى ثنا الوليد بن الوليد به .وإسناده ضعيف جدًا .قال ابن حبان :الوليد بن الوليد يروى عن ابن ثوبان وثابت بن يزيد العجائب لا يجوز الاحتجاج به فيما يروى.

وقال الحاكم :روى عن ابن ثوبان أحاديث موضوعة.وقال أبو نعيم :روى عن ابن ثوبان مـوضـوعـات .ولـم يـنـفـرد عبـد الـرحمن بن ثابت بن ثوبان به بل تابعه مسلمة بن على الخُشَنى ثنى يحيى بن الحارث به.أخرجه ابن عدى(٢٣١٥/٦)

ومسلمة بن على قال النسائى وغيره :متروك الحديث.وللحديث شاهد عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال :نهى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -عن بيع المغنيات وشـراؤهن وأكل ثمنهنّ وكسبهن.أخـرجه تمام (ق/١٠٦ أ) مـن طريق سليمان بن عبد الـرحـمـن الدمشقى ثنا أبو عمرو ناشب بن عمرو الشيبانى ثنا مقاتل بن حيان عن عمرو بـن شـعيب به.وإسـنـاده ضـعيف لـضعف ناشب بن عمرو .(أَنِيسُ السَّـارى فـى تخريج وَتـحـقـيـق الأحـاديـث التـى ذكـرهـا الـحَافظ ابن حَجر العسقلانى فى فَتح البَارى، رقم الحديث ٤٤٩٤،حرف اللام ألف)

؎ رقم الـحـديـث ٣٥٤٢،كتاب التفسير،دار الكتب العلمية -بيـروت، شـعب الايمان للبيهقى رقم الحديث ٤٧٤٣، مصنف ابنِ ابى شيبة رقم الحديث ٢١٥٣٧ .

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص:

صحيح.

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ : اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْهَا؟ فَقَالَ : اَلْغِنَاءُ، وَالَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ قسم ہے اللہ وحدہٗ لاشریک کی وہ (یعنی لہوالحدیث) گانا ہی ہے (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت مقسم سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: اَلْغِنَاءُ وَشِرَاءُ الْمُغَنِّيَةِ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اس آیت میں ''لہو الحدیث'' سے مراد) گانا اور گانے والی (باندی یا چیز) کو خریدنا ہے (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ'' قَالَ: اَلْغِنَاءُ وَأَشْبَاهُهٗ (الادبُ المفرد للبخاری) [3]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (سورہ لقمان کی) اس آیت کہ:

''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ''

کے بارے میں فرمایا کہ (اس آیت میں ''لہوالحدیث'' سے) گانا اور اس جیسی

---

[1] رقم الحدیث ۲۱۵۳۷، کتاب البیوع والاقضیة، باب فی هذه الآیة ومن الناس من یشتری لهو الحدیث.

[2] رقم الحدیث ۲۱۵۳۸، کتاب البیوع والاقضیة، باب فی هذه الآیة ومن الناس من یشتری لهو الحدیث.

[3] رقم الحدیث ۷۸۶، ص ۲۷۴، باب الغناء واللهو، مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۲۱۵۴۴.

قال الألبانی:

صحیح (حاشیة الادب المفرد)

دوسری چیزیں مراد ہیں (ادبُ المفرد، ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت سعید بن جبیر کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ ابُنِ عَبَّاسٍ فِیُ هٰذِهِ الُآيَةِ " مَنُ يَّشُتَرِیُ لَهُوَ الُحَدِيُثِ "قَالَ: نَزَلَتُ فِی الُغِنَاءِ وَأَشُبَاهِهٖ(سنن البيهقی) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے سورہ لقمان کی آیت

"مَنُ يَّشُتَرِیُ لَهُوَ الُحَدِيُثِ"

کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت گانے (Song) اور اس جیسی چیزوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے (بیہقی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت مجاہد، اور حضرت عکرمہ اور حضرت مکحول اور حضرت حبیب وغیرہ سے بھی مذکورہ آیت کی یہی تفسیر منقول ہے۔ [2]

اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کی ان روایات کو مرفوع حدیث کا

---

[1] رقم الحديث ٢٠٩٨٧، كتاب الشهادات، جماع أبواب من تجوز شهادته ,ومن لا تجوز من الأحرار البالغين العاقلين المسلمين،باب :ما جاء فی ذم الملاهی من المعازف والمزامير ونحوها.

[2] عن قابوس بن أبی ظبيان، عن أبيه، عن جابر فی قوله:(ومن الناس من يشتری لهو الحديث) قال :هو الغناء والاستماع له(جامع البيان فی تأويل القرآن،للطبری، ج٢٠،ص١٢٨، سورة لقمان)

عن مجاهد ، قال :هو الغناء ، والغناء منه ، والإستماع إليه (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ٢١٥٣٩، كتاب البيوع والاقضية، باب فی هذه الآية ومن الناس من يشترِی لهو الحديث.)

عن الحكم ، عن مجاهد ، قال :هو الغناء (ايضاً، رقم الحديث ٢١٥٤٢)

عن شعيب ، عن عكرمة ، قال :هو الغناء (ايضاً، رقم الحديث ٢١٥٤٠)

عن أسامة بن زيد ، قال :سمعت عكرمة يقول :هو الغناءَ(ايضاً، رقم الحديث ٢١٥٤١)

حدثنی رستم، قال :سمعت مكحولا، يقول :من اشتری جارية لا يشتريها إلا للغناء ، فهو ممن قال الله عز وجل :(ومن الناس من يشتری لهو الحديث(امالی ابنِ بشران، الجزء الثانی، رقم الحديث ١١٩٤)

عن سفيان ، عن حبيب ، قال :هو الغناء (ايضاً، رقم الحديث ٢١٥٤٣)

درجہ حاصل ہے۔ ۱؎

۱؎ لقد وردت آثار كثيرة عن السلف من الصحابة وغيرهم تدل على حكمة التحريم وهى أنها تلهى عن ذكر الله تعالى وطاعته والقيام بالواجبات الشرعية مقتبسين ذلک من تسمية الله تعالى إياه ب (لهو الحديث) فى قوله :(ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا أولئک لهم عذاب مهين) وأنها نزلت فى الغناء ونحوه فأذكر منها ما ثبت إسناده إليهم:

فأولهم :ترجمان القرآن عبد الله بن عباس رضى الله عنهما قال:نزلت فى الغناء وأشباهه.

أخرجه البخارى فى الأدب المفرد١٢٦٥ وابن أبى شيبة ٦/٣١٠ وابن جرير فى التفسير ٢١/٤٠ وابن أبى الدنيا فيذم الملاهى والبيهقى فى السنن ١٠/٢٢١ و ٢٢٣من طرق عنه.

وثانيهم عبد الله بن مسعود أنه سئل عن هذه الآية المذكورة؟ فقال :هو الغناء والذى لا إله إلا هو يرددها ثلاث مرات،أخرجه ابن أبى شيبة أيضا وكذا ابن جرير وابن أبى الدنيا والحاكم ٢/٤١١ وعنه البيهقى وشعب الإيمان ٤/٢٧٨/٥٠٩٦ وابن الجوزى فى تلبيس إبليس ص٢٤٦وقال الحاكم:صحيح الإسناد ووافقه الذهبى وهو كما قالا وصححه ابن القيم.

وثالثهم عكرمة قال شعيب بن يسار :سألت عكرمة عن (لهو الحديث) ؟ قال :هو الغناء .أخرجه البخارى فى التاريخ ٢/٢/٢١٧وابن جرير أيضا وابن أبى شيبة وابن أبى الدنيا -واللفظ له -ومن طريقه البيهقى ورجاله ثقات غير شعيب هذا روى عنه ثقتان ووثقه ابن حبان ٤/٣٥٥ فهو حسن الإسناد إن شاء الله ولا سيما وقد تابعه أسامة بن زيد عند ابن أبى شيبة رقم١١٧٥ وابن جرير ٢١/٤١٤٠.

وأسامة بن زيد هو الليثى هنا وهو حسن الحديث فبهذه المتابعة القوية صح الأثر والحمد لله.

ورابعهم :مجاهد مثله.

أخرجه ابن أبى شيبة برقم١١٦٧ و١١٧٩ وابن جرير وابن أبى الدنيا٤/١ و٥/٢من طرق عنه بعضها صحيح وأبو نعيم فى الحلية ٣/٢٨٦ .

وفى رواية لابن جرير من طريق ابن جريج سمعته من مجاهد قال :اللهو :الطبلح

ورجاله كلهم ثقات فهو صحيح إن كان ابن جريج سمعه من مجاهد.

وفى الباب عن الحسن البصرى قال :نزلت هذه الآية (ومن الناس..) إلخ فى الغناء والمزامير.

عزاه السيوطى فى الدر المنثور ٥/١٥٩ (لابن أبى حاتم) وسكت عنه كغالب عادته ولم أقف على إسناده لأنظر فيه.

ولهذا قال الواحدى فى تفسيره الوسيط ٣/٤٤١.

أكثر المفسرين على أن المراد ب (لهو الحديث) الغناء قال أهل المعانى:ويدخل فى هذا كل من اختار اللهو والغناء والمزامير والمعازف على القرآن،وإن كان اللفظ ورد ب الاشتراء لأن هذا اللفظ يذكر فى الاستبدال والاختيار كثيرا.

ومن الآثار السلفية الدالة على حكمة التحريم(تحريم آلات الطرب،ج١،ص،١٤٢ الىٰ ١٤٥،الفصل الثامن :حكمة تحريم آلات الطرب والغناء)

لہو اور گانا (Song) اللہ کی عبادت سے مانع ہے

سورہ نجم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ . وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ . وَأَنْتُمْ سَامِدُوْنَ . فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (سورة النجم، رقم الآيات ۵۹ الى ۶۲)

ترجمہ: کیا اس کلام سے تم تعجب کرتے ہو، اور ہنستے ہو اور روتے نہیں، اور تم لہو کرتے ہو، پس تم سجدہ کرو اللہ کے لئے اور عبادت کرو (سورہ نجم)

مذکورہ آیات میں ''سَامِدُوْنَ'' یعنی لہو کرنے سے مراد حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ''گانا'' ہے۔

چنانچہ حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ، قَوْلُهٗ'' سَامِدُوْنَ ''قَالَ: هُوَ الْغِنَاءُ ، كَانُوْا إِذَا سَمِعُوْا الْقُرْآنَ تَغَنَّوْا وَلَعِبُوْا (تفسير الطبرى، سورة النجم، تحت رقم الآية ۶۱)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے قول ''سامدون'' کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد گانا (Song) ہے، جب وہ لوگ قرآن کو سنتے تھے، تو گانے اور لہو ولعب میں مشغول ہو جاتے تھے (طبری)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ''وَأَنْتُمْ سَامِدُوْنَ'' قَالَ: اَلْغِنَاءُ (مسند البزار، رقم الحديث ۴۷۲۴)[1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے ''وَأَنْتُمْ سَامِدُوْن'' کے بارے میں

---

[1] قال الهيثمي:

وعن ابن عباس (وأنتم سامدون) قال :الغناء .رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۳۸۱)

فرمایا کہ اس سے مراد گانا (Song) ہے (بزار)

اور متعدد مفسرین سے بھی مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہی بات منقول ہے۔ [1]

آلاتِ موسیقی کو حلال قرار دیئے جانے کا فتنہ

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اشعری سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ابوعامر یا ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے اور اللہ کی قسم انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا؛ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ:

لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَّ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ (بخاری) [2]

ترجمہ: یقیناً میری اُمت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زنا، ریشم اور شراب اور آلاتِ موسیقی (Musical instruments) کو (خوشنما تعبیروں مثلاً آرٹ، کلچر، ثقافت وغیرہ کے نام وعنوان سے) حلال کرلیں گے (بخاری)

''معازف'' عربی زبان میں آلاتِ موسیقی کو کہا جاتا ہے، جن کو انگریزی زبان میں ''Musical instruments'' کہا جاتا ہے۔ [3]

---

[1] قوله تعالى :(ومـن الناس من يشترى لهو الحديث) " من "فى موضع رفع بالابتداء .و "لهو الحديث :"الغنـاء ، فـى قول ابن مسعود وابن عباس وغيرهما .النحاس :وهـو مـمنوع بالكتاب والسنة، والتقدير :من يشترى ذا لهو أو ذات لهو، مثل ":وسئل القرية "أو يكون التقدير :لما كان إنـمـا اشتـراهـا يشتـريهـا ويبالغ فى ثمنها كأنه اشتراها للهو .قلت :هـذه إحدى الآيات الثلاث التى استدل بها العلماء على كراهة الغناء والمنع منه .والآية الثانية قوله تعالى ":وأنتم سامدون" قال ابن عباس :هـو الـغـنـاء بـالحميرية، اسمدى لنا، أى غنى لنا .والآية الثـالثة قـوله تعالى ":واستفزز من استـطـعت منهم بصوتک"قـال مجاهد :الـغـناء والمزامير .وقـد مضى فى "سبحان" الـكلام فيه (تفسير القرطبى، سورة لقمان، تحت رقم الآية ٦)

[2] رقم الحديث ٥٥٩٠، كتاب الأشربة، باب ماجاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه.

[3] ("والمعازف ") ، بفتح الميم أى :آلات الـلهـو يضرب بها، كالطبول، والعود، والمزمار، ونحوها، والمعنى :يـعدون هذه المحرمات حلالات بإرادات شبهات وأدلة واهيات (مرقاة ، ج٨، ص ٣٣٤٦، كتاب الآداب، باب البكاء والخوف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

موسیقی (Music) کی وجہ سے مسخ اور خسف ہونے کا عذاب

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فِىْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَتٰى ذَاكَ؟ قَالَ: إِذَا ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ (سنن الترمذی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقوله يستحلون قال بن العربي يحتمل أن يكون المعنى يعتقدون ذلك حلالا ويحتمل أن يكون ذلك مجازا على الاسترسال أى يسترسلون فى شربها كالاسترسال فى الحلال وقد سمعنا ورأينا من يفعل ذلك قوله والمعازف بالعين المهملة والزاى بعدها فاء جمع معزفة بفتح الزاى وهى آلات الملاهى ونقل القرطبى عن الجوهرى أن المعازف الغناء والذى فى صحاحه أنها آلات اللهو وقيل أصوات الملاهى وفى حواشى الدمياطى المعازف الدفوف وغيرها مما يضرب به ويطلق على الغناء عزف وعلى كل لعب عزف ووقع فى رواية مالك بن أبى مريم تغدو عليهم القيان وتروح عليهم المعازف (فتح البارى لابن حجر، ج ١٠، ص ٥٥، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه)

[1] رقم الحديث ٢٢١٢، ابواب الفتن، باب ما جاء فى علامة حلول المسخ والخسف.

قال الترمذی:

وقد روى هذا الحديث، عن الأعمش، عن عبد الرحمن بن سابط، عن النبى صلى الله عليه وسلم مرسل وهذا حديث غريب.

وقال الالبانی:

ورجاله صدوقون غير أن عبد الله هذا كان يخطىء كما فى "التقريب" فمثله يستشهد به (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٢٠٣)

وقال ایضاً:

أخرجه الترمذى فى كتاب الفتن وقم٢٢١٣ وابن أبى الدنيا فى ذم الملاهى ق ١/٢ وأبو عمرو الدانى فى السنن الواردة فى الفتن ق ١/٣٩ و ٢/٤٠ وابن النجار فى ذيل تاريخ بغداد١٨/٢٥٢ من طرق عن عبد الله بن عبد القدوس قال :حدثنى الأعمش عن هلال بن يساف عنه وقال الترمذى ":وقد روى هذا الحديث عن الأعمش عن عبد الرحمن بن سابط عن النبى صلى الله عليه وسلم مرسل وهذا حديث غريب."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں (زمین میں) دھنسنے اور صورتیں مسخ ہونے اور پتھر برسائے جانے کا عذاب ہوگا، مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کب ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب گانے والی (عورتیں اور چیزیں) اور گانے بجانے کے آلات (Musical instruments) عام ہوجائیں گے، اور شرابیں پی جائیں گی (ترمذی)

اور حضرت عبدالرحمٰن بن سابط سے مرسلاً روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ فِيْ أُمَّتِيْ خَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، وَهُمْ يَشْهَدُوْنَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ؟ فَقَالَ: نَعَمْ ، إِذَا ظَهَرَتِ الْمَعَازِفُ وَالْخُمُوْرُ وَلُبِسَ الْحَرِيْرُ (مصنف ابنِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :ورجاله ثقات غير عبد الله بن عبد القدوس قال الحافظ: "صدوق رمى بالرفض وكان أيضا يخطء."

قلت :رفضه لا يضر حديثه وخطؤه مأمون بالمتابعات أو الشواهد التي تؤيد حفظه له كما سأبينه(تحريم آلات الطرب، ج ا ،ص ٦٤،الفصل الأول :في ذكر الأحاديث الصحيحة في تحريم الغناء وآلات الطرب)

قال عبدالله بن يوسف الجديع:

قلت:يشير الترمذى الى الاختلاف فيه على الاعمش، وهذا فيما أرى، لايطعن على هذا الاسناد، لان الاعمش امام مكثر، يجوز ان يكون الخبر عنده باكثر من اسناد ، لكن الشأن فيمن دونه، وهو عبدالله بن عبدالقدوس، فانه ضعفه غير واحد من الائمة، ووثقه محمد بن عيسىٰ الطباع، وقال البخارى: هوفى الاصل صدوق، الا انه يروى عن اقوام ضعاف.

قلت: ومحصل اقوالهم فيه ان الرجل لايحتمل تفرده، وهو صالح الحديث فى المتابعات والشواهد، وعلى قول البخارى فانه حديثه اقوى من ذلک، لان شيخه هنا امام حافظ.

فالاسناد اذاً حسن فى الشواهد على اقل الاحوال(احاديث ذم الغناء والمعازف فى الميزان، صفحه ٣٨، ٣٩،مطبوعة : مكتبة دارالاقصىٰ، الكويت،الطبعة الاولىٰ: ١٤٠٦ـ 1986هـ)

ابی شیبة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں (زمین میں) دھنسنے اور صورتیں مسخ ہونے اور پتھر برسائے جانے کا عذاب ہوگا، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا وہ لوگ ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی دیتے ہوں گے؟ (یعنی ظاہری طور پر مسلمان ہوں گے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک، اور یہ اس وقت ہوگا جب گانے بجانے کے آلات (Musical instruments) کا استعمال اور شراب پینا اور (مرد حضرات کی طرف سے) ریشم کا پہننا عام ہوجائے گا (ابنِ ابی شیبہ، ابنِ ابی الدنیا)

---

[1] رقم الحدیث ۳۸۷۰۰، کتاب الفتن، باب ما ذکر فی فتنة الدجال، ذم الملاهی لابن أبی الدنیا، رقم الحدیث ۹.

قال الالبانی:

ولیث وإن کان معروفا بالضعف فقد توبع أیضا فقال ابن أبی الدنیا ق ۲/۲.

حدثنا إسحاق بن إسماعیل قال :حدثنا جریر عن أبان بن تغلب عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن سابط قال :قال رسول الله صلى الله علیه وسلم :فذکره.

قلت :وهذا إسناد مرسل صحیح رجاله کلهم ثقات رجال مسلم غیر إسحاق بن إسماعیل وهو الطالقانی وهو من شیوخ أبی داود وقال :ثقة.وکذا قال الدارقطنی وقال عثمان بن خرزاذ:ثقة ثقة.

ثم وجدت له متابعا آخر فقال ابن أبی شیبة۱۵ /۱۶۴ /۱۹۳۹۱ وکیع عن عبد الله بن عمرو بن مرة عن أبیه به.قلت :وهذا إسناد جید عبد الله بن عمرو بن مرة صدوق یخطء.

وقد جاء مرسلا من وجه آخر وموصولا وهو أصح (تحریم آلات الطرب، ج ۱، ص ۶۴، الفصل الأول :فی ذکر الأحادیث الصحیحة فی تحریم الغناء وآلات الطرب)

وقال عبدالله بن یوسف الجدیع:

قلت: وهذا اسناد صحیح الیٰ ابن سابط، ورواه لیث بن ابی سلیم عن ابن سابط متابعا لعمرو، اخرجه نعیم بن حماد فی الفتن(۹/۳/ب) وابوعمروالدانی ۴۰/أ، لکن ابن سابط تابعی ، فهو مرسل اذاً،وانما حسنه بشواهده، فان له شاهدا من حدیث ابی هریرة(احادیث ذم الغناء والمعازف فی المیزان، صفحه ۳۵، مطبوعة : مکتبة دارالاقصیٰ، الکویت، الطبعة الاولیٰ: ۱۴۰۶ - 1986هـ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ قَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ قَالَ: إِذَا ظَهَرَتِ الْقِيَانُ وَظَهَرَ الرِّبَا وَشُرِبَتِ الْخَمْرُ وَلُبِسَ الْحَرِيْرُ كَانَ ذَا عِنْدَ ذَا (ذم الملاهی لابنِ ابی الدنیا، رقم الحدیث ۴، صفحہ۲۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں (زمین میں) دھنسنے اور صورتیں مسخ ہونے اور پتھر برسائے جانے کا عذاب ہوگا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا وہ لوگ ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی دیتے ہوں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک، اور یہ اس وقت ہوگا جب گانے والے عام ہوجائیں گے اور سود عام ہوجائے گا اور شراب پی جائے گی اور (مرد کی طرف سے) ریشم کو پہنا جائے گا، اس وقت ایسا ہوگا (ابنِ ابی الدنیا)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَيَبِيْتَنَّ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِيْ عَلٰى أَشَرٍ وَبَطَرٍ وَّلَعِبٍ وَلَهْوٍ، فَيُصْبِحُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ بِاسْتِحْلَالِهِمُ الْمَحَارِمَ، وَاتِّخَاذِهِمُ الْقَيْنَاتِ، وَشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ، وَأَكْلِهِمُ الرِّبَا، وَلُبْسِهِمُ

---

[1] قال عبدالله بن یوسف الجدیع:

قلت: وهذا اسناد لیست له علة غیر ابی معشر، فان رواته سواه ثقات غیر الحسن بن محبوب، فانه صدوق لا بأس به، وابومعشر اسمه نجیح بن عبدالرحمن السندی، مدنی ضعیف، لیس بالقوی، اختلط بآخره، یعتبر بحدیثه ولا یحتج به (احادیث ذم الغناء والمعازف فی المیزان، صفحه۳۸،مطبوعة : مکتبة دارالاقصیٰ، الکویت،الطبعة الاولیٰ: ۱۴۰۶ـ 1986هـ)

الْحَرِيْرَ (مسند أحمد) [1]

ترجمہ:قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ میری امت میں سے کچھ لوگ تکبر اور اتراہٹ اور لہو ولعب کے ساتھ رات گزاریں گے، پس صبح ہونے تک وہ بندر وخنزیر بنادیئے جائیں گے،حرام چیزوں کو حلال سمجھنے کی وجہ سے،اور گانے والی (عورتوں اور چیزوں) کو اختیار کرنے کی وجہ سے،اور شراب کے پینے کی وجہ سے،اور سود کے کھانے کی وجہ سے،اور ریشم کے پہننے کی وجہ سے (مسند احمد)

جو لوگ نعوذ باللہ تعالیٰ فسقیہ،فحشیہ بلکہ کفریہ گانوں اور موسیقی کو روح کی غذا قرار دیتے ہیں،وہ بھی اس وعید میں داخل ہیں،اللہ اپنی پناہ عطاء فرمائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يُمْسَخُ قَوْمٌ مِّنْ أُمَّتِي فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ ، قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَيَشْهَدُوْنَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَيَصُوْمُوْنَ؟ قَالَ :نَعَمْ ، قِيْلَ :فَمَا بَالُهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ :يَتَّخِذُوْنَ الْمَعَازِفَ وَالْقَيْنَاتِ وَالدُّفُوْفَ، وَيَشْرَبُوْنَ الْأَشْرِبَةَ، فَبَاتُوْا عَلٰى شُرْبِهِمْ وَلَهْوِهِمْ، فَأَصْبَحُوْا قَدْ مُسِخُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ (حلية الأولياء لأبى نعيم الأصبهانى) [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٢٧٩٠ ،مؤسسة الرسالة، بيروت.

قال الالبانى:للحديث شواهد يتقوى بها إن شاء الله تعالى، وقد مضى ذكر بعضها برقم ٩٠ و ٩١، فهو بها حسن (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٦٠٤)

[2] ج٣ص ١١٩ ، ١٢٠ ،دارالكتاب العربى، بيروت،واللفظ لهٔ؛ ذم الملاهى، رقم الحديث٨.

قال ابونعيم:

كذا رواه حسان عن أبى هريرة مرسلاً .ورواه غيره عن الحسن، عن أبى هريرة متصلاً (حلية الاولياء، حواله بالا)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: آخری زمانے میں میری امت کے کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر کی شکل سے مسخ کردیا جائے گا، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ لوگ اللہ کی توحید اور آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں گے، اور روزے رکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں۔

عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! اُن کے کیا اعمال ہوں گے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گانے بجانے کے آلات (Musical instruments) اختیار کریں گے، اور گانے والی (عورتیں اور چیزیں) رکھیں گے، اور ڈھول، اور دَف رکھیں گے، اور شرابیں پییں گے، تو وہ شراب پی کر اور لہو ولعب کی حالت میں رات گزاریں گے، پھر اس حال میں صبح کریں گے کہ ان کو بندر اور خنزیر کی شکلوں میں مسخ کردیا گیا ہوگا (حلیہ اولیاء)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيَشْـرَبَـنَّ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِيْ الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَايُضْرَبُ عَلٰى رُءُ وْسِهِمْ بِـالْمَعَازِفِ وَالْقَيْنَاتِ يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ (التاريخ الكبير للبخارى) ؎1

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال عبدالله بن يوسف الجديع:

وعلىٰ كل حال فان حسانا هذا لاينزل حديثه عن الصلاحية فى المتابعات والشواهد، والله اعلم، بل ان الحافظ ابن حجر قال عنه فى "التقريب" (۱/۱٦۱) صدوق عابد.

والرجل المبهم علة اخرى فى الاسناد، لكن الخبر مع ذلك صالح للاعتبار، فتأمل!(احاديث ذم الغناء والمعازف فى الميزان، صفحه ۳۷،مطبوعة : مكتبة دارالاقصىٰ، الكويت،الطبعة الاولىٰ: ۱۴۰٦ - 1986هـ)

؎1 ج ۱ ص ۳۰۵،دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد -الدكن،ابنِ ماجه رقم الحديث ۴۰۱۰، كتاب الفتن، باب العقوبات، شعب الايمان رقم الحديث ۵۲۲۷، مصنف ابنِ ابى شيبة رقم الحديث ۲۴۲۲۷، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ۳۳۴۲، صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ٦۷۵۸.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: کچھ لوگ میری امت میں سے شراب پئیں گے، جس کا نام شراب کے علاوہ کچھ اور رکھیں گے، ان کے سروں پر معازف (یعنی گانے بجانے کے آلات Musical instruments) بجائے جائیں گے، اور گانے والیاں گانے گائیں گی، اللہ، ان کو زمین میں دھنسا دے گا، اور ان میں سے بعض کو اللہ بندر اور خنزیر بنا دے گا (تاریخ کبیر)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال المناوی:

(ہ حب طب هب عنه) أی عن أبی مالک الأشعری قال ابن القیم :إسناده صحیح(فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ٧٧٠٦)

وقال الالبانی:

قلت: وهذا إسناد رجاله ثقات غیر مالک هذا فإنه لا یعرف إلا بروایة حاتم عنه فهو مجهول ولذلک قال الحافظ فیه " :مقبول "أی عند المتابعة (تحریم آلات الطرب للألبانی،ص ۴۵)

وقال ایضاً:

لیکونن من أمتی أقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف، ولینزلن أقوام إلی جنب علم، یروح علیهم بسارحة لهم، یأتیهم لحاجة، فیقولون :ارجع إلینا غدا، فیبیتهم الله، ویضع العلم، ویمسخ آخرین قردة وخنازیر إلی یوم القیامة ."

رواه البخاری فی "صحیحه "تعلیقا فقال(۴/۳۰) "باب ما جاء فیمن یستحل الخمر ویسمیه بغیر اسمه .وقال هشام بن عمار : حدثنا صدقة بن خالد حدثنا عبد الرحمن بن یزید بن جابر حدثنا عطیة بن قیس الکلابی حدثنی عبد الرحمن بن غنم الأشعری قال : حدثنی أبو عامر أو أبو مالک الأشعری -والله ما کذبنی -سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول " ...فذکره.

وقد وصله الطبرانی (١/١٦٧/١)والبیهقی(١٠/٢٢١)وابن عساکر (١٩/٧٩/٢)وغیرهم من طرق عن هشام بن عمار به.

وله طریق أخری عن عبد الرحمن بن یزید، فقال أبو داود (۴۰۳۹)حدثنا عبد الوهاب بن نجدة حدثنا بشر بن بکر عن عبد الرحمن بن یزید بن جابر به.

ورواه ابن عساکر من طریق أخری عن بشر به.

قلت :وهذا إسناد صحیح ومتابعة قویة لهشام بن عمار وصدقة بن خالد، ولم یقف علی ذلک ابن حزم فی "المحلی "، ولا فی رسالته فی إباحة الملاهی، فأعل إسناد البخاری بالانقطاع بینه وبین هشام، وبغیر ذلک من العلل الواهیة، التی بینها العلماء من بعده

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معازف عربی زبان میں گانے بجانے کے تمام آلات (Musical instruments) کو کہا جاتا ہے، جس میں ڈھول، طبلہ، بانسری، گٹار وغیرہ سب داخل ہیں۔

اس حدیث سے تمام آلاتِ موسیقی (Musical instruments) کا گناہ و ناجائز

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وردوا عليه تضعيفه للحديث من أجلها، مثل المحقق ابن القيم فى "تهذيب السنن (۵/۲۷۰ـ۲۷۲) "والحافظ ابن حجر فى "الفتح "وغيرهما، وقد فصلت القول فى ذلک فى جزء عندى فى الرد على رسالة ابن حزم المشار إليها، يسر الله تبيضه ونشره.

وابن حزم رحمه الله مع علمه وفضله وعقله، فهو ليس طويل الباع فى الاطلاع على الأحاديث وطرقها ورواتها .ومن الأدلة على ذلک تضعيفه لهذا الحديث.

وقوله فى الإمام الترمذى صاحب السنن " :مجهول "وذلک مما حمل العلامة محمد بن عبد الهادى -تلميذ ابن تيمية -على أن يقول فى ترجمته فى "مختصر طبقات علماء الحديث "(ص ۴۰۱) ": وهو كثير الوهم فى الكلام على تصحيح الحديث وتضعيفه، وعلى أحوال الرواة ."

قلت :فينبغى أن لا يؤخذ كلامه على الأحاديث إلا بعد التثبيت من صحته وعدم شذوذه، شأنه فى ذلک شأنه فى الفقه الذى يتفرد به، وعلم الكلام الذى يخالف السلف فيه، فقد قال ابن عبد الهادى بعد أن وصفه "بقوة الذكاء وكثرة الاطلاع :"

"ولكن تبين لى منه أنه جهمى جلد، لا يثبت معانى أسماء الله الحسنى إلا القليل، كالخالق، والحق، وسائر الأسماء عنده لا يدل على معنى أصلا، كالرحيم والعليم والقدير، ونحوها، بل العلم عنده هو القدرة، والقدرة هى العلم، وهما عين الذات، ولا يدل العلم على شىء زائد على الذات المجردة أصلا وهذا عين السفسطة والمكابرة . وقد كان ابن حزم قد اشتغل فى المنطق والفلسفة ، وأمعن فى ذلک، فتقرر فى ذهنه لهذا السبب معانى باطلة ."(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۹۱)

وقال عبدالله بن يوسف الجديع:

فهذا الاسناد اذاً جيد فى الشواهد.

وقد اختلف فيه علىٰ على بن بحر، فمنهم من يرويه عنه فيجعله من مسند ابى مالك كما سقناه، ومنهم من يرويه فيجعله من مسند ربيعة،وصرح فيه ربيعة بالسماع، وعلىٰ اى الوجهين كان الخبر فانه صالح فى الشواهد، وهو عندى عن ابى مالک اصح(احاديث ذم الغناء والمعازف فى الميزان، صفحه ۳۹،مطبوعة : مكتبة دارالاقصىٰ، الكويت،الطبعة الاولىٰ :۱۴۰۶ـ 1986هـ)

ہونا ظاہر ہوا۔ [1]

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ أُمَّتِيْ الْخَسْفُ وَالْقَذْفُ وَالْمَسْخُ،قَالُوْا: بِمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: بِاتِّخَاذِهِمُ الْقَيْنَاتِ وَشُرْبِهِمُ الْخُمُوْرَ (معجم الصحابة،للبغوی، ج۲ص ۴۰۱) [2]

---

[1] والمعازف وقوله يستحلون قال بن العربی يحتمل أن يكون المعنى يعتقدون ذلک حلالا ويحتمل أن يكون ذلک مجازا على الاسترسال أی يسترسلون فی شربها كالاسترسال فی الحلال وقد سمعنا ورأينا من يفعل ذلک قوله والمعازف بالعين المهملة والزای بعدها فاء جمع معزفة بفتح الزای وهی آلات الملاهی ونقل القرطبی عن الجوهری أن المعازف الغناء والذی فی صحاحه أنها آلات اللهو وقيل أصوات الملاهی وفی حواشی الدمياطی المعازف الدفوف وغيرها مما يضرب به ويطلق على الغناء عزف وعلى كل لعب عزف ووقع فی رواية مالک بن أبی مريم تغدو عليهم القيان وتروح عليهم المعازف (فتح الباری -لابن حجر، ج۱۰ ص۵۵،باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه)

المعازف ، هی الدفوف وغيرها مما يضرب (به) كما فی "النهاية "

وفی "القاموس : "هی الملاهی كالعود والطنبور الواحد (عزف) أو (معزف) كمنبر ومكنسة و (العازف) : اللاعب بها والمغنی ولذلک قال ابن القيم فی "الإغاثة : "وهی آلات اللهو كلها لا خلاف بين أهل اللغة فی ذلک وأوضح منه قول الذهبی فی "السير "(۱۵۸/۲۱) (المعازف) : اسم لكل آلات الملاهی التی يعزف بها كالمزمار والطنبور والشبابة والصنوج ونحوه فی كتابه "تكرة الحفاظ "(۱۳۳۷/۲)(تحريم آلات الطرب،للألبانی، صفحة ۷۹، الفصل الثانی :شرح مفردات غريب الحديث)

[2] تحت ترجمة ربيعة جد هشام بن الغار، رقم الحديث ۷۲۶، التاريخ الكبير لابن أبی خيثمة، رقم الحديث ۲۸۵۵.

قال الالبانی: أخرجه الدولابی فی الكنى ۵۲/۱وابن عساكر فی التاريخ ۱۲۴/۱۴ ـ ۱۲۵ من طريق أحمد بن زهير وغيره عن علی بن بحر عن قتادة بن الفضيل بن عبد الله الرهاوی قال :سمعت هشام بن الغاز به.وأحمد بن زهير هو أحمد بن أبی خيثمة الحافظ ابن الحافظ وقد عزاه إليه الحافظ فی ترجمة ربيعة الجرشی من الإصابة وكذا فی الفتح۲۹۲/۸وسكت عليه إشارة منه إلى قوته كما جرى عليه فيه وهو حری بذلک لأن رجاله ثقات غير الغاز بن ربيعة وقد وثقه ابن حبان ۲۹۴/۵وترجم له ابن عساكر برواية ثلاثة عنه فمثله حسن الحديث إذا لم يخالف كما هنا فهو بذلک صحيح(تحريم آلات الطرب، ج۱،ص۶۶،الفصل الأول :فی ذكر الأحاديث الصحيحة فی تحريم الغناء وآلات الطرب)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے آخری وقت میں زمین میں دھنسنے اور پتھر برسنے اور صورتیں مسخ ہونے کا عذاب آئے گا، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایسا کیوں ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے گانے والی عورتوں کو اختیار کرنے اور شرابیں پینے کی وجہ سے (معجم الصحابہ، تاریخِ کبیر)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: يَكُوْنُ فِيْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ فِيْ مُتَّخِذِي الْقِيَانِ وَشَارِبِي الْخَمْرِ وَلَابِسِي الْحَرِيْرِ (المعجم الصغير للطبراني) [1]

---

[1] رقم الحديث ٩٧٣، المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ٦٩٠٥.

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الصغير والأوسط، وفيه زياد بن أبي زياد الجصاص، وثقه ابن حبان وضعفه الجمهور، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ١٢٥٩١)

و قال الالباني:

ويزداد قوة بما له من الشواهد في أحاديث الفتن وغيرها منها عن أبي سعيد الخدري مرفوعا مثله. رواه الطبراني في الأوسط-٦٩٠٥ط، والصغير١٠٠٢ -الروض، وفيه زياد بن أبي زياد الجصاص وهو ضعيف كما في التقريب(تحريم آلات الطرب،ج ١،ص ٦٦،الفصل الأول :في ذكر الأحاديث الصحيحة في تحريم الغناء وآلات الطرب)

و قال ابن حجر:

زياد "بن أبي زياد الجصاص أبو محمد الواسطي بصري الأصل روى عن أنس والحسن وابن سيرين وعبد الرحمن بن أبي بكرة وأبي إسحاق السبيعي ومعاوية بن قرة وأبي عثمان النهدي وغيرهم .وعنه هشيم وداود بن بكر بن أبي الفرات ومحمد بن خالد الوهبي ويزيد بن هارون وغيرهم قال الأثرم سئل عنه أبو عبد الله فكأنه لم يثبته وقال ابن معين ليس بشيء وقال ابن المديني ليس بشيء وضعفه جدا وقال أبو زرعة واهي الحديث وقال أبو حاتم منكر الحديث وقال النسائي ليس بثقة وقال المفضل الغلابي مذموم وقال الدارقطني متروك بصري أقام بواسط وذكره ابن حبان في الثقات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں زمین میں دھنسنے اور صورتیں مسخ ہونے اور پتھر برسنے کا عذاب آئے گا، گانے والے عورتوں کو اختیار کرنے اور شراب پینے اور ریشم پہننے کی وجہ سے (طبرانی)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَكُوْنُ فِىْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ وَقَذْفٌ، قِيْلَ وَمَتٰى ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ اِذَا ظَهَرَ الْقِيَّانُ وَالْمَعَازِفُ وَاسْتُحِلَّتِ الْخُمُوْرُ

(مسند عبد بن حميد) [1]

ترجمہ: اس امت میں (زمین میں) دھنسائے جانے اور صورتیں مسخ کیے جانے اور پتھر برسائے جانے کا عذاب ہوگا، سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کب ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب گانے بجانے والی عورتوں اور گانے بجانے کے آلاتِ موسیقی (Musical instruments) کا عام طور پر ظہور ہو جائے گا، اور شرابوں کو حلال سمجھا جانے لگے گا (مسند حمید)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ربما وهم .قلت وقال البزار ليس به بأس وليس بالحافظ وقال أبو العرب عن النسائى متروك وقال العجلى لا بأس به وقال ابن عدى واسطى متروك الحديث وقال فى موضع آخر لم نجد له حديثا منكرا وهو فى جملة من يجمع ويكتب حديثه(تهذيب التهذيب،لابن حجر العسقلانى،رقم الترجمة ٦٧٥، ج٣،ص٣٦٨)

[1] جلد٢ صفحه ٣٨، رقم الحديث ٤٥٤. ومسند الرؤيانى، رقم الحديث ١٠٢٦، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٥٨١٠.

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى، وفيه عبد الرحمن بن زيد بن أسلم وفيه ضعف، وبقية رجال إحدى الطريقين رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٢٥٨٩)

قلت: ولهٗ شواهد كثيرة.

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ يَبِيتُ قَوْمٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى طَعَامٍ وَشَرَابٍ وَلَهْوٍ، فَيُصْبِحُونَ قَدْ مُسِخُوا خَنَازِيرَ، وَلَيُخْسَفَنَّ بِقَبَائِلَ فِيهَا وَفِي دُوْرٍ فِيهَا، حَتّٰى يُصْبِحُوا فَيَقُولُوا خُسِفَ اللَّيْلَةَ بِبَنِي فُلَانٍ خُسِفَ اللَّيْلَةَ بِدَارِ بَنِي فُلَانٍ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمْ حَصْبَاءُ حِجَارَةٌ كَمَا أُرْسِلَتْ عَلٰى قَوْمِ لُوطٍ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الرِّيحُ الْعَقِيمُ فَتَنْسِفُهُمْ كَمَا نَسَفَتْ مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ بِشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ، وَأَكْلِهِمُ الرِّبَا، وَلُبْسِهِمُ الْحَرِيرَ، وَاتِّخَاذِهِمُ الْقَيْنَاتِ ، وَقَطِيعَتِهِمُ الرَّحِمَ قَالَ وَذَكَرَ خَصْلَةً أُخْرٰى فَنَسِيتُهَا (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ کھانے پینے اورلہو (یعنی گانے بجانے کے مشغلہ) پر رات گزاریں گے، پھر صبح ہونے پر مسخ کر کے خنزیر بنا دیے جائیں گے، اور کچھ قبیلوں اور گھرانوں کو ان کے گھروں سمیت زمین میں دھنسا دیا جائے گا، جب لوگ صبح کریں گے، تو کہیں گے کہ اللہ نے رات کو فلاں قبیلہ کو، فلاں گھرانے کو، زمین میں دھنسا دیا، اور ان پر کنکریاں اور پتھر برسائے جائیں گے، جیسا کہ قومِ لوط پر برسائے گئے تھے، اور ان پر تیز وتند طوفان بھیجا جائے گا، جو ان کو تہس نہس کر دے گا، جس طرح پہلے لوگوں کو کیا گیا تھا، ان کے شراب پینے کی وجہ سے اور سود کھانے کی وجہ سے اور ریشم پہننے کی وجہ سے، اور گانے والی (عورتیں اور چیزیں) اختیار کرنے کی وجہ سے، اور (رشتہ

---

[1] رقم الحدیث ۸۵۷۲ کتاب الفتن والملاحم، دار الکتب العلمیة -بیروت؛ مسند ابوداؤد الطیالسی، رقم الحدیث ۱۲۲۰.

قال الحاکم:

هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم لجعفر، فاما فرقد فانهما لم یخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخیص:

صحیح.

داروں سے) قطع رحمی (و بدسلوکی) کرنے کی وجہ سے (راوی کہتے ہیں کہ) اور اس کے علاوہ بھی دوسری خصلت ذکر کی، جو مجھے یاد نہیں رہی (حاکم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اسْتَحَلَّتْ أُمَّتِيْ سِتًّا فَعَلَيْهِمُ الدَّمَارُ: إِذَا ظَهَرَ فِيْهِمُ التَّلَاعُنُ، وَشَرِبُوا الْخُمُورَ، وَلَبِسُوا الْحَرِيْرَ، وَاتَّخَذُوا الْقِيَانَ، وَاكْتَفَى الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ، وَالنِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ (المعجم الاوسط للطبرانی) ؎

؎ رقم الحديث ١٠٨٦، شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ٥٠٨٦.

قال البيهقى:

إسناده وإسناد ما قبله غير قوى، غير أنه إذا ضم بعضه إلى بعض أخذ قوة، والله أعلم "(شعب الايمان، تحت رقم الحديث ٥٠٨٦)

وقال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه عباد بن كثير الرملى، وثقه ابن معين وغيره، وضعفه جماعة(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٢٤٧٩، باب ثان فى أمارات الساعة)

وقال المنذرى:

رواه البيهقى عقيب حديث ثم قال إسناده وإسناد ما قبله غير قوى غير أنه إذا ضم بعضه إلى بعض أخذ قوة(الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ٣١٢٣)

وقال المزى:

عباد بن كثير الرملى ، الفلسطينى الشامى، وقال بعضهم :عباد بن كثير بن قيس التميمى.......... قال عبد الله بن أحمد بن حنبل ، عن أبيه :زعموا أنه ضعيف.

وقال أبو بكر بن أبى خيثمة ، عن يحيى بن معين :عباد بن كثير الرملى الخواص ثقة.

وقال عثمان بن سعيد الدارمى سألت يحيى بن معين عن عباد بن كثير الرملى، فقال: ثقة.

وقال عبد الله بن أحمد الدورقى ، عن يحيى بن معين :عباد بن كثير بن قيس الرملى، ليس به بأس.

وقال أبو بكر بن أبى شيبة ، عن زياد بن الربيع :حدثنا عباد بن كثير الشامى، وكان ثقة.

وقال أبو زرعة ضعيف الحديث .وقال أبو حاتم : ظننت أنه أحسن حالا من عباد بن كثير البصرى، فإذا هو قريب منه، ضعيف الحديث .وقال البخارى : فيه نظر.وقال النسائى : ليس بثقة.وقال على بن الحسين بن الجنيد الرازى متروك(تهذيب الكمال ، ج١٤ص ١٥٠ الىٰ ١٥٢ ، ملخصاً)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میری امت چھ چیزوں کو حلال سمجھے گی، تو ان پر ہلاکت نازل ہوگی، جب لعن طعن عام ہوجائے گی، اور شرابیں پییں گے، اور ریشم پہنیں گے، اور گانے والی عورتوں کو اختیار کریں گے، اور مرد مَردوں سے اور عورتیں عورتوں سے اپنی شہوت پوری کرنے پر اکتفاء کریں گے (طبرانی، بیہقی)

گانے والی عورتوں اور گانے بجانے کے آلات کے استعمال پر مذکورہ عذاب کی وعیدیں سنائی گئی ہیں، اور ان چیزوں کا دوسری ایسی چیزوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جو کہ گناہ ہیں، لہٰذا جس طرح وہ چیزیں گناہ میں داخل ہیں، اسی طرح گانا بجانا بھی گناہ میں داخل ہے۔ [1]

---

[1] ولم يصنع من قدح في صحة هذا الحديث شيئا، كابن حزم، نصرة لمذهبه الباطل في إباحة الملاهي، وزعم أنه منقطع، لأن البخاري لم يصل سنده به.

وجواب هذا الوهم من وجوه:

أحدها :أن البخاري قد لقي هشام بن عمار وسمع منه، فإذا قال "قال هشام "فهو بمنزلة قوله "عن هشام."

الثاني :أنه لو لم يسمع منه فهو لم يستجز الجزم به عنه إلا، وقد صح عنه أنه حدث به .وهذا كثيرا ما يكون لكثرة من رواه عنه عن ذلك الشيخ وشهرته .فالبخاري أبعد خلق الله من التدليس.

الثالث :أنه أدخله في كتابه المسمى بالصحيح محتجا به، فلولا صحته عنده لما فعل ذلك.

الرابع :أنه علقه بصيغة الجزم، دون صيغة التمريض، فإذا توقف في الحديث أو لم يكن على شرطه يقول" :ويروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ويذكر عنه "، نحو ذلك :فإذا قال " :قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم "فقد جزم وقطع بإضافته إليه.

الخامس :أنا لو أضربنا عن هذا كله صفحا فالحديث صحيح متصل عند غيره.

قال أبو داود في كتاب اللباس :حدثنا عبد الوهاب بن نجدة حدثنا بشر بن بكر عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر حدثنا عطية بن قيس قال :سمعت عبد الرحمن ابن غنم الأشعري قال حدثنا أبو عامر أو أبو مالك، فذكره مختصرا .ورواه أبو بكر الإسماعيلي في كتابه الصحيح مسندا، فقال :أبو عامر ولم يشك.

ووجه الدلالة منه :أن المعازف هي آلات اللهو كلها، لا خلاف بين أهل اللغة في ذلك .ولو كانت حلالا لما ذمهم على استحلالها، ولما قرن استحلالها باستحلال الخمر والخز .فإن كان بالحاء والراء المهملتين، فهو استحلال الفروج الحرام .وإن كان بالخاء والزاي المعجمتين فهو نوع من الحرير، غير الذي صح عن الصحابة رضي الله عنهم لبسه .إذ الخز نوعان أحدهما :من حرير .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والثانی :من صوف .وقد روی هذا الحديث بالوجهين.

وقال ابن ماجه فی "سننه :"حدثنا عبد الله بن سعيد حدثنا معن بن عيسى عن معاوية بن صالح عن حاتم بن حريث عن ابن أبی مريم عن عبد الرحمن بن غنم الأشعری عن أبی مالک الأشعری رضی الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم" :ليشربن ناس من أمتی الخمر، يسمونها بغير اسمها، يعزف على رء وسهم بالمعازف والمغنيات، يخسف الله بهم الأرض، ويجعل منهم قردة وخنازير."

وهذا إسناد صحيح .وقد توعد مستحلی المعازف فيه بأن يخسف الله بهم الأرض، ويمسخهم قردة وخنازير .وإن كان الوعيد على جميع هذه الأفعال، فلكل واحد قسط فی الذم والوعيد.

وفی الباب عن سهل بن سعد الساعدی، وعمران بن حصين، وعبد الله بن عمرو، وعبد الله بن عباس، وأبی هريرة، وأبی أمامة الباهلی، وعائشة أم المؤمنين، وعلی بن أبی طالب، وأنس بن مالک، وعبد الرحمن بن سابط، والغازی بن ربيعة رضی الله عنهم.

ونحن نسوقها لتقربها عيون أهل القرآن، وتشجى بها حلوق أهل سماع الشيطان(إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان، ج ۱، ص ۲۶۰، الباب الثالث عشر :فی مكايد الشيطان التی يكيد بها ابن آدم)

۱؎ حدثنا صالح بن عبد الله الترمذی قال :حدثنا الفرج بن فضالة أبو فضالة الشامی، عن يحيى بن سعيد، عن محمد بن عمرو بن علی، عن علی بن أبی طالب قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا فعلت أمتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء فقيل :وما هن يا رسول الله؟ قال :إذا كان المغنم دولا، والأمانة مغنما، والزكاة مغرما، وأطاع الرجل زوجته، وعق أمه، وبر صديقه، وجفا أباه، وارتفعت الأصوات فی المساجد، وكان زعيم القوم أرذلهم، وأكرم الرجل مخافة شره، وشربت الخمور، ولبس الحرير، واتخذت القينات والمعازف، ولعن آخر هذه الأمة أولها، فليرتقبوا عند ذلک ريحا حمراء أو خسفا ومسخا(سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۲۱۰)

قال الترمذی:هذا حديث غريب لا نعرفه من حديث علی بن أبی طالب إلا من هذا الوجه ولا نعلم أحدا رواه عن يحيى بن سعيد الأنصاری غير الفرج بن فضالة والفرج بن فضالة قد تكلم فيه بعض أهل الحديث وضعفه من قبل حفظه، وقد رواه عنه وكيع، وغير واحد من الأئمة.

حدثنا علی بن حجر قال :حدثنا محمد بن يزيد الواسطی، عن المستلم بن سعيد، عن رميح الجذامی، عن أبی هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا اتخذ الفیء دولا، والأمانة مغنما، والزكاة مغرما، وتعلم لغير الدين، وأطاع الرجل امرأته، وعق أمه، وأدنى صديقه، وأقصى أباه، وظهرت الأصوات فی المساجد، وساد القبيلة فاسقهم، وكان زعيم القوم أرذلهم، وأكرم الرجل مخافة شره، وظهرت القينات والمعازف، وشربت الخمور، ولعن آخر هذه الأمة أولها، فليرتقبوا عند ذلک ريحا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس سلسلہ کی بعض احادیث کی سندوں میں اگرچہ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن تمام احادیث مل

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حمراء ، وزلزلة وخسفا ومسخا وقذفا وآيات تتابع كنظام بال قطع سلكه فتتابع(سنن الترمذى، رقم الحديث ٢٢١١)

قال الترمذى: وفى الباب عن على وهذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه.

وقال صدر الدين، أبو المعالى، محمد بن إبراهيم المُنَاوِى القاهرى : وفى سنده :المسلم بن سعيد عن رميح الجذامى عن أبى هريرة.ورميح :قال فيه الذهبى :مجهول لا نعرفه .(كشف المناهج والتناقيح فى تخريج احاديث المصابيح، تحت رقم الحديث ٤٣٥٤، كتاب الفتن،باب أشراط الساعة)

وقال أبو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة :قلت :إسناده ضعيف، رميح الجذامى لا يعرف، قاله ابن القطان الفاسى والذهبى فى "الميزان"، وقال الحافظ فى "التقريب ":" مجهول(انيس السارى تخريج احاديث فتح البارى،تحت رقم الحديث ٤٣٦٨، ج٥ص٢٢٠٢ ،حرف اللام ألف)

حدثنى على بن حمشاذ العدل، ثنا محمد بن المغيرة الهمدانى، ثنا القاسم بن الحكم العرنى، ثنا سليمان بن أبى سليمان، ثنا يحيى بن أبى كثير، عن أبى سلمة، عن أبى هريرة، عن النبى صلى الله عليه وسلم، قال :والذى بعثنى بالحق، لا تنقضى هذه الدنيا حتى يقع بهم الخسف والمسخ والقذف قالوا :ومتى ذلك يا نبى الله بأبى أنت وأمى؟ قال :إذا رأيت النساء قد ركبن السروج، وكثرت القينات، وشهد شهادات الزور، وشرب المسلمون فى آنية أهل الشرك الذهب والفضة، واستغنى الرجال بالرجال، والنساء بالنساء فاستدفروا واستعدوا وقال :هكذا بيده وستر وجهه(مستدرک حاكم ،رقم الحديث ٨٣٤٩)

قال الذهبى فى التلخيص: سليمان هو اليمامى ضعفوه والخبر منكر.

حدثنا محمد قال :حدثنا الحسين قال :حدثنا عبد الله، قال :حدثنا عبد الجبار بن عاصم أبو طالب ,قال :حدثنا إسماعيل بن عياش ,عن عبد الرحمن التميمى ,عن عباد بن أبى على ,عن على بن أبى طالب ,عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :يمسخ طائفة من أمتى قردة ,وطائفة خنازير ,ويخسف بطائفة ويرسل على طائفة الريح العقيم بأنهم شربوا الخمر ,ولبسوا الحرير ,واتخذوا القيان ,وضربوا بالدفوف(ذم الملاهى لابن أبى الدنيا، رقم الحديث ٦)

قال أبو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة:

وقال الطبرانى :لم يَرو هذا الحديث عن يحيى إلا فرج بن فضالة ." وقال البرقانى عن الدارقطنى :هذا باطل .قلت :من جهة الفرج؟ قال :نعم "تاريخ بغداد١٢/ ٣٩٦ طريق أخرى :قال ابن أبى الدنيا فى "ذم الملاهى(٦) "ثنا عبد الجبار بن عاصم أبو طالب ثنا

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

کر مجموعی طور پر قوت اور صحت کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں۔ [1]

گانا (Song) دل میں نفاق کو اُگاتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گانا بجانا دل میں نفاق کو اُگاتا (اور پیدا کرتا) ہے (ابوداؤد)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إسماعيل بن عياش عن عبد الرحمن التميمى عن عباد بن أبى علىّ عن علىّ مرفوعا "يمسخ طائفة من أمتى قردة، وطائفة خنازير، وبخسف بطائفة، ويرسل على طائفة الريح العقيم بأنهم شربوا الخمر، ولبسوا الحرير، واتخذوا القيان، وضربوا بالدفوف ." عبد الرحمن التميمى لم أعرفه، وعباد بن أبى على ذكره ابن حبان فى "الثقات"، ولم يذكر سماعا من على فلا أدرى أسمع منه أم لا، وعبد الجبار وإسماعيل ثقتان(انيس السارى تخريج احاديث فتح البارى،تحت رقم الحديث ۴۷۶۶، ج۹ص۶۷۵۳،حرف الياء)

حدثنا إبراهيم بن محمد بن عرق، ثنا محمد بن مصفى، ثنا بقية، ثنا صفوان بن عمرو، حدثنى سواد بن عتبة، وعبد الله بن الحجاج، عن عبد الرحمن الجندعى، قال :قال لى عبد الله بن بسر :إنى أحذرك ,فإنى قد سمعت أنه سيكون فى هذه الأمة أمر لا تشعرون به حتى ينزل بهم ,إنهم لفى شرب الخمر وضرب المعازف حتى يأفك الله عليهم ,فيعودون قردة وخنازير فأحذرك أن تستفتح باب أهلك ولك قرطان كقرطى الخنزير أو خطم كخطم القردة " (مسند الشاميين للطبرانى، رقم الحديث ۱۰۳۵)

[1] فلا يشك حينئذ حديثى أن الحديث يرتقى بمجموع ذلك إلى مرتبة الصحيح، ولاسيما وله شاهد من حديث أبى مالك الأشعرى سبق تخريجه برقم(۹۰ و ۹۱)وأما الشطر الأول منه فقد صح من حديث عبد الله بن عمرو، خرجته فى "الروض النضير(۱۰۰۴) "وله شواهد أخرى تقدم ذكرها برقم (۱۷۸۶)(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۲۰۳)

[2] رقم الحديث ۴۹۲۷، كتاب الادب ،باب كراهية الغناء والزمر.

اس حدیث کے مرفوع و مسند ہونے کی سند کو ضعیف قرار دیا گیا ہے، لیکن اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ:

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ (شعب الایمان للبیہقی) [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:

إسناده ضعيف لجهالة الشيخ الراوى عن أبى وائل، وأبو وائل :هو شقيق بن سلمة .
وأخرجه البيهقى فى "السنن ١٠/٢٢٣ "من طريق حرمى بن عمارة، عن سلام، بهذا الإسناد .وفيه زيادة" :كما ينبت الماء البقل."
وأخرجه موقوفاً المروزى فى كتاب "تعظيم قدر الصلاة(٦٨٠) "والبيهقى فى "السنن (١٠/٢٢٣)"، وفى "الشعب(٤٧٤٤)"و(٤٧٤٥)من طريق حماد، عن إبراهيم ابن يزيد النخعى، عن ابن مسعود، ورجاله ثقات، وثبت عن إبراهيم النخعى أنه قال :إذا حدثتكم عن رجل عن عبد الله فهو الذى سمعت، وإذا قلت :قال عبد الله :فهو عن غير واحد عن عبد الله .انظر المزى "تهذيب الكمال٢/٢٣٩"وقال البيهقى فى "الشعب :"وقد روى هذا مسنداً بإسناد غير قوى.
وقال ابن رجب فى "شرح العلل ١/٢٩٤،٢٩٥"وهذا يقتضى ترجيح المرسل على المسند، لكن عن النخعى خاصة فيما أرسله عن ابن مسعود خاصة.
وقد صحيح الموقوف على ابن مسعود ابن القيم فى "إغاثة اللهفان ١/٢٤٨٩"
وأخرجه البيهقى فى "السنن١٠/٢٢٣"من طريق سعيد بن كعب المرادى، عن محمَّد بن عبد الرحمن بن يزيد، عن ابن مسعود .وفيه زيادة .ومحمد بن عبد الرحمن لم يدرك ابن مسعود.
وأخرجه عبد الرزاق فى "مصنفه(١٩٧٣٧)"من قول إبراهيم النخعى .ورجاله ثقات.
وله شاهد مرفوع من حديث جابر بن عبد الله، أخرجه البيهقى فى "الشعب (٤٧٤٦)" وإسناده ضعيف جداً.
وأخرجه المروزى فى "تعظيم قدر الصلاة "من قول الشعبى برقم(٦٩١)بلفظ :إن الغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء الزرع، لأن الذكر ينبت الإيمان فى القلب كما ينبت الماء الزرع .وفى سنده عبد الله بن دكين وهو ضعيف (حاشية سنن ابى داود)

[2] رقم الحديث ٤٧٤٤،فصل ومما ينبغى للمرء المسلم ان يحفظ لسانه عن الشعر الذى يكون هجاء او فحشا او كذبا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گانا دل میں نفاق کو اُگاتا ہے (بیہقی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الالبانی:

وقد رواه ابن أبی الدنيا(٢/٤) ، والبيهقی فی "الشعب(٢/٨٣/١ ـ ٢) "بإسناد صحيح عن إبراهيم عن عبد الله موقوفا عليه .وهذا أصح (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٢٤٣٠)

و قال ايضاً:

أخرجه ابن أبی الدنيا فيذم الملاهی ق ٢/٤ ومن طريقه البيهقی فی السنن ١٠/٢٢٣ وفی شعب الإيمان ٤/٢٧٨/٥٠٩٨ و ٥٠٩٩من طريق حماد عن إبراهيم قال :قال عبد الله :فذكر.

قلت :وهذا إسناد صحيح رجاله ثقات إلا أن ظاهره الانقطاع فإن إبراهيم -وهو ابن يزيد النخعی -لم يدرک عبد الله بن مسعود وبه أعله بعض من خرج أحاديث ذم الغناء من المعاصرين وفاته أنه صح عن إبراهيم أنه قال للأعمش لما قال له :أسند لی عن ابن مسعود : إذا حدثتكم عن رجل عن عبد الله فهو الذی سمعت وإذا قلت : قال عبد الله فهو عن غير واحد عن عبد الله.

فأقول :ومن المعلوم أن إبراهيم النخعی تابعی ثقة جليل فإذا روی عن غير واحد من شيوخه فهو علی الأقل من أمثاله من التابعين إن لم يكونوا أكبر منه سنا فروايته عنهم مما يلقی فی النفس الثقة والاطمئنان لروايتهم لأنهم جمع؛ فيبعد جدا أن يهموا فی روايتهم عن ابن مسعود فضلا عن التواطؤ علی الكذب عليه كما هو ظاهر وبصورة عامة لتابعيتهم وبخاصة أنهم من شيوخ إبراهيم وهو يروی عنهم ولا سيما وفی ترجمته أنه كان صيرفی الحديث كما قال الأعمش فليس من المعقول البتة أن يروی هو عنهم وهو غير مطمئن لصدقهم وحفظهم وهم بالنسبة إلينا جمع ينجبر به جهالتهم وكلام ابن تيمية المتقدم صفحة٤٠٧، فی تقوية الحديث الضعيف والمرسل بالطرق يدل علی هذا ولذلک صحح جماعة من الأئمة مراسيل إبراهيم وخص ذلک البيهقی بما أرسله عن ابن مسعود كما فی مراسيل العلائی ١٦٨، وأقره الحافظ فی التهذيب وهذا أعم مما لو قال :قال عبد الله فيشمل ما لو قال :عن عبد الله ويؤيده أنه ليس ثمة فرق ظاهر بين العبارتين أولا ولأنه لم يقل فی كل منهما :عن رجل تبرئة لذمته فاستويا فی الحكم.

وهناک حديث -لكنه مرفوع -يشبه هذا من حيث إنه من رواية جماعة من التابعين لم يسموا ومع ذلک قواه بعض الحفاظ المتأخرين لانجبار جهالتهم بجمعهم وهو مخرج فی غاية المرام ١٧٤فليراجعه من شاء .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر اس حدیث کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد قرار دیا جائے، تب بھی یہ مرفوع

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما الراوی عن إبراهيم حماد فهو ابن أبی سليمان الكوفی فهو كما قال الذهبی فی الكاشف:ثقة إمام مجتهد كريم جواد.
ولذلک قال فی الميزان: تكلم فيه للإرجاء ولولا ذكر ابن عدى له فی كامله لما أوردته.
وقال الحافظ فی التقريب. صدوق له أوهام.
قلت :فمثله يحتج به إلا إذا تبين وهمه بمخالفته لمن هو أوثق منه أو نحو ذلک ولا شیء من ذا هنا ولذلک فما أنصف من ضعفه مطلقا من المعاصرين!
وله طريق آخر يرويه سعيد بن كعب المرادى عن محمد بن عبد الرحمن بن يزيد عن ابن مسعود بلفظ أتم قال : الغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء الزرع والذكر ينبت الإيمان كما ينبت الماء البقل.
أخرجه ابن أبی الدنيا ق ۴/۲ومن طريقه البيهقی ۱۰ /۲۲۳.
وهذا منقطع محمد بن عبد الرحمن بن يزيد -وهو النخعی الكوفی -لم يدرک ابن مسعود وهو ثقة ولا أستبعد أن يكون تلقاه عن إبراهيم النخعی فإنه من هذه الطبقة.
وسعيد بن كعب المرادى لم يوثقه غير ابن حبان ۸/۲۶۲.
وقد روى الطرف الأول منه من طريق شيخ عن أبی وائل عن ابن مسعود مرفوعا.
لكن الشيخ هذا مجهول لم يسم ولذلک كنت خرجته فی الضعيفة برقم ۲۴۳۰وأشار إليه ابن القيم فی إغاثة اللهفان ۱/ ۲۴۸وقال: وهو صحيح عن ابن مسعود من قوله.
ولكنه فی حكم المرفوع إذ مثله لا يقال من قبل الرأى كما قال الآلوسی فيروح المعانی ۱۱/۶۸.
ثانيا :عن الشعبی قال: إن الغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء الزرع وإن الذكر ينبت الإيمان فی القلب كما ينبت الماء الزرع.
أخرجه ابن نصر فيقدر الصلاة ص ۱/۲/۱۵۱ ـ ۱۵۲ من طريق عبد الله بن دكين عن فراس بن يحيى الأصل :ابن عبد الله خطأ عنه.
قلت :وهذا إسناده حسن رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن دكين وهو أبو عمر الكوفی البغدادى مختلف فيه قال الذهبی فی المغنی: معاصر لشعبة وثقه جماعة وضعفه أبو زرعة.
وقال الحافظ فی التقريب :صدوق يخطىء. وقد روى مرفوعا إلى النبی صلى الله عليه وسلم لكن فی إسناده كذاب ولذلک خرجته فی الضعيفة رقم۵۱۵ ۶ (تحريم آلات الطرب ، ج ۱، ص ۱۴۵ الى ۱۴۹،الفصل الثامن :حكمة تحريم آلات الطرب والغناء)

حدیث (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد) کا درجہ رکھتا ہے۔ ¹

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی بسندِ ضعیف اسی طرح کی حدیث کچھ اضافے کے ساتھ مروی ہے۔ ²

اور حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ:

عَنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ (مصنف عبد الرزاق) ³

ترجمہ: ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ غناء دل میں نفاق کو اُگاتا ہے (عبدالرزاق)

اور حضرت فراس بن عبداللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: إِنَّ الْغِنَاءَ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ (تعظيم قدر الصلاة للمروزى) ⁴

ترجمہ: حضرت شعبی نے فرمایا کہ گانا دل میں نفاق کو اُگاتا ہے، جس طریقہ سے پانی کھیتی کو اُگاتا ہے (مروزی)

گانے کے دل میں نفاق اُگانے کا مطلب یہ ہے کہ گانا ایمان اور باطن میں بگاڑ اور فساد پیدا کردیتا ہے۔ ⁵

---

¹ قال العراقى :رفعه غير صحيح لأن فى إسناده من لم يسم وفيه إشارة إلى أن وقفه على إبن مسعود صحيح وهو فى حكم المرفوع إذ مثله لا يقال من قبل الراى (روح المعانى، سورة الحج، جزء٢، صفحه ٦٨)

² عن أبى الزبير، عن جابر بن عبد الله قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق فى القلب، كما ينبت الماء الزرع "(شعب الإيمان، رقم الحديث ٤٧٤٦)

³ رقم الحديث ١٩٧٣٧، كتاب الجامع معمر بن راشد، باب الغناء والدف.

⁴ رقم الحديث ٦٩١، باب غلو الخوارج والمعتزلة والرافضة فى تأويل الأحاديث التى وردت فى نفى الإيمان عمن ارتكب الكبيرة.

⁵ (الغناء) ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء الزرع) فيا لها من صفقة فى غاية الخسران حيث باع سماع الخطاب من الرحمن بسماع المعازف والألحان والجلوس على منابر الدر والياقوت بالجلوس فى مجالس الفسوق ومذهب الشافعى أنه مكروه تنزيها عند أمن الفتنة وأخذ جمع بظاهره فحرموا فعله واستماعه مطلقا (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٥٨١٠)

حضرت عائشہ کا جھوم کر گانے والے کو شیطان قرار دینا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک تقریب کے حوالے سے یہ قصہ مذکور ہے کہ:

فَمَرَّتْ عَائِشَةُ فِي الْبَيْتِ فَرَأَتْهُ يَتَغَنّٰى وَيُحَرِّكُ رَأْسَهٗ طَرَبًا وَكَانَ ذَاشَعْرٍ كَثِيْرٍ. فَقَالَتْ: أُفٍّ شَيْطَانٌ أَخْرِجُوْهُ أَخْرِجُوْهُ (الادب المفرد للبخاری) [1]

ترجمہ: پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس گھر سے گزر ہوا، تو اس آدمی کو دیکھا کہ وہ گانا گا رہا ہے، اور اپنے سر کو مستی کے ساتھ حرکت دے رہا ہے، اور اس کے بہت زیادہ بال تھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اُف، یہ شیطان ہے، اسے باہر نکالو، اسے باہر نکالو (ادب المفرد)

یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

آج کل بھی گانے والے اور قوال مستی سے سر ہلا کر اور جھوم جھوم کر گاتے ہیں، اور بال بھی

---

[1] رقم الحدیث ۱۲۴۷ ص ۴۰۸، مکتبة المعارف للنشر والتوزیع، الریاض.

قال الالبانی:

قلت: و إسناده محتمل للتحسین، رجاله ثقات، غیر أم علقمة هذه و اسمها مرجانة وثقها العجلی و ابن حبان، و روی عنها ثقتان (السلسلة الصحیحة للالبانی، تحت رقم الحدیث ۲۲۷)

[2] عن عمرو بن الحارث ,أن بکیر بن الأشج ,حدثه أن أم علقمة مولاة عائشة أخبرته أن بنات أخی عائشة رضی الله عنها خفضن فألمن ذلک ,فقیل لعائشة :یا أم المؤمنین ,ألا ندعو لهن من یلهیهن؟ قالت " :بلی ,قالت :فأرسل إلی فلان المغنی فأتاهم ,فمرت به عائشة رضی الله عنها فی البیت ,فرأته یتغنی ,ویحرک رأسه طربا , وکان ذا شعر کثیر ,فقالت عائشة رضی الله عنها " :أف ,شیطان أخرجوه ,أخرجوه , فأخرجوه (السنن الکبری، للبیهقی، رقم الحدیث ۲۱۰۱۰)

قال الالبانی:

أخرجه البیهقی ۱۰/۲۲۳ - ۲۲۴، والبخاری مختصرا فی الأدب المفرد ۱۲۴۷ بسند حسن أو یحتمل التحسین (تحریم آلات الطرب، ص ۱۲۹، الفصل السابع :فی الغناء بدون آلة)

بڑے بڑے رکھتے ہیں، ایسے شخص کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شیطان قرار دے کر گھر سے باہر نکالنے کا حکم فرمایا۔

گانے (Song) کی ممانعت

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ سَبْعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْهُنَّ: اَلنَّوْحِ وَالشِّعْرِ وَالْغِنَاءِ وَالتَّصَاوِيْرِ وَجُلُوْدِ السِّبَاعِ وَالذَّهَبِ وَالْحَرِيْرِ (مسند الشاميين للطبرانی، رقم الحديث ۱۴۲۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں سے منع فرمایا، اور میں بھی تمہیں ان سے منع کرتا ہوں، ان میں سے ایک چیز نوحہ (یعنی غم ومصیبت کے وقت آواز کے ساتھ کلام کرتے ہوئے رونا) ہے، اور ایک شعر ہے، اور ایک گانا ہے، اور ایک تصاویر ہیں، اور ایک درندے کی کھال (پہننا) ہے، اور ایک سونا ہے، اور ایک ریشم ہے (طبرانی)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ مزید سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] عن كيسان، مولى معاوية قال :خطبنا معاوية فقال " :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن تسع، وأنا أنهاكم عنهن، ألا إن منهن :النوح، والغناء، والتصاوير، والشعر، والذهب، والحر، والسروج، والحرير "(المعجم الكبير رقم الحديث ۸۷۸)

قال الهيثمي:قلت رواه النسائي باختصار رواه الطبراني باسنادين رجال أحدهما ثقات(مجمع الزوائد، ج۸ص۱۲۰، مكتبة القدسي، قاهرة)

عن كيسان مولى معاوية قال :خطبنا معاوية فقال " :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن سبع، وأنا أنهاكم عنهن، ألا إن منهن :النوح، والغناء، والتصاوير، والشعر، والذهب، وجلود السباع، والتبرج ,والحرير "(مسند أبي يعلى الموصلي،رقم الحديث ۷۳۷۴، ج۱۳ص۳۶۴،دار المأمون للتراث -دمشق)

قال حسين سليم اسد الداراني:إسناده حسن(حاشية مسند ابي يعلىٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ گانا منع اور گناہ ہے۔

توراۃ میں گانے بجانے کی ممانعت کا ذکر

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ فِیْ هٰذِهِ الْآيَةِ فِی الْقُرْآنِ: "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" قَالَ: هِيَ فِي التَّوْرَاةِ: إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الْحَقَّ لِيُذْهِبَ بِهِ الْبَاطِلَ. وَيُبْطِلَ بِهِ اللَّعِبَ وَالزَّفْنَ وَالْمِزْمَارَاتِ وَالْمَزَاهِرَ وَالْكِنَّارَاتِ (سنن البیهقی) [1]

ترجمہ: انہوں نے قرآن مجید کی سورہ مائدہ کی اس آیت:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ

---

[1] رقم الحديث ٢١٠٠١ باب :ما جاء فی ذم الملاهی من المعازف والمزامير ونحوها،المعجم الکبير للطبرانی، رقم الحديث ١٤٥٨٣، ج١٣ ص ٥٦.

قال البيهقی:

زاد ابن رجاء فی روايته " :والتصاوير والشعر والخمر ,فمن طعمها أقسم بيمينه وعزته :لمن شربها بعدما حرمتها لأعطشنه يوم القيامة ,ومن تركها بعدما حرمتها سقيته إياها من حظيرة القدس "قال أبو عبيد :قوله :المزاهر ,واحدها مزهر وهو العود الذی يضرب به ,وأما الکنارات فيقال :إنها العيدان أيضا ,ويقال :بل الدفوف , وأما الکوبة يعنی المذکورة فی خبر آخر مرفوع فإن محمد بن کثير أخبرنی أن الکوبة النرد فی کلام أهل اليمن ,وقال غيره :الطبل(سنن البيهقی، حواله بالا)

وقال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی آخر حديث صحيح فی قوله تعالی (إنا أرسلناک شاهدا) ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٩٨٧)

وقال عبدالله بن يوسف الجديع:

قلت: واسناده صحيح، وهلال بن ابی هلال هو هلال بن علی بن اسامة(احاديث ذم الغناء والمعازف فی الميزان، صفحه ١٥٣،مطبوعة : مکتبة دارالاقصیٰ، الکويت،الطبعة الاولیٰ: ١٤٠٦ ـ 1986هـ)

مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ‘‘

’’اے وہ لوگو جو ایمان لائے! بس شراب، اور جوا اور بُت، اور (قسمت آزمائی والے) تیر، گندگی، شیطان کا عمل ہیں، پس تم ان سے اجتناب کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ‘‘

کے بارے میں فرمایا کہ یہ حکم توراۃ میں بھی ہے، کہ بے شک اللہ نے حق کو نازل کیا ہے، تاکہ باطل کو ختم کردیں، اور اس حق کے ذریعہ سے کھیل اور ناچ اور بانسریوں کو اور باجے والی لکڑیوں کو باطل کردیں (بیہقی، طبرانی)

اس طرح کی روایت حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

باجے والی لکڑیوں سے مراد بانسریاں اور وہ تمام گانے بجانے کے آلات ہیں، جن میں لکڑی استعمال ہوتی تھی، اور آج کل بعض دوسرے کیمیاوی اجزاء مثلاً پلاسٹک وغیرہ سے مختلف اشیاء تیار کی جاتی ہیں۔

بانسری/ بین (Flute) کی آواز ملعون ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِي الدُّنْيَا

---

[1] ورواه زيد بن الحباب ,عن أبي مودود المدني ,عن عطاء بن يسار ,عن كعب , قال " :إن فيما أنزل الله عز وجل على موسى :إنا أنزلنا الحق لنبطل به الباطل ,ونبطل بـه اللعب والمزامير والكنارات والشعر والخمر ,فأقسم ربي عز وجل :لا يتركها عبد خشية مـنـي إلا سقيته من حياض القدس .قال زيد بن الحباب :سألت أبا مودود :ما المزامير؟ قال :الدفوف المربعة ,فقلت :ما الكنارات؟ قال :الطنابير .أخبرناه أبو عبد الله الحافظ ,ثنا أبو إسحاق إبراهيم بن محمد بن يحيى ,ثنا أبو بكر محمد بن إسحاق ,ثـنـا أبـو أحـمد شعثم بن أصيل العجلي إملاء بجنجروذ ,ثـنا زيد بن الحباب ,ثنا أبو مودود المدني فذكره مع التفسير (سنن البيهقي، رقم الحديث ٢١٠٠٢)

وَالْآخِرَةِ: مِزْمَارٌ عِنْدَ نَعْمَةٍ وَرِنَّةٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ(مسند البزار) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آوازیں دنیا وآخرت میں ملعون ہیں، ایک خوشی کے وقت بانسری/ بین (Flute) کی آواز، اور دوسرے مصیبت کے وقت نوحے کی آواز (بزار)

ملعون ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ باعثِ لعنت ہیں، اور نوحہ خوانی حرام ہے، پس اس سے بانسری/ بین (Flute) کا حرام وناجائز ہونا معلوم ہوا۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ، صَوْتٍ عِنْدَ نَغْمَةٍ لَهْوٍ وَلَعِبٍ وَمَزَامِيْرِ الشَّيْطَانِ، وَصَوْتٍ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ لَطْمِ وُجُوْهٍ وَشَقِّ جُيُوْبٍ (مستدرک حاکم) [2]

ترجمہ: میں نے دو احمق اور فاجر (یعنی گناہ والی) آوازوں سے منع کیا ہے،

---

[1] رقم الحديث ٧٥١٣،مكتبة العلوم والحكم -المدينة المنورة.
قال الهيثمي:
رواه البزار ورجاله ثقات(مجمع الزوائد،ج٣ص١٣ ،باب فى النوح، مكتبة القدسى، قاهرة)
وقال المنذرى:
رواه البزار ورواته ثقات(الترغيب والترهيب ، تحت رقم الحديث ٥٣٥٣)

[2] رقم الحديث ٦٨٢٥، كتاب معرفة الصحابة، دارالكتب العلمية،بيروت،مصنف ابنِ ابى شيبة رقم الحديث ١٢٢٥١، كتاب الجنائز،من رخص فى البكاء على الميت، شرح معانى الآثار رقم الحديث ٦٩٧٥، سنن البيهقى رقم الحديث ٧٤٠٢، مسند عبدبن حميد رقم الحديث ١٠٠٨، شرح السنة للبغوى ،كتاب الجنائز،باب البكاء على الميت وما رخص فيه من إرسال الدمع.
قال الالبانى:
سكت عليه الحاكم و الذهبى ، و رجال إسناده ثقات ، إلا أن ابن أبى ليلى سيىء الحفظ ، فمثله يستشهد به و يعتضد .و فى الحديث تحريم آلات الطرب لأن المزمار هو الآلة التى يزمر بها(السلسلة الصحيحة، تحت رقم الحديث ٤٢٧)

ایک نغمہ کے وقت لہو ولعب اور شیطانی بانسریوں سے، اور مصیبت کے وقت کی آواز (یعنی نوحہ اور بَین کرنے) سے اپنے چہرے کو پیٹنے سے، اور اپنے کپڑے پھاڑنے سے (حاکم)

معلوم ہوا کہ بانسری بجانا ملعون اور باعثِ گناہ عمل ہے۔ [1]

بانسری/ بین (Flute) کی آواز پر کان بند کر لینا

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِيْ سَفَرٍ، فَسَمِعَ صَوْتَ مِزْمَارٍ، فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى أُذُنَيْهِ، وَتَنَحّٰى حَيْثُ لَا يَسْمَعُ، وَقَالَ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَصْنَعُ إِذَا سَمِعَ مِثْلَ هٰذَا (شعب الإيمان للبيهقي) [2]

ترجمہ: میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں تھا، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے بانسری/ بین (Flute) کی آواز سنی، تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے

---

[1] (صوتان ملعونان فی الدنيا والآخرة مزمار عند نعمة) هو الآلة التی يرمز بها بكسر الميم قال الشارح: والمراد هنا الغناء لا القصبة التی يرمز بها كما دل عليه كلام كثير من الشراح (ورنة) أی صيحة (عند مصيبة) قال القشيری: مفهوم الخطاب يقتضی إباحة غير هذا فی غير هذه الأحوال وإلا لبطل التخصيص انتهى وعاكسه القرطبی كابن تيمية فقالا: بل فيه دلالة على تحريم الغناء فإن المزمار هو نفس صوت الإنسان يسمى مزمارا كما فی قوله لقد أوتيت مزمارا من مزامير آل داود انتهى وأقول: هذا التقرير كله بناء على أن قوله نغمة بغين معجمة وهو مسلم إن ساعدته الرواية فإن لم يرد فی تعيينه رواية فالظاهر أنه بعين مهملة وهو الملائم للسياق بدليل قرنه بالمصيبة. (البزار) فی مسنده (والضياء) فی المختارة (عن أنس) قال المنذری: رواته ثقات وقال الهيثمی: رجاله ثقات(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٥٠٥٠)

[2] رقم الحديث ٤٧٦٠، فصل وما ينبغی للمرء المسلم أن يحفظ لسانه، عن الغناء، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض.

قال البيهقی:

تابعه عبد الله بن جعفر الرقی، عن أبی المليح، فروينا من حديث سليمان بن موسى، والمطعم بن المقدام، عن نافع(حواله بالا)

کانوں پر رکھ لئے اور اتنے دور ہٹ گئے، جہاں آواز نہیں سنائی دیتی تھی، اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے، جب اس جیسی (بین) آواز سنا کرتے تھے (بیہقی)

اور ایک روایت میں یہ قصہ اس طرح مذکور ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ سَمِعَ صَوْتَ زَمَّارَةِ رَاعٍ فَوَضَعَ أُصْبُعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ، وَعَدَلَ رَاحِلَتَهُ عَنِ الطَّرِيْقِ، وَهُوَ يَقُوْلُ :يَا نَافِعُ أَتَسْمَعُ ؟، فَأَقُوْلُ : نَعَمْ، فَيَمْضِيْ حَتّٰى، قُلْتُ :لَا فَوَضَعَ يَدَيْهِ، وَأَعَادَ رَاحِلَتَهُ إِلَى الطَّرِيْقِ، وَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعَ صَوْتَ زَمَّارَةِ رَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ هٰذَا(مسند أحمد) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چرواہے کی بانسری/ بین (Flute) کی آواز سنی، تو اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھ لیا، اور اپنی سواری کو راستے سے ہٹا لیا (آواز سے دور ہونے کی غرض سے راستے سے ہٹ کر چلتے رہے) اور برابر پوچھتے رہے کہ اے نافع آواز سنائی دے رہی ہے؟ میں اثبات میں جواب دیتا رہا، یہاں تک کہ میں نے کہا کہ اب آواز نہیں آ رہی، تب آپ نے اپنے ہاتھ ہٹائے، اور اپنی سواری کو راستے پر واپس لے آئے، اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چرواہے کی بانسری/ بین (Flute) کی آواز سننے کے وقت اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا (مسند احمد)

ملاحظہ فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اتباع میں صحابۂ کرام بانسری/ بین (Flute) کی آواز آنے پر بھی کان بند فرما لیا کرتے تھے، جس کی وجہ یہی تھی کہ بانسری

---

[1] رقم الحديث ۴۵۳۵، مؤسسة الرسالة، بيروت .

قال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن (حاشية مسند احمد)

آلاتِ موسیقی میں سے ہے، جن کا سننا گناہ ہے، اور جب سننا گناہ ہے، تو بجانا بدرجۂ اولیٰ گناہ ہے۔ [1]

---

[1] وبعض طرقه صحيح وقد خرجتها وتكلمت عليها مفصلا مع متابع لنافع من مجاهد بنحوه فى الروض النضير ٥٦٨ وفى المشكاة باختصار ١٤٨١ /التحقيق الثانى وقال الحافظ أبو الفضل محمد بن ناصر :حديث صحيح كما فى تفسير الآلوسى ١١/٧٧، وكف الرعاع ص ـ ١٠٩ هامش الكبائر.

فقال ابن حزم عقب الحديث:

فلو كان حراما ما أباحه رسول الله صلى الله عليه وسلم لابن عمر سماعه ولا أباح ابن عمر لنافع سماعه ولكنه عليه السلام كره كل شيء ليس من التقرب إلى الله كما كره الأكل متكئا و ..و ... فلو كان ذلك حراما لما اقتصر -عليه السلام -أن يسد أذنيه عنه دون أن يأمر بتركه وينهى عنه.

فأقول :عفا الله عن ابن حزم فقد خفيت عليه أمور ما يليق بعلمه أن تخفى عنه:

أولا :غاب عنه الفرق بين السماع والاستماع ففسر الأول بالثانى وهو خطأ ظاهر لغة وقرآنا وسنة ولذلك قال ابن تيمية عقب حديث عائشة المذكور آنفا :وليس فى حديث الجاريتين أن النبى صلى الله عليه وسلم استمع إلى ذلك والأمر والنهى إنما يتعلق بالاستماع لا بمجرد السماع كما فى الرؤية فانه إنما يتعلق بقصد الرؤية لا ما يحصل منها بغير الاختيار وكذلك فى اشتمام الطيب إنما ينهى المحرم عن قصد الشم فأما إذا شم ما لم يقصده فإنه لا شيء عليه وكذلك فى مباشرة المحرمات كالحواس الخمس من السمع والبصر والشم والذوق واللمس إنما يتعلق الأمر والنهى فى ذلك بما للعبد فيه قصد وعمل وأما ما يحصل بغير اختياره فلا أمر فيه ولا نهى.

وهذا مما وجه به حديث ابن عمر ...فذكره فإن من الناس من يقول -بتقدير صحة الحديث لم يأمر ابن عمر بسد أذنيه فيجاب بأن ابن عمر لم يكن يستمع وإنما كان يسمع وهذا لا إثم فيه وإنما النبى عدل طلبا للأكمل والأفضل كمن اجتاز بطريقه فسمع قوما يتكلمون بكلام محرم فسد أذنيه كيلا يسمعه فهذا أحسن ولو لم يسد أذنيه لم يأثم بذلك اللهم إلا أن يكون فى سماعه ضرر دينى لا يندفع إلا بالسد.

ثانيا :أن ابن حزم كأنه يتصور أن الراعى الزامر كان بين يديه صلى الله عليه وسلم ليأمره وينهاه وليس فى الحديث شيء من ذلك بل لعل فيه ما قد يشعر بخلافه وهو أنه كان بعيدا لا يرى شخصه وإنما يسمع صوته ولذلك قال العلامة ابن عبد الهادى بعد أن ذكر نحو كلام ابن تيمية وخلاصته: وتقرير الراعى لا يدل على إباحته لأنها قضية عين فلعله سمعه بلا رؤية أو بعيدا منه على رأس جبل أو مكان لا يمكن الوصول إليه أو لعل الراعى لم يكن مكلفا فلم يتعين الإنكار عليه.

ثالثا :إن تحريم الغناء وآلات الطرب ليس بأشد تحريما من الخمر وهو يعلم أن النبى صلى الله عليه وسلم عاش ما شاء بين ظهرانى أصحابه وهم يعاقرونها قبل التحريم فهل يصح أن يقال :إنه صلى الله عليه وسلم أقرهم ولم ينههم؟ كذلك نحن نقول -على افتراض دلالة الحديث على الإباحة :- إنه يحتمل أنه كان قبل التحريم ومع الاحتمال يسقط الاستدلال.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

گانے کے آلات اور بانسری کا اظہار بدعت ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک مکتوب میں یہ تحریر کیا کہ:

فَكَيْفَ يَنْجُوْ مَنْ كَثُرَتْ خُصَمَاؤُهُ وَإِظْهَارُكَ الْمَعَازِفَ وَالْمِزْمَارَ بِدْعَةٌ فِي الْإِسْلَامِ (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: پس اس شخص کی کیسے نجات ہوگی، جس کے ساتھ جھگڑا کرنے والوں کی کثرت ہو، اور تمہارا گانے بجانے کے آلات (Musical instruments) اور بانسریوں کا اظہار کرنا اسلام میں بدعت ہے (نسائی)

مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں اسلام میں نو ایجاد عمل اور بدعت ہیں۔

طبلہ (Tabla) طنبور (Mandolins) وغیرہ حرام ہے

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

رابعا وأخيرا :وعلى الافتراض المذكور فهى إباحة خاصة بمزمار الراعى وهو آلة بدائية ساذجة سخيفة من حيث إثارتها للنفوس وتحريک الطباع وإخراجها عن حد الاعتدال فأين هى من الآلات الأخرى كالعود والقانون وغيرهما من الآلات التى تنوعت مع مرور الزمن وبخاصة فى العصر الحاضر وابتلى بعض المغنين باستعمالها والجمهور بالاستماع إليها والالتهاء بها؟.

إن مما لا شک فيه أن الدليل فى هذا الحديث -وعلى الافتراض المذكور -أخص من الدعوى كما يقول الفقهاء وإلا فالحقيقة أن لا دليل فيه البتة بل أن فيه دليلا على كراهة النبى صلى الله عليه وسلم لصوت مزمار الراعى وهى بلا ريب كراهة شرعية بدخل فى عموم قوله تعالى :(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) ولذلک اتبعه عبد الله بن عمر رضى الله عنهما فوضع إصبعيه فى أذنيه مع عدم وجود القصد كما شرحنا فهو مع وجود القصد أشد كراهة كما لا يخفى ولهذا قال ابن الجوزى رحمه الله ص۲۴۷ إذا كان هذا فعلهم فى حق صوت لا يخرج عن الاعتدال فكيف بغناء أهل الزمان وزمورهم؟.!قلت :فماذا يقال فى أهل زماننا وموسيقاهم؟ .فهل من معتبر؟(تحريم آلات الطرب،ج ۱،ص ۱۱۹،الفصل السادس :شبهات المبيحين وجوابها)

[1] رقم الحديث۵۱۳۵، كتاب قسم الفيئ،مكتب المطبوعات الإسلامية -حلب.

إِنَّ اللّٰـهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْخَمْرَ، وَالْمَيْسِرَ، وَالْكُوبَةَ، وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: بے شک اللہ نے تمہارے اوپر شراب کو، اور جوے کو، اور طبلے کو حرام کیا ہے، اور فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَلا حَرَّمَ عَلَيَّ أَوْ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوبَةَ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (صحيح ابن حبان) [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٦٢٥،مؤسسة الرسالة، بيروت.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح، أحمد بن عبد الملك ثقة من رجال البخارى، وعبد الجبار بن محمد : هو ابن عبد الحميد بن عبد الرحمن بن زيد بن الخطاب، روى عنه جمع، وذكره ابن حبان فى "الثقات٨/٤١٨"، وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين غير قيس بن حبتر، فقد روى له أبو داود، وهو ثقة .عبيد الله بن عمرو :هو الرقى، وعبد الكريم :هو ابن مالك الجزرى.
وأخرجه الطحاوى ٤/٢١٦من طريق على بن معبد، والبيهقى ١٠/٢٢١من طريق يحيى بن يوسف الزمى، كلاهما عن عبيد الله بن عمرو الرقى، بهذا الإسناد .وانظر (٢٤٧٦) (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٥٣٦٥، كتاب الاشربة، فصل فى الاشربة.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده جيد .محمد بن عبد الأسدى _وإن كان كثير الخطأ فى حديث سفيان _وقد توبع عليه ,وهو فى "مسند أبو يعلى ٢٧٢٩"
وأخرجه أحمد فى "المسند ١/٢٧٤"وفى الأشربة١٩٢ و١٩٣ و١٩٤ وأبو داود ٣٦٩٦فى الأشربة :باب فى الأوعية ,والطحاوى ٤/٢٢٣والبيهقى ١٠/٢٢١ من طرق عن محمد بن عبد الله الأسدى ,بهذا الإسناد.
وأخرجه الطبرانى١٢٥٩٨ و١٢٥٩٩ والبيهقى ٨/٣٠٣من طريق عثمان بن عمر الضبى ,عن عَبُدُ اللّٰهِ بُنُ رَجَاءٍ ,عَنُ إِسُرَائِيلَ ,عَنُ على بن بذيمة ,به.
وأخرجه أحمد ١/٢٨٩وفى "الأشربة ١٤ "والبيهقى ١٠/٢٢١من طرق عن عبيد الله بن عمرو ,عن عبد الكريم ,عن قيس بن حبتر ,به.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ جل وعلا نے میرے اوپر حرام کردیا ہے یا حرام قرار دے دیا ہے شراب کو، اور جوے کو، اور طبلے کو، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے (ابنِ حبان)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

إِنَّ اللّٰـهَ حَرَّمَ عَلَيَّ، أَوْ حُرِّمَ الْخَمْرُ، وَالْمَيْسِرُ، وَالْكُوبَةُ قَالَ: وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ قَالَ سُفْيَانُ: فَسَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ بَذِيمَةَ عَنِ الْكُوبَةِ، قَالَ: الطَّبْلُ(سنن ابی داؤد) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرج قوله "كل مسكر حرام "الطبرانی ١٢٦٠٠ من طريق موسى بن أبی أعين ,عن علی بن بذيمة ,عن سعيد بن جبير ,عن قيس بن حبتر ,عن ابن عباس.

وفی الباب عن عبد الله بن عمرو ,وقيس بن سعد بن عبادة عند البيهقی ١٠/٢٢١-٢٢٢قلت :والمنع من الانتباذ فی الدباء والمزفت والحنتم منسوخ كما فی حديث بريدة الذی سيرد عند المصنف برقم ٥٣٩٠(حاشية صحيح ابن حبان)

[1] رقم الحديث ٣٦٩٦، كتاب الاشربة، باب فی الاوعية.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح .سفيان :هو ابن سعيد الثوری، وأبو أحمد :هو محمد بن عبد الله بن الزبير الأسدی.

وأخرجه أحمد فی "مسنده(٢٤٧٦)"وفی "الأشربة (١٩٢ - ١٩٤")وأبو يعلی (٢٧٢٩)، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار٤/٢٢٣ "، وابن حبان(٥٣٦٥)والبيهقی ١٠/٢٢١من طريق أبی أحمد الزُّبيری، بهذا الإسناد.

وأخرجه الطبرانی فی "الكبير(١٢٥٩٨)"و(١٢٥٩٩)، والبيهقی ٨/٣٠٣من طريق إسرائيل، عن علی بن بذيمة، به.

وأخرج قوله " :كل مسكر حرام "الطبرانی(١٢٦٠٠)من طريق موسى بن أعين، عن علی بن بذيمة، عن سعيد بن جبير، عن قيس بن حبتر، به.

وأخرج قوله " :إن الله حرّم الخمر والميسر والكوبة، وكل مسكر حرام "أحمد فی "مسنده(٢٦٢٥)"و (٣٢٧٤)، وفی "الأشربة(١٤)، والطحاوی٤/٢١٦، والبيهقی ١٠/٢٢١من طريق عبد الكريم بن مالك الجزری، عن قيس بن حبتر، به.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: بے شک اللہ نے حرام کیا مجھ پر، یا حرام قرار دے دیا ہے، شراب کو اور جوئے کو اور کوبہ کو، اور فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے، حضرت سفیان کہتے ہیں کہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وانظر ما سلف بالرقمين(٣٦٩٠) و(٣٦٩٢)
وللكلام على الكوبة انظر حديث عبد الله بن عمرو السالف برقم (٣٦٨٥)(حاشية سنن ابى داؤد)

وقال الالبانی:

لا تشربوا فی الدباء ولا فی المزفت ولا فی النقير وانتبذوا فی الأسقية.قالوا :يا رسول الله !فإن اشتد فی الأسقية؟ قال :فصبوا عليه الماء .قالوا :يا رسول الله ...فقال لهم فی الثالثة أو الرابعة :أهريقوه .ثم قال :إن الله حرم علی، أو حرم :الخمر والميسر والكوبة، قال :وكل مسكر حرام ."

أخرجه أبو داود -والسياق له (١٣١/٢) وأحمد(٢٧٤/١)عن أبی أحمد : حدثنا سفيان عن علی بن بذيمة حدثنی قيس بن حبتر النهشلی عن ابن عباس " :أن وفد عبد القيس قالوا :يا رسول الله !فيما نشرب؟ قال :فذكره .قال سفيان : فسألت علی بن بذيمة عن الكوبة؟ قال :الطبل.

قلت :وهذا إسناد صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير ابن بذيمة وحبتر، وهما ثقتان .وتابعه أبو جمرة عن ابن عباس به، دون قوله " :وانتبذوا " ...إلخ .أخرجه البخاری (٤٦٣/١٠- فتح) ومسلم (٣٥/١)وأبو داود، وزادوا " :والحنتم ."
وأخرجه أبو داود عن أبی هريرة مثل حديث أبی جمرة، وزاد " :والمزادة المخنوثة، ولكن اشرب فی سقائك، وأوكه ."وسنده صحيح .وأخرج مسلم(٣٧/١)وأحمد (٥٧/٣) فی قصة وفد عبد القيس هذه، فقال صلی الله عليه وسلم " :لا تشربوا فی النقير -قالوا :يا نبی الله !جعلنی الله فداءك، أو تدری ما النقير؟ قال : نعم، الجذع ينقر وسطه -ولا فی الدباء ولا فی الحنتم وعليكم بالموكی ."

وأخرجه أبو داود عن أبی القموص زيد بن علی حدثنی رجل كان من الوفد الذين وفدوا إلی النبی صلی الله عليه وسلم من عبد القيس فقال " :لا تشربوا فی نقير ولا مزفت ولا دباء ولا حنتم، واشربوا فی الجلد الموكأ عليه، فإن اشتد فاكسروه بالماء ، فإن أعياكم فأهريقوه ."وإسناد صحيح .وأخرجه أحمد(٢٠٦/٤) إلی قوله " :الموكأ عليه ." ولهذا القدر منه طريق أخری عنده(٤٣٢/٣ و ٢٠٦/٤) .ثم إن علی بن بذيمة قد تابعه عبد الكريم -وهو الجزری -عن قيس بن حبتر به، والجملة الأخيرة فقط بلفظ : "إن الله حرم عليكم الخمر والميسر والكوبة، وقال :كل مسكر حرام ."أخرجه أحمد (٢٨٩/١ و ٣٥٠)وغيره.

وإسناده صحيح أيضا، وهو مخرج فی "المشكاة(٣٦٥٢) "و(٤٥٠٣) وأخرجها أحمد أيضا(١٥٨/٢و١٦٥و١٦٧و١٧١و١٧٢) من طرق عن عبد الله بن عمرو مرفوعا (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٤٢٥)

میں نے علی بن بذیمہ سے کوبہ کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے مراد طبلہ ہے (ابوداؤد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ حَرَّمَ الْمَیْتَةَ وَالْمَیْسِرَ، وَالْكُوبَةَ یَعْنِیْ: اَلطَّبْلَ (كشف الأستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٢٩١٣) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کو اور جوئے اور کوبہ یعنی طبلہ کو حرام قرار دیا ہے (بزار)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس طرح کی حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الأوسط، وفيه حفص بن عمر الإمام، وهو ضعيف جدا، ورواه البزار باختصار وزاد :وقال ابن عباس :وكل مسكر حرام.

وفيه محمد بن عمار بن صبيح شيخ البزار ولم أعرفه، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٨٠٨٠)

وقال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثرى:

قلت :محمد بن عمارة بن صبيح الكوفي، ذكره ابن حبان في الثقات(حاشية المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية،تحت رقم الحديث ٢١٩٣ ،كتاب الخلافة والإمارة،باب من لا تقبل شهادته وترد)

[2] عن عبد الله بن عباس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ثمن الخمر حرام، ومهر البغي حرام، وثمن الكلب حرام، والكوبة حرام، وإن أتاك صاحب الكلب يلتمس ثمنه، فاملأ يديه ترابا، والخمر والميسر وكل مسكر حرام(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ١٢٦٠١)

قال الالباني:

ثمن الخمر حرام ومهر البغي حرام وثمن الكلب حرام والكوبة حرام وإن أتاك صاحب الكلب يلتمس ثمنه، فاملأ يديه ترابا، والخمر والميسر وكل مسكر حرام ."

أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير(٣/١٦٩/١) "ورقم ١٢٦٠١ مطبوعة، وفيها قلب) عن معقل بن عبيد الله عن عبد الكريم عن قيس بن حبتر الربعي عن عبد الله بن عباس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ...

قلت :وهذا إسناد جيد رجاله كلهم ثقات وفي معقل بن عبيد الله وهو الجزري ضعف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ رَبِّىْ حَرَّمَ عَلَيَّ الْخَمْرَ، وَالْكُوْبَةَ، وَالْقِنِّيْنَ(مسنداحمد، رقم الحديث ١٥٣٨١) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ پر شراب کو اور طبلے کو اور ''قنین'' (یعنی طنبور) کو حرام قرار دیا ہے (مسند احمد)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَنَهٰى عَنِ الْخَمْرِ، وَالْمَيْسِرِ، وَالْكُوْبَةِ، وَالْغُبَيْرَاءِ (مسنداحمد، رقم الحديث ٦٤٧٨) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے میری طرف وہ بات منسوب کی، جو میں نے نہیں کہی، تو اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب سے، اور جوئے سے، اور طبلے سے، اور غبیراء نام کی شراب سے بھی منع فرمایا (مسند احمد)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يسير من قبل حفظه واحتج به مسلم وقد توبع كما يأتى، وعبد الكريم هو الجذرى الثقة .والحديث أخرجه أحمد(١/٢٧٨ و٢٨٩ و٣٥٠) مفرقا من طرق عن عبد الكريم به .وروى بعضه أبو داود(٣٤٨٢)والطيالسى (٢٧٥٥)وتابعه على ابن بذيمة حدثنى قيس بن حبتر نحوه .أخرجه أحمد (١/٢٧٤)من طريق سفيان عنه .وزاد ": قال سفيان -وهو الثورى - :قلت لعلى بن بذيمة :ما الكوبة؟ قال :الطبل ."

قلت :وعلى بن بذيمة ثقة، فالسند صحيح.

(الكوبة) . قال ابن الأثير " :هو النرد .وقيل الطبل .وقيل :البربط ." وفى "المعجم الوسيط " :"وهو آلة موسيقية تشبه العود، والنرد أو الشطرنج قلت :والراجح :أنه الطبل لجزم على بن بذيمة به كما تقدم وهو أحد رواته والراوى أدرى بمرويه من غيره. والله أعلم(سلسلة الأحاديث الصحيحة،رقم الحديث ١٨٠٦)

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَيْهِمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ : إِنَّ رَبِّىْ حَرَّمَ عَلَىَّ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوْبَةَ وَالْقِنِّيْنَ ،وَالْكُوْبَةُ اَلطَّبْلُ(السنن الكبرى للبيهقى) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان کے پاس تشریف لائے، اور وہ لوگ اس وقت مسجد میں تھے، اور فرمایا کہ بے شک میرے رب نے میرے اوپر شراب کو اور جوئے کو اور ''قنین'' (یعنی طنبور) کو اور کوبہ کو حرام کیا ہے، اور کوبہ سے مراد طبلہ ہے (بیہقی)

طبلہ گانے بجانے کے آلات میں سے ہے، جب یہ بھی حرام ہے، تو دوسرے گانے بجانے کے آلات کیونکر جائز ہوں گے؟ [2]

اور ''قنین'' حبشہ کی زبان میں ''طنبور'' یعنی گٹار کو کہا جاتا ہے، اور بعض اہلِ لغت نے ''قنین'' روم کے ایک جوے والے کھیل کو قرار دیا ہے۔

اور مذکورہ حدیث میں ''قنین'' سے ''طنبور'' مراد ہونا راجح ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٢٠٩٩٤، باب :ما جاء فى ذم الملاهى من المعازف والمزامير ونحوه.

[2] وأما الطنبور فهو بضم الطاء والموحدة بينهما نون ساكنة آلة من آلات الملاهى معروفة وقد تفتح طاؤه(فتح البارى -لابن حجر، باب هل تكسر الدنان التى فيها خمر أو تخرق الزقاق)

وفى الحديث:إن الله حرم الخمر والكوبة والقنين

؛ قال ابن قتيبة :القنين لعبة للروم يتقامرون بها .قال الأزهرى :ويروى عن ابن الأعرابى قال : التقنين الضرب بالقنين، وهو الطنبور بالحبشية، والكوبة الطبل، ويقال النرد؛ قال الأزهرى :وهذا هو الصحيح .وورد فى حديث على، عليه السلام :نهينا عن الكوبة والغبيراء والقنين؛ قال ابن الأعرابى :الكوبة الطبل، والغبيراء خمرة تعمل من الغبيراء ، والقنين طنبور الحبشة .وقانون كل شىء :طريقه ومقياسه .قال ابن سيده :وأراها دخيلة (لسان العرب، ج١٣، ص ٣٤٩، فصل القاف)

[3] القنين من أسماء طنبور الحبشة(المخصص لابى الحسن المرسى، ج٤ص ١١، مادة "المزامير")

والقنين، كسكين :الطنبور بالحبشية؛ عن ابن الأعرابى.وقال الزجاجى :طنبور الحبشة .ومنه الحديث :(إن الله حرم الخمر والكوبة (والقنين). ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

گانے والے مُحرِم کے لئے صحابی کی بددعاء

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْـنَ عُـمَرَ مَرَّ عَلَيْهِ قَوْمٌ مُحْرِمُوْنَ وَفِيْهِمْ رَجُلٌ يَتَغَنّٰى فَقَالَ: أَلَا لَا سَمِعَ اللّٰهُ لَكُمْ أَلَا لَا سَمِعَ اللّٰهُ لَكُمْ (ذم الملاهی لابنِ ابی الدنیا) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے کچھ لوگ گزرے، جنہوں نے احرام باندھ رکھا تھا، اوران میں ایک آدمی گانا گا رہا تھا، تو حضرت ابنِ عمر رضی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ (وقال ابن قتيبة :) القنين :(لعبة للروم يتقامر بها؛ وبه فسر الحديث(تاج العروس، ج٣٦ص٢٣، مادة "قنن")

فی الحديث إن الله حرم الكوبة والقنين قال ابن قتيبة القنين لعبة للروم يقامرون بها وقال ابن الأعرابی التقنين الضرب بالقنين وهو الطنبور بالحبشية(غريب الحديث لابن الجوزی، ج٢ص٢٦٨، باب القاف مع النون)

كوب النبی صلى الله عليه وسلم إن ربی حرم على الخمر والكوبة والقنين .مر تفسيرها فی عر. القنين بوزن السكيت :الطنبور عن ابن الأعرابی .وقنن إذا ضرب به .ويقال :قننته بالعصا أقنه قنا أی ضربته .وقيل :لعبة للروم يتقامرون بها(الفائق فی غريب الحديث للزمخشری، ج٣ص٢٨٤، حرف الكاف، الكاف مع الواو)

وفسر القنين بالبربط، وهو :عود الغناء ، قال الزمخشری:القنين بوزن السكيت :الطنبور، عن ابن الأعرابی، وقنن :إذا ضرب به، يقال :قننته بالعصا قنا :إذا ضربته، قال :وقيل :لعبة للروم يتقامرون بها .وهو قول ابن قتيبة:قال ابن الأعرابی :وهو :الطنبور بالحبشية(النظم المستعذب فی تفسير غريب الفاظ المهذب، لمحمد بن أحمد بن محمد بن سليمان بن بطال الركبی، ج٢ص٣٧٠، كتاب الشهادات، ومن باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل)

القنين ".هو الطنبور بالحبشة والتقنين الضرب به قاله ابن الأعرابی كذا فی إغاثة اللهفان.

وفی القاموس :التقنين كسكين :الطنبور ولعبة للروم يتقامر بها.

قلت :والأول هو المراد هنا قطعا لأن القمار مذكور فی الحديث نفسه وهو الميسر.

وهو من آلات الطرب الوترية طويل العنق له صندوق نصف بيضوی فيه وتران أو ثلاثة(تحريم آلات الطرب للالبانی، ص٧٧،الفصل الثانی :شرح مفردات غريب الحديث)

[1] رقم الحديث ٤٢، ص٤٣،سنن البيهقی ، رقم الحديث ٩١٧٩)

قال عبدالله بن يوسف الجديع:قلت: وهذا اسناد صحيح ، رجاله رجال الصحيح(احاديث ذم الغناء والمعازف فی الميزان، صفحه ١٥٢ ،مطبوعة : مكتبة دارالاقصیٰ، الكويت،الطبعة الاولیٰ :١٤٠٦ - 1986هـ)

اللہ عنہ نے بدعاء دیتے ہوئے فرمایا کہ یاد رکھو! اللہ تمہاری دعاء نہ سنے، یاد رکھو! اللہ تمہاری دعاء نہ سنے (ابنِ ابی الدنیا،بیہقی)

معلوم ہوا کہ گانے والے کی دعاء قبول نہیں کی جاتی۔

گانے والے پر شیطان کی پکڑ

حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ إِلَى السُّوْقِ، فَمَرَّ عَلٰى جَارِيَةٍ صَغِيْرَةٍ تُغَنِّيْ، فَقَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَوْ تَرَكَ أَحَدًا لَتَرَكَ هٰذِهٖ (الادب المفرد، رقم الحديث ۷۸۴، باب الغناء واللهو) [1]

ترجمہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار میں نکلا، تو ان کا گزر ایک چھوٹی بچی پر ہوا، جو گانا گارہی تھی، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر شیطان کسی کو چھوڑتا، تو اس کو چھوڑ دیتا (الادب المفرد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ گانا شیطان کی پکڑ کی وجہ سے ہوتا ہے، اور وہ بچی چھوٹی ہونے کی وجہ سے مکلّف نہیں تھی، مگر شیطان نے اس کو بھی گانے کی شکل میں پکڑ لیا، جس سے معلوم ہوا کہ گانا شیطان کی پکڑ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

گھنٹی شیطان کے گانے بجانے کے آلات میں سے ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ (صحيح مسلم) [2]

ترجمہ: گھنٹی شیطان کے گانے بجانے کے آلات میں سے ہے (مسلم)

---

[1] قال الألباني: حسن (حاشية الادب المفرد)

[2] رقم الحديث ۲۱۱۴، كتاب اللباس والزينة، باب كراهة الكلب والجرس فى السفر.

مطلب یہ ہے کہ شیطان گھنٹی کو گانے بجانے کے لئے استعمال کرتا ہے۔[1]

گھنٹی یا گھنگرو کی جگہ رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِکَۃُ رِفْقَۃً فِیْھَا کَلْبٌ أَوْ جَرَسٌ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہوتے، جن کے ساتھ کتا یا گھنٹی ہو (مسند احمد، مسلم)

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِکَۃُ رِفْقَۃً فِیْھَا جَرَسٌ (سنن ابی داود) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہوتے، جن کے ساتھ گھنٹی ہو (ابوداود)

---

[1] (الجرس) بالتحريک الجلجل وحکی عياض سکون الراء قال جدنا الأعلى للإمام الزين العراقی :والتحقيق أن الذی بالفتح اسم الآلة وبالسکون اسم الصوت فإن أصل الجرس بالسکون الصوت الخفی اه .وتقدمه القرطبی فقال :بفتح الراء ما يعلق فی أعناق الإبل مما له صلصلة وأما بسکونها فالصوت الخفی فقال بفتح الجيم وکسرها اه .(مزامير) وفی رواية مزمار وفی رواية من مزامير (الشيطان) أخبر عن المفرد بالجمع لإرادة الجنس وأضافه إلى الشيطان لأن صوته شاغل عن الذکر والفکر فيکره سفرا وحضرا وينبغی لمن سمعه سد أذنيه لکن لا يجب لقولهم لو کان بجواره ملاهی محرمة لم يلزمه النقلة ولا يأثم بسماعها بلا قصد قال ابن حجر :الکراهة لصوته لأن فيه شبها لصوت الناقوس وشکله .قال النووی :والجمهور على أن الکراهة تنزيهية لا تحريمية(فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ٣٦١٧)

[2] رقم الحديث ٧٥٦٦، مسلم، رقم الحديث ٢١١٣ "١٠٣"

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[3] رقم الحديث ٢٥٥٤، کتاب الجهاد، باب فی تعليق الأجراس.

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن فی الشواهد (حاشية سنن ابی داود)

حضرت امِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ جُلْجُلٌ، وَلَا جَرَسٌ، وَلَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رِفْقَةً فِيْهَا جَرَسٌ

(سنن النسائی، رقم الحديث ۵۲۲۲، کتاب الزينة، باب الجلاجل)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں گھنگرو ہو، یا جس میں گھنٹی ہو، اور فرشتے ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہوتے، جن کے ساتھ گھنٹی ہو (نسائی)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [۱]

بعض روایات میں جانوروں کے گلوں میں سے بھی گھنٹی نکالنے کا حکم آیا ہے۔ [۲]

جانور کے گلے میں گھنٹی ڈالنا اس وقت منع ہے، جبکہ بلاضرورت ہو، اور بوقتِ ضرورت گھنٹی باندھنے کی اجازت ہے۔ [۳]

---

[۱] عن أبی بكر يعنی ابن موسى قال - :كنت مع سالم بن عبد الله بن عمر فمرت رفقة لأم البنين فيها أجراس -، فحدث سالم، عن أبيه، عن النبی صلى الله عليه وسلم أنه قال " :لا تصحب الملائكة ركبا معهم الجلجل "فكم ترى فی هؤلاء من جلجل (مسند احمد، رقم الحديث ۴۸۱۱)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

عن ابن عمر، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: لاتصحب الملائكة رفقة فيها جرس (مسند احمد، رقم الحديث ۲۷۴۰۱)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[۲] عن عائشة " :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر بالأجراس أن تقطع من أعناق الإبل يوم بدر (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۵۱۶۶)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[۳] فإذا ورد النهی عن تعليق القلائد فی أعناق الإبل يدخل فيه النهی عن الجرس بالضرورة، والأصل هو النهی عن الجرس، ألا ترى أنه ورد :أن الملائكة لا تصحب رفقة فيها جرس؟ ولأنه يشبه الناقوس (عمدة القاری، ج۱۴، ص ۲۵۲، كتاب الجهاد والسير، باب ما قيل فی الجرس ونحوه فی أعناق الإبل)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی طرح گھروں، ٹیلی فون، موبائل اور گھڑیوں میں بھی ضرورت کے تحت گھنٹی لگانے کی اجازت ہے، مگر جب سادہ گھنٹی سے ضرورت پوری ہوجاتی ہو، تو موسیقی اور گانوں کی دھنوں پر مشتمل گھنٹی کا استعمال جائز نہیں۔

افسوس کہ آج کل موبائل فون اور دوسری شکلوں میں موسیقی پر مشتمل گھنٹیوں کا استعمال عام ہے، جن کو خالص گھنٹی کہنا بھی درست نہیں، کیونکہ گھنٹی کے عنوان سے آج کل مختلف موسیقی کے آلات سے مرکب موسیقی شامل ہوتی ہے۔

ملحوظ رہے کہ متعدد احادیث میں واضح طور پر گانے بجانے کے آلات کا ذکر ہے، جن سے واضح ہوتا ہے کہ اگر خالی گانے بجانے کے آلات کو بھی استعمال کیا جائے اور اس کے ساتھ گانے والے کسی انسان کی آواز شامل نہ ہو تب بھی یہ ناجائز و حرام ہے۔

نیز مروجہ موسیقی اور گانے بجانے کے ناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل) رحمہم اللہ کا اجماع واتفاق ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال النووی :وسبب الحکمة فی عدم مصاحبة الملائكة مع الجرس أنه شبيه بالنواقيس، أو ;لأنه من المعاليق المنهی عنها لكراهة صوتها، ويؤيده قوله ;أی :الآتی مزامير الشيطان، وهو مذهبنا، ومذهب مالک وهی كراهة تنزيه، وقال جماعة من متقدمی علماء الشام :يكره الجرس الكبير دون الصغير اهـ.

وقال بعض العلماء :جرس الدواب منهی عنه إذا اتخذ للهو، وأما إذا كان فيه منفعة فلا بأس (مرقاة المفاتيح ج٦، ص ٢٥١٢، كتاب الجهاد، باب آداب السفر)

[1] وفی شرح السنة اتفقوا على تحريم المزامير والملاهی والمعازف(مرقاة المفاتيح، ج٧ص ٣٠٢٥، كتاب الآداب، باب البيان والشعر)

فذهب أبو حنيفة ومالک وأحمد وعكرمة والشعبی والنخعی وحماد والثوری وجماعة من أهل الكوفة إلى تحريم الغناء وذهب آخرون إلى كراهته نقل ذلک عن ابن عباس ونص عليه الشافعی وجماعة من أصحابه وحكى ذلک عن مالک وأحمد (عمدة القاری للعينی، ج١٠ ص ٢٥١، كتاب فضائل المدينة، باب بعد باب كراهية النبی أن تعرى المدينة)

(فصل نمبر 1)

دَف (Tambourine) کا مفصَّل ومدلَّل حکم

بعض احادیث وروایات سے بطورِ خاص نکاح کے موقع پر خوشی کے اظہار کے لئے اشعار پڑھنے اور نکاح کا اعلان کرنے کی غرض سے دَف کی اجازت ملتی ہے۔

چنانچہ حضرت محمد بن حاطب سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَصْلُ بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، اَلدُّفُّ وَالصَّوْتُ فِي النِّكَاحِ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح میں حلال اور حرام کے درمیان فاصلہ کرنے والی چیز دَف اور آواز کو بلند کرنا ہے (ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ نکاح کے موقع پر آلاتِ موسیقی کا استعمال تو جائز نہیں، البتہ دَف کے ذریعہ سے اور آواز بلند کر کے نکاح کا اعلان کرنا جائز ہے، تاکہ نکاح اور زنا میں فرق ہو جائے۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّهَا زَفَّتِ امْرَأَةً إِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

[1] رقم الحديث ١٨٩٦، كتاب النكاح، باب اعلان النكاح.
قال شعيب الارنؤط:
إسناده حسن من أجل أبى بلج -وهو الفزارى -فهو صدوق حسن الحديث(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال المهلب :السنة إعلان النكاح بالدف والغناء المباح؛ ليكون ذلك فرقا بينه وبين السفاح الذى يستسر به .وفيه :إقبال العالم والإمام إلى العرس وإن كان فيه لعب ولهو ما لم يخرج اللهو عن المباحات فيه(شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج٧، ص٢٦٣، كتاب النكاح، باب ضرب الدف فى النكاح والوليمة)

وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ، مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ؟ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ (بخاری) [1]

ترجمہ: ایک عورت کی انصار کے ایک آدمی سے شادی ہوئی، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! تمہارے ساتھ کوئی لہو (یعنی کھیل تماشے کا انتظام) نہیں، کیونکہ انصار کو لہو پسند ہے (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لہو سے مراد ایسے اشعار کا پڑھنا تھا، جن میں کوئی غیر شرعی بات شامل نہ ہو، اور سادہ انداز میں دَف کا استعمال تھا، جس کی تفصیل دیگر روایات میں آئی ہے۔ [2]

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ فِيْ حِجْرِيْ جَارِيَةٌ مِّنَ الأَنْصَارِ فَزَوَّجْتُهَا، قَالَتْ: فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عُرْسِهَا فَلَمْ يَسْمَعْ غِنَاءً وَلَا لَعِباً، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، هَلْ غَنَّيْتُمْ عَلَيْهَا؟ أَوَلَا تُغَنُّوْنَ عَلَيْهَا؟ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الأَنْصَارِ يُحِبُّوْنَ الْغِنَاءَ (موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، رقم الحديث ٢٠١٦، كتاب الادب، باب الغناء واللعب فى العرس) [3]

ترجمہ: میری گود (یعنی پرورش) میں انصار کی ایک لڑکی تھی، جس کا میں نے نکاح کر دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نکاح کے موقعہ پر تشریف لائے، اور

---

[1] رقم الحديث ٥١٦٢، كتاب النكاح، باب النسوة اللاتى يهدين المرأة إلى زوجها ودعائهن بالبركة.

[2] (وعن عائشة قالت زفت امرأة إلى رجل من الأنصار) أى :نقلت إلى بيته (فقال نبى الله - صلى الله عليه وسلم -ما كان معكم لهو؟) ما نافية وهمزة الإنكار مقدرة أى :ألم يكن معكم ضرب دف وقراءة شعر ليس فيه إثم (فإن الأنصار يعجبهم اللهو وهذا رخصة عند العرس كذا قيل، والأظهر ما قال الطيبى :فيه معنى التخصيص كما فى حديث عائشة -رضى الله عنها :ألا أرسلتم معهم من يقول أتيناكم(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٥، ص٢٠٦٥، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح والخطبة والشرط)

[3] قال حسين سليم اسد الدارانى:
إسناده جيد(حاشية موارد الظمآن)

آپ نے کسی گانے اور لعب کی آواز نہیں سنی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تم نے اس کے نکاح پر گایا نہیں؟ یا تم اس کے نکاح پر گاؤ گی نہیں؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار کا یہ قبیلہ گانے کو پسند کرتا ہے (موارد الظمآن)

اس طرح کی حدیث کو اور محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

گانے سے مراد مخصوص اشعار کا پڑھنا تھا، جس کی وضاحت دیگر روایات میں آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنْكَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَهَا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَهَدَيْتُمُ الْفَتَاةَ؟ قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: أَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ يُغَنِّي؟ قَالَتْ: لَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْأَنْصَارَ قَوْمٌ فِيهِمْ غَزَلٌ، فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَقُولُ:

أَتَيْنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ (سنن ابنِ ماجه) [2]

---

[1] عن عائشة، زوج النبى صلى الله عليه وسلم قالت: كانت فى حجرى جارية من الأنصار فزوجتها قالت: فدخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عرسها، فلم يسمع لعبا، فقال " :يا عائشة إن هذا الحى من الأنصار يحبون كذا وكذا "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٦٣١٣)

قال شعيب الارنؤوط:

صحيح، وهذا إسناد ضعيف لجهالة إسحاق بن سهل بن أبى حثمة، فلم يذكر فى الرواة عنه سوى محمد بن إبراهيم بن الحارث التيمى، ولم يؤثر توثيقه عن غير ابن حبان، وذكره البخارى فى "التاريخ الكبير"، وابن أبى حاتم فى "الجرح والتعديل"، ولم يذكرا فيه جرحا ولا تعديلا، وأشار البخارى إلى حديثه هذا، ولم يذكره الحسينى ولا الحافظ فى كتابيهما، وهو على شرطهما، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين غير سعد - وهو ابن إبراهيم بن سعد بن إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف أخو يعقوب -فقد روى له البخارى حديثا واحدا مقرونا بأخيه يعقوب، وهو ثقة، وغير محمد بن إسحاق، فقد روى له مسلم متابعة وأصحاب السنن، وهو صدوق(حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ١٩٠٠، كتاب النكاح، باب الغناء والدف.

قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره(حاشية ابنِ ماجه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک قرابت دار انصاریہ کا نکاح کرادیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا تم نے دلہن کو روانہ کر دیا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے ساتھ کسی کو بھیجا ہے جو گائے؟ حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار گانے کو پسند کرتے ہیں اگر تم ان کے ساتھ کوئی بھیج دیتے جو یہ کہتا کہ:

" أَتَيۡنَاكُمۡ أَتَيۡنَاكُمۡ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمۡ "

''ہم تمہارے پاس آئے ہیں ہم تمہارے پاس آئے ہیں، اللہ ہمیں بھی خوش رکھے اور تمہیں بھی خوش رکھے'' (ابنِ ماجہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ لِعَائِشَةَ: أَهَدَيۡتُمُ الۡجَارِيَةَ إِلٰى بَيۡتِهَا؟ قَالَتۡ: نَعَمۡ قَالَ: فَهَلَّا بَعَثۡتُمۡ مَعَهُمۡ مَنۡ يُّغَنِّيۡهِمۡ يَقُوۡلُ:

أَتَيۡنَاكُمۡ أَتَيۡنَاكُمۡ فَحَيُّوۡنَا نُحَيَّاكُمۡ

فَإِنَّ الۡأَنۡصَارَ قَوۡمٌ فِيۡهِمۡ غَزَلٌ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۲۰۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا تم نے لڑکی کو اس کے گھر رخصت کر دیا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ان کے ساتھ کسی گانے والے کو کیوں نہیں بھیجا جو یہ گانا سناتا کہ:

" أَتَيۡنَاكُمۡ أَتَيۡنَاكُمۡ فَحَيُّوۡنَا نُحَيَّاكُمۡ "

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حسن لغيره وهذا إسناد ضعيف، أجلح -وهو ابن عبد الله بن حُجَية -ضعيف يعتبر به، وأبو الزبير لم يصرح بسماعه من جابر (حاشية مسند احمد)

”ہم تمہارے پاس آئے ہیں، ہم تمہارے پاس آئے ہیں، سوتم ہمیں سلامتی کی دعاء دو، ہم تمہیں سلامتی کی دعاء دیں گے“

کیونکہ انصار ایسے لوگ ہیں کہ جن میں اس غزل کا رواج ہے (مسند احمد)

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

مذکورہ اشعار چونکہ بالکل سادہ انداز اور مختصر جملوں پر مشتمل تھے، جن میں کوئی غیر شرعی بات نہیں پائی جاتی تھی، اور متعدد روایات کے مطابق یہ اشعار پڑھنے والی بچیاں بھی کم عمر اور کم سن تھیں۔

---

[1] عن عبد الله بن عمير أو عميرة قال :حدثني زوج ابنة أبي لهب قال " :دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم حين تزوجت ابنة أبي لهب، فقال " :هل من لهو؟ " (مسند الإمام أحمد ، رقم الحديث ١٦٦٢٦)

قال شعيب الارنؤوط:مرفوعه صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

عن عائشة رضى الله عنها، قالت :سمع النبى صلى الله عليه وسلم ناسا يتغنون فى عرس لهم، وأهدى لها كبشا ينحنحن فى مربد وحبك فى النادى، ويعلم ما فى غد، قال النبى صلى الله عليه وسلم :لا يعلم ما فى غد إلا الله(مستدرك حاكم، رقم الحديث ٢٧٥٣)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه "

وقال الذهبى فى التلخيص:على شرط مسلم.

عن عائشة، قال :سمع النبى صلى الله عليه وسلم نساء ، وهن يقلن فى عرس:
وأهدى لها كبشا تنحنح فى المربد ...وزوجك فى النادى ويعلم ما فى غد
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :لا يعلم ما فى غد إلا الله، ألا قلتم :أتيناكم أتيناكم، فحيانا وحياكم (كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٢١٠٨)

قال الهيثمى: رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٣٣٤٩ ،باب جواز الشعر والاستماع له)

عن أنس بن مالك قال :مر النبى صلى الله عليه وسلم فى أول مقدمة المدينة بعروس، ومعها نسوة، وإذا إحداهن تقول:(البحر الرجز)
وأهدى لها أكبشا ...تنحنح فى المربد
وزوجك فى النادى ...ويعلم ما فى غد
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تقولى هكذا، ولكن قولى:
أتيناكم أتيناكم ...فحيانا وحياكم(المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ٢١٩٨)

اس لئے اس حد تک تو نکاح اور خوشی کے موقع پر خوش آوازی کے ساتھ اشعار پڑھنے کی اجازت ہے، لیکن اس سے موجودہ فسقیہ اور گناہ اور اس سے بڑھ کر آلاتِ موسیقی پر مشتمل گانوں کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ [1]

حضرت ربیع بنتِ معوذ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِیۡنَ بُنِیَ عَلَیَّ، فَجَلَسَ عَلٰی فِرَاشِیۡ کَمَجۡلِسِکَ مِنِّیۡ، فَجَعَلَتۡ جُوَیۡرِیَاتٌ لَنَا، یَضۡرِبۡنَ بِالدُّفِّ وَیَنۡدُبۡنَ مَنۡ قُتِلَ مِنۡ آبَائِیۡ یَوۡمَ بَدۡرٍ، إِذۡ قَالَتۡ إِحۡدَاھُنَّ : وَفِیۡنَا نَبِیٌّ یَعۡلَمُ مَا فِیۡ غَدٍ، فَقَالَ : دَعِیۡ ھٰذِہٖ، وَقُوۡلِیۡ بِالَّذِیۡ کُنۡتِ تَقُوۡلِیۡنَ

(بخاری، رقم الحدیث، رقم الحدیث ۵۱۴۷، کتاب النکاح، باب بعد باب الخطبة)

ترجمہ: جب میری رخصتی ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر آ کر اس طرح بیٹھ گئے، جیسے تم میرے پاس بیٹھے ہو اور چھوٹی چھوٹی لڑکیاں دف بجا کر شہدائے بدر سے متعلق اشعار گانے لگیں، ایک ان میں سے کہنے لگی کہ ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کا حال جانتے ہیں کہ کل کو کیا ہوگا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] وفی التوضیح :اتفق العلماء علی جواز اللھو فی ولیمة النکاح کضرب الدف وشبھه، وخصت الولیمة بذلک لیظھر النکاح وینتشر، فتثبت حقوقه وحرمته، وقال مالک :لا بأس بالدف والکبر فی الولیمة لأنی أراہ خفیفا، ولا ینبغی ذلک فی غیر العرس، وسئل مالک عن اللھو یکون فیه البوق؟ فقال :إن کان کبیرا مشتھرا، فإنی أکرھه، وإن کان خفیفا فلا بأس بذلک، وقال إصبغ: ولا یجوز الغناء فی العرس ولا فی غیرہ إلا مثل ما یقول نساء الأنصار، أو رجز خفیف .وأخرج النسائی من طریق عامر بن سعد عن قرظة بن کعب وأبی مسعود الأنصاریین، قالا :إنه رخص لنا فی اللھو عند العرس ...الحدیث، وصححه الحاکم .قلت :الکبر، بفتحتین الطبل ذو الرأسین، وقیل: الطب الذی له وجه وأحد، والبوق بضم الباء الموحدة وسکون الواو وفی آخرہ قاف :آلة ینفخ فیھا ویجمع علی بیقان وبوقان، کذا قال فی المغرب قلت القیاس :أبواق، وسئل أبو یوسف عن الدف أتکرھه فی غیر العرس مثل المرأة فی منزلھا والصبی؟ قال :فلا أکرھه، فأنما الذی یجیء منه اللعب الفاحش والغناء فإنی أکرھه(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج۲۰،ص۱۵۰، کتاب النکاح، باب النسوة اللاتی یھدین المرأة إلی زوجھا)

فرمایا کہ اس شعر کو چھوڑ دو اور جو پہلے پڑھ رہی تھیں وہی پڑھو (بخاری)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ، فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي، وَجُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ، يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ، حَتّٰى قَالَتْ جَارِيَةٌ: وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُولِي هٰكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم شبِ زفاف کے بعد صبح ہونے پر میرے گھر میں تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح بیٹھ گئے جیسے تم بیٹھے ہو، اس وقت کچھ لڑکیاں دف بجا کر شہدائے بدر کی شان میں قصیدہ خوانی کر رہی تھیں، آخر ان میں ایک لڑکی یہ گانے لگی کہ ہم میں ایک ایسے نبی ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مت کہو، بلکہ جو پہلے کہہ رہی تھیں وہی کہو (بخاری)

حضرت ابوالحسین مدنی سے روایت ہے کہ:

كُنَّا بِالْمَدِينَةِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَالْجَوَارِي يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ، وَيَتَغَنَّيْنَ، فَدَخَلْنَا عَلَى الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهَا، فَقَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيحَةَ عُرْسِي، وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ يَتَغَنَّيَانِ، وَتَنْدُبَانِ آبَائِي الَّذِينَ قُتِلُوا يَوْمَ بَدْرٍ، وَتَقُولَانِ، فِيمَا تَقُولَانِ: وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ، فَقَالَ: أَمَّا هٰذَا فَلَا تَقُولُوهُ، مَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ (سنن ابن ماجه) [2]

---

[1] رقم الحديث، ۴۰۰۱، كتاب المغازی، باب بعد باب شهود الملائكة بدرا.

[2] رقم الحديث ۱۸۹۷، كتاب النكاح، باب الغناء والدف.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

ترجمہ: ہم عاشورہ کے دن مدینہ میں تھے،اور کچھ بچیاں دف بجارہی تھیں اور شعر گارہی تھیں، ہم ربیع بنتِ معوذ کے پاس گئے اور یہ بات ان سے ذکر کی، وہ فرمانے لگیں کہ میری شادی کی صبح رسول اللہ میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت کچھ بچیاں میرے پاس گیت گارہی تھیں اور میرے آباء کا تذکرہ کررہی تھیں جو بدر میں شہید ہوئے تھے،اور گاتے گاتے وہ یہ بھی گانے لگیں کہ اور ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل (آئندہ) کی بات جانتے ہیں،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات مت کہو،اس لئے کہ کل کی بات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا(ابن ماجہ)

ایک دوسری روایت میں بھی بنی نجار کی بچیوں کے دَف بجانے کا ذکر ہے۔ [1]

---

[1] عن أنس بن مالک قال :مر النبی صلی الله علیه وسلم علی حی من بنی النجار , فإذا جواری یضربن بالدف ,ویقلن :نحن قینات بنی النجار ,فحبذا محمد من جار , فقال النبی صلی الله علیه وسلم :الله یعلم أن قلبی یحبکم ، لم یروه عن عوف إلا عیسی تفرد به مصعب بن سعید (المعجم الصغیر للطبرانی، رقم الحدیث ۷۸)

قال الالبانی: وقال الطبرانی : "لم یروه عن عوف إلا عیسی، تفرد به مصعب بن سعید." قلت :وهو صدوق، کما قال ابن أبی حاتم(۴/۱/۳۰۹)عن أبیه. وقد وثقه ابن حبان فی "الثقات(۱۷۵/۹) "وقال: "ربما أخطأ، یعتبر حدیثه إذا روی عن الثقات وبین السماع؛ لأنه کان مدلسا ." قلت :قد صرح بالسماع کما تری، ومن فوقه ثقات من رجال الشیخین، فالإسناد حسن، وإن کان ابن عدی قد تکلم فی المصیصی هذا، فأورده الذهبی فی "المیزان "، وتبعه الحافظ فی "اللسان "، وقد فاتهما قول أبی حاتم فیه " :صدوق !"ثم إنه لم یتفرد به :خلافا لقول الطبرانی؛ فقال ابن ماجه(۱/۲/۶۱۲/۱۸۹۹)حدثنا هشام بن عمار :ثنا عیسی بن یونس به، ولفظه: "الله یعلم أنی لأحبکن ." وقال البوصیری : "إسناده صحیح، ورجاله ثقات ." قلت :یمکن أن یقال :إنه صحیح لغیره؛ لمتابعة المصیصی إیاه؛ للخلاف المعروف فی هشام بن عمار؛ مع أنه من شیوخ البخاری فی "صحیحه "محتجا به، کما قال الحافظ فی "مقدمة الفتح "، ولعل أعدل ما قیل فیه قول الحافظ الذهبی فی "المغنی :" "ثقة مکثر ,له ما ینکر ." وله طریق أخری عند البیهقی -أیضا -عن محمد بن سلیمان بن إسماعیل ابن أبی الورد قال :حدثنا إبراهیم بن صرمة قال :حدثنا یحیی بن سعید عن إسحاق بن عبد الله بن أبی طلحة عن أنس به نحوه. وعزاه الحافظ(۷/۲۶۱)للحاکم، وسکت عنه. قلت :وهذا إسناد ضعیف؛ إبراهیم بن صرمة مختلف فیه، وقد أورده الذهبی فی "المغنی "، وقال: "ضعفه الدارقطنی وغیره ." طریق ثالث :یرویه سعید :حدثنا رشید :حدثنا ثابت عن أنس به؛ إلا أنه قال : "اللهم بارک فیهن ." أخرجه أبو یعلی فی "مسنده(۳۴۰۹/۱۳۴/۶) " ومن طریقه :ابن عدی فی "الکامل(۱۵۹/۳) " وابن السنی فی "عمل الیوم واللیلة(۲۲۵) "وعنه الحافظ عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ روایات میں چھوٹی بچیوں کا ذکر ہے، جن کو موسیقی کے انداز میں گانے اور دَف بجانے میں مہارت نہیں ہوتی۔

بہرحال اس قسم کی روایات سے نکاح کے موقعہ پر خوشی پر مشتمل جائز اشعار پڑھنے اور سادہ انداز میں دف بجانے کی گنجائش نکلتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الغنی المقدسی فی "أحادیث الشعر(۲۶/۷۵۔عمان)"کلهم عن أبی یعلی -وقد قرن به ابن عدی: عبدان -قالا :ثنا سعید بن أبی الربیع السمان به . قلت :وسعید هذا سمی ابن أبی حاتم أباه :أشعث بن سعید السمان، وهو ابن أبی الربیع السمان، وقال عن أبیه : "ما أراه إلا صدوقا ." وذكره ابن حبان فی "الثقات(۲۶۸/۸) "وقال: "حدثنا عنه الحسن بن سفیان، وأبو یعلی، یعتبر حدیثه من غیر روایته عن أبیه ." قلت :وروى عنه عبدان، فهؤلاء ثلاثة من الثقات الحفاظ قد رووا عنه، وهناك حافظ رابع، وهو أبو زرعة كما ذكر ابن أبی حاتم -وهو لا یروی إلا عن ثقة -، فهو إذن ثقة؛ وإنما علة هذه الروایة رشید هذا، ووقع مكنیا فی "ابن السنی "بـ "أبی عبد الله "وكذا فی "كامل ابن عدی "، وقال فیه: "حدث عن ثابت بأحادیث لم یتابع علیها، وله عن ثابت غیر هذا الحدیث، وهذا إنما یروی عن عوف عن ثمامة عن أنس :رواه عن عوف عیسى بن یونس، وابن أبی عدی، وعمر بن النعمان، ومحمد بن إسحاق صاحب المغازی ." وقال الذهبی -وتبعه العسقلانی :- "مجهول "؛ وكذا قال الهیثمی(۴۲/۱۰) وقد تابعه محمد بن ثابت البنانی :حدثنی أبی به؛ إلا أنه قال ":والله! إنی لأحبكم ." وهذا هو المحفوظ؛ لأنه موافق لحدیث الترجمة، خلافا لحدیث رشید؛ فإنه منكر. أخرجه ابن السنی أیضا(۲۲۴) وفیه:أن رسول الله -صلى الله علیه وسلم -استقبله نساء وصبیان وخدم جائین من عرس لهم، فسلم علیهم وقال ... :فذكره.ولجملة العرس شاهد من حدیث الربیع بنت معوذ، وفیه أن ذلك كان حین بنی علیها . أخرجه البخاری وغیره، وقد خرجته فی "آداب الزفاف "(ص ـ ۱۸۰ الطبعة الجدیدة/ المعارف) . (تنبیه) : لقد حسن حدیث رشید أبی عبد الله .المعلق على "أحادیث الشعر"مع تضعیفه لرشید تبعا لابن عدی والذهبی !وكأنه حسنه لروایة ثمامة عن أنس، فإنه ساقها عقبها من روایة ابن ماجه والطبرانی، والغریب أنه لم یتكلم علیها مطلقا، ولا یخفى أن هذه الروایة هی الصحیحة كما تقدم، وأن تحسین حدیث الرشید خطأ واضح لمخالفته للروایات المتقدمة؛ فهو منكر، وهذا إن دل على شیء ؛ فهو یدل - كما یقال الیوم -على حداثته بهذا العلم، وبخاصة أنه لم یسق لفظ روایة ابن ماجه والطبرانی لیتبین القراء أنه مخالف للفظ روایة الرشید؛ فتأمل (سلسلة الاحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۳۱۵۴)

[1] (یضربن بالدف) قیل تلك البنات لم یكن بالغات حد الشهوة وكان دفهن غیر مصحوب بالجلاجل، قال أكمل الدین " :الدف بضم الدال أشهر وأفصح ویروى بالفتح أیضا وفیه دلیل على جواز ضرب الدف عند النكاح والزفاف للإعلان وألحق بعضهم الختان والعیدین والقدوم من السفر ومجتمع الأحباب للسرور وقال :المراد به الدف الذی كان فی زمن المتقدمین وأما ما علیه الجلاجل فینبغی أن یكون مكروها بالاتفاق (مرقاة المفاتیح، ج۵، ص ۲۰۶۵، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح والخطبة والشرط)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعِنْدِیْ جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِیِ الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ، قَالَتْ: وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: أَمَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ فِیْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَذٰلِكَ فِیْ يَوْمِ عِيْدٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَهٰذَا عِيْدُنَا (بخاری) [1]

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور میرے پاس (اس وقت) انصار کی دو بچیاں جنگِ بعاث کے دن کا شعر گا رہی تھیں، اور وہ بچیاں گانے بجانے والی نہیں تھیں، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ شیطانی باجہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں؟ اور وہ عید کا دن تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

دَخَلَ عَلَيْنَا أَبُوْ بَكْرٍ فِیْ يَوْمِ عِيْدٍ، وَعِنْدَنَا جَارِيَتَانِ تَذْكُرَانِ يَوْمَ بُعَاثٍ، يَوْمٌ قُتِلَ فِيْهِ صَنَادِيْدُ الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ، فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: عِبَادَ اللّٰهِ، أَمَزْمُوْرُ الشَّيْطَانِ عِبَادَ اللّٰهِ، أَمَزْمُوْرُ الشَّيْطَانِ عِبَادَ اللّٰهِ، أَمَزْمُوْرُ الشَّيْطَانِ قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا، وَإِنَّ الْيَوْمَ عِيْدُنَا (مسند احمد، رقم الحديث ٢٥٠٢٨) [2]

ترجمہ: ایک مرتبہ عید کے دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میرے ہاں آئے تو

---

[1] رقم الحديث ٩٥٢، ابواب العيدين، باب سنة العيدين لأهل الإسلام.

[2] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

وہاں دو بچیاں جنگ بعاث کا ذکر کر رہی تھیں، جس میں اوس وخزرج کے بڑے بڑے رؤساء مارے گئے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا کہ اے اللہ کی بندیو! شیطانی باجا گا جا کرتی ہو! اے اللہ کی بندیو! شیطانی باجا گا جا کرتی ہو! اے اللہ کی بندیو! شیطانی باجا گا جا کرتی ہو! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور آج کے دن ہماری عید ہے (مسند احمد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، دَخَلَ عَلَيْهَا، وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُغَنِّيَانِ، وَتُدَفِّفَانِ، وَتَضْرِبَانِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ، فَانْتَهَرَهُمَا أَبُوْ بَكْرٍ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ: دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ، فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيْدٍ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنًى (بخاری) [1]

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان کے پاس ایامِ منیٰ (یعنی عید الاضحیٰ کے دنوں) میں دو بچیاں تھیں جو دف بجا کر (اشعار) گا رہی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ پر کپڑا اڑھا نپے ہوئے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو ڈانٹا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا کہ اے ابوبکر! ان دونوں بچیوں کو چھوڑ دو، اس لئے کہ یہ عید کے دن ہیں، اور یہ دن منیٰ کے تھے (بخاری)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نکاح کے ساتھ ساتھ عید وغیرہ کے موقع پر بچیوں کے اشعار پڑھنے اور دف بجانے کی گنجائش ہے، وہ اشعار پڑھنے والی انصار کی بچیاں تھیں، بڑی عورتیں

---

[1] رقم الحديث ٣٥٢٩، كتاب المناقب، باب قصة الحبش، وقول النبي صلى الله عليه وسلم : يا بني أرفدة.

نہیں تھیں، اور جو اشعار پڑھ رہی تھیں، وہ بھی جنگِ بعاث کے شجاعت سے متعلق تھے، کوئی عشق و معاشقہ کے اشعار نہیں تھے، پھر ساتھ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو کہ اس واقعہ کی راوی ہیں، یہ بھی بتلا دیا کہ وہ بچیاں باقاعدہ گانے والی نہیں تھیں کہ موسیقی کے انداز میں گا رہی ہوں، بلکہ بچیاں اپنی عادت کے مطابق سادہ انداز میں اشعار پڑھ رہی تھیں، اور دف بھی اپنی عادت کے مطابق کسی خاص دھن کے بغیر سادہ طور پر بجا رہی تھیں۔

اس کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو ناپسند فرمایا، اور اس کو شیطانی گانا، باجا قرار دیا، لیکن چونکہ اس میں ممانعت اور گناہ والی باتیں جمع نہ تھیں، اور یہ عمل بھی چھوٹی بچیاں انجام دے رہی تھیں، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کا دن ہونے کی وجہ سے ان بچیوں کو گنجائش دی، پس ان شرائط کے ساتھ تو گنجائش نکلی، اس سے زیادہ مروجہ گانے بجانے کی گنجائش نکالنا درست نہیں۔ [1]

---

[1] (جويريات لنا) بالتصغير قيل :المراد بهن بنات الأنصار لا المملوكات (يضربن بالدف) قيل تلك البنات لم يكن بالغات حد الشهوة وكان دفهن غير مصحوب بالجلاجل، قال أكمل الدين ": الدف بضم الدال أشهر وأفصح ويروى بالفتح أيضا وفيه دليل على جواز ضرب الدف عند النكاح والزفاف للإعلان وألحق بعضهم الختان والعيدين والقدوم من السفر ومجتمع الأحباب للسرور وقال :المراد به الدف الذى كان فى زمن المتقدمين وأما ما عليه الجلاجل فينبغى أن يكون مكروها بالاتفاق (ويندبن) بضم الدال من الندب وهو عد خصال الميت ومحاسنه أى يقلن مرثيات (من قتل من آبائى) وشجاعتهم فإن معاذا وأخاه قتلا (يوم بدر إذ قالت إحداهن) أى :إحدى الجويريات (وفينا نبى يعلم ما فى غد) بالتنوين وقيل بإشباع الدال أى فينا نبى يخبر عن المستقبل ويقع على وفقه (فقال دعى هذه) أى :اتركى هذه الحكاية أو القصة أو المقالة (وقولى بالذى تقولين) وفى رواية :(وقولى ما كنت تقولين) أى :من ذكر المقتولين ونحوه وهذا دليل على جواز إنشاد شعر ليس فيه فحش وكذب وإنما منع القائلة مقولها :وفينا نبى إلخ .لكراهة نسبة علم الغيب إليه لأنه لا يعلم الغيب إلا الله وإنما يعلم الرسول من الغيب ما أخبره أو لكراهة أن يذكر فى أثناء ضرب الدف وأثناء مرثية القتلى لعلو منصبه عن ذلك (مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۲۰۶۵، كتاب النكاح ،باب إعلان النكاح)

فقال أبو بكر رضى الله عنه أبمزمار الشيطان فى بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم معرضا بوجهه عنهما مقبلا بوجهه الكريم إلى الحائط .فقال: دعهما يا أبا بكر فإن لكل قوم عيدا وهذا عيدنا أهل الإسلام) ففى هذا الحديث بيان :أن هذا لم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جو لوگ اس طرح کی روایات اور واقعات سے مروجہ موسیقی اور گانوں کے جائز ہونے کی دلیل پکڑتے ہیں، وہ سخت غلطی میں مبتلاء ہیں، اور اہلِ علم حضرات نے ان لوگوں کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يكن من عادة النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه الاجتماع عليه ولهذا سماه الصديق مزمار الشيطان والنبى صلى الله عليه وسلم أقر الجوارى عليه معللا ذلك بأنه يوم عيد والصغار يرخص لهم فى اللعب فى الأعياد كما جاء فى الحديث (ليعلم المشركون أن فى ديننا فسحة) " وكان لعائشة لعب تلعب بهن ويجئن صواحباتها من صغار النسوة يلعبن معها وليس فى حديث الجاريتين أن النبى صلى الله عليه وسلم استمع إلى ذلك .والأمر والنهى إنما يتعلق بالاستماع؛ لا بمجرد السماع .كما فى الرؤية فإنه إنما يتعلق بقصد الرؤية لا بما يحصل منها بغير الاختيار .وكذلك فى اشتمام الطيب إنما ينهى المحرم عن قصد الشم فأما إذا شم ما لم يقصده فإنه لا شىء عليه. وكذلك فى مباشرة المحرمات كالحواس الخمس :من السمع والبصر والشم والذوق واللمس . إنما يتعلق الأمر والنهى من ذلك بما للعبد فيه قصد وعمل وأما ما يحصل بغير اختياره فلا أمر فيه ولا نهى(مجموع الفتاوى،لابن تيمية ،ج ١١ ص ٥٦٥،٥٦٦، مناظرة ابنِ تيمية لدجاجلة البطائحية)

فلم ينكر رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم على أبى بكر تسميته الغناء مزمار الشيطان، وأقرهما، لأنهما جاريتان غير مكلفتين تغنيان بغناء الأعراب، الذى قيل فى يوم حرب بعاث من الشجاعة، والحرب، وكان اليوم يوم عيد،وكان اليوم يوم عيد، فتوسع حزب الشيطان فى ذلك إلى صوت امرأة جميلة أجنبية، أو صبى أمرد صوته فتنة، وصورته فتنة، يغنى بما يدعو إلى الزنى والفجور، وشرب الخمور، مع آلات اللهو التى حرمها رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فى عدة أحاديث، كما سيأتى .مع التصفيق والرقص وتلك الهيئة المنكرة التى لا يستحلها أحد من أهل الأوثان، فضلاً عن أهل العلم والإيمان، ويحتجون بغناء جويريتين غير مكلفتين بنشيد الأعراب ونحوها فى الشجاعة ونحوها وفى يوم عيد، بغير شبابة ولا دف، ولا رقص ولا تصفيق، ويدعون المحكم الصريح، لهذا المتشابه وهذا شأن كل مبطل .نعم، نحن لا نحرم ولا نكره مثل ما كان فى بيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم على ذلك الوجه، وإنما نحرم وسائر أهل العلم والإيمان السماع المخالف لذلك، وبالله التوفيق .(إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان، ج ١ ص٢٥٧، الباب الثالث عشر :فى مكايد الشيطان التى يكيد بها ابن آدم)

وكان الشعر الذى تغنيان به فى وصف الشجاعة والحرب، وهو إذا صرف إلى جهاد الكفار كان معونة فى أمر الدين، فأما الغناء بذكر الفواحش والابتهار للحرم، فهو المحظور من الغناء ، حاشاه أن يجرى بحضرته شىء من ذلك فيرضاه، أو يترك النكير لهُ، وكل من جهر بشىء بصوته وصرح به فقد غنى به .قالَ :وقول عائشة:ليستا بمغنيتين، إنما بينت ذلك؛ لأن المغنية التى اتخذت الغناء صناعة وعادة، وذلك لا يليق بحضرته، فأما الترنم بالبيت والتطريب للصوت إذا لم يكن فيهِ فحش، فهوَ غير محظور ولا قادح فى الشهادة (فتح البارى لابن رجب، ج٨، ص ٤٣٢ وص ٤٣٣، ابواب العيدين، باب سنة العيدين لأهل الإسلام)

استدلال کی معقول انداز میں تردید کی ہے۔ ؎

؎ من الواضح جدا لكل ناظر في هذا الحديث أنه ليس فيه الإباحة المطلقة التي ادعاها كيف وهي تشمل مع الجواري الصغار -النساء الكبار بل والرجال أيضا كما تشمل كل آلات الطرب وكل أيام السنة -وهذا خطأ واضح جدا فيه تحميل للحديث ما لا يحتمل وسببه خطأ آخر أوضح منه وقع فيه ألا وهو قوله: إنما الحجة في إنكاره صلى الله عليه وسلم على أبي بكر قوله :أمزمار الشيطان عند رسول الله صلى الله عليه وسلم. قلت :فليس في الحديث شيء من هذا الإنكار ولو بطريق الإشارة وإنما فيه إنكاره صلى الله عليه وسلم إنكار أبي بكر على الجاريتين وعلل ذلك بقوله : "فإن لكل قوم عيدا وهذا عيدنا." قلت :وهذا التعليل من بلاغته صلى الله عليه وسلم لأنه من جهة يشير به إلى إقرار أبي بكر على إنكاره للمزامير كأصل ويصرح من جهة أخرى بإقرار الجاريتين على غنائهما بالدف مشيرا بذلك إلى أنه مستثنى من الأصل كأنه صلى الله عليه وسلم يقول لأبي بكر :أصبت في تمسكك بالأصل وأخطأت في إنكارك على الجاريتين فإنه يوم عيد.
وقد كنت ذكرت نحو هذا في مقدمتي لكتاب الشيخ نعمان الآلوسي :الآيات البينات في عدم سماع الأموات وتساءلت فيها ص ٤٦ ـ ٤٧من أين جاء أبو بكر رضي الله عنه بهذا الأصل؟
فقلت: الجواب :جاء من تعاليم النبي صلى الله عليه وسلم وأحاديثه كثيرة في تحريم الغناء وآلات الطرب ثم ذكرت بعض مصادرها المتقدمة ثم قلت :لولا علم أبي بكر بذلك وكونه على بينة من الأمر ما كان له أن يتقدم بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم وفي بيته بمثل هذا الإنكار الشديد غير أنه كان خافيا عليه أن هذا الذي أنكره يجوز في يوم عيد فبينه له النبي صلى الله عليه وسلم بقوله : "دعهما يا أبا بكر فإن لكل قوم عيدا وهذا عيدنا"، فبقي إنكار أبي بكر العام مسلما به لإقراره صلى الله عليه وسلم إياه ولكنه استثنى منه الغناء في العيد فهو مباح بالمواصفات الواردة في هذا الحديث(تحريم آلات الطرب للالباني، ١٠٩ ،الفصل السادس :شبهات المبيحين وجوابها)
وأما أنه صلى الله عليه وسلم لم ينكر على الجاريتين -فحق ولكن كان ذلك في يوم عيد فلا يشمل غيره. هذا أولا. وثانيا :لما أمر صلى الله عليه وسلم أبا بكر بأن لا ينكر عليهما بقوله : "دعهما "أتبع ذلك بقوله" :فإن لكل قوم عيدا " ...فهذه جملة تعليلية تدل على أن علة الإباحة هي العيدية -إذا صح التعبير -ومن المعلوم أن الحكم يدور مع العلة وجودا وعدما فإذا انتفت هذه العلة بأن لم يكن يوم عيد لم يبح الغناء فيه كما هو ظاهر ولكن ابن حزم لعله لا يقول بدليل العلة كما عرف عنه أنه لا يقول بدليل الخطاب وقد رد عليه العلماء ولا سيما شيخ الإسلام ابن تيمية في غير موضع من مجموع الفتاوى فراجع المجلد الثاني من فهرسه.
لقد طال الكلام على حديث عائشة في سماع الغناء ولا بأس من ذلك إن شاء الله تعالى فإن الشاهد منه واضح ومهم وهو أن ملاحظة طالب العلم إقرار النبي صلى الله عليه وسلم لأمر ما يفتح عليه بابا من الفقه والفهم ما كان ليصل إليه بدونها وهكذا كان الأمر في حديث القليب.
والخلاصة :أن خطأ ابن حزم إنما نشأ من توهمه أن النبي صلى الله عليه وسلم أنكر إنكار أبي بكر على الجاريتين مطلقا وليس من إقراره صلى الله عليه وسلم للجاريتين وذلك لأنه هذا إنما يدل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ علامہ ابنِ حاج فرماتے ہیں کہ:

وَاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ عَلٰى إِبَاحَةِ الْغِنَاءِ بِمَا رُوِىَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَىَّ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ ، وَعِنْدِىْ جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِى الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَفَاءَ لَتْ بِهِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على إباحة مقيدة بيوم عيد كما تقدم وبالدف وليس بكل آلات الطرب وبالصغار من الإناث كما صرح به العلماء قال ابن الجوزى فى تلبيس إبليس ١ /٢٣٩ والظاهر من هاتين الجاريتين صغر السن لأن عائشة كانت صغيرة وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسرب إليها الجوارى فيلعبن معها ولهذا فإنى لا أظن أن ابن حزم كان يعمم الحكم لولا ذلك الوهم ويؤيد ظنى حديث التسريب المذكور فقد تبناه فى دلالته الخاصة ولم يعممه فقال فى المحلى ١٠ /٧٦ـ٧٧ "وجائز للصبايا خاصة اللعب بالصور ولا يحل لغيرهن " ... قلت :وهذا هو الفقه الذى يقتضيه الجمع بين النصوص كالعام مع الخاص هنا فإن الأحاديث الصريحة فى تحريم الصور من ذوات الأرواح كثيرة ومعروفة فاستثنى منها ما ذكره ابن حزم من لعب البنات فلم يضرب هذا بتلك الأحاديث كما ذهب إليه بعض الأفاضل لأنه خلاف الجمع المذكور وهكذا كان ينبغى أن يكون موقف ابن حزم من آلات الطرب أن يقول بتحريمها كما حرم الصور وأن يستثنى منها الدف فى العيد إلا أنه لم يصحبه التوفيق فلم يقف على الأحاديث المتقدمة فى تحريم الآلات وكان يكفيه فى ذلك ،قول أبى بكر بحضرة النبى صلى الله عليه وسلم :أمزمار الشيطان عند رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ لولا وهمه الذى شرحته آنفا وبينا أن الحديث حجة عليه كما قال العلماء ولا بأس من ذكر بعض أقوالهم فى ذلك.

قال أبو الطيب الطبرى ت : ٤٥٠ هذا الحديث حجتنا لأن أبا بكر سمى ذلك مزمور الشيطان ولم ينكر النبى صلى الله عليه وسلم على أبى بكر قوله وإنما منعه من التغليظ فى الإنكار لحسن رفقته لا سيما فى يوم العيد وقد كانت عائشة رضى الله عنها صغيرة فى ذلك الوقت ولم ينقل عنها بعد بلوغها وتحصيلها إلا ذم الغناء وقد كان ابن أخيها القاسم بن محمد يذم الغناء ويمنع من سماعه وقد أخذ العلم عنها نقلته من كتاب ابن الجوزى ١ /٢٥٣ ـ ٢٥٤ .

قال ابن تيمية فى رسالة السماع والرقص ٢ /٢٨٥ مجموعة الرسائل الكبرى:ففى هذا الحديث بيان أن هذا لم يكن من عادة النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه الاجتماع عليه ولهذا سماه الصديق أبو بكر رضى الله عنه مزمور الشيطان والنبى صلى الله عليه وسلم أقر الجوارى عليه معللا ذلك بأنه يوم عيد والصغار يرخص لهم فى اللعب فى الأعياد كما جاء فى الحديث: "ليعلم المشركون أن فى ديننا فسحة " وكما كان يكون لعائشة لعب تلعب بهن وتجىء صواحباتها من صغار النسوة يلعبن معها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بُعَاثٍ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَمِزْمَارُ الشَّيْطَانِ فِيْ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا، وَهٰذَا عِيْدُنَا ، وَالْجَوَابُ عَنْهُ أَنْ تَعْرِفَ أَوَّلًا: حَقِيْقَةَ الْغِنَاءِ، وَذٰلِكَ أَنَّ لِلَفْظِ الْغِنَاءِ مَعْنَيَيْنِ: لُغَوِيٌّ، وَعُرْفِيٌّ فَيُحْمَلُ الْحَدِيْثُ عَلَى اللُّغَوِيِّ فَقَوْلُهَا تُغَنِّيَانِ أَيْ تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَهُمَا بِإِنْشَادِ الشِّعْرِ، وَنَحْنُ لا نَذُمُّ إِنْشَادَ الشِّعْرِ، وَلَا نُحَرِّمُهُ، وَإِنَّمَا يَصِيْرُ الشِّعْرُ غِنَاءً مَذْمُوْمًا إِذَا لُحِّنَ، وَصُنِعَ صَنْعَةً تُوْرِثُ الطَّرَبَ، وَتُزْعِجُ الْقَلْبَ، وَهِيَ الشَّهْوَةُ الطَّبِيْعِيَّةُ، وَلَيْسَ كُلُّ مَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْغِنَاءِ لَحَّنَ، وَأَلَذَّ، وَأَطْرَبَ، فَالْمَمْنُوْعُ، وَالْمَكْرُوْهُ إِنَّمَا هُوَ اللَّذِيْذُ الْمُطْرِبُ، وَلَمْ يُعْقَلْ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَنَّ صَوْتَهُمَا كَانَ لَذِيْذًا مُطْرِبًا، وَهٰذَا هُوَ سِرُّ الْمَسْأَلَةِ فَافْهَمْهُ.

وَقَدْ رَوَى الْبُخَارِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فِيْ آخِرِهٖ، وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَنَفَتِ الْغِنَاءَ عَنْهُمَا، وَالدَّلِيْلُ عَلٰى هٰذَا أَنَّهُ مَا نُقِلَ عَنْهَا بَعْدَ بُلُوْغِهَا إِلَّا ذَمُّ الْغِنَاءِ وَالْمَعَازِفِ عَلٰى مَا بَيَّنَّا

(المدخل،لابن الحاج، ج۳،ص۱۰۶،فصل فی السماع وکیفیته)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال ابن القيم في إغاثة اللهفان ۱/۲۵۷ فلم ينكر صلى الله عليه وسلم على أبي بكر تسميته الغناء مزمار الشيطان وأقرهما لأنهما جاريتان غير مكلفتين تغنيان بغناء الأعراب الذي قيل في يوم حرب بعاث من الشجاعة والحرب وكان اليوم يوم عيد .

قال الحافظ في الفتح ۲/۴۴۲ تعليقا على قوله صلى الله عليه وسلم " :دعهما :" ... فيه تعليل وإيضاح خلاف ما ظنه الصديق من أنهما فعلتا ذلك بغير علمه صلى الله عليه وسلم لكونه دخل فوجده مغطى بثوبه فظنه نائما فتوجه له الإنكار على ابنته من هذه الأوجه مستصحبا لما تقرر عنده من منع الغناء واللهو فبادر إلى إنكار ذلك قياما عن النبي صلى الله عليه وسلم بذلك مستندا إلى ما ظهر له فأوضح له النبي صلى الله عليه وسلم الحال وعرفه الحكم مقرونا ببيان الحكمة بأنه يوم عيد أي :سرور شرعي فلا ينكر فيه مثل هذا كما لا ينكر في الأعراس(تحريم آلات الطرب للالباني،۱۱۶،الفصل السادس :شبهات المبيحين وجوابها)

ترجمہ: اور بعض لوگوں نے گانے کے جائز ہونے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اور میرے ہاں انصار کی بچیوں میں سے دو بچیاں گانا گا رہی تھیں، اس کامیابی پر، جو ''جنگِ بعاث'' کے دن انصار کو حاصل ہوئی تھی، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں شیطانی باجے ہو رہے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر! ان کو رہنے دو، بے شک ہر قوم کی عید ہوتی ہے، اور یہ ہماری عید ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو آپ کو گانے کی حقیقت جاننی چاہیے، وہ یہ ہے کہ گانے کے لفظ کے دو معنیٰ ہیں، ایک لغوی (یعنی صرف اونچی آواز سے اشعار پڑھنا) اور ایک عرفی (یعنی موسیقی کے انداز میں گانا) اور مذکورہ حدیث لغوی معنیٰ پر محمول ہے (یعنی سادہ انداز میں آواز سے اشعار پڑھنا مراد ہے) پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ وہ بچیاں گا رہی تھیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بلند آواز سے شعر پڑھ رہی تھیں، اور ہم جائز شعر پڑھنے کو برا نہیں کہتے، اور نہ اس کو حرام کہتے ہیں، بلکہ شعر اس وقت برے گانے میں داخل ہوتا ہے، جب کہ اس کو گانے (یعنی موسیقی) کی طرز پر پڑھا جائے، اور ایسی آواز بنائی جائے، جو مستی پیدا کرتی ہو، اور دل میں نفسانی شہوت ابھارتی ہو، اور ہر خوش آوازی میں بلند آواز کرنے کو گانا اور لذت، اور مستی پیدا کرنے والا نہیں کہا جاتا، بلکہ ممنوع اور مکروہ وہ ہے، جو لذت اور مستی پیدا کرے، اور اس حدیث سے یہ بات نہیں سمجھی جاتی کہ ان بچیوں کی آواز لذت اور مستی پیدا کرنے والی تھی، اور یہ اس مسئلہ کا باریک پہلو ہے پس آپ کو سمجھ لینا چاہیے، اور امام بخاری نے اِس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، جس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ وہ

بچیاں گانے والی نہیں تھیں، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان بچیوں سے گانے کی نفی فرمادی، جس کی دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بالغ ہونے کے بعد گانے اور باجے کی برائی ہی منقول ہے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں (المدخل)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ مَغَازِیْہِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَ تْ جَارِیَۃٌ سَوْدَاءُ، فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ إِنِّیْ کُنْتُ نَذَرْتُ إِنْ رَدَّکَ اللّٰہُ سَالِمًا أَنْ أَضْرِبَ بَیْنَ یَدَیْکَ بِالدُّفِّ وَأَتَغَنّٰی، فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنْ کُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِیْ وَإِلَّا فَلَا فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ، فَدَخَلَ أَبُوْ بَکْرٍ وَھِیَ تَضْرِبُ، ثُمَّ دَخَلَ عَلِیٌّ وَھِیَ تَضْرِبُ، ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَھِیَ تَضْرِبُ، ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَأَلْقَتِ الدُّفَّ تَحْتَ اِسْتِھَا، ثُمَّ قَعَدَتْ عَلَیْہِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّیْطَانَ لَیَخَافُ مِنْکَ یَا عُمَرُ، إِنِّیْ کُنْتُ جَالِسًا وَھِیَ تَضْرِبُ فَدَخَلَ أَبُوْ بَکْرٍ وَھِیَ تَضْرِبُ، ثُمَّ دَخَلَ عَلِیٌّ وَھِیَ تَضْرِبُ، ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَھِیَ تَضْرِبُ، فَلَمَّا دَخَلْتَ أَنْتَ یَا عُمَرُ أَلْقَتِ الدُّفَّ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۶۹۰، ابواب المناقب) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کسی جہاد سے واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام باندی حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے نذر (ومنت) مانی تھی کہ اگر اللہ آپ کو صحیح سلامت واپس لائے، تو میں آپ کے سامنے دَف بجاؤں گی اور گاؤں گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے

---

[1] قال الترمذی:

ھذا حدیث حسن صحیح غریب من حدیث بریدۃ وفی الباب عن عمر، وعائشۃ.

فرمایا کہ اگر تم نے نذر (ومنت) مانی تھی تو بجالو ورنہ نہیں، اس نے دَف بجانا شروع کیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے، وہ بجاتی رہی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے پر بھی وہ دف بجاتی رہی، پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو وہ دَف اپنے سرین کے نیچے رکھ کر اس پر بیٹھ گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! یقیناً تم سے شیطان ڈرتا ہے، کیونکہ میں موجود تھا اور یہ دَف بجا رہی تھی، پھر ابوبکر، علی اور عثمان (یکے بعد دیگرے) آئے تب بھی یہ بجاتی رہی، لیکن جب تم آئے، تو اس نے دَف رکھ دیا (ترمذی)

یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

عام حالات میں دَف کے استعمال میں چونکہ ایک درجہ میں کراہت پائی جاتی ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قسم کے کاموں پر تنبیہ فرمایا کرتے تھے، اور ان کو اس عورت کے نذر ومنت ماننے کے واقعہ کا علم نہ تھا، اس لئے اس عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر دَف بجانا چھوڑ دیا اور اس کو چھپا دیا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو نذر ومنت ماننے کی وجہ سے دَف کے استعمال کی گنجائش دی تھی، کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلامتی کے ساتھ لوٹ کر آنے کی نعمت پر یہ نذر ومنت مانی تھی، اور وہ نذر ومنت تھوڑی سی دَف کے استعمال سے پوری ہو چکی

---

[1] حدثنا زید بن الحباب، حدثنی حسین، حدثنی عبد اللہ بن بریدة، عن أبیه، أن أمة سوداء أتت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وقد رجع من بعض مغازیه فقالت :إنی کنت نذرت إن ردک اللہ صالحا أن أضرب عندک بالدف .قال " :إن کنت فعلت فافعلی، وإن کنت لم تفعلی فلا تفعلی ."فضربت فدخل أبو بکر وهی تضرب، ودخل غیره وهی تضرب، ثم دخل عمر قال :فجعلت دفها خلفها وهی مقنعة .فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم " :إن الشیطان لیفرق منک یا عمر، أنا جالس، ودخل هؤلاء، فلما أن دخلت فعلت ما فعلت "(مسند احمد، رقم الحدیث ٢٢٩٨٩)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده قوی من أجل حسین -وهو ابن واقد المروزی-، فهو صدوق لا بأس به، وباقی رجاله ثقات رجال الصحیح (حاشیة مسند احمد)

تھی، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے منع نہیں فرمایا تا کہ آپ کے منع فرمانے سے اس پر حرمت کا حکم عائد نہ ہوجائے۔ [1]

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا

---

[1] (إن الشيطان ليخاف منك يا عمر) يريد به تلك المرأة السوداء لأنها شيطان الإنس وتفعل فعل الشيطان، أو المراد شيطانها الذى يحملها على فعلها المكروه، وهو زيادة الضرب التى هى من جنس اللهو على ما حصل به إظهار الفرح، (إنى كنت جالسا) : استئناف تعليل (وهى تضرب) : حال (فدخل أبو بكر وهى تضرب، ثم دخل على وهى تضرب، ثم دخل عثمان وهى تضرب، فلما دخلت أنت يا عمر ألقت الدف) . أى تحت استها، ثم قعدت عليها .قال التوربشتى :وإنما مكنها -صلى الله عليه وسلم -من ضرب الدف بين يديه لأنها نذرت فدل نذرها على أنها عدت انصرافه على حال السلامة نعمة من نعم الله عليها، فانقلب الأمر فيه من صنعة اللهو إلى صنعة الحق، ومن المكروه إلى المستحب، ثم إنه لم يكره من ذلك ما يقع به الوفاء بالنذر، وقد حصل ذلك بأدنى ضرب، ثم عاد الأمر فى الزيادة إلى حد المكروه، ولم ير أن يمنعها لأنه لو منعها -صلى الله عليه وسلم -كان يرجع إلى حد التحريم، فلذا سكت عنها وحمد انتهاء ها عما كانت فيه بمجىء عمر اهـ .وفيه أنه كان يمكن أن يمنعها منعا لا يرجع إلى حد التحريم .

قال الطيبى :فإن قلت :كيف قرر إمساكها عن ضرب الدف هاهنا بمجىء عمر، ووصفه بقوله :إن الشيطان ليخاف منك يا عمر، ولم يقرر انتهاء أبى بكر -رضى الله عنه -الجاريتين اللتين كانتا تدففان أيام منى؟ قلت :منع أبا بكر بقوله :دعهما، وعلله بقوله :فإنها أيام عيد، وقرر ذلك هنا فدل ذلك على أن الحالات والمقامات متفاوتة، فمن حالة تقتضى الاستمرار، ومن حالة لا تقتضيه.

أقول :ويمكن أن يقال :منع الصديق لهما عن فعلهما بحضور الحضرة النبوية لا يخلو أنه من قصور آداب البشرية، فلذا ما قرر له ذلك وبين له سبب استمرار فعلهما هنالك، وأما هنا فلو دخل عمر ورآها على حالها بحضرة سماع النبى -صلى الله عليه وسلم -وأصحابه لم يكن يمنعها كما هو مقتضى حسن آدابه، لكن لما جعل الله مأتاه سببا لانتهائها عن فعلها المكروه بحسب أصله، ولو صار مندوبا بموجب نذرها، واستحسنه -صلى الله عليه وسلم -وقرر امتناعها وقرر منعه بالقوة الإلهية الغالبة على الإرادة الشيطانية، وقيل :إنه -صلى الله عليه وسلم -علم انتهاء ها عما كانت فيه بمجىء عمر، فسكت ليظهر بذلك فضل عمر ويقول ما قال اهـ .ولا يخفى أن هذه العلة مدخولة، فإن الزيادة تبقى معلولة .نعم لا يبعد أن يكون انتهاء مدة ضرب الدف على طريق العرف بابتداء مأتى عمر فى مجلس الحضرة النبوية، وأظن أن هذا أظهر وأولى مما تقدم والله أعلم.

ثم ظهر لى وجه، وهو أن يقال :إن عمر -رضى الله عنه -ما كان يحب ما صورته تشبه باطلاء، وإن كان هو من وجه حق(مرقاة المفاتيح، ج۹،ص ۳۹۰۲، كتاب المناقب والفضائل،باب مناقب عمر رضى الله عنه)

عَائِشَةُ أَتَعْرِفِينَ هٰذِهٖ؟ قَالَتْ: لَا، يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، فَقَالَ: هٰذِهٖ قَيْنَةُ بَنِيْ فُلَانٍ تُحِبِّيْنَ أَنْ تُغَنِّيَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَعْطَاهَا طَبَقًا فَغَنَّتْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ نَفَخَ الشَّيْطَانُ فِيْ مَنْخِرَيْهَا

(مسنداحمد، رقم الحديث ١٥٧٢٠) [1]

ترجمہ: ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا اس کو تم جانتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! نہیں (میں اس عورت کو نہیں جانتی) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فلاں قبیلے کی گانے والی ہے، تم اس کا گانا سننا چاہتی ہو؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو ایک تھالی دے دی اور وہ گانے لگی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے نتھنوں میں شیطان نے پھونک ماردی ہے (مسنداحمد)

عرب میں جس طرح گانے کا رواج تھا، اس کی حیثیت پہلے ذکر کی جاچکی ہے، اور آگے بھی آتی ہے کہ اس میں موجودہ مروّجہ موسیقی کے قواعد اور دھنوں کی رعایت نہیں ہوتی تھی، بلکہ اہلِ عرب اس طرح کی دھنوں سے واقف بھی نہ تھے، بلکہ وہ سادہ انداز میں شعر پڑھتے اور گاتے تھے، اور اسی کو گانے سے تعبیر کرتے تھے، جس کا مروّجہ موسیقی اور گانوں سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

اور تھالی کی حیثیت دَف کی تھی، اور اتفاقاً دف کے ساتھ جائز اشعار پڑھنے کی ایک حد تک گنجائش ہے۔

اور نتھنوں میں شیطان کے پھونکیں مارنا عربی کا ایک محاورہ ہے، جو اس وقت استعمال کیا جاتا ہے، جب کسی چیز کی تحقیر بیان کی جائے، یا دوسرے کی طرف اس میں کبر یا کسی فعل میں

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

طوالت اور کثرت ظاہر ہو۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس عورت کی طرف سے اس عمل میں طوالت اور کبر محسوس کیا، تو اس پر تنبیہ فرمائی۔

جس سے معلوم ہوا کہ کوئی سادگی کے انداز میں کوئی اشعار گائے اور ساتھ ہی دَف یا اسی طرح کی کسی چیز کو بجائے، لیکن ایک تو اتفاقاً ہو، اور دوسرے مختصر انداز میں ہو، اس کو معمول و مشغلہ نہ بنائے، تو اس کی فی نفسہٖ گنجائش ہے۔

حضرت عامر بن سعد سے روایت ہے کہ:

دَخَلْتُ عَلٰى قُرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ، وَأَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، فِيْ عُرْسٍ، وَإِذَا جَوَارٍ يُغَنِّيْنَ، فَقُلْتُ: أَنْتُمَا صَاحِبَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، يُفْعَلُ هٰذَا عِنْدَكُمْ؟ فَقَالَ: اِجْلِسْ إِنْ شِئْتَ فَاسْمَعْ مَعَنَا، وَإِنْ شِئْتَ اِذْهَبْ، قَدْ رُخِّصَ لَنَا فِي اللَّهْوِ عِنْدَ الْعُرْسِ

(سنن النسائی، رقم الحديث ٣٣٨٣، كتاب النكاح، باب اللهو والغناء عند العرس)

ترجمہ: میں ایک شادی میں گیا، جہاں حضرت قرظہ بن کعب اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، اتفاق سے اس جگہ کچھ لڑکیاں (عرب کے رواج کے مطابق سادہ انداز میں موسیقی کے قواعد اور دھن کے بغیر) گانا گا رہی تھیں، میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں اور بدری صحابی ہیں اور آپ کے سامنے یہ کام ہو رہا ہے، تو ان دونوں حضرات

---

[1] ويقول الناس لمن استخفه أمر ، أو ظهر فيه كبر :نفخ الشيطان فى منخره .وقال الحجاج فى خطبته :يا أهل العراق يا أهل الشقاق والنفاق ، قد نفخ الشيطان فى مناخركم ، حتى قلتم :ما بالحجاج فمه ، وهل يرجو الحجاج الخير كله إلا بعد الموت ؟ وهو باب ظاهر يعنى الخيشوم(بحر الفوائد المسمى بمعانى الأخيار للكلاباذى، ج ١، ص١٠٧ ١)

ومنافخ الشيطان :وساوسه .ويقال للمتطاول إلى ما ليس له :نفخ الشيطان فى أنفه(تاج العروس، ج٧، ص ٣٦١، مادة " نفخ")

نے فرمایا کہ تمہارا دل چاہے تو بیٹھ جاؤ، اور ہمارے ساتھ سن لو، ورنہ تم یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ ہمارے واسطے شادی کے موقع پر (اس طرح کے) لہو (یعنی کھیل) کی گنجائش دے دی گئی ہے (نسائی)

اس روایت میں بھی اس بات کا ذکر پایا جاتا ہے کہ یہ دَف بجانے والی چھوٹی بچیاں یا باندیاں تھیں۔ [1]

حضرت ابنِ سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

نُبِّئْتُ أَنَّ عُمَرَ كَانَ إِذَا اسْتَمَعَ صَوْتًا أَنْكَرَهُ وَسَأَلَ عَنْهُ ، فَإِنْ قِيلَ عُرْسٌ ، أَوْ خِتَانٌ أَقَرَّهُ (مُصنف ابن أبی شیبة) [2]

ترجمہ: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دَف کی کوئی آواز سنتے تھے، تو اس پر نکیر (اور تنبیہ) کرتے تھے، اور اس کے بارے میں سوال کرتے تھے، البتہ اگر ان سے کہا جاتا کہ یہ نکاح یا ختنہ کا موقع ہے، تو اس کی اجازت دے دیتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

نکاح اور ختنہ کا موقع، خوشی کا موقع ہے، اس موقع پر تو دَف کے استعمال سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ منع نہیں فرماتے تھے، اور عام موقع پر منع فرماتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ نکاح وغیرہ جیسے مخصوص مواقع پر تو دَف کے استعمال کی ایک حد تک اجازت ہے، اور دیگر عام مواقع پر

---

[1] (وعن عامر بن سعد قال :دخلت على قرظة) بفتح القاف والراء والظاء معجمة (ابن كعب) أنصارى خزرجى (وأبى مسعود الأنصارى فى عرس وإذا جوار) أى :بنات صغيرات أو مملوكات (يغنين فقلت :أى صاحبى رسول الله صلى الله عليه وسلم) بنصب التثنية على النداء وحذف النون للإضافة (وأهل بدر) بالعطف على المنادى (يفعل هذا) أى :التغنى (عندكم) فيه تغليب أو على أن أقل الجمع اثنان، قال الطيبى :خصهم به لأن أهل بدر هم السابقون الأولون من المهاجرين والأنصار، كأنه قيل :كيف يفعل هذا بين أيديكم وأنتم من أجلة الصحابة ولم تنكروا فهو بعيد منكم ومناف لحالكم (فقالا اجلس إن شئت فاسمع معنا وإن شئت فاذهب فإنه قد رخص لنا فى اللهو عند العرس) أى :وإن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٥،ص ٢٠٧٥، كتاب النكاح،باب إعلان النكاح والخطبة والشرط)

[2] رقم الحديث ١٦٦٥٩ ، كتاب النكاح، باب ما قالوا فى اللهو وفى ضرب الدف فى العرس.

اجازت نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بعض روایات سے عام حالات میں دَف کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اَلـدُّفُّ حَرَامٌ وَالْمَعَازِفُ حَرَامٌ وَالْكُوْبَةُ حَرَامٌ وَالْمِزْمَارُ حَرَامٌ (السنن الكبرى للبيهقى) [1]

ترجمہ: دَف حرام ہے، اور گانے بجانے کے آلات حرام ہیں، اور طبلہ حرام ہے، اور بانسری/ بین (Flute) حرام ہے (بیہقی)

اور جلیل القدر تابعی حضرت قاضی شریح فرماتے ہیں کہ:

إِنَّ الْمَلائِكَةَ لا يَدْخُلُوْنَ بَيْتًا فِيْهِ دُفٌّ (مصنف ابنِ ابى شيبة) [2]

ترجمہ: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں دَف ہو (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت سوید سے بھی یہی قول مروی ہے۔ [3]

اور جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَـانَ أَصْـحَـابُ عَبْـدِ الـلّٰـهِ يَسْتَقْبِلُوْنَ الْجَوَارِىَ فِى الْأَزِقَّةِ مَعَهُنَّ الدُّفُوْفُ فَيَشُقُّوْنَهَا (مُصنف ابن أبى شيبة) [4]

---

[1] رقم الحديث ۲۱۰۰۰، باب :ما جاء فى ذم الملاهى من المعازف والمزامير ونحوه.
قال الالبانى: قلت :و هذا إسناد صحيح إن كان (أبو هاشم الكوفى) هو (أبو هاشم السنجارى) المسمى (سعدا) فإنه جزرى كعبد الكريم وذكروا أنه روى عنه لكن لم أر من ذكر أنه كوفى وفى "ثقات ابن حبان "(۲۹۶/۴) أنـه سكن دمشق والله أعلم(تحريم آلات الطرب،للألبانى، صفحه ۹۲،الفصل الرابع :فى دلالة الأحاديث على تحريم الملاهى بجميع أشكالها)

[2] رقم الحديث ۲۶۹۹۳، كتاب النكاح، باب من كرِه الدّف.

[3] عن سفيان ، عن عمران بن مسلم قال :قال لى خيثمة :أما سمعت سويدا يقول :لا تدخل الملائكة بيتا فيه دف(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۲۶۹۹۴، باب من كرِه الدّف)

[4] رقـم الحديث ۲۶۹۹۵، كتاب الـنـكـاح، بـاب من كرِه الدّف؛ تهذيب الآثار للطبرى، رقم الحديث ۱۶۳۷، ورقم الحديث ۱۶۳۸.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو (آتے جاتے ہوئے) راستوں میں بچیوں کا سامنا ہوتا تھا، جن کے ساتھ دَفیں ہوا کرتی تھیں، تو وہ (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد) اُن کو پھاڑ دیا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ نکاح وغیرہ کے موقع کے علاوہ عام حالات میں دَف کا استعمال یا اس کا موسیقی کے انداز میں استعمال کرنا اور بجانا جائز نہیں۔

''دَف'' لغت میں اس کو کہا جاتا ہے، جس میں ایک طرف سے جھلی وغیرہ چڑھی ہوئی ہوتی ہے، اور اس کو انگلی وغیرہ سے بجایا جاتا ہے۔

اور دَف سے مراد خالص دَف ہے، جس میں کوئی دوسری بجنے والی چیز مثلاً گھنٹی اور گھنگرو وغیرہ شامل نہ ہو، ورنہ اگر دَف کے ساتھ کوئی گھنٹی، گھنگرو یا کوئی دوسرا موسیقی کا آلہ استعمال کیا جائے، تو اس کے ناجائز ہونے میں شبہ نہیں۔ [1]

اس کے بعد عرض ہے کہ مذکورہ احادیث وروایات میں تھوڑا بہت اختلاف ہونے کی وجہ سے فقہائے کرام کا بھی دَف کے حکم میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔

چنانچہ حنفیہ کے نزدیک نکاح کے موقع پر دَف کا استعمال جائز ہے، جبکہ اس میں کوئی دوسری بجنے والی چیز مثلاً گھنٹی اور گھنگرو وغیرہ شامل نہ ہو، اور اس کو موسیقی کے طرز اور دُھن پر نہ بجایا جائے، بلکہ ویسے ہی سادہ انداز میں بجادیا جائے، تاکہ نکاح کا اعلان اور شہرت ہوجائے۔

اور حنفی فقہاء میں سے امام ابو یوسف کے نزدیک عید وغیرہ کے موقع پر بھی اس کی گنجائش ہے، کیونکہ بعض روایات میں عید کے دن بھی دف کا ذکر ملتا ہے، مگر یہ شرط ہے کہ دف کو گانے کے

---

[1] الدف فى اللغة :هو الذى يلعب به) ، وقد عرفه بعض الفقهاء بالطار أو الغربال وهو المغشى بجلد من جهة واحدة، سمى بذلك لتدفيف الأصابع عليه، وقال بعض المالكية :الدف هو المغشى من جهة واحدة إذا لم يكن فيه أوتار ولا جرس، وقال غيرهم ولو كان فيه أوتار لأنه لا يباشرها بالقرع بالأصابع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨، ص ١٦٩، مادة "معازف")

طور پر نہ بجایا جائے۔ ل

اور مالکیہ کے نزدیک بھی دَف کا نکاح کے موقع پر استعمال جائز ہے، اور نکاح کے علاوہ دوسرے مواقع پر مشہور قول کے مطابق اس کا استعمال جائز نہیں۔ ۲

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بھی نکاح کے موقع پر دَف کا استعمال جائز ہے۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نکاح کے علاوہ عید کے دن اور ختنہ کے موقع پر اور اس طرح

ل وقد اختلف الفقهاء فی حكم الدف .

قال الحنفية :لا بأس أن يكون ليلة العرس دف يضرب به ليعلن النكاح، وعن السراجية :أن هذا إذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب، قال ابن عابدين :والدف الذى يباح ضربه فى العرس .احترازا عن المصنج، ففى النهاية عن أبى الليث :ينبغى أن يكون مكروها.

وسئل أبو يوسف عن الدف :أتكرهه فى غير العرس بأن تضرب المرأة فى غير فسق للصبى؟ قال : لا أكرهه، ولا بأس بضرب الدف يوم العيد، كما فى خزانة المفتين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨، ص ١٦٩، ١٧٠، مادة "معازف")

وسئل أبو يوسف -رحمه الله تعالى -عن الدف أتكرهه فى غير العرس بأن تضرب المرأة فى غير فسق للصبى؟ قال :لا أكرهه .وأما الذى يجىء منه اللعب الفاحش للغناء فإنى أكرهه .كذا فى محيط السرخسى.

ولا بأس بضرب الدف يوم العيد كذا فى خزانة المفتين(الفتاوى الهندية، ج٥، ص ٣٥٢)

۲ وقال المالكية :لا يكره الغربال أى الطبل به فى العرس، قال ابن رشد وابن عرفة :اتفق أهل العلم على إجازة الدف وهو الغربال فى العرس، وقال الدسوقى :يستحب فى العرس لقول النبى صلى الله عليه وسلم :أعلنوا هذا النكاح واضربوا عليه بالدفوف .

وأما فى غير العرس كالختان والولادة فقال الدسوقى :المشهور عدم جواز ضربه، ومقابل المشهور جوازه فى كل فرح للمسلمين، قال الحطاب :كالعيد وقدوم الغائب وكل سرور حادث، وقال الآبى :ولا ينكر لعب الصبيان فيها -أى الأعياد -وضرب الدف، فقد ورد إقراره من رسول الله صلى الله عليه وسلم، ونقل الحطاب عن عبد الملك بن حبيب أنه ذهب إلى جواز الدف فى العرس، إلا للجوارى العواتق فى بيوتهن وما أشبههن فإنه يجوز مطلقا، ويجرى لهن مجرى العرس إذا لم يكن غيره.

واختلف المالكية فى الدف ذى الصراصر أى الجلاجل، فذهب بعضهم إلى جواز الضرب به فى العرس، وذهب آخرون إلى أن محل الجواز إذا لم يكن فيه صراصر أو جرس وإلا حرم، قال الدسوقى :وهو الصواب لما فى الجلاجل من زيادة الإطراب، هذا بالنسبة للنساء والصبيان.

وقد اختلفوا فى حكم ضرب الرجال بالدف فقالوا :لا يكره الطبل به ولو كان صادرا من رجل، خلافا لأصبغ القائل :لا يكون الدف إلا للنساء ، ولا يكون عند الرجال(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨، ص ١٧٠، ١٧١، مادة "معازف")

کے دوسرے خوشی کے مواقع پر بھی دَف کا استعمال جائز ہے۔

لیکن ان میں سے بعض حضرات نے دَف کے جواز کو خواتین کے ساتھ مخصوص رکھا ہے، مرد حضرات کو ان مواقع پر بھی دف بجانے کی اجازت نہیں دی، کیونکہ عام طور پر روایات میں عورتوں یا بچیوں ہی کے دف بجانے کا ذکر ملتا ہے۔ [1]

---

[1] اگر کوئی چھوٹے بچے یا بچی کو کھلونے کے طور پر سادہ کوئی ڈھولک نما آلہ خرید کر دے، جس سے بچے کبھی کبھار کھیل لیا کریں تو بظاہر گنجائش ہے، پھر بھی کوئی احتیاطاً اجتناب کرے، تو بہتر ہے۔ محمد رضوان۔

وقال الشافعية يجوز ضرب دف واستماعه لعرس لأنه صلى الله عليه وسلم أقر جويرات ضربن به حين بنى على الربيع بنت معوذ بن عفراء وقال لمن قالت :وفينا نبى يعلم ما فى غد :دعى هذا وقولى بالذى كنت تقولين أى من مدح بعض المقتولين ببدر، ويجوز لختان لما روى عن عمر رضى الله تعالى عنه أنه كان إذا سمع صوتا أو دفا بعث قال :ما هو؟ فإذا قالوا عرس أو ختان، صمت ، ويجوز فى غير العرس والختان مما هو سبب لإظهار السرور كولادة وعيد وقدوم غائب وشفاء مريض وإن كان فيه جلاجل لإطلاق الخبر، وهذا فى الأصح عندهم لما روى أن النبى صلى الله عليه وسلم لما رجع من بعض مغازيه قالت له جارية سوداء :يا رسول الله إنى كنت نذرت إن ردك الله صالحا أن أضرب بين يديك بالدف وأتغنى، فقال لها :إن كنت نذرت فاضربى، وإلا فلا ، ومقابل الأصح المنع لأثر عمر رضى الله تعالى عنه السابق، واستثنى البلقينى من محل الخلاف ضرب الدف فى أمر مهم من قدوم عالم أو سلطان أو نحو ذلك.

وقال بعض الشافعية :إن الدف يستحب فى العرس والختان، وبه جزم البغوى فى شرح السنة .

أما متى يضرب الدف فى العرس والختان، فقد قال الأذرعى :المعهود عرفا أنه يضرب به وقت العقد ووقت الزفاف أو بعده بقليل، وعبر البغوى فى فتاويه بوقت العقد وقريب منه قبله وبعده ويجوز الرجوع فيه للعادة، ويحتمل ضبطه بأيام الزفاف التى يؤثر بها العرس، وأما الختان فالمرجع فيه العرف، ويحتمل أنه يفعل من حين الأخذ فى أسبابه القريبة منه.

وحكى البيهقى عن شيخه الحليمى -ولم يخالفه -أنا إذ أبحنا الدف فإنما نبيحه للنساء خاصة، لأنه فى الأصل من أعمالهن، وقد لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء ، ونازعه السبكى بأن الجمهور لم يفرقوا بين الرجال والنساء والأصل اشتراك الذكور والإناث فى الأحكام إلا ما ورد الشرع فيه بالفرقة ولم يرد هنا، وليس ذلك مما يختص بالنساء حتى يقال يحرم على الرجال التشبه بهن فيه.

ونقل الهيتمى عن الماوردى قوله :اختلف أصحابنا، هل ضرب الدف على النكاح عام فى جميع البلدان والأزمان؟ فقال بعضهم :نعم لإطلاق الحديث، وخصه بعضهم بالبلدان التى لا يتناكره أهلها فى المناكح كالقرى والبوادى فيكره فى غيرها، وبغير زماننا، قال :فيكره فيه لأنه عدل به إلى السخف والسفاهة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رہی یہ بات کہ نکاح کے موقعہ پر دف کے استعمال کا وقت کونسا ہے؟ تو اس سلسلہ میں راجح یہ ہے کہ وہ نکاح منعقد ہونے کا وقت ہے۔ [1]

یہ بات ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ عرب کے اس زمانہ میں موسیقی کے قواعد اور اس کی دھنوں سے واقفیت نہ تھی، بلکہ یہ چیزیں بعد میں ایجاد ہوئیں۔

اس لئے اس زمانہ میں شعر پڑھنے کا معاملہ ہو، یا دَف بجانے کا معاملہ، ان میں موجودہ دور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الهيتمى :ظاهر إطلاقهم أنه لا فرق فى جواز الضرب بالدف بين هيئة وهيئة، وخالف أبو على الفارقى فقال :إنما يباح الدف الذى تضرب به العرب من غير زفن -أى رقص -فأما الذى يزفن به وينقر -أى برء وس الأنامل ونحوها -على نوع من الأنغام فلا يحل الضرب به لأنه أبلغ فى الإطراب من طبل اللهو الذى جزم العراقيون بتحريمه، وتابعه تلميذه ابن أبى عصرون، قال الأذرعى :وهو حسن، فإنه إنما يتعاطاه على هذا الوجه من ذكرنا من أهل الفسوق .

وقال الحنابلة :يستحب إعلان النكاح والضرب فيه بالدف، قال أحمد :يستحب أن يظهر النكاح ويضرب فيه بالدف حتى يشتهر ويعرف وقال :يستحب الدف والصوت فى الإملاک، فقيل له :ما الصوت؟ قال :يتكلم ويتحدث ويظهر، والأصل فى هذا ما روى محمد بن حاطب قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :فصل ما بين الحلال والحرام الدف والصوت ، وعن عائشة رضى الله تعالى عنها أنها زوجت يتيمة كانت فى حجرها رجلا من الأنصار، وكانت عائشة فيمن أهداها إلى زوجها، قالت :فلما رجعنا قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما قلتم يا عائشة؟ قالت :سلمنا ودعونا الله بالبركة ثم انصرفنا، فقال صلى الله عليه وسلم :فهل بعثتم معها جارية تضرب بالدف وتغنى :أتيناكم أتيناكم فحيانا وحياكم .

ويسن عندهم ضرب بدف مباح فى ختان وقدوم غائب وولادة كنكاح لما فيه من السرور، والدف المباح هو ما لا حلق فيه ولا صنوج.

واختلفوا فى ضرب الرجال الدف، قال البهوتى :وظاهره -أى ندب إعلان النكاح وضرب عليه بدف مباح -سواء كان الضارب رجلا أو امرأة وهو ظاهر نصوص أحمد وكلام الأصحاب، وقال الموفق :ضرب الدف مخصوص بالنساء ، وفى الرعاية :يكره للرجال مطلقا.

وقال ابن قدامة :ذكر أصحابنا أنه مكروه فى غير النكاح لأنه يروى عن عمر أنه كان إذا سمع صوت الدف بعث فنظر فإن كان فى وليمة سكت وإن كان فى غيرها عمد بالدرة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸، ص ۱۷۱ الیٰ ۱۷۳ ،مادة "معازف") غ

[1] اور بعض نے ولیمہ کے وقت بھی گنجائش دی ہے۔

ضرب الدف يشرع فى النكاح عند العقد وعند الدخول مثلا وعند الوليمة كذلك والأول أشبه (فتح البارى لابن حجر، ج۹، ص ۲۰۲، قوله باب الخطبة)

کے موسیقی کے قواعد اور موسیقی کے دُھن کی رعایت نہیں ہوتی تھی۔

چنانچہ علامہ شاطبی فرماتے ہیں کہ:

لٰکِنَّ الْعَرَبَ لَمْ یَکُنْ لَهَا مِنْ تَحْسِیْنِ النَّغَمَاتِ مَا یَجْرِیْ مَجْرَی مَا النَّاسُ عَلَیْهِ الْیَوْمَ، بَلْ کَانُوْا یُنْشِدُوْنَ الشِّعْرَ مُطْلَقاً مِنْ غَیْرِ أَنْ یَعْتَمِلُوْا هٰذِهِ التَّرْجِیْعَاتِ الَّتِیْ حَدَثَتْ بَعْدَهُمْ، بَلْ کَانُوْا یُرَقِّقُوْنَ الصَّوْتَ وَیُمَطِّطُوْنَهٗ عَلٰی وَجْهٍ یَلِیْقُ بِأُمِّیَّةِ الْعَرَبِ الَّذِیْنَ لَمْ یَعْرِفُوْا صَنَائِعَ الْمُوسِیْقِیِّ، فَلَمْ یَکُنْ فِیْهِ إِلْذَاذٌ وَلَا إِطْرَابٌ یُلْهِیْ، وَإِنَّمَا کَانَ لَهُمْ فِیْهِ شَیْءٌ مِّنَ النِّشَاطِ؛ کَمَا کَانَ أَنْجَشَةُ.وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ یَحْدُوَانِ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، وَکَمَا کَانَ الْأَنْصَارُ یَقُوْلُوْنَ عِنْدَ حفْرِ الْخَنْدَقِ:

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدَا عَلَی الْجِهَادِ مَا حَیِیْنَا أَبْدًا.

فَیُجِیْبُهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهٖ:

اَللّٰهُمَّ لَا خَیْرَ إِلَّا خَیْرَ الْآخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ .

وَمِنْهَا: أَنْ یَّتَمَثَّلَ الرَّجُلُ بِالْبَیْتِ أَوِ الْأَبْیَاتِ مِنَ الْحِکْمَةِ فِیْ نَفْسِهٖ لِیَعِظَ نَفْسَهٗ، أَو یُنَشِّطَهَا، أَوْ یُحَرِّکَهَا لِمُقْتَضٰی مَعْنَی الشِّعْرِ، أَوْ یَذْکُرَهَا لِغَیْرِهٖ ذِکْرًا مُطْلَقًا..........

هٰذَا وَمَا أَشْبَهَهٗ کَانَ فِعْلَ الْقَوْمِ، وَهُمْ مَعَ ذٰلِکَ لَمْ یَقْتَصِرُوْا فِی التَّنْشِیْطِ لِلنُّفُوْسِ وَلَا الْوَعْظِ عَلٰی مُجَرَّدِ الشِّعْرِ، بَلْ وَعَظُوْا أَنْفُسَهُمْ بِکُلِّ مَوْعِظَةٍ، وَلَا کَانُوْا یَسْتَحْضِرُوْنَ لِذِکْرِ الْأَشْعَارِ الْمُغَنِّیْنَ، إِذْ لَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ مِنْ طَلَبَاتِهِمْ، وَلَا کَانَ عِنْدَهُمْ مِنَ الْغِنَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ فِیْ أَزْمَانِنَا شَیْءٌ، وإِنَّمَا دَخَلَ فِی الْإِسْلَامِ بَعْدَهُمْ حِیْنَ

خَالَطَ الْعَجَمُ الْمُسْلِمِيْنَ.

وَقَدْ بيَّن ذٰلِکَ أَبُوْ الْحَسَنِ الْقَرَافِيُّ، فَقَالَ: إِنَّ الْمَاضِيْنَ مِنَ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ حُجَّةٌ عَلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ، وَلَمْ يَكُوْنُوْا يُلَحِّنُوْنَ الْأَشْعَارَ وَلَا يُنَغِّمُوْنَها بِأَحْسَنِ مَا يَكُوْنُ مِنَ النغَم، إِلَّا مِنْ وَجْهِ إِرْسَالِ الشِّعْرِ وَاتِّصَالِ الْقَوَافِي .فَإِنْ كَانَ صَوْتُ أَحَدِهِمْ أَشْجٰى مِنْ صَاحِبِهٖ كَانَ ذٰلِکَ مَرْدُوْدًا إِلٰى أَصْلِ الْخِلْقَةِ لَا يَتَصَنَّعُوْنَ وَلَا يَتَكَلَّفُوْنَ.

هٰذَا مَا قَالَ .فَلِذٰلِکَ نَصَّ الْعُلَمَاءُ عَلٰى كَرَاهِيَّةِ ذٰلِکَ الْمُحْدَثِ، وَحَتّٰى سُئِلَ مَالِکُ بْنُ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْغِنَاءِ الَّذِیْ يَسْتَعْمِلُهٗ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ: إِنَّمَا يَفْعَلُهٗ عِنْدَنَا الْفُسَّاقُ.وَلَا كَانَ الْمُتَقَدِّمُوْنَ أَيْضاً يَعُدُّوْنَ الْغِنَاء جُزْءً ا مِّنْ أَجْزَاءِ طَرِيْقَةِ التَّعَبُّدِ، وَطَلَبِ رِقَّةِ النُّفُوْسِ، وَخُشُوْعِ الْقُلُوْبِ، حَتّٰى يَقْصُدُوْهُ قَصْدًا، وَيَتَعَمَّدُوْا اللَّيَالِيَ الْفَاضِلَةَ، فَيَجْتَمِعُوْا لِأَجْلِ الذِّكْرِ الْجَهْرِيِّ، ثُمَّ الْغِنَاءِ، وَالشَّطْحِ، وَالرَّقْصِ، وَالتَّغَاشِي، وَالصِّيَاحِ، وَضَرْبِ الْأَقْدَامِ عَلٰى وَزْنِ إِيْقَاعِ الْأَكُفِّ أَوِ الْآلَاتِ، وَمُوَافَقَةِ النَّغَمَاتِ. هَلْ فِی كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَمَلِهِ الْمَنْقُوْلِ فِی الصِّحَاحِ، أَوْ عَمَلِ السَّلَفِ الصَّالِحِ، أَو أَحَدٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ مِنْ ذٰلِکَ أَثَرٌ؟ أَوْ فِیْ كَلَامِ الْمُجِيْبِ مَا يُصَرِّحُ بِجَوَازِ مِثْلِ هٰذَا؟ (الاعْتِصَام،للشاطبی، ج۲،ص۱۱۳ الیٰ ۱۱۷،ملخصاً، الباب الرابع فی مأخذ أهل البدع فی الاستدلال)

ترجمہ: لیکن عرب کے اندر نغمہ سرائی اور آواز کو بنانے کا وہ رواج نہیں تھا، جو آج کے دور میں لوگوں نے اختیار کرلیا ہے، بلکہ عرب کے لوگ سادہ انداز میں شعر پڑھا کرتے تھے،نغمہ سرائی کے ان طریقوں کے بغیر جو طریقے ان کے بعد ایجاد

ہوئے، اور عرب کے لوگ آوازوں کو نرم کیا کرتے تھے، اور آواز کو ایسے طریقہ پر نکالا کرتے تھے، جو عربی کے اُمّی لوگوں کی شان کے لائق تھا، عرب کے لوگ موسیقی کے (موجودہ) فن سے واقف نہیں تھے، پس ان کی نغمہ سرائی میں ایسی لذت اور مستی نہیں ہوتی تھی، جو غفلت پیدا کرے، البتہ اس میں طبیعت میں نشاط اور تازگی پیدا کرنے کی تاثیر ہوتی تھی، جیسا کہ حضرت انجشہ اور عبداللہ بن رواحہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حدی پڑھتے تھے، اور جیسا کہ انصار خندق کھودنے کے وقت یہ (رجزیہ کلام) پڑھتے تھے کہ:

"نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِيْنَا أَبداً"

''ہم نے بیعت کر لی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر، تا حیاتِ زندگی''

پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جواب دیتے تھے کہ:

"اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ"

''اے اللہ! خیر تو آخرت کی خیر ہے، پس آپ انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرمائیے''

اور شعر پڑھنے کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے طور پر ایک یا چند اشعار حکمت کے پڑھے، تاکہ اپنے آپ کو نصیحت کرے یا اپنے آپ کو تازگی پہنچائے، یا اپنے اندر چستی پیدا کرے، شعر کے معنیٰ کے تقاضا کی وجہ سے، یا اس کے ذریعہ سے دوسرے کو مطلقاً (یعنی بغیر کسی تداعی وغیرہ کی قید کے) تذکیر اور نصیحت کرے۔

(......اور چند سطور کے بعد فرماتے ہیں......) یہ اور اس جیسا عمل عرب میں رائج تھا، لیکن وہ اس کے باوجود اپنے اندر چستی پیدا کرنے اور نصیحت کرنے کو شعر پر منحصر نہیں رکھا کرتے تھے، بلکہ اپنے آپ کو ہر طرح کی وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے، اور وہ ترنم والے اشعار کے ذکر کے لئے حاضر نہیں ہوا کرتے تھے (یعنی اس مقصد کے

لئے باقاعدہ مجالس ومحافل قائم نہیں کرتے تھے) اس لئے کہ یہ ان کی طلب اور خواہش نہیں تھی، اور نہ ان کے پاس موجودہ زمانہ میں گانے میں استعمال ہونے والی کوئی (آلاتِ موسیقی کی) چیز موجود ہوتی تھی، یہ چیزیں تو اسلام میں ان کے بعد داخل ہوئیں، جبکہ عجمی لوگوں کا مسلمانوں کے ساتھ اختلاط اور تعلق پیدا ہوا۔

جس کی تفصیل ابوالحسن قرافی نے بیان کی ہے، انہوں نے فرمایا کہ گزشتہ صدرِ اسلام (خیرالقرون) کا عمل بعد والوں پر حجت ہے، اور پہلی صدی کے لوگ اشعار کو موسیقی کے انداز میں نہیں پڑھا کرتے تھے، اور اچھے انداز میں نغمہ سرائی کا اہتمام نہیں کیا کرتے تھے، سوائے اس کے کہ سادہ بے تکلف اشعار پڑھ دیا کرتے تھے، اور قافیے ملا دیا کرتے تھے، پھر اگر ان میں سے کسی کی آواز دوسرے سے زیادہ ملائم اور سوز و تاثیر والی ہوتی تھی، تو یہ فطری و جبلّی اور طبعی چیز ہوتی تھی نہ (اس کے بنانے اور اتار چڑھاؤ میں) وہ تصنع سے کام لیا کرتے تھے، اور نہ وہ تکلف سے کام لیا کرتے تھے۔

قرافی نے یہ بات فرمائی ہے، اور اسی وجہ سے علماء نے اس سلسلہ میں بعد کی (موسیقی اور اس کی دُھنوں کے) پیداوار کے مکروہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے، یہاں تک کہ حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ سے اس گانے کے بارے میں پوچھا گیا، جو مدینہ کے لوگ اختیار کرتے تھے، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ عمل تو ہمارے یہاں فساق (اور اوباش قسم کے) لوگ کیا کرتے ہیں، اور متقدمین بھی گانے کو عبادت کے حصوں میں سے کوئی حصہ نہیں سمجھا کرتے تھے، اور نہ ہی نفس میں نرمی پیدا کرنے کی طلب اور دلوں میں خشوع پیدا کرنے کا ذریعہ سمجھا کرتے تھے کہ وہ بالقصد اس کا اہتمام کرتے ہوں، اور مبارک (یا فارغ) راتوں کے اندر اس عمل کو انجام دینے کا قصد کرتے ہوں، اور وہ ذکرِ جہری کے لئے جمع ہوتے

ہوں، پھر گانے اور اچھل کود کرنے اور ناچنے اور بے ہوش ہونے اور چیخنے اور زمین پر پاؤں مارنے اور ہتھیلیاں بجانے اور آلاتِ موسیقی کے انداز میں نغمہ سرائی پیدا کرنے کا عمل کرتے ہوں، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا عمل میں یہ چیزیں صحیح سند کے ساتھ منقول ہیں، یا سلفِ صالحین یا علماء میں سے کسی کے عمل کے بارے میں اس طرح کی کوئی روایت اور سند پائی جاتی ہے، یا اس طرح کا دعویٰ کرنے والے کے کلام میں اس طرح کی چیز کے جائز ہونے کی کوئی صریح دلیل پائی جاتی ہے؟ (ظاہر ہے کہ نہیں) (الاعتصام)

خلاصہ یہ کہ بیشتر فقہائے کرام کے نزدیک دَف کے استعمال کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ دفؔ سادی ہو، اس کے ساتھ گھنگھرو اور گانے بجانے کا کوئی دوسرا آلہ استعمال نہ کیا جائے۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ دفؔ بجانے کا انداز سادہ ہو، یعنی اس میں کوئی خاص موسیقی کی طرز اور دھن نہ لگائی جائے (جیسا کہ مشّاق لوگ خاص طرز اور دھن کے ساتھ بجاتے ہیں)

تیسرے دَف کا نکاح وغیرہ کے موقع پر جائز ہونا بھی بعض فقہاء کے نزدیک خواتین کے ساتھ مخصوص ہے، اور اس سے مقصود بھی (نکاح وغیرہ کا) اعلان ہے، تا کہ زنا و نکاح میں فرق ہو جائے، نہ کہ بذاتِ خود اس کی آواز کا سننا سنانا یا لطف اندوز ہونا۔

اور جب اس سے مقصود ان حضرات کے نزدیک نکاح کی تشہیر و اعلان ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ جتنی مقدار سے اعلان ہو جائے، اُس پر اکتفاء کیا جائے۔

اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر (حمد و نعت وغیرہ) شامل نہ ہو۔

اور ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ یہ کسی ناجائز چیز کا ذریعہ نہ بنے۔

اور آج کل چونکہ گانے بجانے کا استعمال اور جہالت عام ہے اور مذکورہ بالا شرائط کی رعایت

بھی عام طور پر نہیں، اس لئے موجودہ حالات میں بعض محققین نے اس کو مطلقاً ممنوع قرار دے دیا ہے، کیونکہ ان حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ جب کسی مباح وجائز بلکہ مستحب عمل میں بھی مفاسد پیدا ہو جائیں، تو وہ عمل جائز و مستحب سے نکل کر ناجائز زمرے میں داخل ہو جاتا ہے (ملاحظہ ہو "امداد الفتاویٰ" ج۲ ص۲۷۹، "اسلام اور موسیقی" ص۲۱۵ مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ) [1]

---

[1] قال الفقيه أبو الليث رحمه الله :الدف الذى يضرب فى زماننا هذا مع الصنجات والخلاخلات ينبغى أن يكون مكروهاً، وإنما الخلاف فى الذى كان يضرب فى الزمن المتقدم (المحيط البرهانى، ج۵ص ۴۰۱، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الثانى والثلاثون فى المتفرقات)

فَإِنْ قِيلَ :الدف فى النكاح جائز بالحديث المعروف .فنقول :ذكر الفقيه أبو الليث السمرقندى فى "بستانه "هى كناية عن إعلان النكاح ولم يرو ضرب الدف نفسها (نصاب الاحتساب، الْبَابُ الستون فى الاحتساب على البدع فى الأنكحة، جزء ۱، ص ۳۸۹)

المراد به الدف الذى كان فى زمن المتقدمين وأما ما عليه الجلاجل فينبغى أن يكون مكروها بالاتفاق(مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۲۰۶۵، كتاب النكاح،باب إعلان النكاح)

وعن الحسن لا بأس بالدف فى العرس ليشتهر .وفى السراجية هذا إذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب اهـ(رد المحتار، ج۶ص ۳۵۰، كتاب الحظر والاباحة)

(قوله ضرب الدف فيه) جواز ضرب الدف فيه خاص بالنساء لما فى البحر عن المعراج بعد ذكره أنه مباح فى النكاح وما فى معناه من حادث سرور .قال :وهو مكروه للرجال على كل حال للتشبه بالنساء (رد المحتار، ج۵ص ۴۸۲،كتاب الشهادات باب من يجب قبول شهادته على القاضى)

ولا بأس أن يكون ليلة العرس دف يضرب به ليعلن به النكاح (رد المحتار، ج۶ص ۵۵، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة)

قوله :(ويحل ضرب الدف فى العرس لإعلان النكاح) لقوله عليه السلام " :أعلنوا النكاح ولو بالدف "وقال عليه السلام" :فصل ما بين الحرام والحلال :الدف والصوت فى النكاح "رواه ابن ماجة قوله :(وضرب الطبل فى الحج والغزوات :للإعلام لا للهو) أى يحل ضرب الطبل فى الحج والغزوات لإعلام الرحيل والنزول، ولأنه هيبة للمسلمين على الأعداء .قيد بقوله :(لا للهو) لأن ضرب الطبل وغيره للهو :حرام، لأنه معصية(منحة السلوك فى شرح تحفة الملوك ، لبدرالدين العينى الحنفى، ص ۴۲۲، كتاب الكراهية)

(قوله وكره كل لهو) أى كل لعب وعبث فالثلاثة بمعنى واحد كما فى شرح التأويلات والإطلاق شامل لنفس الفعل ، واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق ، فإنها كلها مكروهة لأنها زى الكفار ، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام وإن سمع بغتة يكون معذورا ويجب أن يجتهد أن لا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اللہ تعالیٰ راہِ حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يسمع قهستانی (رد المحتار، ج٦ ص ٣٩٥،كتاب الحظر والإباحة،فصل فی البيع)

ضرب الدف حال الذكر فمن أقبح القبيح والله ولی دينه وناصر نبيه(مرقاة المفاتيح ،ج٩ ص ٣٩٠٢، كتاب المناقب، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

(تنبيه) : كره الإمام أحمد التغبير ونهی عن استماعه وقال بدعة ومحدث .ونقل أبو داود لا يعجبنی .ونقل يوسف لا يستمعه، قيل هو بدعة؟ قال حسبک .وفی المستوعب منع إطلاق اسم البدعة عليه ومن تحريمه لأنه شعر ملحن كالحداء والحدو للإبل ونحوه .الحدو سوق الإبل والغناء لها .وقد حدوت الإبل حدوا واحدا بمعنی واحد إذا ساقها وزجرها كما فی القاموس وفيه أيضا المغبرون قوم يغبرون بذكر الله تعالی أی يهللون ويرددون الصوت بالقراء ة وغيرها، سموا بها لأنهم يرغبون الناس فی الغابرة أی الباقية .انتهی.

وقال الصغانی فی كتاب مجمع البحرين :المغبرة قوم يغبرون ويذكرون الله عز وجل بدعاء وتضرع كما قال :عبادک المغبرة رش علينا المغفرة .وقد سموا ما يطربون فيه من الشعر تغبيرا لأنهم إذا تناشدوه بالألحان طربوا فرقصوا وأهزجوا فسموا المغبرة لهذا المعنی .وقال ابن دريد : التغبير تهليل أو ترديد صوت يردد بقراء ة أو غيرها.

قال الإمام الشافعی -رضی الله عنه :-أری الزنادقة وضعوا هذا التغبير ليصدوا الناس عن ذكر الله تعالی وقراء ة القرآن .وقال الزجاج :مغبرين لتزهيدهم الناس فی الفانية وهی الدنيا وترغيبهم إياهم فی الآخرة وهی الغابرة الباقية .انتهی(غذاء الألباب فی شرح منظومة الآداب،للسفارينی الحنبلی، ج ا ص ١٥٢ ،مطلب :فی حكم المطرب كالطنبور والعود)

قال الحسن بن عبد العزيز الحرانی :سمعت الشافعی يقول :خلفت ببغداد شيئا أحدثته الزنادقة يسمونه التغبير يصدون به الناس عن القرآن وهذا من كمال معرفة الشافعی وعلمه بالدين فإن القلب إذا تعود سماع القصائد والأبيات والتذ بها حصل له نفور عن سماع القرآن والآيات فيستغنی بسماع الشيطان عن سماع الرحمن (مجموع الفتاوی لأ بن تيمية، ج ١١ ص ٥٣٢، فصل فی قوله صلی الله عليه وسلم "المرء مع من احب")

وأما السماع المحدث، سماع الكف والدف والقصب، فلم تكن الصحابة والتابعون لهم بإحسان وسائر الأكابر من أئمة الدين يجعلون هذا طريقًا إلی الله تبارک وتعالی، ولا يعدونه من القرب والطاعات، / بل يعدونه من البدع المذمومة(المفصل فی شرح آية الولاء والبراء لابن نايف الشحود، ج ا ص ١٩٦ ،فصل -وكلا الطائفتين ، الذين يسلكون إلی الله محض الإرادة والمحبة والدنو والقرب منه الخ)

(فصل نمبر 2)

گانے اور موسیقی سے متعلق مسائل واحکام

اب موسیقی (Music) اور گانے (Song) سے متعلق متفرق مسائل واحکام ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 1...... عربی زبان میں ’’غناء‘‘ دراصل ترنم، خوش آوازی اور سُریلی آواز میں کسی کلام کے پڑھنے کو کہا جاتا ہے، جس میں بعض اوقات موسیقی کا انداز اور موسیقی کے آلات شامل ہوتے ہیں، اور بعض اوقات موسیقی کا انداز اور اس کے آلات شامل نہیں ہوتے۔ [1]

یعنی عربی زبان میں ’’غناء‘‘ جس کے اردو میں معنیٰ ’’گانے‘‘ سے کئے جاتے ہیں، یہ عربی زبان میں درحقیقت کسی کلام کو خوش آوازی اور ترنم کے ساتھ پڑھنے کو کہا جاتا ہے، پھر اگر اس کلام کو موسیقی کے طرز اور اور دُھن پر پڑھا جائے، یا اس میں آلاتِ موسیقی شامل ہوں، تو یہ گانے کی الگ قسم ہے، اور اگر ایسا نہ ہو، تو یہ الگ قسم ہے، اور دونوں کا حکم شرعاً ایک دوسرے سے جدا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [2]

---

[1] ج -الغناء :

الغناء بكسر الغين مثل كتاب فى اللغة :الصوت، وقياسه ضم الغين :إذا صوت، وهو التطريب والترنم بالكلام الموزون وغيره، يكون مصحوبا بالموسيقى -أى آلات الطرب -وغير مصحوب بها .

وفى الاصطلاح :يطلق الغناء على رفع الصوت بالشعر وما قاربه من الرجز على نحو مخصوص (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص۱۶۸، مادة ”معازف)

[2] اسی وجہ سے بعض احادیث وروایات میں غناء کا لفظ ایک معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، اور بعض احادیث وروایات میں دوسرے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، مگر ایک جگہ کے معنیٰ دوسری جگہ سمجھ لینے کی وجہ سے بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں، اور بعض لوگ جان بوجھ کر غلط معنیٰ مراد لے کر دوسروں کو غلط فہمی میں مبتلاء کر دیتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 2......عربی زبان میں ''موسیقی'' گانے کے اس فن کو کہا جاتا ہے، جس میں آواز کی بناوٹ اور اس کے اتار چڑھاؤ کے قواعد واصول بیان کئے جاتے ہیں۔

جس میں بعض اوقات گانے بجانے کے آلات کا استعمال بھی شامل ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 3......عربی زبان میں ''معازف'' گانے بجانے کے آلات (Musical Instruments) کو کہا جاتا ہے۔ [2]

اور عربی زبان میں ''لہو'' کھیل والی چیز کو کہا جاتا ہے، جس سے لذت حاصل کی جائے۔ [3]

مسئلہ نمبر 4......گانے میں جب کسی قسم کا کوئی ممنوع آلاتِ موسیقی شامل نہ ہو، لیکن اس میں عورتوں کے حسن وجمال یا شراب کا ذکر ہو، یا اور کسی گناہ کی بات کا ذکر ہو، تو وہ بھی حرام ہے۔

اور جب اس طرح کی کوئی بات نہ پائی جائے، یعنی نہ تو کوئی موسیقی کا آلہ استعمال ہو، اور نہ

---

[1] ب -الموسيقى:
الموسيقى لفظ يونانى يطلق على فنون العزف على آلات الطرب.
وعلم الموسيقى يبحث فيه عن أصول النغم من حيث تأتلف أو تتنافر وأحوال الأزمنة المتخللة بينها ليعلم كيف يؤلف اللحن.
والموسيقى :المنسوب إلى الموسيقى، والموسيقار :من حرفته الموسيقى.
والموسيقى فى الاصطلاح :علم يعرف منه أحوال النغم والإيقاعات وكيفية تأليف اللحون وإيجاد الآلات .
والصلة :أن المعازف تستعمل فى الموسيقى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨ص١٦٨، مادة "معازف)

[2] المعازف فى اللغة :الملاهى، واحدها معزف ومعزفة، والمعازف كذلك :الملاعب التى يضرب بها، فإذا أفرد المعزف فهو ضرب من الطنابير يتخذه أهل اليمن، وغيرهم يجعل العود معزفا، والمعزف آلة الطرب كالعود والطنبور .
ولا يخرج المعنى الاصطلاحى عن المعنى اللغوى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨ص١٦٧، مادة "معازف")

[3] اللهو فى اللغة :ما لعبت به وشغلك من هوى وطرب ونحوهما، ونقل الفيومى عن الطرطوشى قوله :أصل اللهو الترويح عن النفس بما لا تقتضيه الحكمة.
وألهاه اللعب عن كذا :شغله وفى الاصطلاح :هو الشىء الذى يتلذذ به الإنسان فيلهيه ثم ينقضى، وفى المدارک :اللهو كل باطل ألهى عن الخير وعما يعنى والصلة أن المعازف قد تكون وسيلة أو أداة للهو(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨ص١٦٧،١٦٨، مادة "معازف")

ہی عورت کے حسن و جمال یا شراب وغیرہ کا اور کسی گناہ کا مضمون ہو، لیکن اس کو موسیقی کے انداز میں گایا جائے، اور موسیقی کے مطابق اس میں دُھن وطرز لگائی جائے، تو اکثر فقہائے کرام اس کی حرمت وممانعت یا کراہت کے قائل ہیں۔

اور بعض حضرات تھوڑی مقدار کو جائز اور زیادہ مقدار کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

اور اگر جائز کوئی مضمون مذکورہ خرابیوں سے بچ کر صرف خوش آوازی اور ترنم کے ساتھ پڑھا جائے، اور اس میں موسیقی کے لحن کو نہ اپنایا جائے، تو اس میں حرج نہیں۔ [1]

---

[1] ذهب الفقهاء إلى حرمة الغناء إذا كان بشعر يشبب فيه بذكر النساء ووصف محاسنهن وذكر الخمور والمحرمات لأنه اللهو والغناء المذموم بالاتفاق.

وأما إذا سلم الغناء من الفتنة والملامة فأباحه بعض الفقهاء وكرهه الآخرون وقال جماعة بحرمته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۱،ص ۲۹٦،مادة " غناء ")

فمنهم من قال بكراهته كراهة تنزيه، ومنهم من قال بتحريمه، ومنهم من قال بالإباحة، ومنهم من فصل بين القليل والكثير، ومنهم من لاحظ جنس المغني ففرق بين غناء الرجال وغناء النساء ، ومنهم من ميز بين البسيط الساذج وبين المقارن لأنواع من الآلات(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۱،ص ۲۹٦،مادة " غناء ")

ما ينتحله المغنون العارفون بصنعة الغناء المختارون المدن من غزل الشعر مع تلحينه بالتلحينات الأنيقة، وتقطيعه لها على النغمات الرقيقة التى تهيج النفوس وتطربها؛ كحميا الكؤوس، فهذا هو الغناء المختلف فيه على أقوال العلماء :

أحدها :أنه حرام :قال القرطبى وهو مذهب مالك، قال أبو إسحاق :سألت مالكا عما يرخص فيه أهل المدينة من الغناء ؟ فقال :إنما يفعله عندنا الفساق، فهو مذهب سائر أهل المدينة إلا إبراهيم بن سعد وحده فإنه لم ير به بأسا وهو أيضا مذهب أبى حنيفة -رضى الله تعالى عنه -وسائر أهل الكوفة (إلا) إبراهيم النخعى، والشعبى، وحماد، وسفيان الثورى وغيرهم لا خلاف بينهم فيه، وهو أحد قولى الشافعى وأحمد -رضى الله عنهما -وقال الحارث المحاسبى :الغناء حرام كالميتة، ووقع لإمام مذهبنا الرافعى فى "الشرح الكبير "أنه فى موضعين منه فى البيوع والغصب أطلق أن الغناء حرام وتابعه الإمام النووى فى "الروضة "على الثانى)، قال الأذرعى :وظاهر مذهب مالك ما قاله القرطبى؛ أى :لا ما يأتى عن الماوردى ....ثانيها :أنه مكروه :وهو الأظهر عند الشافعى وأحمد وأكثر أصحابهما، وقول أهل البصرة، وقال غير واحد من العلماء :لا يعرف عن أهل البصرة خلاف فى كراهته، وقال الماوردى :حرم الغناء قوم وأباحه آخرون، وكرهه مالك والشافعى وأبو حنيفة فى أصح ما قيل عنهم، ومر أن سماعه من أجنبية مع أمن الفتنة مكروه، لكنه شديد الكراهة، ومع خوفها حرام بلا خلاف، وكذا من الأمرد الحسن.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 5...... گانے کو بطور پیشہ کے استعمال واختیار کرنا حرام ہے۔ ¹

مسئلہ نمبر 6...... اکثر گانے بجانے اور موسیقی کے آلات کا استعمال کرنا تمام فقہائے کرام

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثالثها :الإباحة :وهو المروى عن إبراهيم بن سعد والعنبرى، وهما شاذان، على أن العنبرى مبدع فى اعتقاده، غير مرضى عمله، وإبراهيم بن سعد ليس من أهل الاجتهاد.

قال القرطبى :وحكاية أبى طالب المكى لذلك عن جماعة من الصحابة والتابعين، وأن الحجازيين لم يزالوا يسمعون السماع فى أفضل أيام السنة الأيام المعدودات، إن صحت هذه الحكاية فهى من القسم الأول دون الثانى، قال :وقد حكى جمع من الشافعية كالقشيرى -رحمه الله تعالى- عن مالك -رضى الله تعالى عنه- الإباحة، ولا يصح عنه بوجه ولا عن أحد من أصحابه بوجه.

رابعها :يحرم كثيره دون قليله، ذكره بعض شراح "المنهاج"، وقال ذكره الرافعى -رحمه الله تعالى- من رواية السرخسى، واقتضى إيراد ابن أبى هريرة أنه المذهب، فإنه قال :قال الشافعى لا نبيحه مطلقا، ونقول :إن كان كثيرا دخل فى باب السفه، ا .هـ، ونازعه الأذرعى فى دلالة هذا على التحريم، وإنما يدل على ترك المروء ة، ا .هـ

والحق أنه ظاهر فى التحريم؛ إذ سلب الإباحة وعده من السفه إنما يليقان بالتحريم دون خرم المروءة كما يعرف من كلامهم فيها (كف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع، ج ١،ص ٣٩ الى ٤٢،لأحمد بن محمد بن على بن حجر الهيتمى ،الباب الأول :فى أقسام الغناء المحرم وغيره،القسم الأول :فى سماع مجرد الغناء من غير آلة)

قال الالبانى: فأقول :وفى هذه الأحاديث والآثار دلالة ظاهرة على جواز الغناء بدون آلة فى بعض المناسبات كالتذكير بالموت أو الشوق إلى الأهل والوطن أو للترويح عن النفس والالتهاء عن وعثاء السفر ومشاقه ونحو ذلك مما لا يتخذ مهنة ولا يخرج به عن حد الاعتدال فلا يقترن به الاضطراب والتثنى والضرب بالرجل مما يخل بالمروء ة (تحريم آلات الطرب،ص ١٢٩،الفصل السابع :فى الغناء بدون آلة)

وأما الغناء فليس كله حراما بل ما كان منه فى وصف الخدود والخصور والخمور ونحوذلك فحرام قطعا، وما خلا من ذلك فالإكثار منه مكروه، وأما آلات الطرب فهى محرمة (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، ج ١ ص ٢٤٦، تحت رقم الحديث ١٢٢)

¹ ذهب الحنفية والحنابلة وهو ما يفهم من مذهب المالكية إلى أن اتخاذ الغناء حرفة يرتزق منها حرام.

وذهب الإمام الشافعى فى الأم إلى أن المرأة أو الرجل يغنى، فيتخذ الغناء صناعة يؤتى عليه ويأتى له، ويكون منسوبا إليه مشهورا به معروفا، لا تجوز شهادة واحد منهما، وذلك أنه من اللهو المكروه الذى يشبه الباطل، وأن من صنع هذا كان منسوبا إلى السفه وسقاطة المروء ة، ومن رضى بهذا لنفسه كان مستخفا وإن لم يكن محرما بين التحريم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣١،ص ٢٩٦،مادة " غناء ")

کے نزدیک حرام ہے۔ ؎1

البتہ خالص دَف کا استعمال بعض حالات میں جائز ہے، جس کی تفصیل پہلے الگ سے ذکر کی جا چکی ہے۔

اور دَف سے مراد خالص دَف ہے، جس میں گھنگرو وغیرہ شامل نہ ہوں، اور دَف دراصل ایک طرف سے خالی ہوتی ہے، جس کی آواز طبلہ اور ڈھول کی طرح اندر گُم ہو کر سنائی نہیں دیتی، بلکہ ویسے ہی سادہ انداز میں اس کی آواز نکلتی ہے۔ ؎2

؎1 وأما الآلات :فيحرم فی المشهور من المذاهب الأربعة (الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة) استعمال الآلات التی تطرب كالعود والطنبور والمعزفة والطبل والمزمار والرباب وغيرها من ضرب الأوتار والنايات والمزامير كلها ،فمن أدام استماعها، ردت شهادته(الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ، ج۴،ص ۲۶۶۵، القسم الاول، الباب السابع، المبحث الرابع)

؎2 الحكم التكليفی:المعازف منها ما هو محرم كذات الأوتار والنايات والمزامير والعود والطنبور والرباب، نحوها فی الجملة ، لما روی عن علی رضی الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :إذا فعلت أمتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء وعد صلى الله عليه وسلم منها :واتخذت القينات والمعازف، وما روی عن أبی أمامة رضی الله تعالى عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن الله بعثنی رحمة وهدى للعالمين، وأمرنی أن أمحق المزامير والكنارات يعنی البرابط والمعازف.

ومن المعازف ما هو مكروه، كالدف المصنج للرجال عند بعض الحنفية والحنابلة . على تفصيل سيأتی.

ومنها ما يكون مباحا كطبول غير اللهو مثل طبول الغزو أو القافلة .عند بعض فقهاء الحنفية والمالكية والشافعية .

ومنها ما يكون استعماله مندوبا أو مستحبا كضرب الدف فی النكاح لإعلانه .عند بعض الفقهاء ، وفی غير النكاح من مناسبات الفرح والسرور فی الجملة عند البعض .

علة تحريم بعض المعازف:

نص بعض الفقهاء على أن ما حرم من المعازف وآلات اللهو لم يحرم لعينه وإنما لعلة أخرى:

فقال ابن عابدين :آلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها، إما من سامعها أو من المشتغل بها، ألا ترى أن ضرب تلك الآلة حل تارة وحرم أخرى باختلاف النية؟

والأمور بمقاصدها.

وقال الحصكفی :ومن ذلک -أی الحرام -ضرب النوبة للتفاخر، فلو للتنبيه فلا بأس به، ونقل ابن عابدين عن الملتقى أنه ينبغی أن يكون بوق الحمام يجوز كضرب النوبة، ثم قال :وينبغی أن يكون طبل المسحر فی رمضان لإيقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص ۱۶۸، ۱۶۹ ، مادة "معازف")

مسئلہ نمبر 7...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ''طبلہ'' کا استعمال حرام وناجائز ہے۔ [1]
اور اسی طرح ڈھول بجانا بھی ناجائز ہے، اور ڈھول یا طبلہ کو دَف کا حکم حاصل نہیں، کیونکہ ڈھول میں طبلہ کی طرح آواز گم ہو کر نکلتی ہے، جبکہ دَف ایک طرف سے خالی ہوتی ہے، اس میں آواز گم ہو کر نہیں نکلتی۔ [2]
البتہ بڑے طبلہ کا استعمال نقارہ واعلان کی غرض سے مخصوص صورتوں میں جائز ہے، مثلاً جہاد

---

[1] وقال القرطبی :أما المزامير والأوتار والكوبة فلا يختلف فی تحريم استماعها ولم أسمع عن أحد ممن يعتبر قوله من السلف وأئمة الخلف من يبيح ذلک، وكيف لا يحرم وهو شعار أهل الخمور والفسوق ومهيج الشهوات والفساد والمجون، وما كان كذلک لم يشک فی تحريمه ولا فی تفسيق فاعله وتأثيمه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص۳۳۸، ۳۳۹، مادة "لهو")
ب -الكوبة:
الكوبة طبل طويل ضيق الوسط واسع الطرفين، ولا فرق بين أن يكون طرفاها مسدودين أو أحدهما، ولا بين أن يكون اتساعهما على حد واحد أو يكون أحدهما أوسع.
وقد اختلف فی حكمها.
فذهب جمهور الشافعية إلى أنه يحرم ضرب الكوبة والاستماع إليها لقول الرسول صلى الله عليه وسلم :إن الله حرم عليكم الخمر والميسر والكوبة، ولأن فی ضربها تشبها بالمخنثين إذ لا يعتادها غيرهم، ونقل أبو الفتح الرازی -كما حكى الهيتمی -الإجماع على حرمتها .
وقال أحمد بن حنبل :كره الطبل وهو المنكر وهو الكوبة التی نهى عنها النبی صلى الله عليه وسلم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص۱۷۳، مادة "معازف")

[2] و الضرب بالقضيب:
اختلف الفقهاء فی الضرب على القضيب، فذهب الحنفية إلى أن ضرب القضيب حرام لقوله صلى الله عليه وسلم :الاستماع إلى الملاهی معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر والمقصود بالكفر كفر النعمة .
واختلف الشافعية فی الضرب بالقضيب على الوسائد على وجهين:
أحدهما :أنه مكروه، وبه قطع العراقيون، لأنه لا يفرد عن الغناء ولا يطرب وحده وإنما يزيد الغناء طربا، فهو تابع للغناء المكروه فيكون مكروها.
وثانيهما :أنه حرام وجرى عليه البغوی والخراسانيون .
وعند الحنابلة :قال ابن قدامة :الضرب بالقضيب مكروه إذا انضم إليه محرم أو مكروه كالتصفيق والغناء والرقص، وإن خلا عن ذلک لم يكره، لأنه ليس بآلة ولا يطرب ولا يسمع منفردا بخلاف الملاهی.
وقال فی الإنصاف :فی تحريم الضرب بالقضيب وجهان، وجزم ابن عبدوس بالتحريم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص۱۷۵، ۱۷۶، مادة "معازف")

اورنکاح وغیرہ کا اعلان کرنے کی غرض سے، یعنی جب مثلاً جہاد کے لئے نکلنے یا تیار ہو جانے کی اطلاع مقصود ہو، یا نکاح ہونے کے بعد اس کی اطلاع وشہرت مقصود ہو۔ ۱

مسئلہ نمبر 8...... گٹار اور تانت یا تار والے گانے بجانے کے آلات کا استعمال کرنا اور ان کا سننا بھی جائز نہیں۔ ۲

---

۱ للفقهاء فى الأنواع الأخرى من الطبول تفصيل:
فذهب الحنفية إلى أنه إذا كان الطبل لغير اللهو فلا بأس به كطبل الغزاة والعرس والقافلة، وقال ابن عابدين :وينبغى أن يكون طبل المسحر فى رمضان لإيقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام .
وذهب المالكية إلى استثناء طبول الحرب من سائر الطبول .
وقال إمام الحرمين من الشافعية :والطبول التى تهيأ لملاعب الصبيان إن لم تلحق بالطبول الكبار فهى كالدف وليست كالكوبة بحال، قال الهيتمى :وبه يعلم أن ما يصنع فى الأعياد من الطبول الصغار التى هى على هيئة الكوبة وغيرها لا حرمة فيها، لأنه ليس فيها إطراب غالبا، وما على صورة الكوبة منها انتفى فيه المعنى المحرم للكوبة، لأن للفساق فيها كيفيات فى ضربها، وغيره لا يوجد فى تلك التى تهىء للعب الصبيان، وقال القاضى حسين :ضرب الطبول إن كان طبل لهو فلا يجوز، واستثنى الحليمى من الطبو ل طبل الحرب والعيد، وأطلق تحريم سائر الطبول وخص ما استثناه فى العيد بالرجال خاصة، وطبل الحجيج مباح كطبل الحرب .
وكره أحمد الطبل لغير حرب ونحوه، واستحبه ابن عقيل من الحنابلة فى الحرب وقال :لتنهيض طباع الأولياء وكشف صدور الأعداء(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص ۱۷۴، مادة "معازف")

۲ أما الآلات الوترية كالعود ونحوه، فإن الاستماع إليها ممنوع فى العرس وغيره عند جمهور العلماء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴،ص ۹۶،مادة " استماع ")
ذهب جمهور الفقهاء إلى أن الضرب بآلات اللهو ذوات الأوتار -كالربابة والعود والقانون - وسماعه حرام .
قال ابن حجر الهيتمى :الأوتار والمعازف كالطنبور والعود والصنج -أى ذى الأوتار -والرباب والجنك والكمنجة والسنطير والدريج وغير ذلك من الآلات المشهورة عند أهل اللهو والسفاهة والفسوق هذه كلها محرمة بلا خلاف .
وقال القرطبى :أما المزامير والأوتار والكوبة فلا يختلف فى تحريم استماعها ولم أسمع عن أحد ممن يعتبر قوله من السلف وأئمة الخلف من يبيح ذلك، وكيف لا يحرم وهو شعار أهل الخمور والفسوق ومهيج الشهوات والفساد والمجون، وما كان كذلك لم يشك فى تحريمه ولا فى تفسيق فاعله وتأثيمه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص۳۳۸، ۳۳۹، مادة "لهو")
ذهب الفقهاء إلى تحريم استعمال المعازف الوترية كالطنبور والرباب والكمنجة والقانون وسائر المعازف الوترية، واستعمالها هو الضرب بها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص۱۷۷، مادة "معازف")

مسئلہ نمبر 9..... بانسری اور بین کا استعمال اور اس کا اپنے اختیار سے سننا جائز نہیں۔ [1]

[1] نص الفقهاء على أن استعمال آلات اللهو كالمزمار والعود وغيرهما محرم من حيث الجملة .
واستدل الفقهاء على حرمة استعمال المزمار بحديث أبى أمامة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إن الله عز وجل بعثنى رحمة وهدى للعالمين وأمرنى أن أمحق المزامير والكيارات والمعازف.
حكم الاستماع للمزمار ونحوه من الآلات النفخية
ذهب جمهور الفقهاء من الحنفية والشافعية والحنابلة إلى عدم جواز الاستماع للمزمار وغيره من آلات اللهو المحرمة .
جاء فى الزواجر قال القرطبى :أما المزامير والأوتار والكوبة فلا يختلف فى تحريم سماعها ولم أسمع عن أحد ممن يعتبر قوله من السلف وأئمة الخلف من يبيح ذلك وكيف لا يحرم وهو شعار أهل الخمور والفسوق ومهيج الشهوات والفساد والمجون، وما كان كذلك لم يشك فى تحريمه ولا فى تفسيق فاعله وتأثيمه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧،ص١٠٧، ١٠٨،مادة ”مزمار“)
هـ -اليراع:
اليراع هو الزمارة التى يقال لها الشبابة، وهى ما ليس لها بوق ومنها المأصول المشهور والسفارة ونحوها، وسمى اليراع بذلك لخلو جوفه، ويخالف المزمار العراقى فى أنه له بوق والغالب أنه يوجد مع الأوتار.
وقد اختلف فى حكمه، فذهب الحنفية إلى أنه يحرم الاستماع إلى المزامير ولا تجوز الإجارة على شىء منها.
وذهب المالكية إلى جواز الزمارة والبوق، وقيل :يكرهان، وهو قول مالك فى المدونة وهذا فى النكاح، وأما فى غيره فيحرم .
وقد اختلف فقهاء الشافعية فى اليراع، فقال الرافعى :فى اليراع وجهان، صحح البغوى التحريم، والغزالى الجواز وهو الأقرب، قالوا :لأنه ينشط على السير.
وقال النووى :الأصح تحريم اليراع، قالوا :لأنه مطرب بانفراده، بل قيل إنه آلة كاملة لجميع النغمات إلا يسيرا فحرم كسائر المزامير .
وذهب الحنابلة إلى أن آلات المعازف تحرم سوى الدف، كمزمار وناى وزمارة الراعى سواء استعملت لحزن أو سرور، وسأل ابن الحكم الإمام أحمد عن النفخ فى القصبة كالمزمار فقال: أكرهه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨ص١٧٤، ١٧٥، مادة ”معازف“)
ز -العود:
من معانى العود فى اللغة :كل خشبة دقيقة كانت أو غليظة، وضرب من الطيب يتبخر به، وآلة موسيقية وترية يضرب عليها بريشة ونحوها، والجمع أعواد وعيدان، والعواد :صانع العيدان والضارب عليها.
ولا يخرج المعنى الاصطلاحى عن المعنى اللغوى .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر10......پیتل کی دو پلیٹیں یا پیالیاں،جنہیں آپس میں ٹکرا کر بجایا جاتا ہے،جن کو عربی زبان میں''صفاقتان''اور''صنج''کہا جاتا ہے،اور انگریزی زبان میں''Cymbals''کہا جاتا ہے،جو عموماً ہندو اور بت پرست لوگ اپنے مخصوص مذہبی پروگراموں کے موقع پر اور بعض لوگ گانے کے دوران بجاتے ہیں،اس کا بجانا بھی شرعاً ناجائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر11......گھنٹی کا استعمال بلاضرورت مکروہ وممنوع ہے،البتہ ضرورت کے تحت جائز ہے،مثلاً گھروں اور ٹیلی فون اور گھڑیوں میں ضرورت کے تحت گھنٹی لگانے کی اجازت ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد اختلف الفقهاء فی حكمه.
فذهب جمهور الفقهاء إلى تحريم ضرب العود واستماعه لأن العود من المعازف وآلات اللهو .
وقال الصاوی :ذهبت طائفة إلى جوازه، ونقل سماعه عن عبد الله بن عمر، وعبد الله بن جعفر، وعبد الله بن الزبير، ومعاوية بن أبی سفيان، وعمرو بن العاص، وغيرهم، رضی الله تعالى عنهم، وعن جملة من التابعين.
ثم اختلف الذين ذهبوا إلى تحريمه، فقيل :كبيرة، وقيل :صغيرة، والأصح الثانی، وحكى المازری عن ابن عبد الحكم أنه قال :إذا كان فی عرس أو صنيع فلا ترد به شهادة.
وقال الماوردی :إن بعض أصحابنا كان يخص العود بالإباحة من بين الأوتار(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص ۱۷٦ ، مادة "معازف")

[1] ح -الصفاقتان:
الصفاقتان دائرتان من صفر -أی نحاس -تضرب إحداهما على الأخرى، وتسميان بالصنج أيضا، وهما من آلات الملاهی .
والمعتمد من مذهب الشافعية أن استعمالهما واستماعهما حرام، لأن ذلك من عادة المخنثين والفسقة، وشاربی الخمر، وفی الضرب بهما تشبه بهم ومن تشبه بقوم فهو منهم، ولأن اللذة الحاصلة منهما تدعو إلى فساد كشرب الخمر لا سيما من قرب عهده بها، والاستماع هو المحرم. أما السماع من غير قصد فلا يحرم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص ۱۷٦ ،۱۷۷ ، مادة "معازف")

[2] فإذا ورد النهی عن تعليق القلائد فی أعناق الإبل يدخل فيه النهی عن الجرس بالضرورة، والأصل هو النهی عن الجرس، ألا ترى أنه ورد :أن الملائكة لا تصحب رفقة فيها جرس؟ ولأنه يشبه الناقوس (عمدة القاری، ج۱۴ ، ص ۲۵۲ ،كتاب الجهاد والسير،باب ما قيل فی الجرس ونحوه فی أعناق الإبل)
قال النووی :وسبب الحكمة فی عدم مصاحبة الملائكة مع الجرس أنه شبيه بالنواقيس، أو ;لأنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ حکم سادہ گھنٹی کا ہے، جہاں تک موسیقی پر مشتمل مروّجہ گھنٹیوں کا تعلق ہے، تو ان کا استعمال جائز نہیں، کیونکہ ان کو صریح آلاتِ موسیقی کا حکم حاصل ہے۔

افسوس کہ آج کل فون اور دوسری شکلوں میں موسیقی پر مشتمل گھنٹیوں کا استعمال عام ہے، جن کو خالص گھنٹی کہنا بھی درست نہیں، کیونکہ گھنٹی کے عنوان سے آج کل مختلف موسیقی کے آلات سے مرکب موسیقی شامل ہوتی ہے۔

اور اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ نماز کے دوران اور مساجد میں بھی فون آنے پر یہ گھنٹیاں بجتی ہیں، جن کے گناہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اللہ حفاظت فرمائے۔

مسئلہ نمبر 12...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک موسیقی اور گانے بجانے کے آلات کو مخصوص طریقہ پر بجانے کا فن سیکھنا اور اس کے سیکھنے پر اجرت کا لین دین کرنا جائز نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 13...... گانے بجانے کے جن آلات کا استعمال جائز نہیں، بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک ان کا بنانا اور تیار کرنا بھی جائز نہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من المعاليق المنهى عنها لكراهة صوتها، ويؤيده قوله :أى :الآتى مزامير الشيطان، وهو مذهبنا، ومذهب مالک وهى كراهة تنزيه، وقال جماعة من متقدمى علماء الشام :يكره الجرس الكبير دون الصغير اهـ.

وقال بعض العلماء :جرس الدواب منهى عنه إذا اتخذ للهو، وأما إذا كان فيه منفعة فلا بأس (مرقاة المفاتيح ج٦، ص ٢٥١٢، كتاب الجهاد، باب آداب السفر)

[1] تعلم الموسيقى: ذهب الحنفية والمالكية والشافعية إلى تحريم تعلم المعازف والموسيقى والإجارة على تعلمها ، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :إن الله بعثنى رحمة وهدى للعالمين، وأمرنى أن أمحق المزامير والكنارات -يعنى البرابط -والمعازف والأوثان . . .لا يحل بيعهن ولا شراؤهن ولا تعليمهن (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨ص١٧٧، مادة "معازف")

حكم تعلم النفخ فى المزمار: لا يجوز تعلم علوم محرمة كتعلم النفخ فى المزمار، وأخذ العوض على تعليمها، حرام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧، ص١٠٨، مادة " مزمار")

[2] اتخاذ المعازف: ذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه يحرم اتخاذ آلة اللهو (المعازف) المحرمة ولو بغير استعمال لأن اتخاذها يجر إلى استعمالها، وقالوا :يحرم اتخاذ آلة من شعار الشربة كطنبور وعود ومزمار عراقى ونحو ذلک (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨ص١٧٧، مادة "معازف")

مسئلہ نمبر 14...... گانے بجانے کے آلات کے ذریعہ سے کمائی کرنا بھی جائز نہیں۔ ۱

مسئلہ نمبر 15...... موسیقی اور گانے بجانے کے ناجائز آلات کے ساتھ گانا، گانا جائز نہیں۔ ۲

مسئلہ نمبر 16...... گانے بجانے کے ناجائز آلات کا اپنے اختیار سے سننا جائز نہیں۔ ۳

مسئلہ نمبر 17...... جو شخص گانے بجانے کے آلات کو استعمال کرتا یا سنتا ہو، اس کی شہادت و گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ ۴

---

۱ الاكتساب بالمعازف: ذهب الحنفية والشافعية إلى أن الاكتساب بالمعازف لا يطيب، ويمنع منه المكتسب وذلك إذا كان الغناء حرفته التي يكتسب بها المال، ونصوا على أن التغني للهو أو لجمع المال حرام بلا خلاف.

قال ابن عابدين :في المنتقى :امرأة نائحة أو صاحبة طبل أو زمر اكتسبت مالا ردته على أربابه إن علموا وإلا تتصدق به، وإن من غير شرط فهو لها .

وقال الماوردى :ويمنع -أى المحتسب -من التكسب بالكهانة واللهو ويؤدب عليه الآخذ والمعطى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص۱۷۷، مادة "معازف")

۲ إن اقترن الغناء بآلة محرمة من آلات العزف، فقد ذهب الحنفية والمالكية والحنابلة وجمهور الشافعية إلى حرمته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص۱۷۸، مادة "معازف)

۳ الاستماع إلى المعازف: ذهب الفقهاء إلى أن الاستماع إلى المعازف المحرمة حرام، والجلوس فى مجلسها حرام، قال مالك :أرى أن يقوم الرجل من المجلس الذى يضرب فيه الكبر والمزمار أو غير ذلک من اللهو ، وقال أصبغ :دعا رجل عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه إلى وليمة، فلما جاء سمع لهوا فلم يدخل فقال :ما لک؟ فقال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضى عمل قوم كان شريكا لمن عمله .

بل إن بعض الفقهاء نص على أن من يستمع المعازف المحرمة فاسق، قال ابن القيم :العود والطنبور وسائر الملاهى حرام، ومستمعها فاسق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص۱۷۸، مادة "معازف")

۴ شهادة العازف والمستمع للمعازف: ذهب الفقهاء إلى أنه لا تقبل شهادة العازف أو المستمع للمعازف المحرمة كالمزامير والطنابير والصنج وغيرها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص۱۷۸، مادة "معازف")

حكم صناعة المزمار وشهادة صانعه: قال ابن قدامة :من كانت صناعته محرمة كصانع المزامير والطنابير فلا شهادة له، ومن كانت صناعته يكثر فيها الربا كالصائغ والصيرفى ولم يتوق ذلک ردت شهادته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷، ص۱۰۸، مادة " مزمار")

شهادة المستمع للمزمار: ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه لا تقبل شهادة المستمع للمزمار وترد شهادته وتسقط عدالته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷، ص۱۰۸، مادة " مزمار")

مسئلہ نمبر 18...... جمہور فقہائے کرام کے نزدیک گانے بجانے کے آلات کی بیع اور خرید و فروخت حرام و ناجائز ہے۔ وعلیه الفتویٰ عند الحنفية۔ [1]

[1] حكم بيع المزمار: ذهب جمهور الفقهاء: المالكية والشافعية والحنابلة والصاحبان من الحنفية إلى تحريم بيع المزمار وآلات اللهو المحرمة كالمعازف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧، ص١٠٨، مادة "مزمار")

بيع المعازف: لا يصح عند المالكية والشافعية والحنابلة وأبى يوسف ومحمد -وعليه الفتوى عند الحنفية- بيع المعازف المحرمة كالطنبور والصنج والمزمار والرباب والعود، لما روى أبو أمامة رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الله بعثنى رحمة وهدى للعالمين، وأمرنى أن أمحق المزامير والكفارات -يعنى البرابط- والمعازف. . .، لا يحل بيعهن ولا شراؤهن ولا تعليمهن ولا التجارة فيهن، وأثمانهن حرام للمغنيات.

وفى قول عند الشافعية: يصح بيع آلات العزف المحرمة إن عد رضاضها -أى مكسرها- مالا، لأن فيها نفعا متوقعا، أى من هذا الرضاض المتقوم، كما يصح بيع الجحش الصغير الذى لا نفع منه فى الحال ويصح عند أبى حنيفة بيع المعازف لأنها أموال متقومة، لصلاحيتها للانتفاع بها لغير اللهو، كالأمة المغنية، حيث تجب قيمتها غير صالحة لهذا الأمر.

أما المعازف المباحة كالنفير والطبول غير الدربكة فإنه يجوز بيعها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨ص١٨٠، مادة "معازف")

بيع آلات اللهو والمعازف:

ذهب جمهور الفقهاء، ومنهم الصاحبان من الحنفية، والمالكية والشافعية والحنابلة: إلى تحريم بيع آلات اللهو المحرمة، والمعازف إلا ما جاز استعماله منها، وصرحوا بعدم صحة بيعها.

والتقييد بالمحرمة، لإخراج بيع الشطرنج، الذى يقول الشافعية بحله، وطبل الغزاة ونحوه، فمن المحرمات: الطنبور، والمزمار، والشبابة (وهى النابة) والعود، والصنج والرباب.

فالصاحبان من الحنفية يريان أن هذه الآلات أعدت للمعصية، فبطل تقومها، ولا ينعقد بيعها، كالخمر.

والمالكية قرروا أن من شروط المعقود عليه: أن يكون مما ينتفع به انتفاعا شرعيا، وإن قل كالتراب، وإن كانت المنفعة لا تجوز فهى كآلات اللهو.

والشافعية قرروا أن آلة اللهو المحرمة

لا يقصد منها غير المعصية، ولا نفع بها شرعا.

والحنابلة قرروا أن كسر هذه الآلات لا يستوجب الضمان، وأنها كالميتات.

وتحريم بيع المعازف مبنى على قول الجمهور بتحريم المعازف وآلات اللهو.

وذهب بعض الفقهاء إلى إباحتها إذا لم يلابسها محرم، فيكون بيعها عند هؤلاء مباحا.

والتفصيل فى مصطلح (معازف)

ومذهب أبى حنيفة -خلافا لصاحبيه- أنه يصح بيع آلات اللهو كلها، وهو أيضا قول ضعيف عند

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 19...... گانے بجانے کے آلات کو اجرت و کرایہ پر لینا دینا جائز نہیں۔ ۱؎

مسئلہ نمبر 20...... گانے بجانے کے آلات کا کسی کو بغیر کرایہ کے اعارہ پر یعنی ویسے ہی استعمال کے لئے دینا جائز نہیں۔ ۲؎

مسئلہ نمبر 21...... کسی کے ناجائز اور ممنوع گانے بجانے کے آلات کو فی نفسہ تلف و ضائع کرنا حرام نہیں۔ ۳؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشافعية، مقيد بأن يمكن اعتبار مكسرها مالا، ففيها نفع متوقع عندئذ .
وفي الوقت الذى يرى الصاحبان أن آلات اللهو معدة للمعصية، موضوعة للفسق والفساد -كما هو تعبير الكاساني -فلا تكون أموالا فيبطل تقومها، كالخمر .يرى أبو حنيفة أنها أموال لصلاحيتها لما يحل من وجوه الانتفاع، بأن تجعل ظروفا لأشياء ، ونحو ذلك من المصالح، وإن صلحت لما لا يحل فصارت كالأمة المغنية،
وهذا لأن الفساد بفعل فاعل مختار، فلا يوجب سقوط التقوم .وجواز البيع مرتب على المالية والتقوم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۹،ص۱۵۷،مادة "بيع ")

۱؎ إجارة المعازف:ذهب الفقهاء إلى أن استئجار آلة اللهو المحرمة (المعازف المحرمة) لا يجوز لأن المنفعة المقصودة غير مباحة ويحرم أخذ العوض عليها، لأنه يشترط لصحة الإجارة أن تكون المنفعة مباحة، وفي قول عند المالكية :يجوز كراؤها في النكاح والراجح الحرمة.
أما المعازف غير المحرمة فيجوز كراؤها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص۱۸۰، مادة "معازف")

۲؎ إعارة المعازف:ذهب الفقهاء إلى أن من شروط المستعار كونه منتفعا به انتفاعا مباحا مقصودا، فلا يجوز إعارة ما لا ينتفع به انتفاعا مباحا شرعا كالمعازف وآلات اللهو المحرمة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص۱۸۰، مادة "معازف")

۳؎ إبطال المعازف:ذهب الفقهاء إلى أن آلات اللهو والمعازف المباحة لا يجوز إبطالها أو كسرها بل يحرم.
أما آلات العزف والملاهي المحرمة الاستعمال فلا حرمة لصنعتها ولا لمنفعتها، وأنه يجب إبطالها ، لما روى عبد الله بن عباس رضى الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :بعثت بهدم المزمار والطبل،وما روى أنه صلى الله عليه وسلم قال :أمرني الله بمحق القينات والمعازف .
وفصل الشافعية كيفية إبطال المعازف المحرمة فقالوا :الأصح أنها لا تكسر الكسر الفاحش لإمكان إزالة الهيئة المحرمة مع بقاء بعض المالية، نعم للإمام ذلك زجرا وتأديبا، وإنما تفصل لتعود كما قبل التأليف لزوال اسمها وهيئتها المحرمة بذلك.
والقول الثاني -مقابل الأصح عندهم -أنه لا يجب تفصيل الجميع بل بقدر ما لا يصلح للاستعمال،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن یہ شرط ہے کہ یہ کسی بڑے مفسدہ کا باعث نہ ہو۔ ۱

اور اگر کوئی اس طرح کے آلات کو تلف کر دے، تو فی نفسہٖ اس پر تاوان لازم نہیں۔ ۲

مسئلہ نمبر 22...... اگر کوئی شخص دوسرے کے ممنوع آلاتِ موسیقی کو چوری کر لے، تو بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک اس چور کے بطورِ حد ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے، خواہ وہ چیز کتنی ہی مالیت کی کیوں نہ ہو۔ ۳

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فلا تكفى إزالة الأوتار فقط لأنها منفصلة عنها.

والثالث :تكسر حتى تنتهى إلى حد لا يمكن اتخاذ آلة محرمة .

ونص الشافعية على أن المعازف وآلات اللهو المملوكة لذمى لا تبطل لأنه مقر على الانتفاع بمثلها، إلا أن يسمعها من ليس بدارهم أى محلتهم، حيث كانوا بين أظهرنا، وإن انفردوا بمحلة من البلد، فإن انفردوا ببلد أى بأن لم يخالطهم مسلم لم يتعرض لهم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص ۱۸۱، مادة "معازف")

۱ عن طارق بن شهاب قال :قال أبو سعيد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :من رأى منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان (سنن النسائى، رقم الحديث ۵۰۰۸)

(بيده) إن توقف تغييره عليها كتكسير أوانى الخمر وآلات اللهو بشرطه الآتى (فإن لم يستطع) الإنكار بيده، بأن خشى لحاق ضرر ببدنه أو أخذ مال، وليس من عدم الاستطاعة مجرد الهيبة(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج۲،ص۴۶۷،باب فى الأمر بالمعروف)

۲ ضمان المعازف:ذهب الفقهاء إلى أن آلات اللهو (المعازف) المباحة كطبل الغزاة والدف الذى يباح ضربه واستماعه فى العرس يحرم كسرها، وتضمن إن كسرت أو أتلفت.

وذهب الشافعية والحنابلة وأبو يوسف ومحمد إلى أن المعازف المحرمة لا يجب فى إبطالها شىء ، لأن منفعتها محرمة والمحرم لا يقابل بشىء ، مع وجوب إبطالها على القادر عليه .

وينظر تفصيل ذلك فى مصطلح (إتلاف ف۱۲ وضمان ف ۱۴۰)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص ۱۸۱، مادة "معازف")

۳ سرقة المعازف:اختلف الفقهاء فى إقامة حد السرقة أو عدم إقامته على من يسرق المعازف المحرمة أو غيرها .فذهب الحنفية والحنابلة وهو مقابل الأصح عند الشافعية إلى أن سارق المعازف (آلات اللهو) لا تقطع يده، واختلف تفصيلهم وتعليلهم.

فقال الحنفية :لا قطع فى جميع آلات اللهو المحرمة، لأنها عند الصاحبين لا قيمة بها بدليل أن متلفها لا يضمنها، ولأنها عند أبى حنيفة -وإن كان يجب الضمان على متلفها فهى متقومة -لكن آخذها يتأول الكسر فيها فكان ذلك شبهة تدرأ حد السرقة وهو القطع.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 23......ناجائز اور ممنوع گانے پر اجرت کا لین دین جائز نہیں۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾واختلفوا فی طبل الغزاة، فقيل :يقطع سارقه لأنه مال متقوم ليس موضوعا للهو فليس آلة لهو، واختار الصدر الشهيد -وهو الأصح -عدم وجوب القطع بسرقته لأنه يصلح للهو وإن كان وضعه لغيره، أى أنه كما يصلح للغزو يصلح للهو، فصارت صلاحيته للهو شبهة تمكنت فيه فدرأت القطع.

وقال الحنابلة :لا قطع بسرقة آلة لهو كطنبور ومزمار وشبابة وإن بلغت قيمة ما ذكر مفصلا نصابا، لأنه معصية إجماعا فلم يقطع بسرقته كالخمر، ولا يقطع أيضا بما على آلة اللهو من حلى ولو بلغ نصابا لأنه متصل بما لا قطع فيه وتابع له أشبه الخشب .

والقائلون بمقابل الأصح من الشافعية عللوا قولهم بأن الشارع سلط على كسر ما حرم من آلات اللهو كالطنبور والمزمار وغيرهما، والتوصل إلى إزالة المعصية مندوب إليه، فصار ذلک شبهة دارئة لحد السرقة .

وذهب المالكية وهو الأصح عند الشافعية إلى أنه لا قطع بسرقة الطنبور والعود والمزامير ونحوها من آلات اللهو المحرمة إلا أن تساوى بعد كسرها -أى إفساد صورتها وإذهاب المنفعة المقصودة بها -نصابا، لأن السارق عندئذ يكون قد سرق نصابا من حرزه.

لكن المالكية اختلفوا فى الكسر المعتبر فى تقويم المسروق، هل يكفى فى اعتبار قيمته تقدير كسره وإن لم يكسر بالفعل، أم لا بد من كسره بالفعل ولا تعتبر قيمته بتقدير كسره؟ المعتمد فى المذهب أنه يكفى فى اعتبار قيمته تقدير كسره إذ قد تفقد عينه لو كسر بالفعل، وذهب الزرقانى إلى أنه لا قطع فى المسروق من هذه المعازف إلا أن يساوى بعد كسره بالفعل نصابا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨ص ١٨٢،و١٨٣ ، مادة "معازف")

سرقة المزمار وكسره لمسلم:ذهب الحنفية والحنابلة وهو مقابل الأصح عند الشافعية إلى أنه لا قطع فى سرقة المزمار ونحوه من المعازف المحرمة.

وذهب المالكية والشافعية فى الأصح إلى أنه لا قطع فى سرقة المزمار ونحوه من المعازف المحرمة إلا أن تساوى بعد كسرها نصابا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧،ص١٠٨ ،مادة " مزمار")

ل ب -الإجارة على الغناء :

من شروط الإجارة :أن تكون المنفعة المعقود عليها مباحة شرعا ، وبناء على ذلک فإن الاستئجار للغناء المحرم والنوح لا يجوز؛ لأنه استئجار على معصية، والمعصية لا تستحق بالعقد .أما الاستئجار لكتابة الغناء والنوح فهو جائز عند الحنفية، لأن الممنوع إنما هو نفس الغناء والنوح -على القول بذلک -لا كتابتهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣١،ص٢٩٦ ،مادة " غناء ")

ولا تجوز الإجارة على شىء من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشىء من اللهو؛ لأنه معصية والاستئجار على المعاصى باطل فإن بعقد الإجارة يستحق تسليم المعقود عليه شرعا ولا يجوز أن يستحق على المرء فعل به يكون عاصيا شرعا، وكذلک الاستئجار على الحداء ، وكذلک الاستئجار لقراء ة الشعر؛ لأن هذا ليس من إجارة الناس والمعتبر فى الإجارة عرف الناس،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 24...... جو شخص گانے کا پیشہ اختیار کرتا ہے، یعنی اس نے گانے کو اپنا پیشہ بنایا ہوا ہے، اس کی شہادت و گواہی قبول نہیں کی جاتی۔ [1]

مسئلہ نمبر 25...... مروّجہ رقص یعنی ناچنا اکثر فقہائے کرام کے نزدیک حرام اور مکروہ ہے، اور اگر اس کے ساتھ کوئی حرام چیز بھی شامل ہو، مثلاً اترانا، کبر اور نام آوری، شراب نوشی، یا ستر کا ظاہر ہونا، اور بے پردگی کا لازم آنا، تو پھر اس کے حرام ہونے میں شبہ نہیں، اور اس کا ارتکاب کرنے والا فاسق اور گناہ گار شمار ہوتا ہے۔

اور اس کو عبادت یا ثواب کا کام سمجھنا سخت گمراہی کی بات ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ولأن ما هو المقصود إنما يحصل بمضى فى المستأجر وهو السماع والتأمل والتفهم فلا يكون ذلك موجبا للأجر عليه(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسى، ج١٦،ص٣٨،كتاب الاجارة،باب الإجارة الفاسدة)

[1] د -مروء ة المغني وشهادته :احتراف الغناء وكثرة استماعه مما يقدح فى مروء ة المرء مغنيا ومستمعا، بحيث يعرضه إلى رد شهادته ، ونقل الحطاب أن الغناء إن كان بغير آلة فهو مكروه، ولا يقدح فى الشهادة بالمرة الواحدة، بل لا بد من تكرره مثلما نص عليه ابن عبد الحكم لأنه حينئذ يكون قادحا فى المروء ة، وفى المدونة :ترد شهادة المغني والمغنية والنائح والنائحة إذا عرفوا بذلك ، ونقل عن المازرى :إذا كان الغناء بآلة فإن كانت ذات أوتار كالعود والطنبور فممنوع، وكذلك المزمار، والظاهر عن بعض العلماء أن ذلك يلحق بالمحرمات، ونص محمد بن عبد الحكم على أن سماع العود ترد به الشهادة، إلا إن كان ذلك فى عرس أو صنيع ليس معه شراب يسكر فإنه لا يمنع من قبول الشهادة، وقيد الحنفية رد شهادة المغني بأن يغني للناس بأجرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣١،ص٢٩٧،مادة " غناء ")

[2] الرقص، وهو :الحركة الموزونة، على ميزان نغمة مخصوصة، قال الإمام أبو الوفاء بن عقيل (رحمه الله تعالى. قد نص القرآن العظيم على النهى عن الرقص، فقال تعالى :(ولا تمش فى الأرض مرحا)، وذم المختال بقوله سبحانه :(إن الله لا يحب كل مختال فخور)، والرقص :أشد من المرح والبطر .وأول من أحدثه :أصحاب السامرى، لما اتخذ لهم عجلا، جسدا، له خوار، وقاموا يرقصون عليه، ويتواجدون، فهو دين الكفار وعباد العجل .وقال فى التاترخانية :الرقص (على الوصف المذكور)، فى السماع (للآلات المحرمة) لا يجوز .وفى الذخيرة :إنه كبيرة، (لاشتماله على الحرام القطعى وقال الإمام البزازى فى فتاواه :قال القرطبى (رحمه الله تعالى :إن هذا الغناء، وضرب القضيب -وهو المسمى بالسنطير - والرقص، حرام بالإجماع(الدرر المباحة فى الحظر والإباحة،للنحلاوى،ج١،ص٢٣٠،الباب الخامس فى الأخلاق، والصفات الذميمة، وغوائلها)فذهب الحنفية والمالكية والحنابلة والقفال من الشافعية إلى كراهة الرقص معللين ذلك بأن فعله دناء ة وسفه، وأنه من مسقطات المروء ة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ناچنے والے کی گواہی کے قبول نہ ہونے پر فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔ [1]

اسی طرح ناچنے پر اجرت کا لین دین بھی ناجائز ہے۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأنه من اللهو .قال الأبى :وحمل العلماء حديث رقص الحبشة على الوثب بسلاحهم، ولعبهم بحرابهم، ليوافق ما جاء فى رواية :يلعبون عند رسول الله بحرابهم.وهذا كله ما لم يصحب الرقص أمر محرم كشرب الخمر، أو كشف العورة ونحوهما، فيحرم اتفاقا.

وذهب ابن تيمية إلى أن اتخاذ الرقص ذكرا أو عبادة، بدعة ومعصية، لم يأمر الله به، ولا رسوله، ولا أحد من الأئمة، أو السلف .

وذهب الشافعية إلى أن الرقص لا يحرم ولا يكره بل يباح، واستدلوا بحديث عائشة قالت :جاء حبشة يزفنون فى يوم عيد فى المسجد فدعانى النبى صلى الله عليه وسلم فوضعت رأسى على منكبه فجعلت أنظر إلى لعبهم حتى كنت أنا التى أنصرف عن النظر إليهم . وهذا دليل على إقراره صلى الله عليه وسلم لفعلهم، فهو دليل على إباحته، ودليله من المعقول أن الرقص مجرد حركات على استقامة واعوجاج.

وذهب البلقينى إلى أن الرقص إذا كثر بحيث أسقط المروء ة حرم، والأوجه فى المذهب خلافه.

وقيد الشافعية الإباحة بما إذا لم يكن فيه تكسر كفعل المخنثين وإلا حرم على الرجال والنساء ، أما من يفعله خلقة من غير تكلف فلا يأثم به.

قال فى الروض :وبالتكسر حرام ولو من النساء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٣، ص ٩، و١٠ ،مادة " رقص ")

وأما الرقص الذى يشتمل على التثنى والتكسر والتمايل والخفض والرفع بحركات موزونة فهو حرام ومستحله فاسق(الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ، ج٤، ص ٢٦٦٥ ، القسم الاول، الباب السابع، المبحث الرابع)

[1] شهادة الرقاص :اتفق الفقهاء على رد شهادة الرقاص لأنه ساقط المروء ة، وهى شرط من شروط صحة الشهادة .ونص الشافعية والحنابلة على أن المعتبر فى إسقاط المروء ة هو المداومة والإكثار من الرقص، وهو مقيد عند الشافعية بمن يليق به الرقص، أما من لا يليق به فتسقط مروء ته ولو بمرة واحدة .والمرجع فى المداومة والإكثار إلى العادة، ويختلف الأمر باختلاف عادات النواحى والبلاد، وقد يستقبح من شخص قدر لا يستقبح من غيره .وظاهر كلام الحنفية يفيد اعتبار المداومة والإكثار كذلك، حيث عبروا بصيغة المبالغة .قال فى البناية :ولا تقبل شهادة الطفيلى والمشعوذ والرقاص والسخرة بلا خلاف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٣، ص١٠ ،مادة " رقص ")

[2] ولا خلاف بين الفقهاء فى عدم جواز الاستئجار على المنافع المحرمة وغير المتقومة، فحيث كان الرقص حراما لا يجوز الاستئجار عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٣، ص ١١ ،مادة " رقص ")

(باب نمبر 4)

سماع اور قوالی کا مفصَّل حکم

سماع کے معنیٰ سننے کے آتے ہیں، اور سب سے بہترین سماع قرآن کا سماع ہے، جب کہ اسے شرعی اصول اور قواعد کے مطابق پڑھا اور سنا جائے، جس کی تفصیل ہم نے قرآن مجید کی تلاوت وسماعت کے باب میں ذکر کردی ہے۔ [1]

لیکن یہاں سماع سے مراد اشعار یا کسی کلام کا مخصوص سماع ہے۔

جب کوئی چیز سُریلی آواز میں گائی جائے، تو اسے سماع یا استماع کہا جاتا ہے۔

اکثر اور جمہور فقہائے کرام کے نزدیک جب کوئی بددین شخص اس طرح سریلی آواز میں جائز مضمون بھی گائے، تو اس کا سماع حرام ہے۔

اسی طرح اگر یہ عمل کسی فتنہ مثلاً کسی عورت یا بے ریش لڑکے سے تعلق یا زنا کی طرف پہنچانے

---

[1] والمقصود :أن سماع خاصة الخاصة المقربين :هو سماع القرآن بالاعتبارات الثلاثة :إدراكا وفهما وتدبرا وإجابة وكل سماع فى القرآن مدح الله أصحابه وأثنى عليهم وأمر به أولياءه :فهو هذا السماع.

وهو سماع الآيات لا سماع الأبيات وسماع القرآن لا سماع مزامير الشيطان وسماع كلام رب الأرض والسماء لا سماع قصائد الشعراء وسماع المراشد لا سماع القصائد وسماع الأنبياء والمرسلين لا سماع المغنين والمطربين.

فهذا السماع حاد يحدو القلوب إلى جوار علام الغيوب وسائق يسوق الأرواح إلى ديار الأفراح ومحرك يثير ساكن العزمات إلى أعلى المقامات وأرفع الدرجات ومناد ينادى للإيمان ودليل يسير بالركب فى طريق الجنان وداع يدعو القلوب بالمساء والصباح من قبل فالق الإصباح "حى على الفلاح حى على الفلاح."

فلم يعدم من اختار هذا السماع إرشادا لحجة وتبصرة لعبرة وتذكرة لمعرفة وفكرة فى آية ودلالة على رشد وردا على ضلالة وإرشادا من غى وبصيرة من عمى وأمرا بمصلحة ونهيا عن مضرة ومفسدة وهداية إلى نور وإخراجا من ظلمة وزجرا عن هوى وحثا على تقى وجلاء لبصيرة وحياة لقلب وغذاء ودواء وشفاء وعصمة ونجاة وكشف شبهة وإيضاح برهان وتحقيق حق وإبطال باطل (مدارج السالكين .لابن قيم، ج ا ،ص ۴۸۳،فصل السماع الذى يمدحه الله)

والی شہوت کو ابھارنے کا سبب بنے، تو بھی یہ سماع حرام ہے۔

اسی طرح اگر اس عمل کی وجہ سے کسی دینی یا دنیوی واجبی حکم، مثلاً نماز کا ترک کرنا لازم آئے، تو بھی حرام ہے۔

اور اگر کسی مندوب ومستحب حکم مثلاً قیامُ اللیل وغیرہ کا ترک کرنا لازم آئے، تو پھر یہ عمل مکروہ ہے۔ [1]

اگر کسی سماع میں مذکورہ کوئی بات نہ پائی جائے، بلکہ صرف تفریحِ طبع کے طور پر سماع کیا جائے، تو پھر اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

حنفیہ اور بعض حنابلہ اور متعدد تابعین مثلاً ابراہیم نخعی، عامر شعبی، سفیان ثوری اور حسن بصری وغیرہ کے نزدیک اس طرح کا سماع حرام ہے۔ [2]

---

[1] إن كان الصوت مطربا فهذا الغناء استماع، وفيما يلى تفصيل القول فيه:
ج -الاستماع إلى الغناء :ذهب جمهور الفقهاء إلى أن استماع الغناء يكون محرما فى الحالات التالية:أ -إذا صاحبه منكر.
ب -إذا خشى أن يؤدى إلى فتنة كتعلق بامرأة، أو بأمرد، أو هيجان شهوة مؤدية إلى الزنى.
ج -إن كان يؤدى إلى ترك واجب دينى كالصلاة، أو دنيوى كأداء عمله الواجب عليه، أما إذا أدى إلى ترك المندوبات فيكون مكروها .كقيام الليل، والدعاء فى الأسحار ونحو ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴، ص ۹۰، مادة " استماع")

[2] الغناء للترويح عن النفس :أما إذا كان الغناء بقصد الترويح عن النفس، وكان خاليا عن المعانى السابقة فقد اختلف فيه، فمنعه جماعة وأجازه آخرون.
وقد ذهب عبد الله بن مسعود إلى تحريمه، وتابعه على ذلك جمهور علماء أهل العراق، منهم إبراهيم النخعى، وعامر الشعبى، وحماد بن أبى سليمان، وسفيان الثورى، والحسن البصرى، والحنفية، وبعض الحنابلة .
واستدل هؤلاء على التحريم - :بقوله تعالى :(ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله) قال ابن عباس وابن مسعود :لهو الحديث هو :الغناء .
وبحديث أبى أمامة رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع المغنيات، وعن شرائهن، وعن كسبهن، وعن أكل أثمانهن.
وبحديث عقبة بن عامر أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :كل شىء يلهو به الرجل فهو باطل، إلا تأديبه فرسه، ورميه بقوسه، وملاعبته امرأته(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴، ص ۹۱، مادة "استماع")

جبکہ شافعیہ، مالکیہ اور بعض حنابلہ کے نزدیک اس طرح کا سماع مکروہ ہے، اور اگر کسی اجنبی عورت سے سماع کیا جائے، تو پھر اس میں شدید کراہت لازم آتی ہے۔ [1]

البتہ بعض حضرات اس طرح کے سماع کے مباح وجائز ہونے کے قائل ہیں، بشرطیکہ کوئی دوسری خرابی نہ پائی جائے، اور نہ ہی اجنبی عورت سے سماع کیا جائے۔ [2]

---

[1] وذهب الشافعية، والمالكية، وبعض الحنابلة إلى أنه مكروه، فإن كان سماعه من امرأة أجنبية فهو أشد كراهة، وعلل المالكية الكراهة بأن سماعه مخل بالمروء ة، وعللها الشافعية بقولهم :لما فيه من اللهو .وعللها الإمام أحمد بقوله :لا يعجبني الغناء لأنه ينبت النفاق فی القلب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴، ص ۹۱، مادة " استماع")

[2] وذهب عبد الله بن جعفر، وعبد الله بن الزبير، والمغيرة بن شعبة، وأسامة بن زيد، وعمران بن حصين، ومعاوية بن أبی سفيان، وغيرهم من الصحابة، وعطاء بن أبی رباح، وبعض الحنابلة منهم أبو بكر الخلال، وصاحبه أبو بكر عبد العزيز، والغزالی من الشافعية إلى إباحته.

واستدلوا على ذلک بالنص والقياس.

أما النص :فهو ما أخرجه البخاری ومسلم عن عائشة رضی الله عنها قالت :دخل علی رسول الله صلی الله عليه وسلم وعندی جاريتان تغنيان بغناء بعاث، فاضطجع على الفراش وحول وجهه، ودخل أبو بكر فانتهرنی وقال :مزمارة الشيطان عند النبی صلى الله عليه وسلم فأقبل عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال :دعهما، فلما غفل غمزتهما فخرجتا.

ويقول عمر بن الخطاب :الغناء زاد الراكب.

فقد روى البيهقی فی سننه :أن عمر بن الخطاب رضی الله عنه كان يستمع إلى غناء خوات، فلما كان السحر قال له :ارفع لسانک يا خوات، فقد أسحرنا.

وأما القياس :فإن الغناء الذی لا يصاحبه محرم، فيه سماع صوت طيب موزون، وسماع الصوت الطيب من حيث إنه طيب لا ينبغی أن يحرم، لأنه يرجع إلى تلذذ حاسة السمع بإدراک ما هو مخصوص به، كتلذذ الحواس الأخرى بما خلقت له.

وأما الوزن فإنه لا يحرم الصوت، ألا ترى أن الصوت الموزون الذی يخرج من حنجرة العندليب لا يحرم سماعه، فكذلک صوت الإنسان، لأنه لا فرق بين حنجرة وحنجرة.

وإذا انضم الفهم إلى الصوت الطيب الموزون، لم يزد الإباحة فيه إلا تأكيدا.

أما تحريک الغناء القلوب، وتحريكه العواطف، فإن هذه العواطف إن كانت عواطف نبيلة فمن المطلوب تحريكها، وقد وقع لعمر بن الخطاب أن استمع إلى الغناء فی طريقه للحج -كما تقدم- وكان الصحابة ينشدون الرجزيات لإثارة الجند عند اللقاء، ولم يكن أحد يعيب عليهم ذلک، ورجزيات عبد الله بن رواحة وغيره معروفة مشهورة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴، ص ۹۱، ۹۲،مادة " استماع")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر اس طرح کا سماع مباح و جائز خوشی مثلاً شادی اور عید وغیرہ کے خوشی والے مواقع پر کیا جائے، تو اکثر فقہائے کرام اس کے جواز کے قائل ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تحسين المرأة صوتها بحضرة الأجانب:

على المرأة إذا تكلمت بحضرة الرجال الأجانب أن تتكلم بصوت طبيعي ليس فيه تكلف ولا تقطيع ولا تليين، لقوله تعالى :(يا نساء النبى لستن كأحد من النساء إن اتقيتن فلا تخضعن بالقول فيطمع الذى فى قلبه مرض وقلن قولا معروفا).

قال ابن كثير :هذه آداب أمر الله تعالى بها نساء النبى صلى الله عليه وسلم ونساء الأمة تبع لهن فى ذلك .

قال القرطبى فى تفسيره (فلا تخضعن بالقول) أى لا تلن القول، أمرهن أن يكون قولهن جزلا، وكلامهن فصلا، ولا يكون على وجه يظهر فى القلب علاقة بما يظهر عليه من اللين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص٢١٨، مادة "تحسين")

[1] الغناء لأمر مباح:

إذا كان الغناء لأمر مباح، كالغناء فى العرس، والعيد، والختان، وقدوم الغائب، تأكيدا للسرور المباح، وعند ختم القرآن الكريم تأكيدا للسرور كذلك، وعند سير المجاهدين للحرب إذا كان للحماس فى نفوسهم، أو للحجاج لإثارة الأشواق فى نفوسهم إلى الكعبة المشرفة، أو للإبل لحثها على السير -وهو الحداء -أو لتنشيط على العمل كغناء العمال عند محاولة عمل أو حمل ثقيل، أو لتسكيت الطفل وتنويمه كغناء الأم لطفلها، فإنه مباح كله بلا كراهة عند الجمهور .

واستدلوا على ذلك بما ذكر سابقا من حديث الجاريتين الذى روته أم المؤمنين عائشة رضى الله عنها وهذا نص فى إباحة الغناء فى العيد.

وبحديث بريدة قال :خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فى بعض مغازيه، فلما انصرف جاء ت جارية سوداء فقالت :يا رسول الله إنى كنت نذرت -إن ردك الله سالما -أن أضرب بين يديك بالدف وأتغنى، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن كنت نذرت فاضربى وإلا فلا .

وهذا نص فى إباحة الغناء عند قدوم الغائب تأكيدا للسرور، ولو كان الغناء حراما لما جاز نذره، ولما أباح لها رسول الله صلى الله عليه وسلم فعله.

وبحديث عائشة :أنها أنكحت ذات قرابة لها من الأنصار، فجاء رسول الله فقال :أهديتم الفتاة؟ قالوا :نعم، قال :أرسلتم معها من يغنى؟ قالت :لا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن الأنصار قوم فيهم غزل، فلو بعثتم معها من يقول :أتيناكم أتيناكم، فحيانا وحياكم .وهذا نص فى إباحة الغناء فى العرس.

وبحديث عائشة قالت :كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سفر .وكان عبد الله بن رواحة جيد الحداء ، وكان مع الرجال، وكان أنجشة مع النساء ، فقال النبى صلى الله عليه وسلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورمذکورہ سماع کے جائز ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ سماع کے دوران جوکلام استعمال کیا جائے، چاہے وہ شعر کی صورت میں ہو، یا غیر شعر کی صورت میں، اس کے مضمون میں کوئی بات خلافِ شریعت نہ پائی جاتی ہو، مثلاً اس میں نہ تو کوئی فحش بات شامل ہو، اور نہ ہی اس میں اللہ اوراس کے رسول یا صحابۂ کرام کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب ہو، اور نہ ہی کسی مخصوص عورت کا کوئی وصف بیان کیا جائے۔ [1]

اوراسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس سماع میں ممنوع وناجائز آلاتِ موسیقی کا استعمال نہ کیا جائے، ورنہ یہ سماع بھی حرام ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ لابن رواحة :حرک القوم، فاندفع يرتجز، فتبعه أنجشة، فأعنفت الإبل، فقال النبی صلی الله عليه وسلم لأنجشة رويدک، رفقا بالقوارير .يعنی النساء .

وعن السائب بن يزيد قال :كنا مع عبد الرحمن بن عوف فی طريق الحج، ونحن نؤم مكة، اعتزل عبد الرحمن الطريق، ثم قال لرباح بن المغترف :غننا يا أبا حسان، وكان يحسن النصب -والنصب ضرب من الغناء -فبينا رباح يغنيه أدركهم عمر فی خلافته فقال :ما هذا؟ فقال عبد الرحمن :ما بأس بهذا؟ نلهو ونقصر عنا السفر، فقال عمر :فإن كنت آخذا فعليک بشعر ضرار بن الخطاب بن مرداس فارس قريش.

وكان عمر يقول .الغناء من زاد الراكب ، وهذا يدل علی إباحة الغناء لترويح النفس.

وروی ابن أبی شيبة أن عمر بن الخطاب رضی الله عنه كان يأمر بالحداء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴،ص ۹۳، ۹۴،مادة ”استماع“)

[1] د -الاستماع إلی الهجو والنسيب:

يشترط فی الكلام -سواء أكان موزونا (كالشعر) أم غير موزون، ملحنا (كالغناء) أم غير ملحن -حتی يحل استماعه ألا يكون فاحشا، وليس فيه هجو، ولا كذب علی الله ورسوله، ولا علی الصحابة، ولا وصف امرأة معينة، فإن استمع إلی شیء من الكلام فيه شیء مما ذكرناه، فالمستمع شريک القائل فی الإثم.

أما هجاء الكفار وأهل البدع فذلک جائز، وقد كان حسان بن ثابت شاعر رسول الله يهاجی الكفار بعلم رسول الله صلی الله عليه وسلم أو أمره، وقد قال له عليه الصلاة والسلام :اهجهم أو هاجهم وجبريل معک.

وأما النسيب فإنه لا شیء فيه، وقد كان يقال أمام رسول الله وهو يستمع إليه فقد استمع صلوات الله وسلامه عليه إلی قصيدة كعب بن زهير:

بانت سعاد فقلبی اليوم متبول مع ما فيها من النسيب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴،ص ۹۴،مادة ”استماع“)

جیسا کہ آج کل عموماً قوالیوں کے دوران آلاتِ موسیقی، ڈھول، طبلہ، ہارمونیم وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے، اور ساتھ ساتھ تالیاں بھی بجائی جاتی ہیں، اور اس کو سماع کہا جاتا ہے، اس طرح آلاتِ موسیقی کے ساتھ اور تالیاں بجا کر اللہ اور اس کے رسول کا ذکر سخت گناہ اور خطرناک طرزِ عمل ہے، اور اگر اس کو عبادت اور ثواب کا کام سمجھا جائے، تو یہ اور بھی خطرناک چیز ہے۔ [1]

بریقۂ محمودیہ میں ہے کہ:

التَّغَنِّیْ وَهُوَ التَّرَنُّمُ وَالتَّنْغِیْمُ مَعَ التَّحْرِیْفِ وَالتَّغْیِیْرِ وَالتَّبْدِیْلِ کَمَا هُوَ الْمَعْهُوْدُ بَیْنَ أَهْلِ الْمُوْسِیْقِیِّ فَإِنَّ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَارَةِ الشَّهَوَاتِ الْخَفِیَّةِ بِالْقُلُوْبِ اللَّاهِیَةِ وَالْأَفْئِدَةِ السَّاهِیَةِ تَتَزَیَّنُ لِلنَّاسِ وَلَا تَطْرُدُ الْخَنَّاسَ وَتَزِیْدُ فِی الْوَسْوَاسِ (بریقة محمودیة فی شرح طریقة محمدیة) [2]

---

[1] أولا -استماع الموسیقی: إن ما حل تعاطیه (أی فعله) من الموسیقی والغناء حل الاستماع إلیه، وما حرم تعاطیه منهما حرم الاستماع إلیه، لأن تحریم الموسیقی أو الغناء لیس لذاته، ولکن لأنه أداة للإسماع، ویدل علی هذا قول الغزالی فی معرض حدیثه عن شعر الخنا، والهجو، ونحو ذلک :فسماع ذلک حرام بألحان وبغیر ألحان، والمستمع شریک للقائل وقول ابن عابدین : وکره کل لهو واستماعه(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴، ص۹۴، مادة " استماع")

أما الرقص والتصفیق فخفة ورعونة مشبهة برعونة الإناث لا یفعلها إلا أرعن أو متصنع کذاب، وکیف یتأتی الرقص المتزن بأوزان الغناء ممن طاش لبه وذهب قلبه،وقد قال علیه الصلاة والسلام: خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم.

ولم یکن أحد من هؤلاء الذین یقتدی بهم یفعل شیئا من ذلک،وإنما استحوذ الشیطان علی قوم یظنون أن طربهم عند السماع إنما هو متعلق بالله تعالی شأنه ولقد مانوا فیما قالوا وکذبوا فیما ادعوا من جهة أنهم عند سماع المطربات وجدوا لذتین .إحداهما لذة قلیل من الأحوال المتعلقة بذی الجلال .والثانیة لذة الأصوات والنغمات والکلمات الموزونات الموجبات للذات لیست من آثار الدین ولا متعلقة بأموره فلما عظمت عندهم اللذات غلطوا فظنوا أن مجموع ما حصل لهم إنما حصل بسبب حصول ذلک القلیل من الأحوال ولیس کذلک بل الأغلب علیهم حصول لذات النفوس التی لیست من الدین فی شیء .وقد حرم بعض العلماء التصفیق (روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج۱۱، ص۶۹، سورة لقمان)

[2] ج۳، ص۲۱۴، الباب الثانی، الفصل الثالث، النوع الثالث، الصنف الثانی، القسم الثانی، المحبث الاول، السابع عشر الغناء .

ترجمہ: گانا یعنی ترنم اور نغمہ سرائی جس میں حروف کی تحریف، تغییر اور تبدیل لازم آتی ہے، جیسا کہ موسیقی والوں میں رائج ہے، سو یقیناً یہ لہو ولعب اور خود فراموشی و غفلت میں ڈوبے ہوئے دلوں کی چھپی ہوئی شہوات وخواہشات کے آثار ونشان ہیں، جو لوگوں کے لئے مزین، خوش گوار بنا دیئے گئے ہیں، اور یہ چیزیں شیطان جیسے موقعہ شناس کو دھتکارنے اور ہٹانے کے بجائے اس کے وساوس میں اضافہ کرتی ہیں (بریقۂ محمودیہ)

اور ایک مقام پر ہے کہ:

وَأَقْبَحُ التَّغَنِّي مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ وَالذِّكْرِ وَالدُّعَآءِ (بریقة محمودية فی شرح طريقة محمدية)

ترجمہ: اور قبیح ترین گانے کا لہجہ اور طرز وہ ہے، جو قرآن، ذکر اور دعاء میں اختیار کیا جائے (بریقۂ محمودیہ)

اور علامہ ابنِ حاج فرماتے ہیں کہ:

اَلسِّمَاعُ الْمَعْرُوفُ عِنْدَ الْعَرَبِ هُوَ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالشِّعْرِ لَيْسَ إِلَّا فَإِذَا فَعَلَ أَحَدٌ ذٰلِكَ قَالُوْا أَهْلَ السِّمَاعِ، وَهُوَ الْيَوْمَ عَلٰى مَا يُعْهَدُ، وَيُعْلَمُ، وَلِأَجْلِ هٰذَا الْمَعْنٰى قَالَ الْإِمَامُ الشَّيْخُ رَزِيْنٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ مَا أُتِيَ عَلٰى بَعْضِ الْعُلَمَاءِ الْمُتَأَخِّرِيْنَ إِلَّا لِوَضْعِهِمُ الْأَسْمَاءَ عَلٰى غَيْرِ مُسَمَّيَاتٍ وَهَا هُوَ ذَا بَيِّنٌ.

أَلَا تَرٰى السِّمَاعَ كَانَ عِنْدَهُمْ عَلٰى مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ، وَهُوَ الْيَوْمَ عَلٰى مَا نُعَايِنُهُ، وَهُمَا ضِدَّانِ لَا يَجْتَمِعَانِ، ثُمَّ إِنَّهُمْ لَمْ يَكْتَفُوْا بِمَا ارْتَكَبُوْهُ حَتّٰى وَقَعُوْا فِيْ حَقِّ السَّلَفِ الْمَاضِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَنَسَبُوْا

---

[1] ج۳، ص۵۳، الباب الثانی، الفصل الثالث، النوع الثالث، الصنف الثانی، رفع الصوت عند قراء ۃ القرآن والجنازۃ والزحف والتذکیر.

إِلَيُهِمُ اللَّعِبَ ، وَاللَّهُوَ فِيُ كَوُنِهِمُ يَعُتَقِدُوُنَ أَنَّ السِّمَاعَ الَّذِيُ يَفُعَلُوُنَهُ الُيَوُمَ هُوَ الَّذِيُ كَانَ السَّلَفُ رِضُوَانُ اللّٰهِ عَلَيُهِمُ يَفُعَلُوُنَهُ ، وَمَعَاذَ اللّٰهِ أَنُ يُظَنَّ بِهِمُ هٰذَا ، وَمَنُ وَقَعَ لَهُ ذٰلِكَ فَيَتَعَيَّنُ عَلَيُهِ أَنُ يَتُوُبَ ، وَيَرُجِعَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ، وَإِلَّا فَهُوَ هَالِكٌ (المدخل، لابن الحاج، ج۳، ص۹۶، فصل فی السماع و کیفیته)

ترجمہ: عرب کے یہاں لفظِ سماع اس معنیٰ میں رائج تھا کہ شعر پڑھتے ہوئے آواز بلند کرلی جائے، پس جب کوئی یہ کرتا تو وہ کہتے کہ اہلِ سماع ہے، اور آج کے دور میں سماع جس چیز کا نام ٹھہر گیا وہ ظاہر و باہر ہے، سب جانتے ہیں (موسیقی کے انداز اور بعض مقامات پر مختلف دُھنوں میں دف، غناء، راگ، باجوں کے ساتھ مختلف صحیح غلط اشعار و منظوم کلام گانا ہے) اور اسی معنیٰ کی وجہ سے امام شیخ رزین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بعض متاخر علماء (جو سماع کے مجوزین اور پرچارک ہیں) ان سے اس باب میں جو کچھ بن آیا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک لگے بندھے اسم کا اطلاق اس کے مفہوم و مسمی کے بجائے (جو اہلِ زبان کے ہاں تھا) غیر مسمّٰی (اپنے دیے ہوئے مفہوم و مراد) پر کردیا، اور یہ امر بالکل واضح ہے، کیا آپ کو نہیں معلوم کہ سماع عرب کے نزدیک وہی تھا، جس کا ذکر گزر چکا (یعنی بلند آواز سے سادہ انداز میں کسی تکلف اور موسیقی کے اصولوں کے بغیر شعر کہنا) اور آج کے دن وہ ہے کہ جس کا ہم معائنہ کرتے ہیں (جس میں موسیقی کے قواعد کے مطابق آواز اور دُھن سازی ہوتی ہے اور بعض اوقات آلاتِ موسیقی بھی ساتھ شامل ہوتے ہیں) اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضدیں ہیں، جو جمع نہیں ہوسکتیں، پھر سماع کے مرتکبین نے اپنے اسی فعل پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ وہ گزشتہ سلف کے متعلق تہمت و غلط بیانی میں پڑ گئے، ان کی طرف لہو و لعب کی نسبت کردی، کیونکہ ان کا

اعتقاد یہ ہے کہ آج کے دن وہ جس سماع کو اختیار کرتے ہیں، سلفِ صالحین حضرات بھی اس کو اختیار کرتے تھے، حالانکہ ان کے متعلق اس کا گمان کرنے سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہئے، اور ایسا کہنے والے کو توبہ کرنی چاہئے، اور اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے، ورنہ وہ ہلاکت میں مبتلا ہوگا (المدخل)

اور علامہ ابنِ حاج ہی فرماتے ہیں کہ:

إِذَا انْضَافَ إِلَيْهِ أَنْ يَكُوْنَ الْمُغَنِّيْ شَابًّا حَسَنَ الصُّوْرَةِ وَالصَّوْتِ ، وَيَسْلُكَ مَسْلَكَ الْمُغَنِّيَاتِ فِيْ تَكْسِيْرِهِمْ ، وَسُوْءِ تَقَلُّبَاتِهِمْ فِيْ تِلْكَ الْحَرَكَاتِ الْمَذْمُوْمَةِ مَعَ مَا هُوَ عَلَيْهِ مِنَ الزِّيْنَةِ بِلِبَاسِ الْحَرِيْرِ وَالرَّفِيْعِ مِنْ غَيْرِهِ ، وَبَعْضُهُمْ يُبَالِغُ فِيْ أَسْبَابِ الْفِتْنَةِ فَيَتَقَلَّدُ بِالْعَنْبَرِ بَيْنَ ثِيَابِهِ لِتُشَمَّ رَائِحَتُهُ مِنْهُ ، وَيَجْعَلُ عَلٰى رَأْسِهِ فُوْطَةً مِنْ حَرِيْرٍ لَهَا حَوَاشٍ عَرِيْضَةٌ مُلَوَّنَةٌ يُصَفِّفُهَا عَلٰى جَبْهَتِهِ ، وَلَهُمْ فِيْ اسْتِجْلَابِ الْفِتَنِ بِمِثْلِ هٰذَا أُمُوْرٌ يَطُوْلُ ذِكْرُهَا .

ثُمَّ الْعَجَبُ مِنْ هٰذَا الْمِسْكِيْنِ الَّذِيْ عَمِلَ السِّمَاعَ لَهُمْ ، وَجَمَعَهُمْ لَهُ كَيْفَ يَطِيْبُ خَاطِرُهُ أَوْ يَسْكُنُ بَاطِنُهُ بِرُؤْيَةِ أَهْلِهِ لِمَا ذُكِرَ إِذْ أَنَّ ذٰلِكَ كُلَّهُ فِتْنَةٌ عَظِيْمَةٌ قَلَّ مَنْ يَّسْلَمُ عِنْدَ سِمَاعِهَا أَوْ رُؤْيَتِهَا فَإِنَّا لِلّٰهِ، وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ، أَيْنَ غَيْرَةُ الْإِسْلَامِ أَيْنَ نَجْدَةُ الرِّجَالِ السَّادَةِ الْكِرَامِ ؟ أَيْنَ الْهِمَمُ الْعَالِيَةُ الْعَفِيْفَةُ عَنْ الْحَرَامِ ؟ أَيْنَ اتِّبَاعُ السَّلَفِ الْأَعْلَامِ ؟

فَتَحَصَّلَ مِمَّا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ أَنَّ كُلَّ مَنْ حَضَرَ السَّمَاعَ مِنَ الرِّجَالِ ، وَالشُّبَّانِ ، وَمَنِ اطَّلَعَ عَلَيْهِ مِنَ النِّسَاءِ أَوْ سَمِعَهُمْ اُفْتُتِنَ ، وَقَلَّ أَنْ يَّرْضٰى بِمَا عِنْدَهُ مِنَ الْحَلَالِ غَالِبًا فَتَتَشَوَّفُ نُفُوْسُهُمْ إِلٰى ارْتِكَابِ

الْمُحَرَّمَاتِ ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَّصِلُ إِلٰى غَرَضِهِ الْخَسِيْسِ ، وَهِيَ الْبَلِيَّةُ الْعُظْمٰى ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَّا يَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ لِقِلَّةِ ذَاتِ يَدِهٖ أَوْ غَيْرِهٖ مِنْ الْعَوَائِقِ الْمَانِعَةِ لَهٗ فَيَكُوْنُ آثِمًا فِيْ قَصْدِهٖ .

وَلَوْ وَقَفَ الْأَمْرُ عَلٰى مَا ذُكِرَ لَرُجِيَتْ لَهُمُ التَّوْبَةُ وَالْإِقْلَاعُ وَالْإِقَالَةُ مِمَّا وَقَعُوْا فِيْهِ ، لٰكِنَّ الْبَلِيَّةَ الْعُظْمٰى أَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَدَيَّنُوْنَ بِذٰلِكَ، وَيَعْتَقِدُوْنَ بِهِ الْقُرْبَةَ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ سِيَّمَا إِنْ عَمِلُوْهُ بِسَبَبِ الْمَوْلِدِ فَهُوَ أَعْظَمُ فِي الْفِتْنَةِ ؛ لِأَنَّهُمْ يَعْتَقِدُوْنَ أَنَّهُمْ فِيْ أَكْبَرِ الطَّاعَاتِ، وَإِظْهَارِ شَعَائِرِ الدِّيْنِ ، وَتُعْطِيْ هٰذِهِ الْقَاعِدَةُ الَّتِيْ اِنْتَحَلُوْهَا أَنَّهُمْ أَعْرَفُ بِالشَّعَائِرِ مِنْ سَلَفِهِمْ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْمِحَنِ ، وَالْفِتَنِ ، وَمِنَ الْاِبْتِدَاعِ ، وَتَرْكِ الْاِتِّبَاعِ ، وَبِالْجُمْلَةِ فَفِتْنَتُهٗ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ ، وَهٰذَا مَعَ مَا فِيْهِ مِنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ ، وَالرِّيَاءِ ، وَالسُّمْعَةِ لَوْ قِيْلَ لِأَحَدِهِمْ : تَصَدَّقْ بِبَعْضِ مَا تُنْفِقُهٗ فِيْهِ عَلٰى الْمُضْطَرِّيْنَ الْمُحْتَاجِيْنَ سَرَى الشُّحُّ بِذٰلِكَ وَبَخِلَ (المدخل، لابن الحاج، ج۳، ص ۱۲۲، فصل فی السماع و کیفیتہ)

ترجمہ: جب اس میں یہ بات بھی شامل ہوگی کہ گانے والا نوخیز جوان، خوبرو وخوش آواز ہو، اور آواز کے زیر و بم، اتار چڑھاؤ، سُر اور تال کے ذریعے گانے والی عورتوں کے انداز کو اختیار کرے، اور اپنے جسم سے ناچ جیسے مذموم الٹ پھیر (حرکات) کا مظاہرہ کرے اور اس پر مستزاد ریشم ودیباج وغیرہ قیمتی لباس وپہناوے بھی پہنے ہوں، جبکہ بعض لوگ فتنہ کے اسباب میں مزید مبالغہ کرتے ہیں کہ عنبر وغیرہ کی عمدہ خوشبو بھی اپنے لباس کے اندر لٹکاتے ہیں، تاکہ اس کی خوشبو مہکتی رہے، اور اپنے سر پر ریشمی بالا پوش (رومال، کپڑا یا پگڑی وغیرہ)

رکھتے ہیں، جس میں صف بستہ قطار کی شکل میں پھندنے اور جھالر لگے ہوتے ہیں، جو ماتھے پر لہراتے ہیں، اور اس طرح کے فتنہ کو ابھارنے والی اور چیزیں بھی ہوتی ہیں، کہاں تک کوئی ذکر کرے۔

پھر ان مسکینوں پر افسوس اور تعجب ہے کہ جن کے لئے یہ سماع کا عمل انجام دیا جاتا ہے، اور ان کے تماشے کے لئے یہ سارا کچھ کیا جاتا ہے، ان کا ضمیر یہ سب (خرافات ومزخرفات) کیسے گوارا کرتا ہے، اور ان کا باطن ایسے شخص کو دیکھ کر کیسے سکون پاتا ہے، کیونکہ جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ یہ مذکورہ سب واہیات امور ایک سے بڑھ کر ایک فتنہ ہیں، جس کو ملاحظہ کرنے والے، سننے دیکھنے والے کم ہی اپنے دین وایمان کو سلامت رکھ پاتے ہیں، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اسلام کی غیرت کہاں چلی گئی؟ دین میں سر برآوردہ اشراف ومعززین اور بڑے لوگوں کی شجاعت اور حمیت کہاں کھوگئی؟ بلند پاکیزہ ہمتیں حرام سے بچنے والی کہاں ہیں؟ سلفِ صالحین کے متبعین کہاں ہیں؟

پس گزشتہ تفصیل کا خلاصہ یہ نکلا کہ جو بھی مَردوں اور لڑکوں (نوجوانوں) میں سے اس سماع میں موجود ہوگا، یا جو عورت کسی اوٹ سے ان مجالسِ طرب ولعب کو جھانکے گی، یا سنے گی، تو یہ سب فتنہ میں مبتلا ہوجائیں گے، اور بہت کم ان مجالس کے شرکاء ومبتلا ان مجالس کی حلال چیزوں پر راضی ہوں گے (کہ نفس وہ کلام سن کر جو بنیادی طور پر اللہ ورسول کے ذکر اور دین کی باتوں پر مشتمل ہے، اس پر اکتفاء کریں اور ان کے دینی جذبات بڑھیں) بلکہ ان کے نفوس میں ارتکابِ حرام کا جوش وولولہ پیدا ہوگا، جس کے بعد بعض لوگ گھٹیا فاسد غرض کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو کہ عظیم فتنہ ہے، اور بعض اپنی فاسد غرض کو حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، کیونکہ ان کی وہاں تک دسترس نہیں ہوتی، یا موانع موجود ہوتے

ہیں، تو وہ فاسد (گھٹیا غرض کا) ارادہ کر کے گناہ گار ہوتے ہیں۔

اور اگر معاملہ یہیں تک ہوتا (کہ ان خرافات کو کم از کم گناہ سمجھتے) تو ان سے توبہ کی، اور جس کام میں مبتلا ہیں، اس سے الگ ہونے کی امید کی جا سکتی تھی، لیکن بلائے عظیم تو یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ اس سماع کو (اپنے تمام مذکورہ مشمولات کے ساتھ) دینی کام سمجھتے ہیں، اور اس کے متعلق اللہ عزوجل کی قربت کا عقیدہ رکھتے ہیں، خاص طور پر اگر وہ اس عمل کو میلاد وغیرہ کی وجہ سے اختیار کریں، جو کہ عظیم فتنہ ہے، اور وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ بڑی طاعت والا عمل ہے، اور دین کے شعائر کے اظہار کا ذریعہ ہے، اور وہ اس قاعدہ پر عمل پیرا ہوتے ہیں کہ وہ اپنے سلفِ صالحین سے بھی زیادہ دینی شعائر کو سمجھنے والے ہیں (کہ سلف کو تو یہ طریقے نہ سوجھے) ہم اللہ سے پناہ طلب کرتے ہیں، آزمائش اور فتنوں سے، اور بدعت کے ایجاد کرنے سے، اور (سلف کی) اتباع ترک کرنے سے، غرضیکہ اس سماع کے فتنے شمار سے زیادہ ہیں، مزید برآں اس میں مال کو ضائع کرنا، اور ریاکاری اور نام آوری، کا گناہ بھی پایا جاتا ہے، اسی وجہ سے اگر ان میں سے کسی کو کہا جائے کہ جو کچھ اس میں خرچ کرتے ہو، اس میں سے کچھ سخت ضرورت مندوں پر خرچ کر دو، تو اس میں بخل سرایت کر جاتا ہے، اور وہ صدقہ کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا (المدخل)

اور علامہ ابنِ حجر مکی ہیثمی فرماتے ہیں کہ:

مَا يَنْتَحِلُهُ الْمُغَنُّوْنَ الْعَارِفُوْنَ بِصَنْعَةِ الْغِنَاءِ الْمُخْتَارُوْنَ الْمُدُنَ مِنْ غَزَلِ الشِّعْرِ مَعَ تَلْحِيْنِهِ بِالتَّلْحِيْنَاتِ الْأَنِيْقَةِ، وَتَقْطِيْعِهِ لَهَا عَلٰى النَّغْمَاتِ الرَّقِيْقَةِ الَّتِيْ تَهِيْجُ النُّفُوْسُ وَتُطْرِبُهَا؛ كَحُمَيَا الْكُؤُوْسِ، فَهٰذَا هُوَ الْغِنَاءُ الْمُخْتَلَفُ فِيْهِ عَلٰى أَقْوَالِ الْعُلَمَاءِ :

أَحَدُهَا: أَنَّهُ حَرَامٌ: قَالَ الْقُرْطَبِيُّ وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ، قَالَ أَبُوْإِسْحَاقُ: سَأَلْتُ مَالِكًا عَمَّا يُرْخِصُ فِيْهِ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنَ الْغِنَاءِ ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا يَفْعَلُهُ عِنْدَنَا الْفُسَّاقُ، فَهُوَ مَذْهَبُ سَائِرِ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ إِلَّا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ وَحْدَهُ فَإِنَّهُ لَمْ يَرَ بِهِ بَأْسًا. وَهُوَ أَيْضًا مَذْهَبُ أَبِي حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَسَائِرِ أَهْلِ الْكُوْفَةِ وَإِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ، وَالشَّعْبِيِّ، وَحَمَّادٍ، وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَغَيْرِهِمْ لاَ خِلَافَ بَيْنَهُمْ فِيْهِ، وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

(كف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع لابن حجر الهيتمی) [1]

ترجمہ: جو طریقہ گانے والے اور موسیقی کے فن کے ماہرین اختیار کرتے ہیں کہ وہ خوب بنا سنوار کر شعر گاتے ہیں، عمدہ سے عمدہ لہجہ اور ایک سے ایک دُھن ایجاد کرتے ہیں، اور ایسے انداز میں گاتے ہیں کہ سامعین مستی میں ڈوب جاتے ہیں، اور ان کے دل ودماغ ایسے متاثر ہو جاتے ہیں جیسے کہ بلانوش شرابی نے شراب پی ہو (جس سے مدہوش ہو کر مستی والی حرکات ظاہر ہوتی ہیں) اس قسم کے گانے کے بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے، امام قرطبی نے فرمایا کہ امام مالک کا مذہب یہی ہے، ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے اس گنجائش کے بارے میں پوچھا جو اہلِ مدینہ کی طرف سے غناء (گانے) کے سلسلہ میں مشہور ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مدینہ میں بھی اس عمل کو فساق اور گناہ گار لوگ ہی اختیار کرتے ہیں، اور یہی (یعنی اس کا حرام ہونا) تمام اہلِ مدینہ کا مذہب ہے، تنہا ابراہیم بن سعد کے علاوہ، جو اس کی گنجائش کے قائل ہیں۔

اور یہی (یعنی اس کا حرام ہونا) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، اور تمام اہلِ

[1] ص ۳۹، ۴۰، الباب الأول: فی أقسام الغناء المحرم وغیره، القسم الأول: فی سماع مجرد الغناء من غیر آلة.

کوفہ کا، جن میں ابراہیم نخعی، شعبی، حماد اور سفیان ثوری وغیرہ شامل ہیں کہ ان کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، اور یہی امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے (کف الرعاع)

اور امام شافعی اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس طرح موسیقی اور گانے کے انداز میں پڑھنا مکروہ ہے۔

اس کے علاوہ علماء کے اور بھی اقوال ہیں، لیکن وہ اتنے مشہور نہیں ہیں۔ [1]

---

[1] ثانيها :أنه مكروه :وهو الأظهر عند الشافعي وأحمد وأكثر أصحابهما، وقول أهل البصرة، وقال غير واحد من العلماء :لا يعرف عن أهل البصرة خلاف في كراهته، وقال الماوردى :حرم الغناء قوم وأباحه آخرون، وكرهه مالك والشافعي وأبو حنيفة في أصح ما قيل عنهم، ومر أن سماعه من أجنبية مع أمن الفتنة مكروه، لكنه شديد الكراهة، ومع خوفها حرام بلا خلاف، وكذا من الأمرد الحسن.

ثالثها :الإباحة :وهو المروى عن إبراهيم بن سعد والعنبرى، وهما شاذان، على أن العنبرى مبدع في اعتقاده، غير مرضى عمله، وإبراهيم بن سعد ليس من أهل الاجتهاد.

قال القرطبى :وحكاية أبى طالب المكى لذلك عن جماعة من الصحابة والتابعين، وأن الحجازيين لم يزالوا يسمعون السماع في أفضل أيام السنة الأيام المعدودات، إن صحت هذه الحكاية فهى من القسم الأول دون الثاني، قال :وقد حكى جمع من الشافعية كالقشيرى -رحمه الله تعالى- عن مالك -رضى الله تعالى عنه- الإباحة، ولا يصح عنه بوجه ولا عن أحد من أصحابه بوجه.

رابعها :يحرم كثيره دون قليله، ذكره بعض شراح "المنهاج"، وقال ذكره الرافعى -رحمه الله تعالى- من رواية السرخسى، واقتضى إيراد ابن أبى هريرة أنه المذهب، فإنه قال :قال الشافعى لا نبيحه مطلقا، ونقول :إن كان كثيرا دخل في باب السفه، ا .هـ، ونازعه الأذرعى في دلالة هذا على التحريم، وإنما يدل على ترك المروء ة، ا .هـ(ز ١/٨ب).

والحق أنه ظاهر في التحريم؛ إذ سلب الإباحة وعده من السفه إنما يليقان بالتحريم دون خرم المروء ة كما يعرف من كلامهم فيها.

خامسها :يحرم فعله وسماعه إلا إذا كان في بيت خال على إحدى وجهين، ذكره بعض تلامذة البغوى، ونظر فيه الأذرعى ثم قال :وأحسبه راجعا لرد الشهادة بالمجاهرة دون إخفائه، ويجاب بأن هذا لا ينافى الحرمة لتصريحهم بأن (من)تحمل شهادة يحرم عليه فعل خارم لمروء ته، وإن أبيح في نفسه؛ لأن فعله (إبطال لغير الحق)

سادسها :يحرم إن كان من امرأة لرجل أو لرجال، أو من رجل لامرأة أو نساء ، أو إن اقترن به نحو مسكر أو أكثر منه أو انقطع إليه، ذكره الحليمى من أكابر أصحابنا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ حکم اس صورت میں ہے، جب کہ یہ عمل آلاتِ موسیقی کے بغیر کیا جائے، اور آلاتِ موسیقی شامل نہ ہوں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ سابعها :إن صحت النية فيه لم يكره، وإلا كره، قاله الخوارزمى فى "كافيه :"ونازع الأذرعى فى عد هذا بأن صاحب "الكافى "ليس من أصحاب الوجوه.

ثامنها :يجوز الغناء وسماعه إن سلم من تضييع فرض (أو حرمة مبيح)، وكان من رجل أو محرم لرجل ولم يسمعه على قارعة طريق، ولم يقترن به مكروه، ذكره الأستاذ أبو منصور.

تاسعها :يحرم إن كان بجعل كما نقل الأستاذ عن نص الشافعى -رضى الله عنه.

عاشرها :هو طاعة إن نوى به ترويح القلب على الطاعة، ومعصية إن نوى به التقوية على المعصية، فإن لم ينو طاعة ولا معصية فهو معفو عنه؛ كخروج الإنسان إلى بستانه، وقعوده على بابه متفرجا، ذكره ابن حزم ونحا نحوه الغزالى وغيره.

حادى عشرها :(إن كان ما استعمل)يحتمل وجهين :جائزا وحراما، فسماعه جائز، وإن لم يحتمل إلا وجها واحدا وهو وجه الفسق، فحرام، ذكره الرويانى فى "بحره "عن بعض أصحابنا الخراسانيين وهو صحيح، وبه يتأيد ما قدمته آخر التنبيه الأول.

هذا جملة ما يتحصل للعلماء فى الغناء من الأقوال، وبها مع ما يأتى قريبا يعلم من طالع ذلك الكتاب السابق ذكره فى الخطبة ما فيه من السقطات والتدليسات والاختلال (كف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع لابن حجر الهيتمى،ص ۴۱ الیٰ ۴۳،الباب الأول :فى أقسام الغناء المحرم وغيره،القسم الأول :فى سماع مجرد الغناء من غير آلة)

[1] القسم الثانى :فى سماع الغناء المقترن برقص أو نحو دف أو مزمار أو وتر

قد سبق حكم الغناء المجرد، وسيأتى أحكامه وما بعده إذا تجردت، والمقصود هنا أن الغناء إذا أبيح أو كره إن انضم إليه محرم يصير بانضمام المحرم إليه محرما، وإذا حرم يشتد إثمه بانضمام المحرم (الآخر) إليه، وأن الرقص إن كان فيه تكسر كفعل المخنث كان حراما، وإن خلا عن ذلك كان مكروها، فإذا انضم القسم الحرام منه إلى الغناء المحرم ازداد الإثم والتحريم، وكذا إذا كان المحرم أحدهما؛ لأن المكروه وإن كان لا إثم فيه لكنه بانضمامه إلى المحرم يزداد إثما، ويشهد لما قررته قوله -صلى الله عليه وسلم -فى الحديث الصحيح :(لا يخرج الرجلان (ز ۱/۱۱ ب) يضربان الغائط كاشفين عن عورتهما يتحدثان؛ فإن الله يمقت على ذلك)

فجعل التحدث على الغائط الذى هو مكروه لا حرام إذا انضم إلى الحرام الذى هو كشف العورة بحضرة من ينظر إليها مقتضيا للمقت الذى هو أشد البغض، فكذا إذا انضم مكروه من رقص أو غناء إلى محرم من أحدهما يزداد إثمه وعقابه، وإذا ثبت هذا فى مكروه ومحرم فهو فى محرمين أولى، وسيأتى عن الإمام أبى عمرو بن الصلاح فى اجتماع الدف الذى هو حلال إلى الشبابة التى هى حرام ما يوافق ما ذكرته، مع رد ما اعترض به عليه، فاستفده(كف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع لابن حجر الهيتمى،ص ۵۲،۵۳،الباب الأول :فى أقسام الغناء المحرم وغيره،القسم الأول :فى سماع مجرد الغناء من غير آلة)

اور تفسیر روح المعانی میں ہے کہ:

وَفِی التَّاتَارُ خَانِیَةِ اِعْلَمْ أَنَّ التَّغَنِّیَ حَرَامٌ فِیْ جَمِیْعِ الْأَدْیَانِ، وَذُکِرَ فِی الزِّیَادَاتِ أَنَّ الْوَصِیَّةَ لِلْمُغَنِّیْنَ وَالْمُغَنِّیَاتِ مِمَّا هُوَ مَعْصِیَةٌ عِنْدَنَا وَعِنْدَ أَهْلِ الْکِتَابِ، وَحُکِیَ عَنْ ظَهِیْرِ الدِّیْنِ الْمَرْغِیْنَانِیِّ: أَنَّهٗ قَالَ مَنْ قَالَ لِمُقْرِیءِ زَمَانِنَا أَحْسَنْتَ عِنْدَ قِرَاءَ تِهٖ کَفَرَ. وَصَاحِبَا الْهِدَایَةِ وَالذَّخِیْرَةِ سَمَّیَاهُ کَبِیْرَةً. هٰذَا فِیْ التَّغَنِّیِ لِلنَّاسِ فِیْ غَیْرِ الْأَعْیَادِ وَالْأَعْرَاسِ.

وَیَدْخُلُ فِیْهِ تَغَنِّیْ صُوْفِیَةِ زَمَانِنَا فِی الْمَسَاجِدِ وَالدَّعْوَاتِ بِالْأَشْعَارِ وَالْأَذْکَارِ مَعَ اِخْتِلَاطِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَالْاَمْرَادِ. بَلْ هٰذَا أَشَدُّ مِنْ کُلِّ تَغَنِّی لِأَنَّهٗ مَعَ اِعْتِقَادِ الْعِبَادَةِ.

وَأَمَّا الْتَغَنِّیُ وَحْدَهٗ بِالْأَشْعَارِ لِدَفْعِ الْوَحْشَةِ أَوْ فِی الْأَعْیَادِ وَالْأَعْرَاسِ فَاخْتَلَفُوْا فِیْهِ وَالصَّوَابُ مَنْعُهٗ مُطْلَقًا فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ اِنْتَهٰی.

وِفِی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ اَلتَّغَنِّیُ لِنَفْسِهٖ لِدَفْعِ الْوَحْشَةِ لا بَأسَ بِهٖ عِنْدَ الْعَامَّةِ عَلٰی مَا فِی الْعِنَایَةِ وَصَحَّحَهُ الْعَیْنِیُّ وَغَیْرُهٗ. قَالَ وَلَوْ فِیْهِ وَعْظٌ وَحِکْمَةٌ فَجَائِزٌ اِتِّفَاقًا وَمِنْهُمْ مَنْ أَجَازَهٗ فِیْ الْعُرْسِ کَمَا جَازَ ضَرْبُ الدَّفِّ فِیْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ أَبَاحَهٗ مُطْلَقًا وَمِنْهُمْ مَنْ کَرِهَهٗ مُطْلَقًا اِنْتَهٰی:

وَفِیْ الْبَحْرِ وَالْمَذْهَبُ حُرْمَتُهٗ مُطْلَقًا فَانْقَطَعَ الْإِخْتِلَافُ بَلْ ظَاهِرُ الْهِدَایَةِ أَنَّهٗ کَبِیْرَةٌ وَلَوْ لِنَفْسِهٖ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ وَقَالَ: وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مَنْ یَّسْمَعُ الْغِنَاءَ أَوْ یَجْلِس مَجْلِسَهٗ اِنْتَهٰی کَلَامُ الْدُّرِّ.

وَذَکَرَ الْإِمَامُ أَبُوْ بَکْرِ الطَّرْسُوْسِیُّ فِیْ کِتَابِهٖ فِیْ تَحْرِیْمِ السِّمَاعِ أَنَّ الْإِمَامَ أَبَا حَنِیْفَةَ یَکْرَهُ الْغِنَاءَ وَیَجْعَلُهٗ مِنَ الذُّنُوْبِ وَکَذٰلِکَ مَذْهَبُ

أَهْلِ الْكُوْفَةِ سُفْيَانُ، وَحَمَّادُ، وَإِبْرَاهِيْمُ، وَالشَّعْبِيُّ، وَغَيْرُهُمْ لَا اِخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ وَلَا نَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ أَهْلِ الْبَصْرَةِ فِيْ كِرَاهَةِ ذٰلِكَ وَالْمَنْعِ مِنْهُ اِنْتَهٰى.

وَكَأَنَّ مُرَادَهُ بِالْكَرَاهَةِ الْحُرْمَةُ، وَالْمُتَقَدِّمُوْنَ كَثِيْرًا مَّا يُرِيْدُوْنَ بِالْمَكْرُوْهِ الْحَرَامَ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا .وَنَقَلَ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ فِيْهِ أَيْضًا عَنِ الْإِمَامِ مَالِكٍ اَنَّهُ نَهٰى عَنِ الْغِنَاءِ وَعَنْ اِسْتِمَاعِهٖ وَقَالَ: إِذَا اشْتَرٰى جَارِيَةً فَوَجَدَهَا مُغَنِّيَةً فَلَهُ أَنْ يَّرُدَّهَا بِالْعَيْبِ ،وَإِنَّهُ سُئِلَ مَا تَرَخَّصَ فِيْهِ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنَ الْغِنَاءِ فَقَالَ: إِنَّمَا يَفْعَلُهُ عِنْدَنَا الْفُسَّاقُ؟

وَنُقِلَ التَّحْرِيْمُ عَنْ جَمْعٍ مِّنَ الْحَنَابِلَةِ عَلٰى مَا حَكَاهُ شَارِحُ الْمُقْنِعِ وَغَيْرُهُ، وَذَكَرَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ تَيْمِيَةَ فِيْ كِتَابِ الْبُلْغَةِ أَنَّ أَكْثَرَ أَصْحَابِهِمْ عَلَى التَّحْرِيْمِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ اَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ أَبِيْ عَنِ الْغِنَاءِ فَقَالَ يُنْبِتُ النِّفَاقُ فِي الْقَلْبِ لَا يُعْجِبُنِيْ ثُمَّ ذَكَرَ قَوْلَ مَالِكٍ :إِنَّمَا يَفْعَلُهُ عِنْدَنَا الْفُسَّاقُ.

وَقَالَ الْمَحَاسِبِيُّ فِيْ رِسَالَةِ الْإِنشَاءِ الْغِنَاءُ حَرَامٌ كَالْمَيْتَةِ، وَنَقَلَ الطَّرْسُوْسِيُّ أَيْضًا عَنِ كِتَابِ أَدَبِ الْقَضَاءِ أَنَّ الْإِمَامَ الشَّافِعِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: إِنَّ الْغِنَاءَ لَهْوٌ مَكْرُوْهٌ يَشْبَهُ الْبَاطِلَ وَالْمَحَالُ مَنِ اسْتَكْثَرَ مِنْهُ فَهُوَ سَفِيْهٌ تُرَدُّ شَهَادَتُهُ، وَفِيْهِ أَنَّهُ صَرَّحَ أَصْحَابُهُ الْعَارِفُوْنَ بِمَذْهَبِهٖ بِتَحْرِيْمِهٖ وَأَنْكَرُوْا عَلٰى مَنْ نَسَبَ إِلَيْهِ حَلَّهُ كَالْقَاضِيِ أَبِي الطَّيِّبِ، وَالطَّبْرِيِّ، وَالشَّيْخِ أَبِيْ إِسْحَاقَ فِيْ التَّنْبِيْهِ وَذَكَرَ بَعْضُ تَلَامِذَةِ الْبَغْوِيِّ فِيْ كِتَابِهٖ الَّذِيْ سَمَّاهُ التَّقْرِيْبَ أَنَّ الْغِنَاءَ

حَـرَامٌ فِعْلُهُ وَسِمَاعُهُ، وَقَالَ اِبْنُ الصَّلَاحِ فِي فَتَاوَاهُ بَعْدَ كَلَامٍ طَوِيْلٍ: فَإِذَنْ هٰذَا السِّمَاعَ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ أَهْلِ الْحِلِّ وَالْعَقْدِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج ۱۱، ص ۶۸، سورۃ لقمان)

ترجمہ: اور تاتارخانیہ میں ہے کہ یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ گانا تمام ادیان میں حرام ہے، اور زیادات میں یہ بات مذکور ہے کہ گانے والوں اور گانے والیوں کے لئے وصیت کرنا (اپنے مال وجائیداد میں سے کچھ دینے کی تاکہ یہ معاش سے زیادہ فارغ البال رہ کر اپنے فن کا جوت جگاتے رہیں) ہمارے نزدیک اور اہلِ کتاب کے نزدیک گناہ والے کاموں میں سے ہے، اور ظہیر الدین مرغینانی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو کوئی ہمارے زمانے کے قاری کو (جو موسیقی کی طرز پر قرائت کرتے ہیں) قرائت کرنے پر یہ کہے کہ تو نے بڑی اچھی قرائت کی ہے، تو وہ کافر قرار پائے گا، اور صاحبِ ہدایہ اور صاحبِ ذخیرہ نے اس کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے، یہ حکم اس گانے کا ہے، جو عید اور شادی کے علاوہ دوسرے مواقع پر لوگوں کے لئے گایا جائے۔

اور اس حکم میں ہمارے مساجد وغیرہ میں ہمارے زمانہ کے صوفیوں کا غناء بھی داخل ہے، جو اشعار اور اذکار وغیرہ کرتے ہیں، اور ان کے ساتھ ہوا پرست لوگ (اپنی نفسانی خواہشات پر چلنے والے) اور اَمرَد بھی موجود ہوتے ہیں، بلکہ یہ ہر غناء (وگانے) سے زیادہ شدید ہے، کیونکہ اس کے عبادت ہونے کا عقیدہ رکھا جاتا ہے۔

اور رہا تنہائی میں وحشت دور کرنے کے لئے اشعار، گانا یا عید اور شادی کے موقع پر اشعار گانا، تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور درست بات اس زمانہ میں مطلقاً ممنوع ہونا ہے، انتہیٰ۔

اور دُرِّ مختار میں ہے کہ ترنم سے اشعار پڑھنا جبکہ اپنے لئے ہو، اور وحشت دور کرنے کی غرض سے ہو، تو عام علماء کے نزدیک کوئی حرج نہیں، جیسا کہ عنایہ میں ہے اور عینی وغیرہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور فرمایا کہ اگر ان اشعار میں وعظ اور حکمت کی بات ہو، تو پھر بالاتفاق جائز ہے، اور بعض حضرات نے شادی کے موقع پر ہی اجازت دی ہے، جیسا کہ شادی کے موقع پر دَف جائز ہے، اور بعض نے مطلقاً مباح قرار دیا ہے، اور بعض نے مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے، انتہیٰ۔

اور بحر میں ہے کہ اصل مذہب مطلقاً حرمت کا ہے، پس اختلاف ختم ہو گیا، بلکہ ہدایہ کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے، اگرچہ یہ اپنے لئے ہی ہو، اور اس کو مصنف نے بھی برقرار رکھا ہے، اور فرمایا کہ جو غناء سنتا ہے یا غناء کی مجلس میں بیٹھتا ہے، تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، درِ مختار کا کلام ختم ہوا۔

اور امام ابوبکر طرسوسی نے اپنی کتاب ''تحریم السماع'' میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ غناء کو مکروہ قرار دیتے ہیں، اور اس کو گناہ شمار کرتے ہیں، یہی اہلِ کوفہ، حضرت سفیان اور حضرت حماد اور حضرت ابراہیم اور حضرت شعبی وغیرہ کا مذہب ہے، جن کا اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، اور ہمارے علم میں اہلِ بصرہ کا بھی اس کے مکروہ اور ممنوع ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، انتہیٰ۔

اور ابوبکر طرسوسی کی مراد کراہت سے حرمت ہے، کیونکہ متقدمین اکثر مکروہ سے حرام مراد لیتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''**کل ذلک کان سیئه عند ربک مکروھا**'' میں ہے، اور امام مالک سے بھی یہ منقول ہے کہ انہوں نے غناء اور اس کے سننے سے منع فرمایا، اور فرمایا کہ جب کوئی باندی خریدے، پھر وہ گانے والی ثابت ہو، تو اس کو عیب کی وجہ سے رَد کرنا جائز ہے، اور امام مالک سے اہلِ مدینہ کے گانے کی گنجائش دینے کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ

ہمارے یہاں یہ عمل تو فساق (اوراوباش و گناہ گار) لوگ ہی کرتے ہیں۔

اور حنابلہ کی جماعت سے بھی اس کا حرام ہونا مروی ہے، جیسا کہ شارح مقنع وغیرہ نے روایت کیا ہے، اور شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ نے ''کتاب البلغة ''میں ذکر کیا ہے کہ حنابلہ کے اکثر اصحاب حرام ہونے کے قائل ہیں، اور امام احمد کے بیٹے عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد سے گانے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے، اس لئے میں اس کو اچھا نہیں سمجھتا، پھر امام مالک کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ ہمارے یہاں تو صرف فساق (و اوباش اور گناہ گار) لوگ ہی یہ عمل کرتے ہیں۔

اور محاسبی نے اپنے رسالہ ''الانشاء'' میں فرمایا کہ گانا مردار کی طرح حرام ہے، اور طرسوسی نے بھی ''ادب القضا'' کتاب سے یہ نقل کیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ گانا لہو ہے مکروہ ہے، باطل کے مشابہ ہے، اور جو یہ عمل کثرت سے کرے، تو وہ یقینی طور پر بے وقوف ہے، جس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اور مذکورہ کتاب میں یہ بھی ہے کہ امام شافعی کے اصحاب جو ان کے مذہب کو جاننے والے ہیں، انہوں نے اس کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے، اور انہوں نے امام شافعی کی طرف جائز ہونے کی نسبت کرنے والوں کا انکار کیا ہے، جیسا کہ قاضی ابوالطیب اور طبری اور شیخ ابواسحاق کی کتاب ''تنبیہ'' میں، اور بغوی کے بعض شاگردوں نے ان کی کتاب سے، جس کا نام ''تقریب'' ہے، یہ ذکر کیا ہے کہ گانا اور اس کا سننا حرام ہے، اور ابنِ صلاح نے اپنے فتاویٰ میں تفصیلی کلام کے بعد فرمایا کہ پس یہ سماع مسلمانوں کے اہل حل وعقد کے اجماع کی رُو سے حرام ہے (روح المعانی)

اور روح المعانی میں ہی ہے کہ:

أَقُوْلُ: قَدْ عَمَّتِ الْبَلْوٰی بِالْغِنَاءِ وَالسِّمَاعِ فِيْ سَائِرِ الْبِلَادِ وَالْبُقَاعِ وَلَا يَتَحَاشٰى مِنْ ذٰلِكَ فِي الْمَسَاجِدِ وَغَيْرِهَا بَلْ قَدْ عَيَّنَ مُغَنُّوْنَ يَغُنُّوْنَ عَلَى الْمَنَائِرِ فِيْ أَوْقَاتٍ مَّخْصُوْصَةٍ شَرِيْفَةٍ بِأَشْعَارٍ مُشْتَمِلَةٍ عَلٰى وَصْفِ الْخَمْرِ وَالْخَانَاتِ وَسَائِرِ مَا يُعَدُّ مِنَ الْمَحْظُوْرَاتِ، وَمَعَ ذٰلِكَ قَدْ وُظِّفَ لَهُمْ مِنْ غَلَّةِ الْوَقْفِ مَا وُظِّفَ وَيُسَمُّوْنَهُمْ الْمُمَجِّدِيْنَ، وَيَعُدُّوْنَ خَلْوَ الْجَوَامِعِ مِنْ ذٰلِكَ مِنْ قِلَّةِ الْاِكْتِرَاثِ بِالدِّيْنِ، وَأَشْنَعَ مِنْ ذٰلِكَ مَا يَفْعَلُهُ أَبَالِسَةُ الْمُتَصَوِّفَةِ وَمَرَدَتُهُمْ ثُمَّ إِنَّهُمْ قَبَّحَهُمَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِذَا اُعْتُرِضَ عَلَيْهِمْ بِمَا اِشْتَمَلَ عَلَيْهِ نَشِيْدُهُمْ مِنَ الْبَاطِلِ يَقُوْلُوْنَ: نَعْنِيْ بِالْخَمْرِ الْمَحَبَّةَ الْإِلٰهِيَةِ وَبِالسُّكْرِ غَلْبَتَهَا وَبِمَيَّةٍ، وَلَيْلٰى، وَسُعْدٰى مَثَلًا الْمَحْبُوْبَ الْأَعْظَمَ وَهُوَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَفِيْ ذٰلِكَ مِنْ سُوْءِ الْأَدَبِ مَا فِيْهِ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوْا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ أَسْمَائِهِ.

وَفِي الْقَوَاعِدِ الْكُبْرٰى لِلْعِزِّ بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ لَيْسَ مِنْ أَدَبِ السِّمَاعِ أَنْ يُّشَبِّهَ غَلْبَةَ الْمَحَبَّةِ بِالسُّكْرِ مِنَ الْخَمْرِ فَإِنَّهُ سُوْءِ الْأَدَبِ وَكَذَا تَشْبِيْهُ الْمَحَبَّةِ بِالْخَمْرِ أُمِّ الْخَبَائِثِ فَلَا يُشَبِّهُ مَا أَحَبَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِمَا أَبْغَضَهُ وَقَضٰى بِخُبْثِهٖ وَنَجَاسَتِهٖ، فَإِنَّ تَشْبِيْهَ النَّفِيْسِ بِالْخَسِيْسِ سُوْءُ الْأَدَبِ بِلَا شَكٍّ فِيْهِ، وَكَذَا التَّشْبِيْهُ بِالْخَصْرِ وَالرِّدْفِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ مِنَ التَّشْبِيْهَاتِ الْمُسْتَقْبَحَاتِ.

وَلَقَدْ كَرِهَ لِبَعْضِهِمْ قَوْلَهُ: أَنْتُمْ رُوْحِيْ وَمُعَلَّمُ رَاحَتِيْ وَلِبَعْضِهِمْ قَوْلَهُ: فَأَنْتَ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ لِأَنَّهُ لَا شَبِيْهَ لَهُ بِرُوْحِهِ الْخَسِيْسَةِ وَسَمْعِهٖ وَبَصَرِهِ اللَّذَيْنِ لَا قَدْرَ لَهُمَا.

ثُمَّ إِنَّهُ وَإِنْ أَبَاحَ بَعْضَ أَقْسَامِ السِّمَاعِ حَطَّ عَلٰى مَنْ يُرْقَصُ وَيُصَفِّقُ عِنْدَهُ فَقَالَ: أَمَّا الرَّقْصُ وَالتَّصْفِيْقُ فَخِفَّةٌ وَرَعُوْنَةٌ مُشَبَّهَةٌ بِرَعُوْنَةِ الْإِنَاثِ لَا يَفْعَلُهَا إِلَّا أَرْعَنٌ أَوْ مُتَصَنِّعٌ كَذَّابٌ، وَكَيْفَ يَتَأَتّٰى الرَّقْصُ الْمُتَّزِنُ بِأَوْزَانِ الْغِنَاءِ مِمَّنْ طَاشَ لُبُّهُ وَذَهَبَ قَلْبُهُ، وَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.

وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُقْتَدٰى بِهِمْ يَفْعَلُ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ، وَإِنَّمَا اسْتَحْوَذَ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَوْمٍ يَظُنُّوْنَ أَنَّ طَرَبَهُمْ عِنْدَ السِّمَاعِ إِنَّمَا هُوَ مُتَعَلِّقٌ بِاللّٰهِ تَعَالٰى شَأْنُهُ وَلَقَدْ مَانُوْا فِيْمَا قَالُوْا وَكَذِبُوْا فِيْمَا ادَّعَوْا مِنْ جِهَةِ أَنَّهُمْ عِنْدَ سَمَاعِ الْمُطْرِبَاتِ وَجَدُوْا لَذَّتَيْنِ: إِحْدَاهُمَا لَذَّةٌ قَلِيْلٌ مِّنَ الْأَحْوَالِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِذِي الْجَلَالِ. وَالثَّانِيَةُ لَذَّةُ الْأَصْوَاتِ وَالنَّغَمَاتِ وَالْكَلِمَاتِ الْمَوْزُوْنَاتِ الْمُوْجِبَاتِ لِلَّذَّاتِ لَيْسَتْ مِنْ آثَارِ الدِّيْنِ وَلَا مُتَعَلِّقَةٌ بِأُمُوْرِهٖ فَلَمَّا عَظُمَتْ عِنْدَهُمُ اللَّذَّاتُ غَلَطُوْا فَظَنُّوْا أَنَّ مَجْمُوْعَ مَا حَصَلَ لَهُمْ إِنَّمَا حَصَلَ بِسَبَبِ حُصُوْلِ ذٰلِكَ الْقَلِيْلِ مِنَ الْأَحْوَالِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ بَلِ الْأَغْلَبُ عَلَيْهِمْ حُصُوْلُ لَذَّاتِ النُّفُوْسِ الَّتِيْ لَيْسَتْ مِنَ الدِّيْنِ فِيْ شَيْءٍ . وَقَدْ حَرَّمَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ التَّصْفِيْقَ (روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج ۱۱، ص ۶۹، سورة لقمان)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ تمام شہروں اور خطوں میں غناء اور سماع کا ابتلائے عام ہو چکا ہے، جس سے کیا مساجد کیا غیر مساجد، کہیں احتراز اور تردُّد نہیں کیا جاتا، بلکہ لوگوں نے گانے کے لئے مخصوص گانے والے اور مخصوص اوقات میں میناروں پر چڑھ کر گانے، پڑھنے کے لئے مختص کر لئے ہیں، جو ایسے اشعار گاتے ہیں، جن

میں شراب، سرائے وغیرہ محظورات کی توصیف پر مبنی مضامین ہوتے ہیں، اور اس کے باوجود ان کے لئے وقف کے اخراجات سے مختلف وظیفے مقرر کردیئے گئے ہیں، اور ان (حرکات کے مرتکبین) کا نام ''ممجدین'' (یعنی اللہ اور اس کے رسول کی تعظیم بجالانے والے) رکھ دیا گیا ہے، اور ان کے لئے مخصوص مقامات مختص کردیئے گئے ہیں، باوجودیکہ وہ دین سے کورے ہیں، اور اس سے زیادہ برا وہ عمل ہے، جس کو نام نہاد اور سرکش صوفی کرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ان کا ناس کرے، جب اِن پر اُن کے باطل اشعار پر مشتمل چیزوں کے بارے میں اعتراض کیا جاتا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم شراب سے اللہ کی محبت مراد لیتے ہیں، اور نشہ (وعشق ومستی) سے اللہ کی محبت کا غلبہ، اور میۃ، لیلیٰ، سُعدیٰ سے مراد مثلاً محبوبِ اعظم یعنی اللہ عزوجل کو مراد لیتے ہیں، حالانکہ ان سب باتوں میں بے ادبی پائی جاتی ہے، اللہ کے لئے تو اچھے اچھے نام ہیں، انہی ناموں سے اللہ کو پکارنے کا حکم ہے، اور جو لوگ اللہ کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں، ٹیڑھی راہ چلتے ہیں، ان کو چھوڑنے کا حکم ہے (جیسا کہ سورہ اعراف میں یہ مضمون آیا ہے)

اور عز بن عبدالسلام کی ''القواعد الکبریٰ'' میں ہے کہ سماع کا یہ ادب نہیں ہے کہ محبت کے غلبہ کو شراب کے نشہ سے مشابہت دی جائے، کیونکہ یہ بے ادبی ہے، اور اسی طریقہ سے محبت کو شراب کے ساتھ جو کہ امُّ الخبائث ہے، مشابہت دینا بھی بے ادبی ہے، پس جس چیز کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، اس کو ایسی چیز کے ساتھ مشابہت دینا جس کو اللہ ناپسند کرتا ہے، اور جس کی خباثت اور نجاست کا فیصلہ فرمادیا ہے، مناسب نہیں، کیونکہ پاکیزہ چیز کو خسیس چیز کے ساتھ مشابہت دینے میں بلاشبہ بے ادبی پائی جاتی ہے، اور اسی طریقہ سے کمر اور پہلوؤں وغیرہ کی تشبیہ دینا بھی قبیح تشبیہات میں سے ہے، اور کسی کو یہ کہنا کہ تم میری روح ہو اور میری راحت کا سامان ہو، اور کسی کو یہ

کہنا تو کان اور آنکھ ہے، یہ بھی مکروہ ہے، کیونکہ اس کی خسیس (گناہوں میں آلودہ نفس وخواہشات سے مغلوب) روح اور اس کی آنکھ اور کان کو جو قدرو مرتبہ سے خالی ہیں، ان (ذواتِ مقدسہ، عالیہ، رفیعہ) سے کیا نسبت۔

پھر عز بن عبدالسلام نے اگرچہ سماع کی بعض اقسام کو جائز قرار دیا ہے، لیکن ناچنے اور تالی بجانے کی تردید بھی کی ہے، چنانچہ فرمایا کہ ناچنا اور تالی بجانا گھٹیا کام ہے، اور اس میں اوچھوں، لچوں، کم ظرفوں کی مشابہت ہے، اور اس عمل کو اوچھا، شُہدا، فن کار وڈرامہ باز شخص ہی کرتا ہے، اور غناء وموسیقی کے قواعد پر رقص وناچ جو سلامتی فہم اور روشن ضمیری سے محروم لوگوں کے کام ہیں، اس کا ارتکاب کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا زمانہ ہے جو میرے زمانے والوں سے ملے ہوئے ہیں (ان زمانوں میں دین کے نام پر یہ بے ہودہ لچھّن کہاں تھے)

اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جن کے کسی فعل کی اقتداء اور پیروی کی جائے، بلکہ ان لوگوں پر شیطان نے غلبہ حاصل کرلیا ہے، جو یہ گمان کرتے ہیں کہ سماع کے وقت ان کی جوش اور مستی کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے، اور وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں کہ گانے والوں سے سماع کے وقت وہ دو لذتوں کو پاتے ہیں، ایک تو اللہ ذوالجلال کے معاملہ میں ان پر ایک درجے کا حال واستغراق طاری ہوتا ہے (یہ تو معنوی لذت ہوئی، دوسرے حسی بقول ان کے) اور دوسری آوازوں اور نغموں کی اور موزون کلمات کی لذت ہے، جو تمام لذتوں کی موجب وسرچشمہ ہے، اور یہ ہم دین کے آثار وامور میں سے قرار نہیں دیتے (بلکہ طبیعت میں بشاشت اور جذبہ وجوش پیدا کرنے کے لئے بطور تدبیر اختیار کرتے ہیں، تاکہ دین پر چلنے کی رغبت ہو) اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں جب انہوں نے

حصولِ لذت کو بڑی چیز قرار دیا ہے، تو یہی ان کی غلطی ہے، اس بناء پر وہ گمان کرنے لگے کہ ان کو جو کچھ کیفیات واحوال وتواجد وغیرہ حاصل ہوئے ہیں، وہ انہی مذکورہ قدر قلیل لذتوں کے ذریعے حاصل ہوئے ہیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان پر غلبہ نفس کی ان لذتوں کا ہوتا ہے، جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں، اور بعض علماء نے تالیاں بجانے کو حرام قرار دیا ہے (روح المعانی)

اورعلامہ آلوسی روح المعانی میں ہی آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:

وَالَّذِیْ یَظْهَرُ لِیْ أَنَّ غِنَاءَ الرَّجُلِ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْأَلْحَانِ إِنْ کَانَ لِدَفْعِ الْوَحْشَةِ عَنْ نَفْسِهٖ فَمُبَاحٌ غَیْرُ مَکْرُوْهٍ کَمَا ذَهَبَ إِلَیْهِ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ السَّرَخْسِیُّ لٰکِنْ بِشَرْطِ أَنْ لَّا یَسْمَعَهٗ مَنْ یَّخْشٰی عَلَیْهِ الْفِتْنَةُ مِنْ اِمْرَأَةٍ أَوْ غَیْرِهَا وَلَا مَنْ یَّسْتَخِفُّ بِهٖ وَیَسْتَرْذُلَهٗ وَبِشَرْطِ أَنْ لَّا یُغَیِّرَ اِسْمٌ مُعَظَّمٌ بِنَحْوِ زِیَادَةٍ لَیْسَتْ فِیْهِ فِیْ أَصْلِ وَضْعِهٖ لِأَجْلِ أَنْ لَّا یَخْرُجَ عَنْ مُقْتَضَی الصَّنْعَةِ مِثْلَ أَنْ یَّقُوْلَ فِی اللّٰهِ إِیْلَاهُ وَفِیْ مُحَمَّدٍ مُوْحَامِدٍ، هٰذَا مَعَ کَوْنِ مَا یَتَغَنّٰی بِهٖ مِمَّا لَا بَأْسَ بِإِنْشَادِهٖ.

وَإِنْ کَانَ لِلنَّاسِ لِلَهْوٍ فِیْ غَیْرِ حَادِثِ سُرُوْرٍ کَعُرْسٍ بِأُجْرَةٍ أَوْ بِدُوْنِهَا اِزْدَرٰی بِهٖ لِذٰلِکَ أَوْ لَمْ یَزْدَرْ کَانَ مَا یَتَغَنّٰی بِهٖ مُبَاحُ الْإِنْشَادِ أَوْ لَمْ یَکُنْ فَحَرَامٌ وَإِنْ أُمِنَتِ الْفِتْنَةُ وَأَرَاهُ مِنَ الصَّغَائِرِ کَمَا یَقْتَضِیْهِ کَلَامُ الْمَاوَرْدِیِّ حَیْثُ قَالَ : وَإِذَا قُلْنَا بِتَحْرِیْمِ الْأَغَانِیِّ وَالْمَلَاهِیِّ فَهِیَ مِنَ الصَّغَائِرِ دُوْنَ الْکَبَائِرِ.

وَإِنْ کَانَ فِیْ حَادِثِ سُرُوْرٍ فَهُوَ مُبَاحٌ إِنْ أُمِنَتِ الْفِتْنَةُ وَکَانَ مَا یَتَغَنّٰی بِهٖ جَائِزُ الْإِنْشَادِ وَلَمْ یُغَیَّرْ فِیْهِ اِسْمٌ مُعَظَّمٌ وَلَمْ یَکُنْ سَبَبًا لِلْاِزْدِرَاءِ بِهٖ وَهَتْکِ مُرُوْءَتِهٖ وَلَا لِاِجْتِمَاعِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ عَلٰی وَجْهٍ

مَحْظُوْرٍ، وَإِنْ كَانَ سَبَبًا لِمُحَرَّمٍ فَهُوَ حَرَامٌ وَتَتَفَاوَتُ مَرَاتِبُ حُرْمَتِهٖ حَسْبَ تَفَاوُتِ حُرْمَةِ مَا كَانَ هُوَ سَبَبًا لَهٗ.

وَإِنْ كَانَ لِلنَّاسِ لَا لِلَهْوٍ بَلْ لِتَنْشِيْطِهِمْ عَلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا يُفْعَلُ فِيْ بَعْضِ حَلْقِ التَّهْلِيْلِ فِيْ بِلَادِنَا فَمُحْتَمَلُ الْإِبَاحَةِ إِنْ لَّمْ يَتَضَمَّنْ مَفْسَدَةً وَلَعَلَّهٗ إِلَى الْكَرَاهَةِ أَقْرَبُ.

وَرُبَمَا يُقَالُ: إِنَّهٗ حِيْنَئِذٍ قُرْبَةٌ كَالْحِدَاءِ وَهُوَ مَا يُقَالُ خَلْفَ الْإِبِلِ مِنْ زَجْرٍ وَغَيْرِهٖ إِذَا كَانَ مُنْشِطًا لِسَيْرٍ هُوَ قُرْبَةٌ لِأَنَّ وَسِيْلَةَ الْقُرْبَةِ بِهٖ اِتِّفَاقًا فَيُقَالُ: لَمْ نَقِفْ عَلٰى خَبَرٍ فِيْ اِشْتِمَالِ حَلْقِ الذِّكْرِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَا عَلٰى عَهْدِ خُلَفَائِهٖ وَأَصْحَابِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَهُمْ أَحْرَصُ النَّاسِ عَلَى الْقُرْبِ عَلٰى هٰذَا الْغِنَاءِ وَلَا عَلٰى سَائِرِ أَنْوَاعِهٖ وَصَحَّتْ أَحَادِيْثُ فِي الْحِدَاءِ وَلِذَا أَطْلَقَ جَمْعٌ الْقَوْلَ بِنَدْبِهٖ وَكَوْنُهُمْ نَشِطِيْنَ بِدُوْنِ ذٰلِكَ لَا يُمْنَعُ أَنْ يَّكُوْنَ فِيْهِمْ مَنْ يَّزِيْدُهٗ ذٰلِكَ نِشَاطًا فَلَوْ كَانَ لِذٰلِكَ قُرْبَةً لَفَعَلُوْهُ وَلَوْ مَرَّةً وَلَمْ يُنْقَلْ أَنَّهُمْ فَعَلُوْهُ أَصْلًا، عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَبْعُدُ أَنْ يُّقَالَ: إِنَّهٗ يُشَوِّشُ عَلَى الذَّاكِرِيْنَ وَلَا يَتِمُّ لَهُمْ مَعَهٗ مَعْنَى الذِّكْرِ وَتَصَوُّرُهٗ وَهُوَ بِدُوْنِ ذٰلِكَ لَا ثَوَابَ فِيْهِ بِالْإِجْمَاعِ.

وَلَعَلَّ مَا يُفْعَلُ عَلَى الْمَنَائِرِ مِمَّا يُسَمُّوْنَهٗ تَمْجِيْدًا مُنْتَظِمٌ عِنْدَ الْجَهَلَةِ فِيْ سِلْكِ وَسَائِلِ الْقُرْبِ بَلْ يَعُدُّهٗ أَكْثَرُهُمْ قُرْبَةً مِنْ حَيْثُ ذَاتِهٖ وَهُوَ لَعُمْرِيْ عِنْدَ الْعَالِمِ بِمَعْزَلٍ عَنْ ذٰلِكَ.

وَإِنْ كَانَ لِحَاجَةِ مَرَضٍ تُعِيْنُ شِفَاؤُهٗ بِهٖ فَلَا شَكَّ فِيْ جَوَازِهٖ وَالْإِكْبَابِ عَلَى الْمُبَاحِ مِنْهُ يُحَرِّمُ الْمُرُوْءَةَ كَاتِّخَاذِهٖ

حِرْفَةً............ وَيَظْهَرُ لِيْ أَنَّهُ إِنْ كَانَ ذٰلِكَ مِنْ عَالِمٍ يُقْتَدٰى بِهٖ أَوْ كَانَ ذٰلِكَ سَبَبًا لِلْاِزْدِرَاءِ حَرُمَ أَيْضًا وَإِنَّ سَمَاعَهُ أَيْ اِسْتِمَاعَهُ لَا مُجَرَّدَ سَمَاعِهٖ بِلَا قَصْدٍ عِنْدَ أَمْنِ الْفِتْنَةِ وَكَوْنَ مَا يَتَغَنّٰى بِهٖ جَائِزُ الْإِنْشَادِ وَعَدَمَ تَسَبُّبِهٖ لِمَعْصِيَةٍ كَاسْتِدَامَةِ مُغَنٍّ لِغِنَاءِ آثِمٌ بِهٖ مَبَاحٌ وَالْإِكْبَابَ عَلَيْهِ كَمَا قَالَ النَّوَوِيُّ: بِسَقْطِ الْمَرُوْءَةِ كَالْإِكْبَابِ عَلَى الْغِنَاءِ الْمُبَاحِ، وَالْاِخْتِلَافُ فِيْ تَعَاطِيْ مُسْقَطِهَا قَدْ ذَكَرْنَاهُ آنِفًا.

وَأَمَّا سَمَاعُهُ عِنْدَ عَدَمِ أَمْنِ الْفِتْنَةِ وَكَوْنِ مَا يَتَغَنّٰى بِهٖ غَيْرُ جَائِزِ الْإِنْشَادِ وَكَوْنِهٖ مُتَسَبَّبًا لِمَعْصِيَةٍ فَحَرَامٌ، وَتَتَفَاوَتُ مَرَاتِبُ حُرْمَتِهٖ وَلَعَلَّهَا تَصِلُ إِلٰى حُرْمَةٍ كَبِيْرَةٍ، وَمِنَ السَّمَاعِ الْمُحَرَّمِ سَمَاعُ مُتَصَوَّفَةِ زَمَانِنَا وَإِنْ خَلَا عَنْ رَقْصٍ فَإِنَّ مَفَاسِدَهُ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصٰى وَكَثِيْرٌ مِمَّا يَسْمَعُوْنَهُ مِنَ الْأَشْعَارِ مِنْ أَشْنَعِ مَا يُتْلٰى وَمَعَ هٰذَا يَعْتَقِدُوْنَهُ قُرْبَةً وَيَزْعَمُوْنَ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ رَغْبَةً فِيْهِ أَشَدُّهُمْ رَغْبَةً أَوْ رَهْبَةً قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج ۱۱، ص ۷۵، سورۃ لقمان)

ترجمہ: میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ آدمی کا اس طرح موسیقی کے انداز میں (آلاتِ موسیقی کے بغیر اور جائز مضامین پر مشتمل) گانا اگر (خلوت میں) اپنے آپ سے وحشت دور کرنے کے لئے ہو، تو مباح ہے مکروہ نہیں ہے، جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی کا قول ہے، لیکن یہ شرط ہے کہ ایسے شخص کو نہ سنائے، جس پر فتنہ کا خوف ہو، خواہ وہ عورت ہو یا کوئی اور ہو، اور نہ ہی اس کو سنائے جو اس کام کو ہلکا اور برا سمجھتا ہے، اور یہ بھی شرط ہے کہ مبارک ناموں میں تغیر پیدا نہ کرے، کوئی ایسی چیز زیادہ نہ کرے، جو اس کی اصل وضع میں نہیں پائی جاتی، تاکہ وہ لفظ اپنی اصل

وضع سے نہ نکل جائے، مثلاً ''اللہ کو''ایلاہ'' نہ کہے اور''محمد'' کو''موحامد'' نہ کہے، اس طرح سے جائز اشعار کو گانے میں کوئی حرج نہیں۔

اور اگر لوگوں کے لئے بطور لہو کے گائے، اور کسی خوشی کا موقع بھی نہ ہو، جیسا کہ شادی کا موقع، خواہ اجرت پر گائے یا بغیر اجرت کے اور خواہ موسیقی کے انداز میں گائے، یا موسیقی کے انداز میں نہ گائے، جو اشعار گا رہا ہے، اس میں کسی کی حقارت وہجو ہو یا نہ ہو، تو یہ حرام ہے، اگرچہ فتنہ سے امن ہو، اور میرے نزدیک یہ صغیرہ گناہ ہے، جیسا کہ ماوردی کا کلام تقاضا کرتا ہے، کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ جب ہم گانا اور ملاہی کو حرام کہتے ہیں تو یہ صغائر میں سے ہے کبائر میں سے نہیں (لیکن جب کوئی صغیرہ گناہ کثرت سے کیا جاتا ہے، تو وہ کبیرہ گناہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے) اور اگر خوشی کے موقع پر ہو تو یہ مباح ہے، بشرطیکہ فتنہ سے امن ہو، اور جو اشعار گائے جا رہے ہوں وہ جائز ہوں، اور اس میں کسی مبارک نام میں تغیر نہ کرے، اور کسی کی تحقیر کا سبب اور اس کی ہتکِ عزت کا سبب نہ بنے، اور نہ ہی عورتوں اور مردوں کا ناجائز طریقہ پر اجتماع ہو، لیکن اگر یہ حرام کا سبب بنے، تو پھر حرام ہوگا، اور اس کی حرمت کے درجات اسی طرح سے مختلف ہوں گے، جس طرح کی حرمت کا سبب بنے۔

اور اگر لوگوں کے لئے گائے اور لہو کے طور پر نہ گائے، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تازگی پیدا کرنے کے لئے گائے، جیسا کہ ہمارے شہروں میں ذکر کے بعض حلقوں میں ہوتا ہے، تو اس کے مباح ہونے کا احتمال ہے، بشرطیکہ کوئی مفسدہ شامل نہ ہو (مثلاً جو اشعار گائے جا رہے ہوں وہ جائز ہوں، اور اس میں کسی مبارک نام میں تغیر نہ کرے، اور کسی کی تحقیر کا سبب اور اس کی ہتکِ عزت کا سبب نہ بنے، اور نہ ہی عورتوں اور مردوں کا ناجائز طریقہ پر اجتماع ہو، اور کسی حرام کا

سبب بھی نہ ہو) مگر یہ کراہت کے زیادہ قریب ہے۔

اور بعض اوقات اس موقع پر (تنشیط سامعین لذکراللہ واشتغال بالاعمال کے لئے) یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اس صورت میں یہ عبادت ہونا چاہئے، جیسا کہ ''حدی خوانی'' کا معاملہ ہے، جو کہ اونٹ کے رجزیہ اشعار پڑھے جاتے ہیں، جب وہ اس سفر میں تازگی پیدا کرنے کے لئے ہو، جو کہ عبادت ہے، کیونکہ عبادت کا وسیلہ بھی بالاتفاق عبادت ہوا کرتا ہے، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ ہمارے سامنے کوئی ایسی حدیث نہیں آئی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ذکر کے حلقہ پر مشتمل ہو، اور اسی طریقہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں بھی، حالانکہ وہ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں اس غناء کے قرب اور دوسرے قرب والے اعمال کے زیادہ حریص تھے، اور حدی پڑھنے (اور رجزیہ اشعار) کے بارے میں احادیث صحیح ہیں، اور اسی وجہ سے سب حضرات نے اس کے مندوب ہونے کا قول کیا ہے، اور اگر وہ اس کے بغیر بھی تر و تازہ ہوں، تب بھی اس بات سے منع نہیں کیا جائے گا کہ ان میں کوئی ایسا ہو جو ان کی تازگی کو زیادہ کرے، پس اگر یہ عمل مذکورہ غرض کے لئے قربت ہوتا، تو وہ اس کو ضرور کرتے، اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو، حالانکہ ان سے اس کا بالکل نہ کرنا منقول ہے، اور بعید نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اس میں یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ اس سے ذکر کرنے والوں کو تشویش ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ ان کے ذکر اور استحضارِ ذکر کا مقصد پورا نہیں ہوتا (ذکر تو مقصودی چیز ہے، اس کے ساتھ ضمِ ضمیمہ کی کیا حاجت) اور اس کے بغیر اس میں بالاجماع ثواب نہیں۔

اور شاید کہ یہ لوگ جو مخصوص مقامات پر سماع کرتے ہیں، اور اس کا نام حمد و نظم رکھتے ہیں، جاہلوں کے نزدیک یہ قُرب حاصل کرنے کے وسائل کے زمرے میں آتا

ہے، بلکہ وہ اکثر ان میں سے اس کو بذاتِ خود عبادت سمجھتے ہیں، حالانکہ قسمیہ طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ بات صاحبِ علم کے نزدیک بے بنیاد ہے۔

اور اگر یہ عمل کسی مرض کی وجہ سے کیا جائے کہ اس کے ذریعہ اس کی شفا کا حصول متعین ہو، تو اس کے جواز میں شک نہیں، لیکن اس طرح سے کسی امرِ مباح پر اوندھے منہ پڑجانا اور اس کو پیشہ ٹھہرانا مروت ومردانگی کے خلاف ہے......اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر یہ کسی مقتدا و پیشوا کی طرف سے ہو، یا لوگوں کی نگاہوں میں حقارت پیدا ہونے کا سبب ہو، تو بھی حرام ہے، لیکن جب بغیر قصد کے سُنے اور فتنہ سے امن ہو، اور اشعار بھی جائز ہوں، اور معصیت (یعنی گناہ) کا سبب بھی نہ ہو (مثلاً گانے والے کے ساتھ گانے کے لئے مستقل صحبت اختیار کرنا، جو کہ گناہ ہے) تو مباح اور جائز ہے، اور اس پر اوندھے منہ پڑجانا کہ اس کو مستقل مشغلہ ہی بنالیا جائے، جیسا کہ نووی نے فرمایا کہ مباح غناء میں توغّل اور حد سے زیادہ مشغولی اختیار کرنا مروت کو ساقط کرنے والا ہے۔

اور رہا اس وقت کا سماع جب کوئی فتنہ لازم آنے سے امن ہو، لیکن جو اشعار پڑھے جائیں، وہ جائز نہ ہوں، اور وہ کسی گناہ کا سبب ہو، تو یہ سماع حرام ہے، اور اس کی حرمت کے درجات مختلف ہیں، اور غالباً یہ گناہ کبیرہ تک پہنچ جاتا ہے، اور من جملہ ناجائز وحرام سماع میں موجودہ زمانہ کے صوفیا کا سماع بھی داخل ہے، اگرچہ وہ ناچ سے خالی ہو، کیونکہ اس کے مفاسد شمار سے باہر ہیں، اور اس طرح کے اشعار سننے والوں کی زیادہ برائی یہ ہے کہ وہ اس کو قربت وعبادت سمجھتے ہیں، اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جو اس عمل کو زیادہ کرے، اس کی رغبت اور رہبت بھی زیادہ ہوتی ہے، اللہ ان کو مارے، یہ کہاں بھٹکتے پھر رہے ہیں (روح المعانی)

اور علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا الِاسْتِمَاعُ إِلَى الْقَصَائِدِ الْمُلَحَّنَةِ وَالِاجْتِمَاعُ عَلَيْهَا. فَأَكَابِرُ الشُّيُوخِ لَمْ يَحْضُرُوا هٰذَا السِّمَاعَ كَالْفُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ وَإِبْرَاهِيمَ بْنِ أَدْهَمَ وَأَبِي سُلَيْمَانَ الدَّارَانِيِّ وَمَعْرُوفِ الْكَرْخِيِّ وَالسَّرِيِّ السَّقَطِيِّ وَأَمْثَالِهِمْ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ: كَالشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ وَالشَّيْخِ عَدِيِّ بْنِ مُسَافِرٍ وَالشَّيْخِ أَبِي مَدْيَنَ وَالشَّيْخِ أَبِي الْبَيَانِ وَأَمْثَالِ هٰؤُلَاءِ الْمَشَايِخِ: فَإِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَحْضُرُونَ هٰذَا السِّمَاعَ وَقَدْ حَضَرَهُ طَائِفَةٌ مِّنَ الشُّيُوخِ وَأَكَابِرِهِمْ ثُمَّ تَابُوا مِنْهُ وَرَجَعُوا عَنْهُ: وَكَانَ الْجُنَيْدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَحْضُرُهُ فِي آخِرِ عُمْرِهِ وَيَقُولُ: مَنْ تَكَلَّفَ السَّمَاعَ فُتِنَ بِهِ وَمَنْ صَادَفَهُ السِّمَاعُ اِسْتَرَاحَ بِهٖ أَيْ مَنْ قَصَدَ السِّمَاعَ صَارَ مَفْتُونًا وَأَمَّا مَنْ سَمِعَ بَيْتًا يُنَاسِبُ حَالَهُ بِلَا اِقْتِصَادٍ فَهٰذَا يَسْتَرِيحُ بِهٖ. وَالَّذِينَ حَضَرُوا السِّمَاعَ الْمُحْدَثَ الَّذِي جَعَلَهُ الشَّافِعِيُّ مِنْ إِحْدَاثِ الزَّنَادِقَةِ (مجموع الفتاوی، ج ۱۱، ص ۵۳۴، ۵۳۵، کتاب التصوف، فصل فی قوله صلی الله علیه وسلم "المرء مع من احب")

ترجمہ: رہا موسیقی کے انداز کے قصیدے سننے اور ان کے لئے جمع ہونے کا معاملہ تو اکابر شیوخ اس سماع میں حاضر نہیں ہوئے، جیسا کہ فضیل بن عیاض اور ابراہیم بن ادہم اور ابوسلیمان دارانی اور معروف کرخی اور سری سقطی اور ان کے مثل متاخرین بھی، جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ عدی بن مسافر، اور شیخ ابی مدین اور شیخ ابوالبیان اور ان کے علاوہ دیگر مشائخ، پس یہ مشائخ اس سماع میں حاضر نہیں ہوتے تھے، اور بعض شیوخ اور اکابر اس میں حاضر ہوئے، پھر انہوں نے توبہ کرلی اور اس سے رجوع کرلیا، اور حضرت جنید رحمہ اللہ آخری عمر میں سماع میں

نہیں جاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جو سماع کا تکلف کرے، تو وہ فتنہ میں مبتلا ہوجائے گا، اور جو اتفاقاً سماع کرے، تو وہ اس سے راحت پائے گا، اور جو لوگ بعد کے ایجاد ہونے والے سماع میں (جس میں مختلف منکرات ہوتے ہیں، مثلاً مروّجہ قوالی کی شکل کا سماع) حاضر ہوتے ہیں، تو اس کو امام شافعی نے زندیقوں کی ایجاد قرار دیا ہے (اس کا معاملہ تو اور زیادہ نازک وخراب ہے) (مجموع الفتاویٰ)

اور تفسیرِ مظہری میں ہے کہ:

لَمْ يَثْبُتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اِسْتِمَاعَ الْغِنَاءِ تَقَرُّبًا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَلِاَجْلِ ذٰلِكَ مَا اخْتَارَ الْكِرَامُ مِنَ النَّقْشَبَنْدِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ اِرْتِكَابَهٗ (التفسير المظهري، ج۷، ص ۲۵۰، ۲۵۱، سورة لقمان)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے گانے (یعنی ترنم کے ساتھ اشعار پڑھنے) کا اللہ تعالیٰ کا تقرب کے طور پر سننا ثابت نہیں ہے، اور اسی وجہ سے نقشبندیہ وغیرہ کے حضرات نے اس کو اختیار نہیں کیا (تفسیر مظہری)

معلوم ہوا کہ ایسا سماع اور قوالی یا گانا جو موسیقی کے انداز میں ہو، جس میں جوش ومستی کا سماں ہوتا ہے، وہ اکثر وبیشتر علمائے کرام کے نزدیک ناجائز ہے، خواہ اس میں آلاتِ موسیقی اور دوسرے منکرات بھی شامل نہ ہوں، اور اگر اس میں دیگر منکرات مثلاً آلاتِ موسیقی، تالیاں بجانا، ناچنا، جھومنا، چیخنا وغیرہ شامل ہوں، جیسا کہ آج کل کی قوالیوں اور گانوں میں ہوتا ہے، تو پھر اس کے ناجائز ہونے میں شبہ نہیں۔ [1]

---

[1] (ويجب منع الصوفية الذين يدعون الوجد والمحبة :عن رفع الصوت وتمزيق الثياب عند سماع الغناء لأن ذلك) أى رفع الصوت وتمزيق الثياب (حرام عند سماع القرآن، فكيف عند الغناء الذى هو حرام) خصوصاً فى هذا الزمان الذى اشتهر فيه الفسق، وظهرت فيه أنواع البدع، واشتهرت فيه طائفة تحلوا بحلية العلماء، وتزيوا بزى الصلحاء، والحال أن قلوبهم ملىء من الشهوات والأهواء الفاسدة، وهم فى الحقيقة ذياب نعوذ بالله من شرهم. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جن اہلِ علم حضرات سے جس سماع کی اجازت منقول ہے، اس کے جواز کی متعدد شرائط ہیں، جن میں آلاتِ موسیقی کا نہ ہونا بھی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فالعجب منهم ا نهم يدعون محبة الله، ويخالفون سنة رسوله، لأنهم يصفقون بأيديهم، ويطربون وينعرون ويصعقون، وكل ذلك جهل منهم، فمن ادعى محبة الله وخالف سنة رسوله :فهو كذاب.وكتاب الله يكذبه، فلا شك في أنهم لا يعرفون ما الله ولا يدرون ما محبة الله، وهم قد يصورون في أنفسهم الخبيثة صورة معشقة وخيالاً فاسداً، فيظهرون بذلك وجداً عظيماً، وبكاءً جسيماً، وحركات مختلفة، وبعبعة عظيمة، والأزباد تنزل من أفواههم، حتى أن الجهال والحمقى من العامة يعتقدونهم ويلازمونهم، وينسبون أنفسهم إليهم، ويتركون شريعة الله وسنة رسوله .فما هم إلا في الدعاوى الفاسدة، والأقوال الكاسدة، أعاذنا الله وإياكم من شر هؤلاء الطائفة، ومن شر الجنة والناس(منحة السلوك في شرح تحفة الملوك، لبدر الدين العينى ،ج ا ،ص ۴۸۹، كتاب الكسب والادب)

[1] قلت :وفي التتارخانية عن العيون إن كان السماع سماع القرآن والموعظة يجوز، وإن كان سماع غناء فهو حرام بإجماع العلماء ومن أباحه من الصوفية، فلمن تخلى عن اللهو، وتحلى بالتقوى، واحتاج إلى ذلك احتياج المريض إلى الدواء .وله شرائط ستة :أن لا يكون فيهم أمرد، وأن تكون جماعتهم من جنسهم، وأن تكون نية القول الإخلاص لا أخذ الأجر والطعام، وأن لا يجتمعوا لأجل طعام أو فتوح، وأن لا يقوموا إلا مغلوبين وأن لا يظهروا وجدا إلا صادقين.
والحاصل :أنه لا رخصة في السماع في زماننا لأن الجنيد -رحمه الله -تعالى تاب عن السماع في زمانه اهـ وانظر ما في الفتاوى الخيرية (رد المحتار على الدر المختار، ج٦،ص ۳۴۹، كتاب الحظر والإباحة)
إن كان السماع سماع القرآن أو الموعظة يجوز ويستحب،وإن كان سماع الغناء فهو حرام لأن التغني واستماع الغناء حرام أجمع عليه العلماء وبالغوا فيه.
ومن أباح من المشايخ الصوفية فلمن تخلى عن الهوى وتحلى بالتقوى فيحتاج إلى ذلك احتياج المريض إلى الدواء وعلامته أن يكون منسلخا عن الشهوات مستهويا بذكر الله تعالى في الخلوات مفرغا يديه عن الأخذ والإعطاء مجردا عن الذم والثناء مختلفا بالواردات يريد أن يتنفس الصعداء ويعالج ما غلب عليه بشوقه إلى مولاه من الداء .
ثم إنه رخصة وله شرائط:أحدها :أن لا يكون فيهم أمرد.
والثَّانِي :أن لا يكون جميعهم إلا من جنسهم ليس فيهم فاسق ولا أهل الدنيا ولا امرأة .والثَّالِث :أن تكون نيته في القول الإخلاص لا أخذ الأجر والطعام.
والرَّابِعُ :أن لا يجتمعوا لأجل طعام أو نظر إلى فتوحح.
والْخَامِسُ :لا يقولون إلا مغلوبين.
والسَّادِسُ :لا يظهرون الوجد إلا صادقين وقَالَ :بعضهم الكذب أشد من الغيبة كذا وكذا سنة وتمامه يعرف في كتبهم.
والحاصل أنه لا رخصة في باب السماع في زماننا لأن جنيدا رحمه الله تاب عن السماع في زمانه وقَالَ :إنما تبت لفقد الإخوان ولفقد القول المخلص المتخلص من الهوى وآفة الطمع.(نِصَابُ الِاحْتِسَابِ،ص ۱۲۳ الىٰ ۱۲۵، مسألة:هل يجوز الرقص في السماع)

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے ''حق السماع'' کے نام سے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے، جس کی شرائط بیان کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ:

ان سب شرائط کی اجمالی فہرست یہ ہے۔

زمان یعنی ایسا وقت جس میں کوئی طبعی یا شرعی حاجت نہ ہو۔

مکان یعنی ایسا موقع جہاں عام آمدورفت نہ ہو نہ کوئی ہنگامہ قلب کا مشغول کرنے والا ہو۔

اخوان یعنی شرکاء مجلس میں سے کوئی ناجنس نہ ہو، دنیادار نہ ہو، ریاکار نہ ہو، بلکہ سب کے سب طریقت سے واقف، مجاہدہ میں کامل، علمِ ظاہری وباطنی میں اصطلاحاتِ صوفیہ سے باخبر، ظاہر وباطن کو مطابق کرنے پر قادر ہوں، ورنہ ایسوں کو سنانا تو کیا ایسوں کے روبرو سننا بھی جائز نہ ہوگا۔

بجز مضمون کے کسی طرف التفات نہ کرنا، نہ کسی کے آنے جانے کی طرف، نہ کسی کے وجد وحال کی طرف، بے حس وحرکت بیٹھا رہنا، نہ کھنکھارنا، نہ جمائی لینا، نہ اپنے ارادے سے کوئی جنبش کرنا، بعد غلبہ کی کیفیت فرو ہو جانے کے وقت، ادب اور سکون اور سکوت اختیار کرنا، تصنع وریاتِ حال (یعنی ریاء کار) کی صورت نہ بنائے رکھنا، قوال کا خوشرو نوجوان محلِ شہوت نہ ہونا، خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، بلکہ اس میں بھی وہی صفات ہونا جو اہل مجلس میں ہونا ضرور ہے، کیونکہ وہ بھی تو شریکِ سماع ہے، بالخصوص عمل اور علم پر قدرت کافی حاصل ہونا، ورنہ بے علمی میں تو اسرار وحقائق کے مضامین کے غلط معنیٰ سمجھ کر زبان سے نکال کر اپنا ایمان تباہ کرے، اور بدعلمی میں مشائخ کی عنایت اور خوشنودیِ مزاج اور ان کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنے سے اپنی بدحالی پر اس کو زیادہ جرأت ہوگی، اور اس کی برائی اس کے جی میں نہ رہے گی اور باعث ان دونوں خرابیوں کے اہلِ

سماع ہوں گے اور ظاہر ہے کہ معصیت کا سبب بن جانا بھی معصیت ہوتا ہے۔

مزامیر اور ڈھولک وغیرہ نہ ہونا، اشعار میں مضامینِ خد و خال وفراق وصال ومجازی حسن و جمال کا نہ ہونا، اگر اتفاقاً ایسے الفاظ آ جاویں تو حسبِ اصطلاحات تصوف محبوبِ حقیقی کے معاملات پر برعایت حدودِ شرعیہ اس کو منطبق کرنا، جس کے لیے کمالِ علم کی ضرورت ہے۔

سننے والے کا حالتِ شباب میں نہ ہونا، اس کے خوگر نہ ہو جانا۔

صفاتِ نفسانی واحوالِ قلبی میں امتیاز کا سلیقہ ہونا۔

وجد میں نشاطِ طبعی ونفسانی کا ذرہ برابر آمیزش نہ ہونا۔

جس قدر غلبہ ہوا ہو، اس سے زائد بالکل اظہار نہ ہونا، اس میں اختیار کا بالکل دخل نہ ہونا۔

جب تک ضبط کی قدرت ہو، نعرہ نہ مارنا، ہاتھ پاؤں نہ مارنا۔

وجد میں نیت فاسد نہ ہونا، جیسے تحصیلِ مال وتحصیلِ جاہ وقبول عند الخلق۔

کسی کو نہ لپیٹنا، نہ کسی کے ہاتھ پاؤں چومنا۔

عورتوں کا اس مجلس کو نہ جھانکنا۔

عوام کے جمع کرنے کے لیے کوئی سامان مثل طعام وشیرینی کے نہ ہونا۔

محض لذت کے لیے نہ سننا۔

کسی عبادت یا وظیفہ کا ناغہ نہ ہونا۔

اب اہلِ انصاف ملاحظہ فرمالیں کہ مجالسِ سماع میں فی زماننا (یعنی ہمارے زمانہ کے سماع کی مجالس میں) یہ شرطیں مجتمع ہیں یا نہیں۔

فصلِ ثامن: اس بیان کی کہ اگر کسی شخص میں اباحت کے تمام شرائط موجود ہوں، اور اس لیے سماع اس کے حق میں مضر نہ ہو، مگر اس کے سننے سے احتمال ہو کہ

دوسرا شخص جس میں وہ شرائط نہیں پائے جاتے، سننے لگے گا، اوراس کو ضرر ہو گا، تو اس صورت میں اس شخص پر لازم ہے کہ باوجود خود ضرر نہ پانے کے دوسرے مسلمان بھائی کو ضرر سے بچانے کے لیے ترک کر دے، کیونکہ جس طرح معصیت کا ارتکاب معصیت ہے، اسی طرح معصیت کا سبب اور ذریعہ بننا بھی معصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (تعاونوا علی البر والتقویٰ، ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان) ایک دوسرے کی مدد کرو، نیکی اور تقویٰ پر اور مت مدد کرو گناہ اور ظلم پر۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ اگر شیخ مرید کے حق میں سماع کو مضر سمجھے تو اس کے روبرو سماع نہ سُنے اور کتبِ فقہ میں بہت سے مسائل اس قاعدہ کے مرتب کئے ہیں کہ اگر کسی شخص کے فعلِ مباح کرنے سے دوسرا شخص معصیتِ اعتقادی یا عملی میں مبتلا ہو جاوے تو اس شخص کو اس فعلِ مباح کا ترک کر دینا واجب ہے، چنانچہ ماہرینِ فنِ فقہ پر یہ امر مخفی نہیں۔

فصلِ تاسع: اس بیان میں کہ بالفرض اگر نہ اس شخص کو ضرر ہو نہ اس کی وجہ سے دوسرے کو ضرر ہو، لیکن اہلِ بدعت کے ساتھ تشبہ ہوتا ہو، جیسا کہ اس زمانہ میں مشاھدہ ہو رہا ہے کہ یہ فعل کثرت سے اہلِ بدعت میں شائع ہو رہا ہے اور اسی قسم کا شعار بن گیا ہے، تو اس مشابہت سے بچنے کے لیے اس عمل کا ترک کر دینا بہتر ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص کسی قوم کا مجمع بڑھاوے وہ انہی میں سے ہے اور نیز وارد ہے کہ تہمت اور بدگمانی کے مواقع سے بچو۔

اور ظاہر ہے کہ بدعقیدہ لوگوں کی وضع اختیار کرنے سے دیکھنے والوں کو خواہ مخواہ بدگمانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قاعدہ پر ہمارے فقہاء نے بہت مسائل متفرع کئے ہیں، مثلاً اونچے مقام پر تنہا امام کے کھڑے ہونے کو مکروہ کہنا، کسی زمانے میں

داہنے ہاتھ میں انگشتری پہننے کو مکروہ کہنا، یہ سب فروع اسی اصل کے ہیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی سنت شِعار اہلِ بدعت کا ہو جاوے تو اس کو ترک کر دینا چاہیے، تا کہ اس سے مشابہت نہ ہو جاوے۔اھ۔

جب سنت کا یہ حکم ہے تو مباح بدرجہ اولیٰ ایسی حالت میں قابلِ ترک ہوگا۔

فصلِ عاشر: اس بیان میں ہے کہ اگر کہیں تشبہ کا بھی شبہ نہ ہو تب بھی بوجہ مختلف فیہ اور محلِ خطر ہونے اس عمل کے ترک ہی کرنا افضل اور موجبِ اجر وثواب واقرَب الی الاحتیاط ہے۔ رسالہ ابطال میں ہے کہ اس تمام تر بیان کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ اقوال ودلائل کا اختلاف بیان کیا ہے اس سے یہ امر بلا شبہ حاصل ہوتا ہے کہ سماع امورِ مشتبہ میں سے ہے، اور ایمان والے شبہات کی حد پر اٹک جاتے ہیں، جیسا کہ حدیثِ صحیح میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے ترک کیا شبہات کو، بچالیا اس نے اپنی آبرو اور دین کو۔ اور جو شخص کے اردگرد پھرا، تو کھیت میں جا پڑنا بھی اس سے بعید نہیں، بالخصوص جس وقت اشعار میں مضامین حسن، عشق کے ہوں تو ان مضامین کا سننے والا کسی نہ کسی بلا میں ضرور جا پھنستا ہے، گو دین میں کیسا ہی مضبوط کیوں نہ ہو، خصوصاً جبکہ گانے والا صورت شکل اور آواز کا اچھا ہو۔ اور عرب میں جو گانا تھا اس میں اکثر اشعار حرب وضرب وشجاعت وسخاوت وغیرہ کے ہوتے تھے، پس جو شخص اپنا دین بچاتا ہے اور سلامتی کا خواہاں ہو، وہ بہت احتیاط رکھے کیونکہ شیطان کے بہت جال ہیں، ہر شخص کے واسطے اس کے مناسبِ حال ایک جال پھیلاتا ہے، اور بعض اوقات جس گانے کا ہم نے بیان کیا ہے یہ اس کے بڑے مکروں میں ہو جاتا ہے، خاص کر ایسے شخص کے لیے جو زمانۂ شباب میں ہو۔اھ۔

رسالہ ابی الروح میں ہے کہ جانبِ عمل میں احتیاط یہی ہے کہ گانے بجانے سے بالکل پرہیز رکھے کیونکہ یہ مختلَف فیہ مسئلہ ہے، مانع نے تو اس کو حرام کہا ہے، دوسرا فریق اس کو مباح ٹھہرا رہا ہے، اور جب کوئی اَمر درمیان اباحت اور حُرمت کے دائر ہو تو احتیاط اس سے بچنے میں ہے، کیونکہ کرنے میں یہ خرابی ہے کہ مانع کے نزدیک یہ شخص حرام کا مرتکب ہوا، اور فاسق مَردودالشھادۃ ہوگیا، جبکہ اس پر اصرار کرنے لگا، اور چھوڑنے میں مباح کہنے والے کے نزدیک فاسق کیا بلکہ ملامت کے قابل بھی نہیں ہوا، کیونکہ اس کے نزدیک تو محض مباح تھا اور ترکِ مباح سے کسی کے نزدیک بھی گناہ نہیں ہوتا، بلکہ ثواب ملتا ہے جب اس نیت سے چھوڑ دے کہ اختلاف سے بچا رہے۔ اھ۔

عوارف میں ہے کہ کسی بزرگ نے حضرت خضر علیہ السلام سے سماع کی نسبت پوچھا جس میں اہلِ طریقت اختلاف کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ ایک پھسلتا پتھر ہے، ہر ایک کا قدم اس پر نہیں جمتا، مگر عارفینِ کاملین کا۔

فقہاء نے فرمایا ہے کہ جب کسی امر میں یہ تردد ہو کہ یہ سنت ہے یا بدعت تو وہاں اس سنت کا ترک کردینا چاہئے، نیز عوارف میں ہے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول منقول ہے کہ میں نے ابلیس سے خواب میں پوچھا کہ ہمارے یاروں پر بھی تیرا قابو چلتا ہے، اس نے جواب دیا کہ میں ان کے معاملوں میں دق ہو جاتا ہوں، کسی طرح ان پر میرا داؤ نہیں چلتا، مگر دو موقعوں پر۔ میں نے ان موقعوں کو دریافت کیا، کہنے لگا ایک سماع کا وقت، دوسرا کسی پر نظر ڈالنے کا وقت، کہ اس میں ان کو لے ڈالتا ہوں، اھ۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ حفاظتِ دین کے لیے شبہ ناک امور سے بچنا ضروری ہے، بالخصوص حضراتِ صوفیاء کے لیے جن کی نظر میں آداب، مستحبات مثلِ فرض

کے اور مکروہات مثل حرام کے ہوتے ہیں، چنانچہ خررث میں حضرت حاتم اصمؒ کی حکایت ہے کہ ایک بار مسجد میں داخل ہوتے ہوئے بایاں پاؤں اندر رکھا گیا، معاً رنگ مبارک متغیر ہو گیا اور ڈرتے کانپتے باہر نکلے، پھر داہنا پاؤں اندر رکھا، کسی نے اس کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ اگر ایک ادب بھی آداب میں سے ترک کر دوں تو اندیشہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جو کچھ دیا ہے سب سلب فرمالیوے۔ ع

مقرباں رابیش بود حیرانی

اسی جگہ سے مشہور ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اس طریق کا تمام تر دارومدار طہارتِ قلب پر ہے، جس قدر طہارت میں مبالغہ ہوگا انوار واسرار کا نزول ہوگا، اور جب مشتبہ اَمر میں مبتلا ہوا، کامل طہارت کہاں رہی ہے۔

ملخص فصولِ دہ گانہ کا (یعنی کل دس فصلوں کا خلاصہ) یہ ہے کہ اَوّل تو اس عمل کے مباح ہونے میں تردد، پھر مباح بھی مانا جائے تو اس کے شرائط اس کثرت سے ہیں کہ اس زمانہ میں اس کا ایک جزو بھی نہیں پایا جاتا اور اس سے بھی قطع نظر کی جاوے، تو عوام کی حفاظت اور کج رولوگوں کی مشابہت کا شبہ اور خود اس کا محلِ خطر ہونا یہ سب امور مقتضی احتیاط کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق۔

(رسالہ ''حق السماع'' صفحہ ۲۹ تا صفحہ ۳۵، ناشر: ادارہ اشرف العلوم، نانک واڑہ، کراچی)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ سماع کے جائز ہونے کی مخصوص ومتعدد شرائط ہیں، اور آج ان شرائط کا لحاظ مشکل ہے، بالخصوص مرَوَّجہ قوالی میں ان شرائط کا فقدان ہے، اور ان میں آلاتِ موسیقی کا استعمال ہوتا ہے، اس لئے ان کو جائز نہیں کہا جاسکتا۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَـہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(خاتمہ)

موسیقی وآلاتِ موسیقی کو حلال اور روح کی غذا کہنا

آج کل ایک طبقہ ہر طرح کے گانے اور موسیقی اور آلاتِ موسیقی کو نہ صرف یہ کہ حلال قرار دینے کے درپے ہے، بلکہ اس کو روح کی غذا جیسے پاکیزہ عنوان سے عبادت اور اللہ تعالیٰ کے قُرب کا ذریعہ ہونے کا بھی دعویٰ کرتا ہے۔

ان لوگوں کے اس طرزِ عمل کی نشاندہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی فرمادی تھی۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اشعری سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے اور اللہ کی قسم انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا؛ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ:

لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَّ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ (بخاری) [1]

ترجمہ: یقیناً میری اُمت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زنا، ریشم اور شراب اور آلاتِ موسیقی (Musical instruments) کو (خوشنما تعبیروں مثلاً آرٹ، کلچر، ثقافت وغیرہ کے ذریعہ) حلال کرلیں گے (بخاری)

''معازف'' عربی زبان میں آلاتِ موسیقی کو کہا جاتا ہے، جن کو انگریزی زبان میں ''Musical instruments'' کہا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ آلاتِ موسیقی کا استعمال حرام ہے، اسی وجہ سے ان کو حلال قرار دینے والوں کا ذکر کیا گیا، اور آلاتِ موسیقی کا ذکر، زنا اور شراب جیسی حرام چیزوں کے ساتھ کیا گیا، پس جس طرح زنا اور شراب جیسی

---

[1] رقم الحديث ۵۵۹۰، كتاب الأشربة، باب ماجاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه، دارطوق النجاة، بيروت.

چیزیں حرام ہیں، اور ان کو حلال قرار دینا، سخت گناہ اور وبال کا باعث ہے، اسی طرح آلاتِ موسیقی کو حلال قرار دینے کا معاملہ بھی ہے۔ [1]

کسی چیز کو حلال وحرام قرار دینے کا معاملہ بڑا نازک ہے، اس کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاصل ہے، اور قرآن وسنت میں اس کا اختیار کسی اور کو حاصل ہونے کی سختی کے ساتھ تردید کی گئی ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَـاأَيُّهَـا الـنَّـاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّـهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ . إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوْءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآيات ١٦٨ و ١٦٩)

ترجمہ: اے لوگو! کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے حلال، پاکیزہ اور نہ اتباع کرو شیطان کے نقشِ قدم کی، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

بس وہ تمہیں حکم دیتا ہے برائی کا، اور بے حیائی کا، اور اس بات کا کہ تم اللہ پر وہ چیز کہو جس کا تم علم نہیں رکھتے (سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان برائی اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے، اور اللہ پر جھوٹ باندھنے کا

---

[1] ("والمعازف ") ، بفتح الميم أى :آلات اللهو يضرب بها، كالطبول، والعود، والمزمار، ونحوها، والمعنى :يعدون هذه المحرمات حلالات بإرادات شبهات وأدلة واهيات (مرقاة المفاتيح، ج٨، ص ٣٣٤٦، كتاب الآداب، باب البكاء والخوف)

وقوله يستحلون قال بن العربى يحتمل أن يكون المعنى يعتقدون ذلك حلالا ويحتمل أن يكون ذلك مجازا على الاسترسال أى يسترسلون فى شربها كالاسترسال فى الحلال وقد سمعنا ورأينا من يفعل ذلك قوله والمعازف بالعين المهملة والزاى بعدها فاء جمع معزفة بفتح الزاى وهى آلات الملاهى ونقل القرطبى عن الجوهرى أن المعازف الغناء والذى فى صحاحه أنها آلات اللهو وقيل أصوات الملاهى وفى حواشى الدمياطى المعازف الدفوف وغيرها مما يضرب به ويطلق على الغناء عزف وعلى كل لعب عزف ووقع فى رواية مالك بن أبى مريم تغدو عليهم القيان وتروح عليهم المعازف (فتح البارى لابن حجر، ج١٠، ص ٥٥، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه)

بھی حکم کرتا ہے۔

اور چونکہ موسیقی اور آلاتِ موسیقی بُرے اور بے حیائی کے کاموں میں داخل ہے، اس لئے اُس کا بھی شیطان حکم کرتا ہے، اور ساتھ ہی پھر اس کو مزین نعروں سے حلال اور عبادت قرار دے کر اللہ پر جھوٹ بھی بندھواتا ہے۔

اور سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۳۳)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ بس حرام کیا میرے رب نے فواحش کو، جو ظاہر ہیں ان میں سے، اور جو چھپے ہوئے ہیں، اور گناہ کو اور ناحق سرکشی کو، اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو کہ نہیں نازل کی اس کی اللہ نے کوئی دلیل، اور تم کہو اللہ پر وہ بات کہ جس کو تم نہیں جانتے (سورہ اعراف)

اللہ نے جن فواحش کو حرام کیا ہے، اس میں موسیقی اور آلاتِ موسیقی بھی داخل ہیں، اور ان کا گناہ ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے، اس لئے موسیقی گناہ ہے، اور آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا، جس کا کتاب یا سنت یا اس سے ثابت شدہ اصول سے ثبوت نہ ہو، وہ جائز نہیں۔

اور موسیقی اور آلاتِ موسیقی کا حلال ہونا کتاب وسنت اور اس سے ثابت شدہ اصولوں سے ثابت نہیں، بلکہ اس کے خلاف ہونا ثابت ہے، جیسا کہ پہلے گزرا، اس لئے موسیقی اور آلاتِ موسیقی کو حلال اور اس سے بڑھ کر روح کی غذا قرار دینا بھی اللہ کی طرف غلط بات منسوب کرنے میں داخل ہے، اللہ حفاظت فرمائے۔

اور سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ آللّٰهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ (سورۃ یونس، رقم الآیات ۵۹ و ۶۰)

ترجمہ: کہہ دیجئے کیا تم نے یہ دیکھا ہے کہ جو نازل کیا اللہ نے تمہارے لئے رزق، پھر تم نے کر دیا اس میں سے کچھ کو حرام اور کچھ کو حلال (سورہ یونس)

مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا انسانوں کو اختیار نہیں، اگر وہ خود سے کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دیں گے، وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے شمار ہوں گے۔

اور قرآن وسنت کی رُو سے موسیقی اور آلاتِ موسیقی حرام ہیں، لہٰذا اپنی طرف سے ان کو حلال قرار دینا اللہ پر جھوٹ باندھنے میں داخل ہے۔

اور سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ. مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ (سورۃ النحل، رقم الآیات ۱۱۶ و ۱۱۷)

ترجمہ: اور نہ کہو تم اس وجہ سے کہ تمہاری زبان سے یہ بات نکلے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو لوگ جھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر، وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے۔

(زندگی میں) تھوڑا فائدہ اٹھالیں گے، اور ان کے لئے (آخرت میں) دردناک عذاب ہوگا (سورہ نحل)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دے دینا اللہ پر جھوٹ باندھنے میں داخل ہے، جس سے حقیقی کامیابی نہیں ملے گی، البتہ زبان سے جھوٹ باندھ کر دنیا کا تھوڑا بہت فائدہ حاصل ہو جائے گا، لیکن آخرت میں دردناک اور شدید عذاب کا سامنا

کرنا پڑے گا۔

موسیقی اور آلاتِ موسیقی کو حلال قرار دینا بھی، اللہ پر جھوٹ باندھنے میں داخل ہے، اور اس سے حقیقی کامیابی ہرگز نہیں ملے گی، البتہ دنیا میں تھوڑا بہت فائدہ، شہرت، نام آوری، مختلف القاب، مثلاً موسیقار، فنکار وغیرہ حاصل ہونے، یا مال و دولت ہاتھ لگنے کی شکل میں حاصل ہو جائے گا، لیکن آخرت میں دردناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اور سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ (سورة الشورىٰ، رقم الآية ٢١)

ترجمہ: کیا ان کے شریک ہیں کہ انہوں نے جاری کر دیا ان کے لئے دین کو، جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی، اور اگر فیصلہ کا وقت مقرر نہ ہوتا، تو ان کے درمیان ابھی فیصلہ کر دیا جاتا، اور بے شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے (سورہ شوریٰ)

مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے علاوہ کسی کو دین کے احکام جاری کرنے کا حق نہیں دیا، اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا باعث ہے کہ اگر فیصلہ کے لئے قیامت کا دن مقرر نہ ہوتا، تو اس طرزِ عمل کی وجہ سے کسی بھی وقت دنیا میں عذاب نازل ہو جاتا۔

لہٰذا موسیقی اور آلاتِ موسیقی کو حلال قرار دینے کا طرزِ عمل بھی اللہ کی سخت ناراضگی کا باعث ہے، اور اتنی سخت ناراضگی کا باعث ہے کہ اگر قیامت کا دن فیصلہ کے لئے مقرر نہ ہوتا، تو دنیا ہی میں اس پر عذاب نازل ہو جاتا، جبکہ بعض احادیث سے دنیا میں وبال اور عذاب نازل ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِيْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ

وَمَسُخٌ وَقَذُفٌ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسُلِمِيُنَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَتٰى ذَاکَ؟ قَالَ: إِذَا ظَهَرَتِ الْقَيُنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ (سنن الترمذی) [1]

---

[1] رقم الحديث ۲۲۱۲،ابواب الفتن،باب ما جاء فی علامة حلول المسخ والخسف.

قال الترمذی:

وقد روی هذا الحديث، عن الأعمش، عن عبد الرحمن بن سابط، عن النبی صلی الله عليه وسلم مرسل وهذا حديث غريب.

وقال الالبانی:

ورجاله صدوقون غير أن عبد الله هذا كان يخطىء كما فی "التقريب "فمثله يستشهد به (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۲۰۳)

وقال ايضاً:

أخرجه الترمذی فی كتاب الفتن وقم۲۲۱۳وابن أبی الدنيا فی ذم الملاهی ق ۱/۲ وأبو عمرو الدانی فی السنن الواردة فی الفتن ق ۱/۳۹و ۲/۴۰وابن النجار فی ذيل تاريخ بغداد۱۸/۲۵۲من طرق عن عبد الله بن عبد القدوس قال :حدثنی الأعمش عن هلال بن يساف عنه وقال الترمذی ":وقد روی هذا الحديث عن الأعمش عن عبد الرحمن بن سابط عن النبی صلی الله عليه وسلم مرسل وهذا حديث غريب."

قلت :ورجاله ثقات غير عبد الله بن عبد القدوس قل الحافظ:

"صدوق رمی بالرفض وكان أيضا يخطىء."

قلت :رفضه لا يضر حديثه وخطؤه مأمون بالمتابعات أو الشواهد التی تؤيد حفظه له كما سأبينه(تحريم آلات الطرب، ج۱،ص۶۴،الفصل الأول :فی ذكر الأحاديث الصحيحة فی تحريم الغناء وآلات الطرب)

قال عبدالله بن يوسف الجديع:

قلت:يشير الترمذی الی الاختلاف فيه علی الاعمش، وهذا فيما أری، لايطعن علی هذا الاسناد، لان الاعمش امام مكثر، يجوز ان يكون الخبر عنده باكثر من اسناد ، لكن الشأن فيمن دونه، وهو عبدالله بن عبدالقدوس، فانه ضعفه غير واحد من الائمة، ووثقه محمد بن عيسیٰ الطباع، وقال البخاری: هوفی الاصل صدوق، الا انه يروی عن اقوام ضعاف.

قلت: ومحصل اقوالهم فيه ان الرجل لايحتمل تفرده، وهو صالح الحديث فی المتابعات والشواهد، وعلی قول البخاری فانه حديثه اقوی من ذلک، لان شيخه هنا امام حافظ.

فالاسناد اذاً حسن فی الشواهد علی اقل الاحوال(احاديث ذم الغناء والمعازف فی الميزان، صفحه ۳۸،۳۹،مطبوعة : مكتبة دارالاقصیٰ، الكويت،الطبعة الاولیٰ :۱۴۰۶ - 1986هـ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں (زمین میں) دھنسنے اور صورتیں مسخ ہونے اور پتھر برسائے جانے کا عذاب ہوگا، مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کب ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب گانے والی (عورتیں اور چیزیں) اور گانے بجانے کے آلات (Musical instruments) عام ہو جائیں گے، اور شرابیں پی جائیں گی (ترمذی)

اس طرح کی اور بھی کئی احادیث ہیں، جو موسیقی اور آلاتِ موسیقی کے بیان میں گزر چکی ہیں۔

موسیقی اور آلاتِ موسیقی کے دلدادہ بعض حضرات اعتراض کے طور پر یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اگر یہ حرام ہے، تو پھر قرآن مجید میں اس کا حرام ہونا صاف طور پر دِکھلایا جائے۔

حالانکہ اولاً تو کسی چیز کے حرام ہونے کے لئے قرآن مجید کے اندر صاف لفظوں میں حرام ہونے کا ذکر آنا ضروری نہیں، بلکہ کسی چیز کا حرام ہونا دیگر الفاظ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔

دوسرے قرآن مجید میں مذکور بعض چیزوں کی مراد احادیث اور تفاسیر سے بھی ثابت ہو جاتی ہے، اور قرآن مجید کی بعض آیات کے ضمن میں احادیث اور تفاسیر سے موسیقی اور آلاتِ موسیقی کا مراد ہونا ثابت ہے، جس کی تفصیل پہلے موسیقی اور آلاتِ موسیقی کے بیان میں ذکر کی جا چکی ہے۔

تیسرے جس چیز کا گناہ یا حرام ہونا معتبر احادیث سے معلوم ہو جائے، اس سے بھی اس چیز کا گناہ یا حرام ہونا ثابت ہو جاتا ہے، اور موسیقی اور آلاتِ موسیقی کا گناہ اور حرام ہونا ایک نہیں، کئی معتبر احادیث سے ثابت ہے، اور احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ حکم پر عمل کا اصولی حکم قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ، لِلْحُسْنِ اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ اِمْرَأَةً مِنْ بَنِىْ أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوْبَ، فَجَاءَ تْ فَقَالَتْ: إِنَّهُ بَلَغَنِىْ عَنْكَ أَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ، فَقَالَ: وَمَا لِىْ أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ هُوَ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَتْ: لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ، فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ، قَالَ: لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ، أَمَا قَرَأْتِ: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا؟ قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَإِنَّهُ قَدْ نَهٰى عَنْهُ، قَالَتْ: فَإِنِّىْ أَرٰى أَهْلَكَ يَفْعَلُوْنَهُ، قَالَ: فَاذْهَبِىْ فَانْظُرِىْ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ، فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا، فَقَالَ: لَوْ كَانَتْ كَذٰلِكَ مَا جَامَعْتُهَا (بخاری) [1]

ترجمہ: اللہ ان عورتوں پر لعنت فرماتا ہے، جو بدن کو گودتی ہیں (یعنی جسم کی کھال میں رنگ بھروا کر لکھائی کرتی ہیں) اور جو عورتیں جسم گودواتی ہیں اور چہرے کے بال اکھڑواتی ہیں حسن کے لئے دانتوں کو کشادہ کراتی ہیں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بدلنے والی ہیں، بنی اسد کی ایک عورت کو، جس کا نام اُمِ یعقوب تھا، یہ خبر ملی تو وہ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس) آئی اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس اس طرح لعنت کی ہے، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کیوں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جس کا ذکر کتابُ اللہ (یعنی قرآن مجید) میں بھی ہے، اس عورت نے کہا کہ میں نے قرآن کو پڑھ لیا ہے جو دولوحوں (دو طرف کے گتّوں) کے درمیان ہے (یعنی پورا قرآن پڑھا ہے) لیکن جو تم کہتے

[1] رقم الحدیث ۴۸۸۶، کتاب تفسیر القرآن، باب وما آتاکم الرسول فخذوہ.

ہو (کہ فلاں فلاں عمل کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے) وہ میں نے اس (قرآن مجید) میں نہیں پایا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو (صحیح معنیٰ میں قرآن کو) پڑھتی، تو ضرور اس میں (اس لعنت کا ذکر) پاتی، کیا تو نے (سورہ حشر کی) یہ آیت نہیں پڑھی کہ:

"مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"

"رسول جو کچھ تمہیں دے اس کو لے لو اور جس سے روکے باز آ جاؤ"

اس نے کہا کہ جی ہاں! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے منع فرمایا ہے، اس عورت نے کہا کہ تمہاری بیوی ایسا کرتی ہے انہوں نے کہا جا کر دیکھ آ، چنانچہ وہ گئی اور دیکھا تو کچھ نہ پایا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ (یعنی میری بیوی) ایسا کرتی تو میں اس کے قریب نہ جاتا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جس چیز کا حکم یا منع فرمانا، معتبر و مستند طریقہ پر ثابت ہو، وہ بھی اصولی طور پر اللہ، اور قرآن مجید کے حکم میں داخل ہے۔

نیز جس چیز کا حکم یا ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسل سے معتبر سند کے ساتھ ثابت ہو، اس کو نہ ماننے اور قرآن مجید سے دلیل کا متلاشی رہنے والے لوگوں کی حالت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں تنبیہ فرما دی تھی۔

چنانچہ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ أَشْيَاءَ، ثُمَّ قَالَ: يُوْشِكُ أَحَدُكُمْ أَنْ يُكَذِّبَنِيْ وَهُوَ مُتَّكِءٌ عَلٰى أَرِيكَتِهِ يُحَدَّثُ بِحَدِيْثِيْ، فَيَقُوْلُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ اِسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ، أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۱۹۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن مختلف چیزوں کو حرام فرمایا، اور پھر فرمایا کہ عنقریب (ایسا زمانہ آئے گا کہ) ایک شخص اپنے تخت (یا صوفہ وغیرہ) پر ٹیک لگائے ہوئے گا، اس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو وہ کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ بزرگ وبرتر کی کتاب (یعنی قرآن مجید موجود) ہے، جو ہم اس میں حلال پائیں گے، ہم اُسے حلال سمجھیں گے اور جو ہم اس میں حرام پائیں گے اُسے حرام سمجھیں گے (اور ہم احادیث میں بیان کردہ حلال اور حرام کے حکم کو نہیں مانیں گے) خبردار رہو! بلاشبہ جس چیز کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام ٹھہرایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی حرام ٹھہرائی ہوئی چیز کی طرح ہے (مسند احمد)

اور حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنِّيْ أُوْتِيْتُ الْكِتَابَ وَمَا يَعْدِلُهُ يُوْشِكُ شِبْعَانِ عَلٰى أَرِيْكَتِهِ أَنْ يَّقُوْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ هٰذَا الْكِتَابُ فَمَا كَانَ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ أَحْلَلْنَاهُ وَمَا كَانَ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ أَلَا وَإِنَّهُ لَيْسَ كَذٰلِكَ (صحيح ابنِ حبان) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کتاب (یعنی قرآن) اور اس کی طرح (واجب الاتباع ایک اور) چیز (یعنی (سنت) دی گئی ہے، اور عنقریب

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۱۲، المقدمة، باب الاعتصام بالسنة وما يتعلق بها نقلا وأمرا وزجرا.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده قوى (حاشية صحيح ابنِ حبان)

کوئی پیٹ بھرا (یعنی مال و دولت والا شخص) اپنے تخت (یا صوفہ وغیرہ) پر ٹیک لگائے ہوئے (تکبر کے انداز میں) کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کتاب (یعنی قرآن) ہے، پس جو کچھ اس میں حلال ہے، ہم اُسے حلال سمجھیں گے، اور جو کچھ اس میں حرام ہے، ہم اُسے حرام سمجھیں گے (اور اس کے علاوہ احادیث وغیرہ سے ثابت شدہ حرام یا حلال کے حکم کو نہیں مانیں گے) خبردار رہو! حقیقت میں ایسا نہیں ہے (بلکہ قرآن کے علاوہ سنت سے بھی بہت سی چیزیں حلال اور حرام ثابت ہوتی ہیں) (ابنِ حبان)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُم مُتَّكِئاً عَلٰى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِىْ مِمَّا أُمِرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ، فَيَقُوْلُ: لَا نَدْرِىْ، مَا وَجَدْنَا فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ اِتَّبَعْنَاهُ (سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ میں تم میں سے کسی کو اس حال میں پاؤں (یعنی اس کا یہ حال ہو) کہ وہ اپنی شاندار نشست پر ٹیک لگا کر (تکبر کے انداز میں) بیٹھا ہو اور اس کو میری کوئی حدیث پہنچے، جس میں میں نے کسی کام

---

[1] رقم الحديث ۴۶۰۵، كتاب السنة، باب فى لزوم السنة، سنن الترمذى، رقم الحديث ۲۶۶۳، سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۳، مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۸۷۶.

قال الترمذى:

هذا حديث حسن وروى بعضهم هذا الحديث عن سفيان، عن ابن المنكدر، عن النبى صلى الله عليه وسلم مرسلا .وعن سالم أبى النضر، عن عبيد الله بن أبى رافع، عن أبيه، عن النبى صلى الله عليه وسلم " .وكان ابن عيينة إذا روى هذا الحديث على الانفراد بين حديث محمد بن المنكدر من حديث سالم أبى النضر، وإذا جمعهما روى هكذا، وأبو رافع مولى النبى صلى الله عليه وسلم اسمه :أسلم "

وقال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا ہو تو وہ کہے کہ ہم نہیں جانتے، ہم تو بس اسی حکم کو مانیں گے جو ہم کو قرآن میں ملے گا (ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ، مسند احمد)

رہا موسیقی و آلاتِ موسیقی کو روح کی غذا اور اللہ تعالیٰ یا جنت تک پہنچنے کا قریبی راستہ قرار دینے کا دعویٰ، تو اس کا قرآن وسنت کے کسی معتبر حوالہ سے ثبوت نہیں ملتا، بلکہ قرآن وسنت کی اصولی تعلیمات سے اس کا شیطان اور نفس کی غذا اور گمراہی وضلالت اور جہنم کا راستہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورة لقمان، رقم الآية ٦)

ترجمہ: اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں، جو خریدتے ہیں ''لہوالحدیث'' کو، تاکہ گمراہ کریں اللہ کے راستہ سے بغیر علم کے، اور بنائیں اُس (یعنی اللہ کے راستہ) کا مذاق، یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے عذاب ہے، ذلت والا (سورہ لقمان)

اس آیت میں ''لہوالحدیث'' (یعنی کھیل کی باتوں) سے مراد گانا بجانا اور آلاتِ موسیقی ہیں، کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام اور مفسرینِ کرام سے اس آیت کی یہی تفسیر منقول ہے، جیسا کہ تفصیلاً پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ (صحيح مسلم) [1]

ترجمہ: گھنٹی شیطان کے گانے بجانے کے آلات میں سے ہے (مسلم)

گھنٹی گانے بجانے کے آلات میں سے ہے، اور جب یہ شیطان کا آلہ ہے، تو دوسرے گانے بجانے کے آلات بدرجہ اولیٰ شیطان کے آلات میں سے ہیں، جن سے شیطان خوش ہوتا

---

[1] رقم الحديث ٢١١٤، كتاب اللباس والزينة، باب كراهة الكلب والجرس فى السفر، دار إحياء التراث العربى -بيروت.

ہے،اور اس کو اپنی غذا حاصل ہوتی ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ إِلَی السُّوْقِ، فَمَرَّ عَلٰی جَارِیَةٍ صَغِیْرَةٍ تُغَنِّیْ، فَقَالَ: إِنَّ الشَّیْطَانَ لَوْ تَرَکَ أَحَدًا لَتَرَکَ ھٰذِہٖ (الادب المفرد، رقم الحدیث ۷۸۴، باب الغناء واللھو) [2]

ترجمہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار میں نکلا،تو ان کا گزر ایک چھوٹی بچی پر ہوا، جو گانا گا رہی تھی،تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر شیطان کسی کو چھوڑتا،تو اس کو چھوڑ دیتا (الادب المفرد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ گانا شیطان کی پکڑ کی وجہ سے ہوتا ہے،اور وہ بچی چھوٹی ہونے کی وجہ سے مکلّف نہیں تھی،مگر شیطان نے اس کو بھی گانے کی شکل میں پکڑ لیا،جس سے معلوم ہوا کہ شیطان کی رسائی ہر ایک تک ہے،کسی خوش گمانی میں نہیں رہنا چاہئے کہ ہم بڑے بزرگ ہیں،وہ چھوٹے معصوموں کو نہیں چھوڑتا تو بڑے اپنے تئیں معصوم بننے والوں کو کہاں چھوڑے گا۔

بریقۂ محمودیہ میں ہے کہ:

---

[1] (الجرس) بالتحریک الجلجل وحکی عیاض سکون الراء قال جدنا الأعلی للإمام الزین العراقی :والتحقیق أن الذی بالفتح اسم الآلة وبالسکون اسم الصوت فإن أصل الجرس بالسکون الصوت الخفی اہ .وتقدمه القرطبی فقال :بفتح الراء ما یعلق فی أعناق الإبل مما له صلصلة وأما بسکونها فالصوت الخفی فقال بفتح الجیم وکسرها اہ .(مزامیر) وفی روایة مزمار وفی روایة من مزامیر (الشیطان) أخبر عن المفرد بالجمع لإرادة الجنس وأضافه إلی الشیطان لأن صوته شاغل عن الذکر والفکر فیکره سفرا وحضرا وینبغی لمن سمعه سد أذنیه لکن لا یجب لقولهم لو کان بجواره ملاهی محرمة لم یلزمه النقلة ولا یأثم بسماعها بلا قصد قال ابن حجر :الکراهة لصوته لأن فیه شبها لصوت الناقوس وشکله .قال النووی :والجمهور علی أن الکراهة تنزیهیة لا تحریمیة(فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۳۶۱۷)

[2] قال الألبانی:
حسن(حاشیة الادب المفرد)

اَلتَّغَنِّیُ وَهُوَ التَّرَنُّمُ وَالتَّنُغِیُمُ مَعَ التَّحُرِیُفِ وَالتَّغُیِیُرِ وَالتَّبُدِیُلِ کَمَا هُوَ الُمَعُهُوُدُ بَیُنَ اَهُلِ الُمُوسِیُقِیِّ فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنُ اٰثَارَةِ الشَّهَوَاتِ الُخَفِیَّةِ بِـالُقُلُوُبِ اللَّاهِیَةِ وَالُاَفُئِدَةِ السَّاهِیَةِ تَتَزَیَّنُ لِلنَّاسِ وَلَا تَطُرُدُ الُخَنَّاسَ وَتَزِیُدُ فِی الُوَسُوَاسِ (بریقة محمودیة فی شرح طریقة محمدیة) [1]

ترجمہ: گانا یعنی ترنم اور نغمہ سرائی جس میں حروف کی تحریف، تغیر اور تبدیلی لازم آتی ہے، جیسا کہ موسیقی والوں میں رائج ہے، سو یقیناً یہ لہو ولعب اور خود فراموشی و غفلت میں ڈوبے ہوئے دلوں کی چھپی ہوئی شہوات وخواہشات کے آثار ونشان ہیں، جو لوگوں کے لئے مزین، خوش گوار بنا دیئے گئے ہیں، اور یہ چیزیں شیطان جیسے موقع شناس کو دھتکارنے اور ہٹانے کے بجائے اس کے وساوس میں اضافہ کرتی ہیں (بریقۂ محمودیہ)

لہٰذا موسیقی کو روح کی غذا قرار دینا سراسر ناانصافی ہے، بلکہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو شیطان کی غذا قرار دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ حسنِ فہم کی توفیق عطاء فرمائے۔ فقط۔

وَاللّٰہُ سُبُحَانَـہٗ وَتَعَالٰی اَعُلَمُ وَعِلُمُہٗ اَتَمُّ وَاَحُکَمُ.

محمد رضوان

۲/ ذوالقعدة/ ۱۴۳۶ھ 18 / اگست/ 2015 بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

---

[1] ج۳، ص ۲۱۴، الباب الثانی، الفصل الثالث، النوع الثالث، الصنف الثانی، القسم الثانی، المبحث الاول، السابع عشر الغناء.

رائے گرامی: **مفتی محمد امجد حسین صاحب زید مجدہٗ** (ادارہ غفران، راولپنڈی)

شیخ مکرم حضرت اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دام قبالہ کی زیرِ نظر تصنیف ''قرائت، شعر، سماع اور موسیقی کا حکم'' کے مسودے کا مکمل مطالعہ واستفادہ کرنے کی بحمد اللہ سعادت حاصل ہوئی، کتاب کیا ہے؟ لگ بھگ 600 صفحات پر مشتمل گویا ایک مختصر ''دائرۃ المعارف'' ہے، انسائیکلوپیڈیا ہے، جس میں ان متعلقہ موضوعات کی بابت قریب قریب تمام، شرعی نصوص اور ان نصوص کے ذیل میں متعلقہ شرعی احکام، تشریح وبیان کے تناظر میں سمو دیئے گئے ہیں، عصرِ رواں کی یہ خاصیت یا خصوصیت کہ ہر چیز کو جو خواہ حسی و مادی ہو، یا لطیف ومعنوی، آرٹی فیشل شکل میں نئے قالب میں اور نت نئے سانچوں یں ڈھال لیا گیا ہے، اس اثر اور تجربے سے یہ قرائت، نعت، نظم اور حمد جیسی خالص شرعی سرگرمیاں نہیں چھوڑی گئیں۔

ہوس اور ہواء کے بندوں نے ان خالص اصلاحی ودینی اعمال کو صنعت وحرفت، سستی شہرت اور نام و نمود کا ایک بازاری وکاروباری عمل بنا کے چھوڑا، جس میں غناء، موسیقی کی بہت کچھ پیوند کاری اور سرجری کی گئی ہے، ؏ ہر چہ گیرد علتی علت شود

باقی قرائت یا حمد ونعت کی جو سرگرمیاں ان قباحتوں سے خالی ومحفوظ ہیں، سر آنکھوں پر۔

کتاب میں موسیقی وغناء کی حقیقت، حدود و دائرہ، اس کے مظاہر اور دینی رنگ میں اس کے استعمالات اور آیات وروایات میں اس کا تذکرہ، حکم، مذمت وغیرہ اور جو اس مجموعہ میں مجتمع وفراہم کردئے گئے، یہ بہت ہی قابلِ قدر دینی کاوش اور علمی خدمت ہے۔

شعر وشاعری اور اس کی مختلف قدیم وجدید اصناف کا تعارف حکم اور تجزیہ بھی اس کتاب کا اہم حصہ ہے، موسیقی کے ساتھ ساتھ رقص وغیرہ ناچ رنگ کی چیزوں کا اچھا شرعی محاکمہ ومواخذہ بھی کتاب میں ہو گیا ہے، س طرح اتنے سارے اہم موضوعات، قرآن وسنت کی صریح نصوص کے استیعاب کے ساتھ یکجا، اتنا سارا ٹھوس علمی کام وتحقیقی کاوش ان شاء اللہ اس کتاب کو علمی ودینی ذخیرے میں وسیع اسلامی لائبریری میں منفرد درجہ دے گی۔ فقط۔

خوشہ چین محمد امجد حسین ۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ۔ 30 دسمبر 2015ء، یوم الاربعاء